سن زرا اُو دلبرا (سیزن ٹو اُو دلبرا)

لکھاری: حنا رامین خان

اُو دلدارا ایک تو میرا

کردار: (سردار ابراہیم دورانی، آشنا دورانی

داہر خان یوسف زئی، زوفاش خان

کبیر دورانی، یمل خان

زر خان دورانی، زوحال دورانی)

قسط:۱

دلبر ا بنگلو میں تین ہفتے سے گہرا سکوت خاموشی چھائی ہوئی تھی جب سے آشنا کو ابراہیم نے واپس سفید حویلی بھیجا تھا تب سے ہی پھر سے اِس خوبصورت پہاڑوں کے بیچ گھرے بنگلے کا ہر رنگ چھین سا گیا تھا وہ بنگلہ جو کچھ دن آشنا کے وجود سے مہک اٹھا تھا۔ سردار ابراہیم دورانی نے اُس دن سے خود کو جیسے اپنے کمرے تک محدود سا کر دیا تھا

دن رات وہ آشنا اپنی دلبر ا کی یاد میں ایک دلدار کی طرح سلگ رہا تھا ۔وہ روکنگ چیئر پر بیٹھا آنکھیں موند ے ہوئے تھا دل کو پچھلے تین ہفتے سے ایک پل کو سکون نہیں تھا ۔ جب سے آشنا پھر سے اُس سے دور ہوئی تھی دونوں میں پھر سے جدائی آئی تھی ابراہیم کا زندہ رہنا جیسے مشکل سا ہو رہا تھا وہ پاگل جنونی ہوتا جا رہا تھا سارا سارا دن ایسے ہی کمرے میں بیٹھا آشنا کو یاد کرتا رہتا تھا آشنا خیریت سے سفید حویلی پہنچ چکی تھی لیکن پھر سے وہ ابراہیم کو جیسے کاٹ

کر چلی گئی تھی ۔ آشنا کے وہ کہے گئے الفاظ ابراہیم کے کانوں میں گونجتے ہر روز کی طرح اُس کو پاگل کر رہے تھے ۔

"دیکھنا سردار صاحب آپ ایک وجہ سے خود میرے پاس آئیں گے آپکو آنا ہی ہو گا واپس سردار صاحب "" ابراہیم بلیک شلوار قمیض میں ملبوس تھا وہ دل مسلتا سیدھا ہو کر بیٹھا تھا نقوش درد میں گھرے تھے آنکھیں نم تھیں وہ خود کی حالت پر جھنجلا کر رہ گیا تھا وہ اپنی دلبر ا سے دور تھا محض اُسی کی وجہ سے وہ

پھر سے اپنی آشنا کی آنکھوں میں وہ الزام وہ بے اعتباری نہیں دیکھ سکتا تھا اُسکا عشق پاک تھا وہ پھر سے اپنے عشق اور اپنی دلبر ا پر اٹھتے سوالات سہن نہیں کر سکتا تھا ۔

وہ آنکھیں بازو سے مسلتا کھڑا ہوا تھا اور ٹھٹر تی ہوئی ٹھنڈ میں جا کر بالکونی میں کھڑا ہو گیا تھا آج برف باری شدت سے ہو رہی تھی یہاں تک کہ نتھیا کی طرف لینڈ سلائیڈنگ بھی ہوئی تھی ابراہیم کا دل آج انجانے خو ف سے لرز رہا تھا عجیب بے چینی سی ہو

رہی تھی وہ آج بھی اِس لمحے میں بھی آشنا کے

چہرے میں چھپی ہوئی اُس زردی کو بھول نہیں پا رہا

تھا روز ہر پل ہر سیکنڈ یہی احساس ہوتا تھا جیسے اُسکی

آشنا کسی ان کہی تکلیف میں تھی وہ کچھ تو چھپا رہی

تھی پتہ نہیں ابراہیم دورانی کو الگ چیز الگ لگاؤ سا

اپنی طرف کھینچ رہا تھا ایسا لگا تھا جیسے آشنا پکار رہی ہو

۔رات کی تاریخی کے ساتھ ساتھ ابراہیم دورانی کے

دل کی افسردگی بھی عروج پر تھی وہ کچھ پل باہر

دیکھتا اندر بڑھا ہی تھا سائڈ ٹیبل پر رکھا اُسکا فون شد و

مد سے بجا تھا ۔وہ فون بجتا دیکھ ٹائم دیکھ گیا تھا ۔ ماما کی اتنی رات کو کال ! وہ گھبراتے دل سے فون اٹھا گیا تھا ۔مام کیا ہوا ہے سب ٹھیک ہے نہ !! وہ اضطرابی سے پوچھ گیا تھا ۔

بیٹا آجا ابراہیم آجا مزید ناراضگی نہیں ! رخسانہ بیگم بول رہی تھیں ابراہیم کا دل منہ کو آیا تھا لیکن دل تو جب بند ہوا جب پیچھے سے ہلکی ہلکی آشنا کی روتی سسکیوں کی آواز آئی تھی وہ روتی درد سے چور آواز میں بول رہی تھی ۔" سردار صاحب آجائیں مجھے آپ

چاہیئے بس پلز آجائیں "ابراہیم کی آنکھ سے آنسو ٹوٹتا

زمین کا حصہ بنا تھا۔بیٹا آجا ابراہیم !! رخسانہ بیگم

مزید کچھ بولتیں وہ لڑکھڑا تی ہوئی آواز میں بولا تھا "

میں آرہا ہوں "" فون نیچے کھسکتا زمین بوس ہو چکا تھا

۔

وہ الٹے پاؤں بلیک شلوار قمیض پر بلیک ہی شال

مفلر کی طرح ڈالے سرخ درد بھرے چہرے کے

ساتھ الٹے پاؤں بھاگا تھا۔

وہ سیڑھیاں تیزی میں اُترتا ہال سے آشنا کی لگی

تصویروں کے آگے سے گزرتا جا رہا تھا پیچھے سے شگفتہ

اما ں بولی تھیں ۔

بیٹا سردار آپ جا رہے ہیں تو بنگلے کو لاک کر دوں

مجھے بھی جانا ہے اپنے گھر بس یہ بتا دیں آپ کب

واپس آئیں گے ! کبھی نہیں !! وہ مختصر کہتا نکلتا

چلا گیا تھا ۔ سچ تو کہہ رہا تھا یہ سردار وہ اب یہاں

واپس آکر کرتا کیا جب وہ یہاں آیا تھا سفید حویلی چھوڑ

کر تو محض اپنی دلبر ا کے لیے اور آج واپس جا رہا تھا تو

صرف اپنی دلبر ا کے لیے۔ ابراہیم دورانی تو بس جیتا
آیا ہی اُسی کے لیے تھا اگر آج اُسکی سانسیں چل رہی
تھیں وہ زندہ تھا تو وجہ بس اُسکی معصوم گڑیا تھا ۔آشنا
کے لفظ پھر سے گونجے تھے ! میں آپکو وجہ دونگی
دیکھنا آپ واپس آئیں گے ! اور وہی ہو رہا تھا وہ اُسکی
ایک سسکی سنتا بھاگا جا رہا تھا اُسکا ایک ایک قدم
اُسے من بھاری لگ رہا تھا دل کر رہا تھا وُہ ایک
سیکنڈ میں اپنی آشنا کے پاس پہنچ جائے ۔

وہ اپنی جدید بلیک گاڑی میں بیٹھتا سٹارٹ کر گیا تھا

آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیاں تیار ہوئی تھیں سفید حویلی

کا کرتا دھرتا صوابی کا سردار اور اپنی آشنا کا ابراہیم

واپس اسکے پاس سفید حویلی جا رہا تھا برف گرنی بند ہو

چکی تھی کیونکہ قدرت بھی اِس عاشق کی راہ میں

کوئی رکاوٹ نہیں ڈالنا چاہتی تھی قدرت یہاں کے

پہاڑ در و دیوار اور سب سے بڑھ کر وہ رب چاہتا تھا

ابراہیم دورانی وقت رہتے اپنی دلبر ا کے پاس پہنچ جائے ۔

ابراہیم کی گاڑی نکل چکی تھی میری دلبر ا بنگلو اندھیرے میں ڈوب گیا تھا اُسکی گاڑی نتھیا گلی پار کرتی مری کی موٹر وے پر تھی سیاحوں کی ٹریفک ہی ٹریفک تھی ۔ شٹ ! وہ اسٹرنگ پر ہاتھ مارتا چلا گیا تھا اُسے جلد از جلد آشنا کے پاس پہنچنا تھا وہ تڑپ رہا تھا

۔

آشنا میرا بچہ میں آرہا ہوں تمہیں کبھی کچھ نہیں ہو
سکتا اگر میری سانسیں روا ہیں اسکا مطلب میری دلبر ا
میرے اللہ کی حفاظت میں ہے """آرہا ہوں میں اللہ
خیر !!!وہ بولا ہی تھا راستہ بنتا چلا گیا تھا ابراہیم کی
گاڑی فل سپیڈ میں مری سے نیچے اُترتی جا رہی تھی ۔

رات کے دو کا وقت تھا آشنا کی طبیعت خراب
ہونے کی وجہ سے رخسانہ بیگم اُسے ایمرجنسی میں
اُسکی گاینی کے پاس لائی تھیں اور اسی گاینی کے

پاس ایمل کا بھی فالو اپ چل رہا تھا رات کا پہر تھا تو کبیر خود ساتھ آیا تھا اور ایمل بھی ساتھ تھی کیونکہ آشنا کو یکدم بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔

اُسکا چیک اپ ہو گیا تھا اور وہ ضد کر کے رخسانہ بیگم کے ساتھ واپس سفید حویلی مارگلہ ہلز کے لیے نکل چکی تھی کیونکہ اُسے معلوم تھا اُسکا سردار آتا ہی ہو گا۔ اُسے اُسکے لیے پہلے ہی اُسکے کمرے میں موجود رہنا تھا جسے آشنا نے اتنے مہینوں میں اپنے وجود سے ویسے ہی مہکتا ہوا رکھا تھا جیسے ابراہیم کی موجودگی میں

ہوتا تھا ۔ اُسکا ایک ایک کپڑا اُس نے استری کروا کر ہینگ کر کے رکھا تھا سردار صاحب کی ایک ایک چیز اُسی ترتیب سے کمرے میں رکھی ہوئی تھی روز آشنا اُسکا پسندیدہ پرفیوم اٹھا کر خود پر چرکھتی اُسکے بدن کی خاص خوشبو محسوس کرتی رہتی تھی لیکن وہ خوشبو ابھی بھی ویسی نہیں آتی تھی جو اُسکے پسندیدہ مرد ابراہیم کے بدن سے پھوٹتی تھی ۔

وہیں کبیر ایمل کو لیے وہیں رک گیا تھا آشنا کی حا
لت دیکھتے اِس حال میں ایمل کا بی پی لو ہو گیا تھا

وہ

ایمل کو لیے ڈاکٹر کے روم میں تھا اُسکا چیک اپ ہو
رہا تھا اور کبیر پہلو بدلتا سنجیدگی لیے کرسی پر بیٹھا ایمل
کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا اُسکی جان پر بنی
تھی ۔ اتنے میں ڈاکٹر ایمل کے ساتھ باہر آئی تھی
ایمل گرم بلیک سوٹ پر بلیک شال میں لپٹی ہوئی
تھی نیچے لونگ بلیک کوٹ پہنا ہوا تھا کبیر بھی بلیک

ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بلیک ہی جیکٹ پہن رکھی تھی ۔

وہ ایمل کو دیکھتا فوراً سے اٹھا تھا اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر آرام سے لا کر اپنی پاس چیئر پر بیٹھا یا تھا ۔ٹھیک ہو تم !! کنجی آنکھیں سبز میں گڑھی تھیں۔ ہمم! وہ اتنا کہتی نچلا لب کاٹ گئی تھی نظریں نہیں اٹھائی تھیں وہ اِس مرد کو اصل حقیقت پتہ لگنے نہیں دے سکتی تھی ۔وہ ایمل کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ گیا تھا ۔ کیا ہوا ہے ایمل ٹھیک ہو نہ بتاؤ مجھے ! وہ پینک ہوتا پوچھ رہا

تھا ۔وہ کچھ نہیں کبیر میں ٹھیک ہوں نظریں نہیں
ملائی تھیں وہ سر نفی میں ہلاتا ہوا ڈاکٹر سے طلب کر
گیا تھا ۔ ڈاکٹر میری وائف کی طبیعت ٹھیک ہے
مطلب کو ئی مسئلہ تو نہیں ہے نہ !! ایمل کا دل
دھڑکا تھا وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ گئی تھی اُسکا چھٹا
مہینہ شروع ہو چکا تھا ۔وہ دراصل مسٹر دورانی ! ڈاکٹر
مزید کچھ بولتی ایمل آنکھوں سے اُسے منع کر گئی تھی
ڈاکٹر اُسی لمحے کمپوز ہوتی بولی تھیں مسکراہٹ لیے !
مسٹر کبیر آپکی بیوی ماشاءاللہ سے بلکل ٹھیک ہیں

ایسی کنڈیشن میں بی پی کا مسئلہ ہو جاتا ہے تو ٹینشن نہ لیں ! وہ مسکراتی ہوئی میڈیسن لکھنے لگی تھیں جہاں ایمل کی سانس میں سانس آئی تھی وہیں کبیر کا دل کھٹکا تھا ۔ ٹھیک ہو نہ تم! وہ جھکتا اُس پر آہستگی سے پوچھ گیا تھا ۔ میں ٹھیک ہوں کبیر وہ سبز آنکھیں اُسکی آنکھوں میں ڈالتی پر اعتماد لہجے میں جواب دے گئی تھی ۔ہمم ! وہ اتنا کہتا پر سوچ انداز میں کرسی کو ٹیک لگا گیا تھا ۔

کچھ دیر بعد دونوں ہسپتال سے نکل آئے تھے کبیر دورانی کی سفید گاڑی آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیوں کے احصار میں سفید حویلی کی طرف رواں دواں تھی گاڑی میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی وہ ہائی وے پر ایک طرف گاڑی روکتا فون اٹھا کر کان کو لگا گیا تھا ۔ ایمل اُسے دیکھنے لگی تھی اتنی رات کو سنسان ہائی وے پر گاڑی روکنا اُسکا سمجھا نہیں تھا ۔

عابد گاڑیاں میری گاڑی سے کافی ڈسٹنس پر لے جاؤ

اور ہائی وے بند کر دو ! وہ حکم دے گیا تھا سی ایم

تھا پنجاب کا یہاں کا پتہ پتہ اُسکے حکم پر چلتا تھا ۔

کیا ہوا کبیر آپ نے ایسے یہاں گاڑی کیوں روکی !

ابھی ایمل بول ہی رہی تھی کبیر اُسکی طرف رخ کرتا

اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اپنی طرف کھینچ گیا تھا خمار

میں ڈوبی کنجی آنکھیں نم سی ظالم سبز آنکھوں میں

گڑھی تھیں ۔ کبیر کیا ہوا! وہ مٹھاس سے بولی تھی

کبیر اُسکا چہرہ پکڑتا لبوں کو اپنی جکڑ میں لیتا قفل لگا

گیا تھا وہ ایسے اپنے تمام احساسات اِس عورت میں

انڈیل رہا تھا وہ اس عورت کو بتانا چاہتا تھا وہ کیا تھی

اُسکے لیے چاہے پوری دنیا اُسکی نہ ہوتی فقط یہ عورت

اُسکی ہوتی تو وہ سب جیت جاتا لیکن وہ اِس ظالم

عورت سے واقف تھا جتنی وہ پیاری تھی اتنی ہی ظالم

بھی تھی ۔ایمل اپنا دودھیا ہاتھ اُسکے بالوں میں اُلجھا

گئی تھی وہ کبھی نچلا لب داغ دار کرتا تو کبھی اوپری

سانسوں کا تال میل چل رہا تھا یقدم ایمل کو اپنی

سانسیں گھٹتی محسوس ہوئی تھیں وہ اپنا ہاتھ اُسکی

گردن پر لے جا کر خرونچ مار گئی تھی کبیر اُسکا نچلا
لب کاٹتا پیچھے ہوا تھا۔ جان کبیر! وہ بہکتی سانسوں
کے ساتھ گویا ہوا تھا۔ بس کریں کبیر آپ نے تو
میری سانسیں اُلجھا کر تازہ ہوا کی آمدورفت ہی بند کر
دی تھی یا اللہ کیا کرتے ہیں آپ ! وہ مزید مکے برسا
گئی تھی کبیر دورانی اُسکا تپا ہوا چہرہ دیکھتا زیر لب
مسکراتا ہوا اپنی سیٹ پر سر گرا گیا تھا اور ایک ہاتھ
اُسکا پکڑتا ہتھیلی کو چومتا جا رہا تھا۔ کبیر ! ایمل کو اِس
وقت یہ مرد سخت زہر لگا تھا موقع محل تو دیکھ لیتا

رومانس کرنے لگا تھا جب اُسکا دل کرتا تھا تو منسٹر صاحب کو سی ایم سیٹ سے ٹائم ہی نہیں ملتا تھا۔

ہونہہ آئے بڑے رومانس کے بادشاہ! وہ منہ بنا کر چہرہ پھیر گئی۔ ایمل ٹھیک ہو نہ تم! آواز بھر آئی تھی لیکن وہ انتہا کا سنجیدہ مرد تھا پل میں اپنے ایموشن پر قابو کر گیا تھا۔

میں ٹھیک ہوں !! وہ اتنا کہتی اِس حسین مرد کو دیکھے گئی تھی۔ کبیر چلیں حویلی نیو کپل نہیں رہے ہم جو آپ کہیں بھی کھڑے ہو کر اپنی

گستاخیاں شروع کر دیں ! وہ نروٹھی ہوئی بولتی سامنے
ونڈ سکرین سے باہر دیکھنے لگی تھی ۔ وہ شدت سے
اُسکی ہتھیلی چوم گیا تھا ۔اپنی بیوی کو پیار کرنے
میں کیا آڑ!! وہ خمارِ ی میں بولتا ایمل کو دیکھ گیا تھا
۔ بھولیں مت آپ پنجاب کے سی ایم ہیں تھوڑی
شرم کریں ! وہ ترخ کر بولی تھی۔ تو سی ایم بھی
اپنی بیوی کی وجہ سے ہوں جب وہ کہے اُسی پل اِس
کرسی کو کیا سب ہی چھوڑ دونگا!! وہ جتا تی نگاہ سے
اُسے اپنا پاگل پن بتا گیا تھا جسکی حقدار محض یہ

عورت تھی ۔ ہمم ! ایمل ہلکا سا پاس ہوتی اُسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی جب یہ مرد پیار دے رہا تھا تو وہ کیوں وصول نہ کرتی ۔ وہ نرمی سے ایمل کی چادر سر سے نیچے کرتا اُسکے ڈارک گولڈن براؤن بالوں میں اپنی اُنگلیاں اُلجھا کر سنوارنے لگا تھا ۔

کبیر !!! وہ اُسکی شرٹ جکڑے ہلکا سا چہرہ اٹھا کر پکار گئی تھی جو آنکھیں بند کیے ایمل کو محسوس کرتا سکون میں تھا ۔ ہمم بولو سن رہا ہوں میں ! کبیر ایک وعدہ کریں ! وہ کنجی آنکھیں کھول گیا تھا کیسا وعدہ !!!

یہی کہ آپ کبھی ہمارے بچے کو کچھ نہیں ہونے

دیں گے! یہ بولنا تھا کبیر جھٹ سے ایمل کا چہرہ

نرمی سے جنونی ہوتا پکڑ گیا تھا۔ سب ٹھیک ہے نہ!

آنکھیں جھلمل ہوئی تھیں لیکن وہ نمی اندر ہی پی گیا

تھا کنجی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔بس آپ وعدہ

کریں نہ آپکے لیے ہمارا بچہ سب سے اوپر ہو گا فرسٹ

پریوریٹی میں! وہ بھری آواز میں بولتی چلی گئی تھی۔

ایسا کیوں بولو جان کبیر! مجھے وعدہ کریں آپ پہلے!

وہ بھی اپنی ضد میں لگی تھی۔دیکھو ایمل میں جھوٹ

نہیں بولوں گا میرے لیے میرا سب کچھ تم ہو باقی

سب تمہارے بعد ہے! وہ اُسے خود سے دور کرتا سرخ

آنکھیں لئے غصے میں بولا تھا۔ ایمل کے دل میں درد

سا ہوا تھا کیا یہ مرد اُس سے اتنی محبت کر سکتا تھا

لیکن ایمل کو کیا معلوم تھا یہ مرد تو عشق کی منزلوں

سے بھی آگے جا چکا تھا۔ایمل کو غُصہ بھی آیا تھا

اُسکا سب سے عزیز رشتہء اُسکا بچہ تھا اور یہ مرد اسی

کو اہمیت کم دیتا تھا اُسکے آگے بھلا کوئی باپ ایسے

کر سکتا تھا بیوی کیا اولاد سے زیادہ عزیز ہو گئی تھی

جہاں غُصہ آرہا تھا وہیں ایمل کے دل میں بڑھتا پیار کبیر کے لیے مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا جسکا اندازہ اُسے ابھی تھا نہیں ابھی ایمل کو بس اپنے بچے کی پرواہ تھی فلہال اُسکے دل میں یہ گڑھ گیا تھا یہ مرد اُسکے بچے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا اُسے ابھی یہ مرد بہت ظالم لگا تھا۔

ظالم سفاک مرد!! وہ روتی بولی تھی۔ کبیر سے مزید گاڑی میں بیٹھا نہیں گیا تھا سانسوں کی روانی کم ہوئی تھی کیسے اس عورت کو سمجھاتا اُسکے لیے اُس سے

زیادہ اُسکا خون بھی نہیں تھا لیکن یہ عورت سمجھتی نہیں تھی ۔کبیر گاڑی کے ساتھ ٹیک لگا تا سگرٹ سلگا گیا تھا ۔ وہ زہریلا دھواں اندر لیتا خود کو سکون میں کرنے لگا یہ عورت اُسے بے سکون کرنے کا کہاں کوئی موقع چھوڑتی تھی ۔

ایمل کو کبیر دورانی اتنے فاصلے پر بھی برا لگا تھا وہ دروازہ کھولتی گاڑی سے باہر آئی تھی اور آہستگی سے چلتی اتنی ٹھنڈ میں بھی کبیر کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی ۔

کیا چاہتے ہیں آپ سے کوئی وعدہ نہ لوں آپ جانتے ہیں نہ یہ بچہ سب ہے میرے لیے! وہ سنجیدہ لہجے میں غرا کر بولی تھی ۔کبیر سگرٹ پھینکتا اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اپنے سے لپٹا گیا تھا ۔ جانتا ہوں لیکن میرے لیے اِس دنیا میں سب سے زیادہ ضروری تم ہو! وہ کنجی آنکھیں اُسکی آنکھوں میں ڈالے بہت کچھ بتا سا گیا تھا ۔

ٹھیک ہے پھر دو ر ہو جائیں مجھ سے آج آپکے ساتھ واپس سفید حویلی بھی جانا گوارہ نہیں ! وہ اس ہال

میں پوری قوت سے کبیر کے سینے پر مکوں کی بارش کر گئی تھی غُصہ ہر جذبے پر حاوی ہوتا عود کر گیا تھا۔ ایمل کیا کر رہی ہو ! کبیر لمحے میں ڈرا تھا وہ جیسے خود پر رحم نہیں کھا رہی تھی اُسے اِس پل میں اپنے بچے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا یہ عورت اُسکی تباہی تھی عنقریب کبیر دورانی کی دنیا تباہ ہونے والی تھی۔

وہ اُسے دونوں بازو سے پکڑتا بولا تھا ! شش آرام سے ایمل پاگل ہو گئی ہو کیا ! وہ دبی آواز میں بولا تھا لہجہ

سخت ہوا تھا ایمل کی اوپر نیچی ہوتی سانسیں دیکھ وہ

خوفزدہ ہوا تھا ۔پہلے وعدہ کریں مجھ سے آپ میرے

بچے کو کچھ نہیں ہونے دیں گے کبیر ! وہ ہزیانی

روتی ہوئی بولی تھی ۔ پلز آرام سے ایمل اپنا حال دیکھو

اِدھر آؤ میرے پاس ! وہ اُسکی طرف قدم کرتا بولتا جا

رہا تھا وہ پیچھے قدم بڑھا رہی تھی ۔ نہیں میں پاس

نہیں آؤنگی آپ وعدہ کریں آپ میرے بچے کو مجھ

سے اوپر رکھیں گے !! وہ ایک ماں کی طرح اپنے بچے

کی سلامتی کے لیے بلک بلک کر رو رہی تھی کبیر

دورانی کا دل چھنی سا ہوا تھا ۔ وہ ہاتھ بڑھاتا اُسے
اپنے چوڑے سینے میں چھپا گیا تھا ۔ہاں رکھوں گا تم
سے اوپر ! اُسکا یہ بولنا تھا ایمل اپنے گھلے لب اُسکے
سینے پر رکھتی مزید بے آواز رو دی تھی۔ پلز ایمل چپ
ہو جاؤ !! وہ اُسکی کمر سہلاتا کہہ رہا تھا دل تو اِس
عورت کے آگے ہی جھکتا تھا ۔آپ کیوں کرتے ہیں
کبیر یہ آپکی اولاد ہے ! وہ اُسے احساس دلا رہی تھی
لیکن وہ جانتی نہیں تھی اِس مرد کی محبت اپنے خون
سے بھی اوپر تھی ۔ پلز ایمل رویا مت کیا کرو میری

سانسیں اٹک جاتی ہیں پتہ ہے نہ جان ہو تم میری قرار ہو میرا میری زندگی ہو تم !!! وہ ایسے ہی روز اظہار کرتا تھا ایمل سنتی بھی تھی لیکن کبیر کی کی گئی بیوفائی اُسے بھولتی نہیں تھی وہ پھر سے اسکے دل سے لپٹ کر بھی اپنی خودی میں آجاتی تھی ۔

اُسے ابھی کبیر دورانی کی باہیں چاہیئے تھیں اور وہ چھپ گئی تھی ! چلیں مسز کبیر !! وہ اُسکے بالوں پر لب رکھتا پوچھ گیا تھا ۔ہمم چلیں ! وہ ابھی بھی ناراض تھی ۔ وہ اُسے باہوں میں بھر گیا تھا ۔کوئی نہیں

حویلی جا کر تمہارا موڈ ٹھیک کر دونگا اور آج اُس حصے پر اپنا لمس چھوڑوں گا خود کہو گی کبیر پلز میرے پاس آئیں! وہ جھکتا کان میں سر گوشی کر گیا تھا۔ آئے بڑے میں کہوں گی آپکو ! وہ انجان بنی تھی لیکن اندر تک ایمل سرخ ہوئی تھی ۔ روز رات تو تم ہی لپٹتی ہو اور ایسے ایسے جسکی تمنا ہر شوہر کرے جانِ کبیر! وہ معنی خیز بات کر گیا تھا۔ ایمل کی آنکھیں پھیلی تھیں گال جو زرد ہو رہے تھے وہ پل میں حیا کا پیکر بنے تھے ۔ ہٹیں دور ! وہ دھکا دیتی

اپنی طرف بڑھ گئی تھی وہیں کبیر دورانی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہلکا سا مسکراتا ہوا گاڑی کا دروازہ کھول گیا تھا ۔ دونوں کی منزل سفید حویلی تھی ۔

ابراہیم کی گاڑی کار پورچ میں آکر رکی تھی یکدم سفید حویلی کے احاطے میں موجود درخت پودے ہوا سے جھولنے لگے تھے ایسا لگ رہا تھا اِس شاندار حویلی کی جان پھر آ چکی تھی ۔

وہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتا باہر ہی نِکلا تھا محمود بابا
کھڑے تھے ۔ سردار صاحب آپ آگئے ! نمی اُنکی
آنکھوں کا مرکز بنی تھی اِس حویلی کا رحمدل سردار
واپس آ چکا تھا وہ اپنی شال گلے میں کرتا اُنکے کندھے
پر ہاتھ رکھتا اندر بھاگا تھا اِس وقت چھ فٹ ایک انچ
لمبے چوڑے سردار کے او حسان خطا تھے وہ بھاگتا ہوا
ہال میں داخل ہوا ہی تھا پوری حویلی کی لائٹس آن ہو
گئی تھیں سامنے ہی سردار ابراہیم دورانی کی مام

رخسانہ بیگم کھڑی تھی اور صوفے پر دائود دورانی

سلطان دورانی بیٹھے ہوئے تھے ۔

اُسکی شہد رنگ کی آنکھیں بس ایک عورت کے لیے

شدت سے سرخ ہوتی نم تھیں اُسے لمحوں میں اُسکے

پاس جانا تھا لیکن اپنی ماں کا احترام بھی ضروری

تھا۔وہ بلند با رعب آواز میں سلام کرتا رخسانہ بیگم

کے ہاتھوں کو چومتا اُنکے وجود کو عقیدت سے اپنے

سینے سے لگا گیا تھا کتنے مہینوں بعد اپنی ماں کو دیکھا

تھا آنسو جھلک کر اُنکی چادر پر گرا تھا ۔ میرا ابراہیم میرا

بیٹا اِس حویلی کا چشم و چراغ آگیا واپس آخر تو اُسکے لیے آگیا آنا ہی تھا تُجھے اپنی آنے والی خوشی کے لیے ! وہ روتے روتے ابراہیم کو وہ بتا گئی تھیں جو اُسے معلوم ہی نہیں تھا ۔ ابراہیم کا پورا وجود لرزہ تھا جو خبر ملی تھی ایسا لگا تھا جیسے سب سے حسین تحفہ مل گیا ہو وہ آنکھیں بند کرتا رو دیا تھا ۔ جب جب ایک مرد روتا ہے تو قدرت بھی اُسکا نظارہ کرنے لگتی ہے ۔ وہ اپنی مام کو پیچھے کرتا آنکھوں سے پھر سے پوچھ گیا تھا ۔ ہاں بیٹا اللہ نے تیرا آنگن کب سے خوشیوں سے بھر

دیا ہے ! رخسانہ بیگم مسکرا کر روتی ہوئی بتا گئی تھیں

۔الحمداللہ! بس یہی نِکلا تھا اُس خوبرو رحمدل سردار کی

زبان سے ۔ اِس وقت اُسکا ذہن دماغ سب ایک ہی

پر لگا تھا اور اُسی کے پاس جانا تھا جسکے لیے وہ پھر

سے واپس لوٹ آیا تھا وہ کوئی اور نہیں اُسکی بیوی

اُسکے دل کی دھڑکن ایک دلدار کی دلبر ا تھی ۔

جاؤ میرا بیٹا جا کر اُسے دیکھو وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے

پتہ ہے تیرے لیے خاص وہ ضد کر کے ہسپتال سے

آئی ہے ورنہ ڈاکٹر نے اُسے صبح چھٹی دینی تھی ۔ وہ

اثبات میں سر ہلاتا جھکتا پھر سے رخسانہ بیگم کی

پیشانی پر لب رکھ گیا تھا۔وہ اوپر بڑھنے ہی لگا تھا پہلے

اپنے بابا اور پھر اپنے دادا جان کو دیکھ گیا تھا آنکھوں

سے ہی انہیں سلام کر گیا تھا جہاں دائود دورانی کی

آنکھیں بھیگی تھیں وہیں دادا جان سکون کی سانس

چھوڑتے صوفے پر پوری ٹیک لگا گئے تھے اس حویلی

کو سمبھالنے والا جو آ گیا تھا۔

ابراہیم تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگا تھا وہ راؤنڈ

سیڑھیاں چڑھتا فرسٹ فلور پر موجود اپنے کمرے کا

دروازہ کھولتا جیسے ہی داخل ہوا دل سہما تھا پورا کمرہ

اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا ۔

آشنا ! ابراہیم مٹھیاں بند کرتا پھولتی ہوئی سانسوں سے

وہ نام پکار گیا تھا جو اُسکی نسوں میں خو ن کی طرح

گردش کرتا تھا اتنے اندھیرے سے دل جیسے گرفت سا

ہوا تھا اُسے اپنی گڑیا کو ٹھیک دیکھنا تھا ۔وہ اندھیرے

میں دروازے پر کھڑا اُس نازک وجود کو دیکھنے لگا تھا ۔

آگئے نہ آپ آخر آ ہی گئے آپ میں نے کہا تھا میں

آپکو وجہ دونگی اور آپ ضرور آئیں گے ! اُسکی بھیگی

الگ سی سکون دہ آواز گونجی تھی ۔کہا ہو میرا بچہ

میری آشنا سامنے آؤ پلز ! اُسکا لہجہ التجا یا ہوا تھا اتنے

پیار سے بولا تھا اگر آشنا سامنے ہوتی تو عش عش کر

اٹھتی لیکن وہ سامنے ہی تھی بس ابراہیم کی آنکھوں

سے اِس اندھیرے میں اوجھل سی تھی ۔

دیکھا نہ آپ آگئے لیکن پہلے بتائیں آپ کس کے لیے

آئے ہیں میرے لیے یا اسکے لیے ! روتی آواز میں

سوال کر گئی تھی ۔ بس تمہارے لیے آیا ہوں جب

گیا تمہارے لیے تھا تو آیا بھی بس تمہارے لیے ہوں !

وہ بولتا جا رہا تھا اور اندھیرے خاموشی میں گونجتی آشنا کی سانسیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ ابراہیم جب گیا اپنی گڑیا کے لیے تھا تو آیا بھی بس اُسی کے لیے ہے کوئی وجہ نہیں سچ میں اپنے پہلے بچے اپنی گڑیا کے لیے آیا ہوں جو میرا پیارا سا معصوم بچہ ہے میری آشنا ! وہ بولتا بڑھتا جا رہا تھا اُسے اندازہ ہو گیا تھا اُسکی دھڑکن کہاں تھی ۔ سچ میں ! وہ ہچکی لیتی روتی پھر سے پوچھ گئی تھی ۔ ہاں میری جان سچ میں قسم سے !!! یہ بولنا تھا آشنا جو زمین پر ٹھنڈ میں بیٹھی ہوئی تھی وہ پاس

پرے بٹن کو دبا گئی تھی سائڈ لیمپ کی لائٹ آن
ہوئی تھی سردار ابراہیم کی آنکھیں آشنا پر گئی تھیں
اور جیسے جم سی گئی تھیں کیونکہ سامنے زمین پر بیٹھا
وجود اُسکا سکون تھا وہ ہلکا سا بیڈ کی سطح پر سر رکھے
دونوں پاؤں پر ہاتھ باندھے لائٹ پنک فروک پر لمبی
سی پنک ہی شال کندھوں پر ڈالے بیٹھی روتی ہوئی
ابراہیم کو دیکھتی جا رہی تھی ۔ آشنا ! ابراہیم کا دل
ہاتھ پر آیا تھا اُسکا معصوم وجود آنسو بھی بہائے کہاں
گنوارہ تھا۔ وہ بڑھتا ہی آشنا جو بولی تھی پھر سے اُسکا لمبا

چوڑا وجود وہیں رکا تھا شہد رنگ کی آنکھیں حسین امبر آنکھوں میں لگی ہوئی تھیں ۔

ویسے سردار صاحب آپکو بتانے کی ضرورت نہیں تھی مجھے پتہ ہے آپکی زندگی میں آشنا کے علاوہ کوئی جگہ نہیں لے سکتا ہے چاہے آپکے آنے والا چھوٹا سردار ہی کیوں نہ ہو ! آشنا کے بولے گئے یہ الفاظ ایک پل کو ابراہیم کی جان نکال گئے تھے شہد آنکھیں اِس ملنے والی خبر سے بھی چور ہوئی تھیں اور دلبرا کا درد رونا تو خنجر کی طرح سینے میں گڑھ رہا تھا ۔

وہ قدم بڑھاتا جا رہا تھا دونوں کی آنکھوں میں باتیں ہوتی جا رہی تھیں۔ پتہ ہے آپکو سردار صاحب آپکا چھوٹا سردار روز مجھ سے ڈھیر ساری باتیں کرتا ہے ! وہ ہچکیوں سے روتی پیٹ پر ہاتھ رکھے اپنا دل کا حال بیان کر رہی تھی ۔وہ پل میں اُسکے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتا بے قراری کے عالم میں دیکھتا اپنا ہاتھ اُسکے پیٹ کی طرف بڑھا گیا تھا جو نکلا ہوا تھا مطلب اُسکا چھوٹا سردار بڑا ہو رہا تھا ۔دونوں کی

آنکھوں سے اشک رواں تھے کمرے میں در و دیوار بھی

اتنا حسین منظر دیکھتے آبدیدہ تھے ۔

کچھ نہیں ہوا اِس چھوٹے سردار کو یہ ہاتھ تو میں

نے ویسے ہی رکھا ہے پیٹ پر روز کا کام ہے ہمارا

ایسے ہی ہاتھ رکھ کر ڈھیروں اپنی بیوقوف کہانیاں

چھوٹے سردار کو سنا نا اور اِس لیے بھی رکھتے ہیں یہ

ہمیں بہت تنگ کرتا ہے ابراہیم گم سم سنتا جا رہا تھا

وہ تو ایسا مرد تھا گھنٹوں اپنی دلبرا کو بنا تھکے سن سکتا

تھا ۔ پتہ ہے یہ صرف ہمیں تنگ کرتا ہے جیسا آپکا

ذکر کیا دنیا کا سب سے شریف چھوٹا سردار بن کر بیٹھ جاتا ہے پھر لگتا ہے سچ میں آپکا بیٹا ہے کوئی نکھرا نہیں آرام سے گھنٹوں میری پاگل باتیں سننا جب میں اُداس ہوں تو میرا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اندر اودھم مچا نہ اور آپکا ذکر سنتے ایموشنل بھی ہو جاتا ہے سردار صاحب ! وہ روتی روتی ابراہیم کے ہاتھ پر اپنا نرم ہاتھ رکھے چھوٹے سردار کی باتیں بتا رہی تھی ۔ابراہیم کی آنکھیں اُسکے چہرے کا ایک ٹک طواف کرتی جا رہی تھیں ۔

پتہ ہے ڈاکٹر آنٹی کہتی ہیں میں مر بھی سکتی ہوں!!

یہ کہنا تھا ابراہیم کا کلیجہ منہ کو آگیا تھا اُسکے بدن کی ایک ایک رگ بے سانس ہوتی اُبھر گئی تھی وہ جھٹ سے نمی لیے اُسے اپنے سینے میں پاگلوں کی طرح بھینچ گیا تھا۔ اُسکا چہرہ آشنا کے بالوں میں چھپ گیا تھا آشنا کا اتنا کہنا ہی اُسے برزخ میں بیٹھا گیا تھا رگ و پے سے جان نِکلی تھی۔

آشنا اُسکے سینے سے چہرہ نکال گئی تھی! میں سچ کہہ رہی ہوں میں مر سکتی ہوں سردار صاحب آپکی آشنا

کی زندگی کا کوئی پتہ نہیں ! خاموش اگر مزید بولی نہ

ایسا ویسا میں ہمیشہ کے لیے چلا جاؤں گا ! وہ نم سا

دھاڑا تھا ! یہ سنتی معصوم آشنا اُسکے سینے میں بچوں

کی طرح چھپ گئی تھی ۔ پلز مجھ سے دور مت جائے

گا پلز سردار صاحب آپکی آشنا ایک سیکنڈ بھی آپکے بنا

جی نہیں سکتی ہے ! وہ اُسکے گلے میں بازو حمائل

کیے خود پر کھینچتی زار و قطار رو رہی تھی ۔ وہ اُسکے بالوں

پر لب رکھتا خود کے دل کو ٹھہرانے لگا تھا جو اِس

عورت کی آغوش میں بدن سے باہر نکلنے کو بے تاب

سا ہو جاتا تھا ۔ دونوں آمنے سامنے بے حد قریب زمین
پر بیٹھے تھے دونوں کی آنکھیں آنسو وں کی لرزش سے
لال تھیں ۔پتہ ہے آپکو آپ گئے سب مجھ سے
ناراض ہو گئے خیال رکھتے تھے میرا پر خفا بھی بہت
تھے ماما زر خان بھائی سب ! وہ اپنا ایک ایک درد اپنے
سر تاج کے آگے رکھ رہی تھی وہ لبوں پر دانت
جمائے سنتا جا رہا تھا اُس نے تو ایسا نہیں چاہا تھا
کوئی اُسکی آشنا سے اُسکی وجہ سے ناراض ہو وہ گیا تھا
تو محض اِس عورت کے لیے ۔ وہ آشنا کا چہرہ اپنی

چوڑی گندمی ہتھیلیوں میں بھر گیا تھا اور چہرے پر جھکتا اُسکے آنسو لبوں سے پی گیا تھا۔ وہ ہلکا سا روتی مسکراتی ہوئی بولی تھی۔ آپ آگئے نہ اب کوئی مجھ سے ناراض نہیں ہو گا! وہ معصوم گڑیا خود ہی سوال بھی کر رہی تھی اور جواب بھی دے رہی تھی ابراہیم کی جدائی نے اُسے کملی سا کر دیا تھا۔

اٹھو میرا بچہ ایسے ٹھنڈ ی زمین پر مت بیٹھو! وہ شہد بھرے لہجے میں کہتا دونوں بازو سے پکڑ کر اُسے اٹھانے لگا تھا۔ نہیں نہیں پلز سنیں پہلے مجھے ! وہ

ضدی ہوتی وہیں بیٹھتی مزید ابراہیم کو اپنے سامنے
بیٹھا گئی تھی ۔وہ خاموش ہوتا سامنے ہی اُسکی
سانسوں سے بھی زیادہ قریب بیٹھ گیا تھا ۔پہلے آپ
اِس سے ملیں پتہ ہے یہ روز آپکو یاد کرتا ہے اور پوچھتا
ہے ماما بابا سردار کب آئیں گے ! وہ ابراہیم کا ہاتھ
پکڑ کر نکلے ہوئے پیٹ پر رکھ گئی ساتواں مہینہ شروع
ہو گیا تھا ۔ابراہیم آنکھیں جھکا گیا تھا آنسو گرتے آشنا
کے پیٹ کا حصہ بننے لگے تھے اِس گڑیا نے اُسے
اِس دُنیا کے سب سے پیارے احساس سے روشناس

کروایا تھا اُس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا وہ باپ کے

مرتبے پر اپنی پسندیدہ عورت کی طرف سے فائز ہو گا۔

وہ نرمی سے ہاتھ پھیرتا چلا گیا تھا وہ اپنے بچے کو

محسوس کر رہا تھا اور کیا بھی اُسکے چھوٹے سردار نے

اپنے بابا سردار کا لمس محسوس کرتے نرمی سے اپنی

ماما کو کک کیا تھا تاکہ وہ اپنی موجودگی کا احساس دلا

سکے۔آشنا سسکتی رونے لگی تھی یہ منظر ہی اتنا

خوبصورت تھا اُسکا دل بھر آرہا تھا ایک باپ اپنی اولاد

کو محسوس جو کر رہا تھا وہ جھکتا عقیدت سے اُسکا پیٹ

چوم گیا تھا لفظ اِس مرد کی زبان سے نکل ہی نہیں رہے تھے وہ کیسے اپنے رب کا شکر ادا کرتے اُسکی پسندیدہ عورت بھی اُسکے پاس تھی اور آج وہ اُسکے بطن سے بابا بننے والا تھا ۔وہ ابراہیم کا چہرہ تھام گئی تھی ۔آج آپ نے بس مجھے سننا ہے وہ بس دیکھتا چلا گیا تھا کب اُسکی آشنا سمجھدار ہو گئی اُسے خود بھی پتہ نہیں لگا تھا ۔

قسط: 2

اٹھو میرا بچہ میری گڑیا ٹھنڈ بہت ہو رہی ہے! وہ اُسے اٹھانے لگا تھا۔ نہیں نہیں میں بلکل نہیں اٹھو گیں جب تک میں آپکو اپنے دل کی ایک ایک بات نہ سنا دوں وہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر پھر سامنے بیٹھا گئی تھی شہد رنگ کی آنکھیں امبر میں ہی گڑھی ہوئی تھیں جہاں دلبر ا آ جاتی تھی وہاں سب ہی خاک ملیا میٹ ہو جاتا تھا ہر چیز اپنی وقط کھو دیتی تھی۔پلز سنیں مجھے سردار صاحب! وہ بھیگی آنکھوں سے

ریکوسٹ کر گئی تھی ۔ بولو میری معصوم جان !! وہ سننا چاہتا تھا وہ کیا کہنا چاہتی تھی اور آشنا بھی بس اپنے دل کا بولنا چاہتی تھی وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے مزید اپنے سردار کو کوئی تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی اتنی سمجھدار ہو گئی تھی سردار ابراہیم کی سردارنی لیکن پھر بھی آشنا کی معصومیت کبھی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

آپ مجھے بتائیں آپکی دلبر ا کون ہے قسم ہے آپکو اپنی آشنا کی ! ابراہیم کی دلبر ا خود کی ہی قسم اُسے دے

گئی تھی۔پل میں ابراہیم کی آنکھیں شدت سے بھیگ اٹھی تھیں وہ دلبر ا کا نام بولنے لگا تھا اپنے صدیوں سے سیلے ہونٹ کھولنے لگا تھا ۔ وہ آج سب بتا دینا چاہتا تھا کھل کر اظہار محبت کر دینا چاہتا تھا ۔اُس سے پہلے ہی آشنا اُسکا خوبرو چہرہ اپنے نرم ہاتھوں میں بھر گئی تھی اور تھوڑا اوپر ہوتی ابراہیم کا ماتھا چوم گئی تھی ابراہیم آنکھیں بند کرتا اُسکی کمر پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر گیا تھا۔

وہ پیچھے ہوئی تھی پھر سے دونوں کی آنکھوں ہی آنکھوں میں باتیں ہوئی تھیں ۔پتہ ہے آپ جتنی محبت اپنی دلبر ا سے کرتے ہیں میں اُس سے زیادہ محبت کرتی ہوں اور یہ محبت آج کی نہیں بلکہ پہلے سے تھی اور یہ محبت میری پہلی محبت تھی ! آشنا نے اتنا سا ہی انکشاف کیا تھا ابراہیم کی آنکھیں درد دل کے غم سے لال ہوتی لہو ہوئی تھیں اور بھنوؤں کے بیچ شکن آئی تھی جانتا تھا یہ لڑکی شاید اپنی پہلی محبت سالک کا نام لینے والی تھی ۔وہ اپنا ہاتھ پیچھے

کرتا اٹھنے لگا تھا ایک عاشق کہاں اپنی ہی معشوقہ کی

زبان سے کسی بھی مرد کا نام سن سکتا تھا چاہے وہ

اُسکا پہلا پیار ہی کیوں نہیں تھا۔

وہ ابراہیم کے بیئرڈ والے گال پر ہاتھ رکھتی اُسے

روک گئی تھی۔وہ پہلی محبت آپ ہیں اور آپ سے

ہوئی تھی! آشنا کا اظہار کرنا تھا ابراہیم کو ایسے لگا

جیسے زمین پاؤں سے نِکلی ہو شائیں شائیں آوازیں

گونجنے لگی تھیں دماغ آنکھیں سب گھوم رہا تھا اظہار

پسندیدہ عورت کر رہی تھی لیکن اُسے ایسا لگ رہا تھا

وہ پل میں مرتا جیسے جی گیا تھا۔

کیا کہا تم نے !! اتنا ہی کہہ سکا تھا آنکھیں آشنا کی

آنکھوں سے ہٹنے سے انکاری ہوئی تھیں جو جھکتی اُسکی

ہتھیلیاں چوم رہی تھی ۔

یہی سردار صاحب آپ ہی میری پہلی محبت تھے جسکا

مجھے علم ہی نہیں تھا لیکن اب جو احساس ہے نہ

وہ محبت سے بھی آگے کا ہے میں عشق کر بیٹھی

ہوں آپ سے اور مجھے فخر ہے میں آپکی دلبرا ہوں !

آشنا روتی اپنے عشق کا خوبصورت اظہار کر چکی تھی

ابراہیم گم سم سنتا جا رہا تھا آنسو رکنے کا نام نہیں

لے رہے تھے ۔

آشنا ! اتنا ہی بولا تھا وہ پھر سے روک گئی تھی ۔

شش کچھ مت بولیں آج مجھے بولنے دیں رحم کریں

ورنہ سب اپنے دل کے اندر رکھ کر آپکی آشنا مر جائے

گی ! وہ جھٹ سے ہاتھ اُسکے بولتے ہونٹوں پر رکھ گیا

تھا وہ بلکتی روتی ہوئی اُسکا ہاتھ چومتی پیچھے کرتی مزید

بولی تھی۔

کیسے سوچ لیا آپ نے میرے دل میں اِس زندگی میں
آپکے علاوہ کوئی اور آ سکتا تھا! وہ بولتی آنکھوں سے ہی
سوال کر گئی تھی ابراہیم کی تو سانسوں کا گزر ہی
مشکل ہوا تھا میری ان امبر آنکھوں نے ہمیشہ بس
آپکو دیکھا ہے آپکو جانا آپکو سمجھا جب سے ہوش سنبھالا
آپکو ہی اپنے سر پرست کے طور پر دیکھتی آئی تھی
لیکن یہ دل تو بس آپکا ہی تمنائی تھا سردار صاحب
میں چھوٹی نادان تھی جو اپنے دل کو نہیں سمجھ سکی
لیکن یہ دل تو بس آپکو ہی اپنا مانتا تھا ہے اور رہے

گا آپ ہی میری زندگی میرے دل میں بسنے والے پہلے

اور آخری مرد تھے ! وہ وہ بول گئی تھی جو اِس حویلی

کے در و دیوار کب سے سننا چاہتے تھے ابراہیم کے

دل کی دھڑکن رکی تھی ۔وہ ایک نگاہ دیکھتی

یہ بولتی ہوئی کھڑی ہوئی تھی

ابراہیم کو تو ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ پتہ نہیں کیا سن

رہا تھا ۔آشنا چلتی چلتی کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی

تھی ابراہیم اُسکے پیچھے ہی بڑھا تھا۔ میں جانتی ہوں یہ

در و دیوار بھی کہیں گے میں گناہ کر رہی ہوں لیکن

میں سچ کہتی ہوں میں نے ہر شے سے اوپر آپکو رکھا

ہے پہلے مجھے ان سب کا علم نہیں تھا میں اپنے

دل کی فیلنگز کو جانتی ہی نہیں تھی میں بیوقوف

پاگل جھلی آپکے سائے میں پل کر بڑھی ہونے والی

آپکی گڑیا تھی کوئی تکلیف ہوتی بھاگ کر آپکے پاس

آتی اور آپ جھٹ سے اُسے دور کر دیتے لیکن یہ

سب تو میرے دل میں تھا بھلا آپکو کیسے معلوم ہوتا

جب آپکی ہوئی ہجر کی گھڑیاں ملی تب پل پل

احساس ہوا یہ آشنا احمد دورانی تو بچپن سے آپ سے

عشق کرتی آئی تھی مجھے پتہ ہی نہیں لگا میں جانتی
ہوں اگر اِس دُنیا کو یہ پتہ لگا سب مجھے بیوفا نا فرمان
عورت بولیں گے لیکن اگر آپ سے عشق کرنے پر
مجھے نا فرمان بولیں گے تو بول لیں ! وہ روتی بولتی رخ
ابراہیم کی طرف کر گئی تھی پھر سے نگاہوں کا تال
میل ہوا تھا ۔لیکن میں سچ کہتی ہوں سالک سے
شادی بھی بس آپکی وجہ سے کی کیونکہ مجھے ہمیشہ
آپکے پاس رہنا تھا لیکن میں اتنی پاگل تھی حامی
بھرتے یہ سوچا ہی نہیں اِس طرح میں آپکو خود سے

بہت دور کر بیٹھی ہوں ! وہ اپنی پیشانی پر چت لگاتی

ہزیانی رو رہی تھی ابراہیم لمحے کے لیے آنکھیں بند کر

گیا تھا جہاں یہ اظہار اُسے نئی زندگی دے گیا تھا لیکن

دل ابھی بھی درد سے چور تھا وہ ابھی بھی سالک کا

جانا خود کی دعاؤں کی وجہ سے سمجھتا تھا۔

میں سالک کے لئے دعا گو ہوں انہوں نے مجھے

بہت پیار سے رکھا دو ہفتے جو اُنکے ساتھ گزرے بہت

مان اور عزت والے تھے انہوں نے کبھی مجھے کوئی

کمی نہیں ہونے دی لیکن جس طرح آپ نے رکھا آپ

تو روز مجھے معتبر کر جاتے ہیں جیسے آپ مجھے چھو

تے ہیں ایسا لگتا ہے جیسے میں کائنات کی بہت

کوئی قیمتی چیز ہوں ! وہ ابراہیم کا چہرہ پکڑتی آنکھوں

میں دیکھتی بولتی ہونٹوں پر اپنی مٹھاس کی ہلکی سی مہر

لگا گئی تھی ۔

کچھ پل کی خاموشی ہوئی تھی دونوں کی سانسوں کا

رقص گونجنے لگا تھا ۔

خدا کے لیے خود کو تکلیف دے کر خود کو قصور وار

مت ٹھہرائیں وہ اتنی ہی عمر لے کر آئے تھے آپکی

دعاؤں نے کچھ غلط نہیں کیا بھلا آپ جیسے مرد کی
پاک دعا کبھی کسی کا برا کر سکتی ہے جو اپنے
رشتوں کو خود سے اوپر رکھتا آیا ہے جو اپنی دلبر ا کو ٹو
ٹ کر چاہتا ہے آپ جیسا مرد تو مقدر والیوں کو ملتا
ہے اور شاید میں مقدر والی تھی آپ نے دعا مانگی اور
اللہ نے آپکا عشق آپکی جھولی میں ڈال دیا ۔وہ پھر سے
ہلکا جھکتی اُسکی ہتھیلیاں چومتی چلی گئی تھی ۔
ابراہیم کا دل تو اِس لڑکی کی ہر ادا پر نثار تھا ۔کہتے
ہیں نہ اصل عشق وہی ہوتا ہے جو مشکل سے ملے !

وہ حسین آنکھیں اٹھا کر پوچھ گئی تھی وہ ایک ٹک

دیکھتا چلا گیا تھا ۔اور آشنا ہمیشہ سے ابراہیم کا

نصیب ہی تھی اور آشنا سکون ابراہیم تھی ہے اور

رہے گی !آنکھوں سے اپنے سردار سے سوال کیا تھا

۔ ابراہیم مدھم ہنستا ہاں میں سر ہلا گیا تھا ۔

سنیں !آشنا پاس ہوئی تھی بہت پاس ابراہیم کی

سانس اٹکی تھی۔ بولو ! آنسو تو جیسے اِس مرد کی آنکھوں

کا حصہ بن گئے تھے ۔ میں جو کروں اگلے کچھ سیکنڈز

میں آپ مجھے روکیں گے نہیں قسم ہے آپکو آپکی آشنا

کی! وہ اپنی ہی قسم دے گئی تھی جانتی تھی یہ مرد اُسے اپنی سانسوں سے بھی زیادہ اہم رکھتا تھا۔

وہ آنکھوں سے ہی ہاں بول گیا تھا۔اگلے لمحوں میں جو ہوا تھا کمرے کے در و دیوار ساکت ہوئے تھے منظر ہی کچھ ایسا تھا۔ آشنا آہستہ آہستہ جھکتی نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھتی ابراہیم کے پاؤں کے پاس پر سر رکھ گئی تھی۔

" سر قدماں تے دھران کی رانجھیا وے

ابراہیم اپنی جگہ پر جم گیا تھا اگر قسم نہ دی ہوتی اِس عورت نے تو بھولے سے بھی اُسے قدموں پر بیٹھنے نہ دیتا سر رکھنا تو اُسکے دور کی بات تھی وہ خاک نہیں اُسکے سر کا غرور تھی """

آشنا !! وہ مدھم بولا ہی تھا۔ آپکی ذات پر تہمت نہیں لگائی تھی میں نے بلکہ گناہ کیا تھا جسکی معافی نہیں سردار صاحب پلز مجھے معاف کر دیں وہ سمجھ پاتا اِس سے پہلے آشنا اُسکے قدموں پر لب رکھنے ہی لگی تھی پر ابراہیم خود اُسکے سامنے بیٹھ گیا تھا ! یہ کیا کر رہی ہو

تمہارا مقام یہاں نہیں یہاں ہے! وہ اپنے دل کی طرف اشارہ کر گیا تھا۔ لیکن میں آپکی گناہ گار ہوں جیسے الزامات میں نے آپ پر لگائے روز تڑپتی ہوں میں ! شش میرا معصوم بچہ تمہارا سردار تمہیں ایک بار کیا آخری سانس تک معاف کر سکتا ہے ! تم تو میرا سکون میرا قرا ر سکون ابراہیم ہو میری جان! بولا نہیں جا رہا تھا ابراہیم سے وہ جذبات میں پورا کا پورا ڈوبا ہوا تھا وہیں آشنا بے آواز روتی سنتی جا رہی تھی۔

پتہ ہے میرا بچہ میرے پاس سب کچھ آ بھی جائے

اِس کائنات کا ذرہ ذرہ بھی لیکن تمہارا نعمل بدل کوئی

نہیں ہے میری دلبر ا کیونکہ یہ عشق کی منزل

میرے اللہ نے میرے دل میں سرایت کی ہے !

اظہار ہوتا جا رہا تھا آج تو یہ زمین آسمان بھی اِس پل

کا ایک ایک لمحہ قید کرتے دونوں کے نصیب کو مزید

حسین بنا نے کی دعا کرتے جا رہے تھے اُس رب

تعالیٰ سے !!!

تم مل گئی سب مل گیا تم پہلی بھی اور آخری بھی

فقط اِس دُنیا میں اپنے خدا سے تمہیں ہی مانگا ہے! وہ

اپنے لفظوں سے پھر سے اپنی آشنا کو تاج پہنا گیا تھا

۔

آشنا دیکھتی روتی مسکراتی ہوئی اپنی باہیں پھیلا گئی تھی

کیونکہ مرد کے بھی نخرے ہوتے ہیں اُسے بھی اپنی

من پسند عورت سے لاڈ چاہیے ہوتا ہے اور آشنا آج

اپنے سر تاج اپنے سردار کا کچھ تو لاڈ اٹھانا چاہتی

تھی ۔

ابراہیم دل سے جیتا بظاھر ٹوٹا ہوا اُسکی طرف جھکا تھا

آشنا ہاتھ بڑھا کر اُسے اپنی طرف کھینچ گئی تھی اور

اُسکے ماتھے کو چومتی اُسکا سر اپنی دھڑکنوں پر رکھ گئی

تھی دونوں کی آنکھیں بند ہوئی تھیں وقت رکا تھا

سکون ہی سکون تھا۔وہ اپنے لمبے چوڑے سردار کا لاڈ

اٹھا رہی تھی کبھی ابراہیم کی کمر کو سہلا جاتی کبھی

بالوں کو چوم جاتی تو کبھی اُسکے چہرے کو مزید اپنی

دھڑکنوں کے بیچ جگہ دے جاتی کتنے منٹ دونوں

ایسے ہی بیٹھے رہے تھے ۔وقت تھم گیا تھا دو روحیں

ایک دوسرے کا درد بانٹ رہی تھیں ۔

دونوں بالکونی میں سوئنگ پر بیٹھے تھے ابراہیم نے آشنا

کے نازک وجود کو اپنی چادر میں لیا ہوا تھا وہ پوری کی

پوری ابراہیم کے سینے میں چھپی ہوئی تھی اتنی ٹھنڈ

میں بھی آشنا کو ان لمحوں میں کچھ دیر کھلی فضاء

میں اپنے محبوب کی باہوں میں بیٹھنا تھا آشنا نے

ابراہیم کو سب بتا دیا تھا کیسے کب اُسے کیا پتہ لگا

یہاں تک کہ وہ اُسکی ڈائری بھی پڑھ چکی ہے اور

اُسکی محبت بھی!!!

کیوں آپ لڑے نہیں میرے لیے کیوں اپنے عشق

کو کسی اور کا ہونے دیا کیوں آپ نے پوچھا نہیں

آشنا تمہارے دل میں کیا ہے تم کیا چاہتی ہو آشنا

کیوں آپ میری آنکھوں میں کبھی خود کو نہیں دیکھ

سکے میں تو شروع سے آپکا نام ہی لیتی آئی تھی مانتی

ہوں رشتہء کوئی اور تھا ہم دونوں کے بیچ لیکن جب

میں آپکی تھی تو آپکو ہمارے لیے لڑنا چاہیے تھا کیسے

آسانی سے مجھے کسی اور کو دے دیا !! وہ شکوہ کرتی
اُسکے سینے سے چہرہ نکال کر دیکھ گئی تھی ۔ ابراہیم
خاموش تھا کیا کہتا قسمت اُس وقت اُسکے ساتھ نہیں
تھی شاید ایسے ہی آشنا نے اُسکا ہونا تھا آزمائش دونوں
کے نصیب میں لکھی تھی ۔
کیا آپکو کبھی نہیں دکھا آپکی آشنا کے دل میں آپکے سوا
کوئی نہیں تھا ہماری دن رات آپ تھے کیوں کیوں
میرے جسم پر آپ نے کسی کو حق لینے دیا کیوں!
وہ روتی اُسکے سینے پر ہاتھ کی مٹھیاں مار گئی تھی

ابراہیم بس سن رہا تھا۔ جانتی ہوں گناہ کر رہی ہوں

پر میرا دل روتا ہے کیوں اِس جسم کو چھونے والے

آپ پہلے مرد نہیں ! وہ سر اُسکے سینے پر رکھتی پھوٹ

کر رو دی تھی ۔جسم سے محبت کی ہوتی تو جسم حاصل

کرتا نہ میری محبت تو روح کی تھی ! وہ ایک ہی جواب

میں آشنا کو لاجواب کر گیا تھا وہ سیکنڈوں میں زمین

سے فلک پر جا پہنچی تھی اتنی عزت اتنا عشق جو کرتا

تھا یہ مرد ۔

اچھا یہ سب چھوڑو مجھے ابراہیم بولو ! وہ اُسے خود میں

بھینچتا ڈیمانڈ کر گیا تھا آشنا کی دھڑکن اُسکے سینے میں

بجھ رہی تھی ۔

میں نہیں بول سکتی ! وہ اُسکی قمیض مُٹھی میں

دبوچے شرم حیا سے منع کرتی اور زیادہ چہرہ اُسکے

چوڑے کسرتی سینے میں چھپا گئی تھی ۔

کیوں نہیں بول سکتی اُس رات کو بھی تو بولا تھا !

ابراہیم آہستہ سے پیچھے کرتا پوچھنے لگا تھا پر آشنا مزید

اُس میں چھپی تھی وہ اپنی شرم کی لالی اُسے نہیں

دیکھا سکتی تھی ۔ویسے ابھی تو سب کچھ کرنے کو
آپ راضی تھیں اور اب سب بھول گئیں بول دیں
نہ سردارنی صاحبہ ! پر ! وہ پیچھے ہوتی اتنا کہتی نگاہیں
جھکا گئی تھی بولو آشنا پلز ! ابراہیم التجاء کر گیا تھا۔
ابراہیم ابراہیم ابراہیم ! وہ تین دفعہ بولتی اپنا چہرہ چھپا
گئی تھی ابراہیم گہرا مسکرایا تھا اُسکا ڈمپل نمایاں ہوا
تھا جس میں آشنا کی جان بستی تھی لیکن آشنا تو
فلوقت شرما نے میں لگی ہوئی تھی ۔

دونوں بیڈ پر موجود کمبل میں لپٹے ہوئے تھے ڈم

لائٹ آن تھی دو وجودوں کی گرمائش سے کمرہ مزید

گرم ہو چکا تھا دونوں کے وجود پسینے سے شرابور تھے

دہکتی سانسوں کے ساتھ الگ سا روح اور سانسوں کا

کھیل چل رہا تھا آہستہ آہستہ بڑھتے وقت کے ساتھ

مدھم سانسیں ہوتی جا رہی تھیں پورا کمرہ معنی خیز

آوازوں اور شدتوں کے رنگوں سے گونج رہا تھا۔

ابراہیم آشنا کو لپٹا ہوا تھا آشنا نے ایک لمحے کو بھی

اُسے خود سے دور ہونے نہیں دیا تھا جسموں کا ہیجان

خیز روح پرور نظارہ چل رہا تھا۔ آشنا نے ابراہیم کو پاس آنے کے لیے مجبور کر دیا تھا وہ تو اُسکی طبیعت کے پیش نظر احتیاط برتنا چاہتا تھا لیکن آشنا ضدی بن گئی تھی اُسے ابراہیم کا لمس چاہیے ہی تھا وہ آج کی پوری شب اپنے محبوب کے پہلو میں گزارنا چاہتی تھی اتنے مہینے دور رہ لی تھی اور مزید دوریاں اُسے گنوارہ نہیں تھیں۔ سچ تو تھا آشنا ابراہیم بیشک دو جان تھے لیکن دونوں کی جان ایک تھی ۔

باہر یخ سردی پڑ رہی تھی لیکن کمرے کا ٹمپریچر ہائی لیول کا ہوا تھا بلآخر ابراہیم اُسکی گہرائیوں کو لال کرتا اوپر احتیاط سے گرتا اپنا چہرہ چھپا گیا تھا آشنا اُسے خود میں بھینچ گئی تھی وہ اپنا لب کاٹتی سسکی دبا گئی تھی وہ واقعی آج پھر سے مکمل ہو گئی تھی ۔وہ اُسکے کندن جیسے نشیب و فراز سے لپٹا ہوا تھا وہ اُسکے بالوں میں اُنگلیاں اُلجھا گئی تھی ۔

پتہ ہے آپکو سردار صاحب جب ایک عورت ماں بنتی ہے تو اُسکی ذات کی پوری تکمیل ہو جاتی ہے لیکن !

وہ شرما کر بول رہی تھی کہ ابراہیم اٹھتا سائڈ پر لیٹا تھا اور اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود کے اوپر کر گیا تھا سرخ خمار میں بھیگی آنکھیں شرم سے لال امبر میں ڈوبی تھیں ۔

لیکن کیا ! گھمبیر تا سے پوچھ گیا تھا ۔ پر میری ذات کی تکمیل آپکے آنے سے ہوئی ہے ! وہ کہتی آنکھیں بند کر گئی تھی ابراہیم باری باری اُن گھنیری پلکوں کو چوم گیا تھا ۔کیوں نہیں بتایا تم بیمار ہو ہمارا چھوٹا سردار آنے والا ہے میری گڑیا ! وہ مزید اُسے خود میں

کر گیا تھا ۔ بس میں ناراض ہو گئی تھی آپ سے

جانتے تو ہیں آپکی آشنا کتنی پاگل ہے ! وہ نفی میں

سر ہلاتا اُسکی ناک پر لب رکھ گیا تھا اور پھر گال پر

۔ ویسے اِس حال میں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے

اُس رات بھی تم میرے پاس آئی اور آج بھی مجھے

مجبور کر دیا ! وہ ڈپٹ رہا تھا میں آپکو ہر حال میں سہہ

سکتی ہوں چاہے آخری سانس کیوں نہ لے رہی ہوں

کیونکہ آپکی زندگی کی پہلی اور آخری عورت جو ہوں اور

واحد دلبر ا بھی ! وہ مسکراتی ہوئی ابراہیم کے ڈمپل

والے گال پر لب رکھ گئی تھی ابراہیم آنکھیں بند کرتا پھر سے دونوں کو کمبل سے ڈھک گیا تھا اور ہلکا پھلکا سانسوں کا رقص اور شدتوں کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔

ضلع دیامیر کی عالیشان حویلی ابھی بھی پوری دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی کچھ گھنٹوں پہلے سردار داریل کا نکاح مہمم شاہ سے ہو چکا تھا۔ دادا جان جلال خان کے کہنے پر نکاح کے ایک گھنٹے بعد ہی سارا خاندان

حویلی داریل سے حویلی دیامیر آن پہنچا تھا کیونکہ اُس حویلی کے خاص حصے میں کسی بھی خاندان کے فرد اور خاص کر عورت کو رات گزارنے کی پرمیشن نہیں تھی بلکہ داریل کی ذاتی حویلی میں کوئی بھی عورت نہیں

جا سکتی تھی وہ حویلی سردار داریل نے خاص کر اپنے لیے بنوائی تھی اور دادا جان کا حکم تھا وہاں اُسکی بیوی ہی قدم رکھے گی بیشک مہمم سردار داریل کے نکاح میں آ چکی تھی لیکن جلا ل خان کا حکم تھا

جب تک رخصتی نہیں ہو جاتی تب تک مہمم وہاں رہ نہیں سکتی ہے ۔ کیوں جلا ل خان اپنے پوتا سردار داریل کی حویلی میں کسی عورت کو داخل ہونے نہیں دیتے تھے یہ راز صرف

انہیں ہی معلوم تھا سردار داریل کی تو زندگی بس اپنے دادا جان جلال خان کے حکم کے گرد گھومتی آئی تھی وہ کبھی بھولے سے بھی اُنکے کسی بھی حکم کو انکار نہیں کر سکتا تھا ۔

رات کا پہر تھا آدھی رات ہو چکی تھی داریل حویلی سے آنے کے بعد دیامیر حویلی میں رش اور مہمانوں کی گہما گہمی تھی ۔

مہم اپنی خالہ محرو کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی جو نیچے مہمانوں کے ساتھ تھیں سب نے ہی صبح جانا تھا مہم لہنگا اُتار کر آرام دہ لباس پہنے بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اُس نے آف وائٹ رنگ کا ٹراوزر شرٹ پہنا تھا جس پر ہلکا ہلکا کام ہوا تھا ۔ پاس ہی اُسکے اُسکی تائی جان نرگس فاروق شاہ بیٹھی ہوئی تھیں ۔

ماشاءاللہ ہماری مہم پر بہت ہی روپ آیا ہے ! وہ صدقے اُتارتی بولی تھیں ۔ مہم پیارا سا ہنستی اپنی چوڑیاں اُتار رہی تھی وہ خوش تھی اس نکاح سے کیونکہ اِس نکاح میں اُس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی گئی تھی وہ نکاح ہونے کے بعد بھی اپنا کیریئر حاصل کر سکتی تھی اور سب سے بڑھ کر اُسے سردار داریل کا نیچر اچھا لگتا تھا وہ اپنے کام سے کام رکھتا تھا ۔

مہم سردار داریل ملے تم سے ! تائی جان پوچھ گئی تھیں ۔ مہم جو پیاری سی مسکراہٹ لیے کسی سوچ

میں گم تھی ۔ کیا پوچھا تائی جان آپ نے ! وہ بھوری آنکھیں اٹھا گئی تھیں جو کب سے جھکی اپنے خوابوں کا سوچ رہی تھیں ۔ میں نے کہا سردار داریل ملے تم سے کمرے میں !! ہمم -- ہاں ملے تھوڑی سی ہی ملاقات ہوئی تھی ! اتنا کہتی خاموش ہوئی تھی مہم وہ لڑکی تھی جو ہر چیز کو پوزیٹو سوچنے والوں میں سے تھی بیشک اُس سے داریل نہیں ملا تھا لیکن اُس نے اُسکا ایسشو نہیں بنا یا بلکہ سلجھے ہوئے انداز میں اپنے شوہر کا مان رکھ گئی ۔

اچھا ویسے داریل کو گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی ہے

مہم تم بیوی ہو اُسکی کال کر کے پتہ کرو خیریت!

تائی جان اُسے اچھی بیوی بنا رہی تھیں جانتی تھیں

ضلع دیامیر کے سردار داریل کو اپنے ہاتھ میں رکھنا

آسان نہیں تھا وہ چٹانوں سے بھی زیادہ سخت سنجیدہ

سفاک مرد تھا وہ مہم کو شوہر قابو میں رکھنے کے

طریقے بتا رہی تھیں۔

تائی جان اُنکی زندگی ہے وہ جب جائیں جہاں جائیں

میں اُن کو فون کر کے پوچھ کر تنگ کرنے والی

کون ہوتی ہوں اور میرے نزدیک ہمسفر بس سمجھے اور

کچھ نہیں اور مجھے ایک چیز اِس رشتے میں پسند آئی

ہے وہ ہے اسپیس وہ بھی میچو رہیں اور میں چھوٹی

ہوں لیکن ذہن میچو ر رکھتی ہوں میرے نزدیک میاں

بیوی کے رشتے میں احترام اور اسپیس ہونا چاہیے

رشتہء خود با خود کامیاب ہو جاتا ہے جب وقت آئے

کا اِس رشتے کو اپنا سب دے دونگی وقت وفاداری

لیکن فلھا ل آپکی مہمم خوش ہے اُسے دو سال کا

وقت ملا ہے اور ان دو سالوں میں بہت کامیاب ہو

جانا چاہتی ہوں آپ جانتی ہیں نہ میرے لیے میری

ذات میرے خواب سب سے اوپر ہیں !! وہ مسکرا کر

اپنی سوچ بتا گئی تھی ۔

لیکن مہمم یہ رشتہء نبھا کر ہی شوہر کے دل میں اترا

جاتا ہے ! تائی جان نے پھر سمجھانا چاہا ۔

مجھے نہیں لگتا میاں بیوی ایک دوسرے کو سمجھیں

اور اپنے اپنے فیصلوں میں آزادی رائے دیں وہ

رشتہء بھی بہترین ہوتا ہے ! تائی جان خاموش ہو گئی

تھیں وہ کیا کہتی مہمم خود سمجھدار لڑکی تھی ۔

چلیں تائی جان آپ بھی جا کر سو جائیں میں بھی بس سونے لگی ! وہ اپنی تائی کا گال چومتی اٹھتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی آج اُس نے اپنی محرو خالہ کے ساتھ سونا تھا ۔

قسط:3

سفید حویلی میں خوشیوں کا سماں تھا کیونکہ اِس حویلی کی جان یہاں کا سردار جو واپس آ چکا تھا ۔سب ناشتہ کر چکے تھے آشنا ابراہیم کے ساتھ کمرے میں تھی

وہیں ڈورا جو ابھی ابھی محمود بابا کے ساتھ یونیورسٹی سے آئی تھی اور آتے ساتھ ہی تیار ہو کر کلثوم کو لیے اسلامآباد نکل رہی تھی اُسے کچھ شاپنگ کرنی تھی ۔ ڈورا نے ریڈ رنگ کا سیمپل پیو ر پر سوٹ پہنا ہوا تھا اُسکا دوپٹہ بہت ہی پیارا سوبر سا تھا ڈورا کے لمبے ڈارک براؤن بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ہاتھ میں اپنا لمبا براؤن کوٹ لیے کلثوم کے ساتھ چہکتی ہوئی باہر نکل رہی تھی جب سے زر خان نے اُسے معاف کیا تھا زوئی خوش رہتی تھی وہ پہلے جیسی

زوئی بن چکی تھی جو حویلی میں اودھم مچا کر رکھتی تھی

۔

زوئی اپنے پرس میں اپنا فون رکھتی کلثوم کے ساتھ کار پورچ کی طرف بڑھ ہی رہی تھی یقدم اُسکی ٹکر لمبے چوڑے بھاری وجود سے ہوئی تھی زوئی کی دھڑکنیں بری طرح اُس مرد کے سینے سے مس ہوئی تھیں اور دوپٹہ زمین بوس ہوا تھا اور کوٹ پاؤں میں گرا تھا وہ بنا دوپٹہ کے پیچھے ہوتی جھنجلا کر اپنی شہد رنگ آنکھیں اٹھا گئی تھی ۔ کون ہے دیکھ کر نہیں چلا جاتا ہے

کیا نظر نہیں آرہا تھا سامنے سے زو حال زر خان دورانی

آرہی ہے ! وہ بولتی ہوئی اوپر دیکھ گئی تھی اور

سانسیں جیسے اٹکی تھیں کیونکہ سامنے بلکہ بہت پاس

اُسکے زر خان دورانی کھڑا تھا۔ آپ! ڈورا کی زبان کو تالا

لگا تھا وہیں کلثوم ہکا بکا دیکھ رہی تھی اُسکی چھوٹی

مالکن واقعی دماغ سے پیدل تھیں کچھ بھی بولتی اور

کرتی تھیں ۔

زر خان بلیک جینز پر وائٹ شرٹ پہنے ہوئے بلیک

کوٹ ڈالے ہوئے تھا آج مارگلہ میں چمکتی دھوپ

نِکلی ہوئی تھی تیز دھوپ کی کرنوں میں چھوٹا دورانی بلا
کا ہینڈسم لگ رہا تھا۔زوئی کی بتی گُل ہوئی تھی کل
رات کی زر خان کی وہ شدت یاد آئی تھی جو اُس نے
اُسکی گرد۔۔ن اور نیچے گہرا۔۔ئیوں پر اُتاری تھی ۔ زر
خان آپ ! وہ پل میں ہلکا سا پیچھے ہوتی لال گال لیے
آنکھیں جھکا گئی تھی ۔وہ اپنی انگلیوں سے کھیلنے لگی
تھی زر خان مدھم سا مسکراتا ہوا پل میں نقلی سنجیدگی
اپنے چہرے پر اوڑھ گیا تھا۔کلثوم تم اندر جاؤ میں

دیکھتا ہوں زو حال کو ! وہ زوئی کو ہی دیکھتا بولا تھا جو شرمائی سی کھڑی ہوئی تھی۔

جی زر خان بھائی ! کلثوم مسکراتی ہوئی اندر بڑھ گئی تھی۔ زر خان آپ نے کلثوم کو اندر کیوں بھیجا میں اُسکے ساتھ شاپنگ پر جا رہی تھی ! وہ ایک اُنگلی دانتوں کے بیچ پھنسا تی معصومیت لیے ٹکر ٹکر اپنے سنکی دورانی کو دیکھنے لگی تھی ۔وہ اُسکے چہرے پر جھکتا بولا تھا ۔ میں مر گیا ہوں جو تم ملازموں کے ساتھ جاتی پھر رہی ہو ! وہ اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود

کی جانب کھینچ گیا تھا اور دوپٹہ زو حال سین ۔ے پر
ایڈجسٹ کیا تھا ۔ وہ پوری کی پوری لال انار ہوئی تھی
۔ ایسی باتیں نہ کریں مرے آپکے دشمن ! وہ جلتی
بولی تھی ۔ اِس لیے بول رہا ہوں جہاں بھی جانا ہو
میں لے کر جاؤں گا ورنہ میری سزا جانتی ہو نہ ! وہ
جھکتا اُسکی کان کی لو کو کا۔۔ٹتا سر گوشی کر گیا تھا
۔زو حال کی آنکھیں کھلی تھیں اور اُسکے نرم ہاتھوں
کی گرفت اُسکی چوڑی کمر پر مضبوط ہوئی تھی ۔
میرے لبو۔۔ں کی پرواز جانتی ہو نہ کہاں کہاں جاتی

ہے اور کس گہرا۔۔ئی کو میں کیسے اپنا لمس دیتا ہوں

! زر خان کے ہاتھ سرک کر نیچے جانے ہی لگے تھے

۔ڈورا پیچھے ہوئی تھی ! زر خان مجھے شاپنگ پر جانا ہے

اور آپ یہاں بھی شروع!! وہ نچلا ہونٹ نکال کر بولی

تھی ۔ وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتا مسکرایا تھا ۔ پھر سے

ہاتھ اُسکی کمر پر سرایت کرتا خود سے اِس طرح لپٹا

گیا تھا زر خان کے اُبلتے جذبات کو راحت ملی تھی

۔ڈورا کے گلے میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی اور

تنفس تیز ہوا تھا ۔وہ پل میں سمجھ گئی تھی وہ کیا کر

رہا تھا اتنی بار وہ اُسکے بے حد قریب آ چکا تھا زوئی پل میں اُسکے جوان جذبات کے معاملات سمجھ جایا کرتی تھی ڈورا واقعی معصوم نہیں رہی تھی اُسے بھی زر خان کو خود کے پیچھے بھرپور پاگل بنا نے کا فن آ چکا تھا وہ خود اُس کو گہری گستاخیاں کرنے پر مجبور کرتی تھی آج کل رات کے وقت جس طرح کی ڈریسنگ زوئی کرتی تھی وہ زر خان ہی جانتا تھا اور وہ پل میں جنونی ہوتا پاگل ہو جاتا تھا ۔بس شا۔۔مل ہو جانا ہی رہ جاتا تھا ۔

مجھے کوئی سزا نہیں لینی آپکی زر خان ! وہ اُسکے سینے پر ہاتھ رکھتی پیچھے ہونے ہی لگی تھی وہ پل میں اُسے کھینچتا سائڈ لے جاتا دیوار کے ساتھ لگا گیا تھا زوئی کے تو حواس ہی گم ہوئے تھے پتہ نہیں کیوں ہر گزرتے سال کے ساتھ اُسکا سنکی انتہا کا شدت پسند ہوتا جا رہا تھا ۔ لیکن معصوم زوئی کو معلوم ہی نہیں تھا زر خان دورانی کے لیے مشکل ہوتا جا رہا تھا بھرپور جوانی میں اپنی منکوحہ سے دور رہنا ۔ وہ زوئی پر جھکتا چلا گیا تھا اور دوپٹہ نشیب و فراز سے ہوتا ہاتھ پر لٹکنے لگا تھا

کیونکہ زر خان اوپری گہرا۔۔ئی پر لال گڑھی بنا رہا تھا۔
زوئی پیچھے بھی نہیں کر سکی تھی اُسے اپنے شوہر
کے جذبات پر رحم آیا تھا ایک وہی تو تھی جو اپنے
سنکی کو سکون دے سکتی تھی۔کافی دیر وہ اُسکی
گردن پر جھکا رہا اور فوراً پیچھے ہٹتا اُسکا دوپٹہ صحیح کر گیا
تھا۔ چلو شاپنگ کروا لاؤں تمہیں ! لہجہ خمار زدہ تھا۔
زوئی کی پلکیں اٹھانا بھی محال ہوا تھا۔ یہ کوٹ پہنو
سردی بہت ہے میری جنان ویسے بھی میرے بھائی

جان آگئے ہیں جلدی تمہیں پورا کا پورا اپنی دسترس میں لینے کی بات کرتا ہوں ! لہجہ گھمبیر ہوا تھا ۔

زوئی کے گال مزید پھولے تھے وہ بھی تو یہی چاہتی تھی پڑھائی سے جان چھوٹے اور وہ اپنے دورانی کی بیوی بن جائے ۔وہ کوٹ پہنتی دوپٹہ سر پر لے گئی تھی زر خان اُسکی پیشنا نی چومتا ہوا اُسکا ہاتھ پکڑے ہی گاڑی کی طرف بڑھ گیا تھا ۔

زر خان زو حال بچوں کے کپڑوں کی بڑی سی برانڈڈ شاپ میں بیٹھے تھے اور زر خان جب سے حیرانگی سے اپنی زوئی کو دیکھ رہا تھا جو اُسکے ساتھ اپنی نہیں بلکہ اپنے آنے والے بھتیجوں کی شاپنگ کرنے نِکلی تھی

۔

سنیں انکل وہ والا رومپر دکھائیں ! زوئی اِس ٹائم ٹیڈی اماں معلوم ہو رہی تھی جو شاپنگ کرتی ہوئی بہت کیوٹ لگ رہی تھی ۔یہ لیں بیٹا آپ نے یہ کلر اچھا سیلیکٹ کیا یہ آپکے بچے پر سوٹ کرے گا ماشاءاللہ

سے آپ گول مول معصوم پیاری سی بچی ہو تو آپکا بچہ بھی آپکے جیسا ہی ہو گا گولو گولو! یہ شاپ والے انکل کا کہنا تھا جہاں زوئی شرم حیا میں ڈوبتی فق ہوئی تھی وہیں زر خان کی کھانسی چھوٹی تھی۔ وہ کھانستا ہی چلا گیا تھا اور شہد رنگ کی آنکھیں شرارت سے زوئی پر لگی تھیں جو شرما بھی رہی تھی اور خفت میں بھی ڈوبی تھی انکل نے اُسے پیارا ہونے کے ساتھ موٹے کے لقب سے بھی نواز دیا تھا۔

کیا ہوا بیٹا آپکو میری بات پسند نہیں آئی کیا !! انکل کنفیوز ہوئے تھے زوئی کو کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا بولے وہ بے بسی سے اپنے سنکی کو دیکھ گئی تھی جو پہلے ہی اُسے گرم حدت بھری آنکھوں سے دیکھ رہا تھا جیسے آج رات ہی وہ اُسکے روم روم میں سمّا کر اُسے ماں بنا ڈالے گا۔

وہ دراصل انکل یہ ہمارے بچے کے لیے نہیں ہمارے بڑے دو بھائیوں کے بچوں کے لیے شاپنگ کرنے آئی ہے دعا کریں اللہ ہمیں بھی جلد بیٹی سے

نواز دے !! وہ بے جھجک بولا تھا ۔ زر خان یہ کیا بول
رہے ہیں آپ ! وہ آہستگی سے گویا ہوئی تھی ۔ سچ
ایک ڈیڑھ سال بعد ہماری بھی ایک پیاری سی بیٹی ہو
گی ایلسا !! وہ آنکھ مار گیا تھا زوئی کے طوطے اوڑھے
تھے ۔ زر خان سنیں اتنی جلدی !! وہ اپنا لب کاٹتی
پوچھ گئی تھی ۔ جلدی کہاں ڈیڑھ سال بعد ہو گی اور
ویسے بھی شادی کے بعد جو میں کارروائیاں ڈالوں گا
جلدی میری جنا ن مجھے خوش خبری دے گی میں
سنکی سے نہ تمہارا ترسا ہوا دورانی بنتا جا رہا ہوں دیکھو

نہ میرے سب بھائی باپ بن رہے ہیں ایک میں
ہی اکیلا رہ گیا ہوں وہ نقلی معصومیت سجائے بولا تھا
!آئے بڑے معصوم ! وہ منہ پھیرتی بولی تھی شرم
سے ویسے ہی برا حال تھا ۔اچھا یہ سب چھوڑو اپنی
شاپنگ کمپلیٹ کرو میرے خیال سے ابراہیم بھائی
اور کبیر بھائی کے بیٹوں کے لیے سب لے لو ! وہ
بولتا انکل کو سب پیک کرنے کا کہہ گیا تھا ۔ زوئی
خاموش سب دیکھتی جا رہی تھی پھر بولنے کی ہمت

نہیں کی تھی جانتی تھی کچھ بولا رات کو وہ اُسکی جان نکال دے گا۔

اٹلی کے سٹی روم کے شاندار ریزورٹ کے شاندار لگژری کمرے میں زو فاش آئینے کے آگے کھڑی تیار ہو رہی تھی اُس نے ریڈ گاؤن پہن رکھا تھا جو پاؤں سے تھوڑا تھوڑا اوپر تھا وہ خود کو آئینے میں دیکھتی ہونٹوں پر ڈارک ریڈ لپسٹک لگا رہی تھی آج زو فاش نے لائٹ سا میک اپ کیا تھا لیکن لپسٹک ڈارک ہی

رکھی تھی کیونکہ داہر خان کو اُسکے ہونٹوں پر لال رنگ
بہت پسند تھا وہ ایک ادسے خود کو دیکھتی اپنے بالوں
کو ٹھیک کر گئی تھی اُس نے اپنے ملائی جیسے حسین
بالوں میں نیچے لوز کرلز ڈالے تھے آج وہ نظر لگ
جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی پرانی اور آج کی
زو فاش میں زمین آسمان کا فرق آ چکا تھا پہلے والی زو
فاش خود کو سادہ رکھتی تھی اُسکا ماننا تھا ایک لڑکی کی
اصل خوبصورتی اُسکی حیا اور با وقار پرسنلٹی میں ہوتی
ہے اور یہی خوبیاں ایک مرد کو اُسکا اسیر کر جاتی ہیں

پہلی زو فاش جتنی حوصلے مند تھی آج کی زو فاش اتنا
ہی خود کو اُس رنگ میں ڈھالنے کی کوشش میں لگی
ہوئی تھی جو وُہ تھی نہیں شاید آج کی زو فاش میں
ایک ڈر پیدا ہو گیا تھا کہیں اُسکی خوبصورتی مانند پڑنے
کی وجہ سے داہر خان کا انٹرِیسٹ اُس میں ختم نہ ہو
جائے وہ خود کو بہت گروم کر چکی تھی زو فاش کی
پرسنلٹی اتنی اٹرایکٹو ہو چکی تھی داہر خان کی نگاہ اُس
پر سے ہٹتی ہی نہیں تھی پہلے بھی وہ پیاری تھی
لیکن اب تو زو فاش خان ایک الگ سی لڑکی لگنے لگی

تھی ۔ گاؤن اتنا ٹائ۔یٹ تھا ایک ایک خطوط واضح

ہو رہا تھا اگلا گلا ڈی۔پ تھا وہ خاموشی سے خود کو

دیکھتی فون اٹھا کر کان کو لگا گئ تھی ۔ جی خان

بولیں ! لہجہ لب شیریں تھا وہ بولتی تھی ایسا لگتا تھا

جیسے کوئی چاشنی میں ڈوبی آواز ہو جو کانوں کو پر

سکون کر جاتی تھی انتہا کی سمجھدار سلجھی ہوئی لڑکی

تھی جسکی زندگی بس اُسکے خان سے شروع ہو کر اُسی

پر ختم ہوتی تھی ۔میں نے گاڑی بھیج دی ہے تم

آرام سے پہنچ جاؤ!! داہر خان کچھ انسٹرکشن زو فاش

کو دے گیا تھا ۔ وہ فون رکھتی بیڈ پر پڑا لونگ براؤن
کوٹ پہن گئی تھی ۔ اور بیڈ پر بیٹھتی لونگ ہیلز اِس
حال میں پہنے لگی تھی ۔ زو فاش وہ کر رہی تھی جو وُہ
تھی نہیں ! وہ اٹھتی واک کرتی خود کو پھر سے آئینے
میں دیکھنے لگی تھی اُسے خود کو بھی پہلی زو فاش کا
عکس مدھم پڑتا نظر آیا تھا آنکھیں بھیگی تھیں لیکن
ایک عورت اپنے شوہر کو خود میں رکھنے کے لیے وہ
سب کرنے لگی تھی جو وُہ کبھی کرنا نہیں چاہتی تھی

سچ ہے بیوفائی مرد کرتا ہے لیکن عورت کو وہ ایک ٹراما میں دکھیل دیتا ہے کمتری انسکیورٹی میں --

وہ آہستگی سے اُترتی نیچے آئی تھی سامنے ہی داہر خان کی لگژری بلیک کار کھڑی تھی ڈرائیور کے ساتھ وہ پیچھے بیٹھتی باہر دیکھنے لگی تھی گاڑی اُس منزل کی طرف رواں دواں ہوئی تھی جہاں اُسکا شوہر تھا۔

داہر خان پچھلے ایک گھنٹے سے اٹلی کے انویسٹرز کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھا وہ پورے تین ہفتے بعد

اٹلی کے ریزورٹ سے باہر نکلا تھا آیا وہ کام کے
سلسلہ میں تھا لیکن وہ بس زو فاش کو ہی چپکا رہ گیا
تھا وہ پورا کا پورا عمران ہاشمی بنا تین ہفتے زور و شور
سے زو فاش کے ساتھ ہنی مون مناتا رہا تھا آج بھی
وہ کس دل سے کام پر نکلا تھا وہ داہر خان ہی جانتا
تھا زو فاش کی طلب مٹتی ہی نہیں تھی اور وہ بھی
نہیں چاہتا تھا وہ ایک لمحے کو بھی زو فاش کے لیے
خود کا جنونی پن کم ہونے دے ۔وہ اٹلی اپنے ساتھ
زو فاش کو بھی لے آیا تھا کیونکہ وہ ایک لمحے کو بھی

زو فاش کو پاکستان اکیلے نہیں چھوڑ سکتا تھا ۔اِس لیے اُسے ہی ساتھ لے آیا تھا ۔اور اب میٹنگ اٹینڈ کرنا بھی اُسکا محال ہوا تھا کیونکہ ایک ہی عورت اُسکے دل دماغ حواسوں پر سوار رہتی تھی تب ہی داہر خان نے زو فاش کو کال کر کے یہاں بلایا تھا ۔

داہر خان اِس وقت اٹلی کے سب سے بڑے لگژری ہوٹل کے میٹنگ ہال میں بیٹھا تھا اتنے میں اُسکا خاص مینیجر پیٹر اندر داخل ہوا تھا وہ کان میں کچھ بولا تھا ۔ داہر خان جو سنجیدگی سے بیٹھا تھا وہ پل میں

چہرے پر مدھم مسکراہٹ لیے ایکسکیوز کرتا باہر نِکلا تھا۔

داہر خان گرے پینٹ کوٹ تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا وہ ہوٹل کی بڑی بڑی راہ داریوں سے گزرتا باہر کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔اُسکے دل کی ملکہ آئی تھی کوئی عام بات تھوڑی تھی ۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہا تھا اٹلی کی لڑکیاں اُسے دیکھتی اہیں بھرتی لب کھول گئی تھیں اتنا ڈیشنگ پٹھان کہاں دیکھا تھا سرخ دودھیا رنگت براؤن بیئرڈ اور چمکتی سیاہ

مقناطیسی آنکھیں یہ مرد تباہی تھا لیکن بنا بس محض

اپنی چھوٹی سی جان خانی کے لیے تھا۔

وہ اپنا کوٹ اتارتا ہاتھ میں ڈالتا مسکراتا ہوا بڑے سے

شیشوں کے بنے ہال میں داخل ہوا تھا جہاں ایک

طرف بہت ہی حسین ٹیبل تھی وہاں اُسکی جان اُسکی

دل کی دھڑکن بیٹھی ہوئی تھی زو فاش کی پشت داہر

خان کی طرف تھی وہ پچھلے پانچ منٹ سے بیٹھے اپنے

ہینڈسم شوہر کا ویٹ کر رہی تھی۔

وہ پاس پہنچتا پیچھے سے ہی ٹیبل پر دونوں طرف ہاتھ رکھتا جھکتا زو فاش کے کندھے پر ہونٹ رکھ گیا تھا

۔خان سب ہیں ! زو فاش اُسے ہلکا سا چہرہ موڑ کر دیکھنے ہی لگی تھی کیونکہ یہ پورا ہال اٹلی کے لوگوں سے فل تھا ویسے بھی یہ بیشرم خان تھا ہزاروں لوگوں کے بیچ بھی اپنی عورت کو پیار پورے حق سے کرتا تھا

۔ تو کیا ہوا خان کی خانی ویسے بھی تمہارا شوہر کہیں بھی شروع ہو سکتا ہے بس روکا مت کیا کرو میرے جذبات کو سمجھا کرو تم سے دور رہنا آسان تھوڑی ہے

! وہ بولتا کرسی کھسکا کر بلکل پاس زو فاش سے جڑ کر بیٹھا تھا ۔ زو فاش کی تو بولتی بند ہوئی تھی وہ اپنی حسین پلکیں جھکا گئی تھی کیونکہ داہر خان اپنا ہاتھ بیٹھتے ہی اُسکی لی۔پ پر سرایت کر گیا تھا ۔اور آہستہ آہستہ سر سرانے لگا تھا ۔

کیسی ہو میری جانِ طلب میری جانِ تشنگی میری چھوٹی سی جان کو ئی دقت تو نہیں ہوئی نہ یہاں آنے میں ورنہ کمپلین کرو ابھی کے ابھی اپنا سارا عملہ فائر کر دونگا ! وہ بہکا بہکا کہتا جھکتا زو فاش کی

کان کی لو کو چھو گیا تھا زو فاش شرم سے لال ہوئی

تھی جب سے اٹلی دونوں آئے تھے ایک رات بھی

داہر خان نے زو فاش کو سونے نہیں دیا تھا ۔اُسکا

انگ انگ داہر خان کی شدتو۔ں کے رنگ میں رنگا تھا

سردار صاحب دوپہر کو تو اُسکی جان چھوڑ کر نکلے تھے

اور ایک گھنٹے بعد ہی کال کر کے اُسے یہاں آنے

کا بول دیا تھا ۔ خان کنٹرول کریں پلز سب ہیں یہاں

ریزورٹ جا کر جو کرنا ہو کر لے گا ! وہ معصومانہ انداز

میں کہتی نِگاہیں اٹھا کر اُسے دیکھ گئی تھی جو پہلے
ہی اُسے ایکسرے نگھاؤں سے دیکھ رہا تھا ۔

زو فاش اِس ماڈرن سٹائل میں اُسکے دل اور جذبات پر
وار کرتی جذبوں کی آگ کو بھڑکا گئی تھی ۔وہ پل میں
پاگل ہوا تھا اُسکی روح میں گھلنے کے لیے ! جان دل
جان من کہو تو کمرہ بک کروا لوں یہاں کچھ کوالٹی
ٹائم سپینڈ ہو جائے گا ! وہ اُسکا ہاتھ پکڑتا ہتھیلی
چو۔متا چلا گیا تھا وہ ہلکا سا دائیں طرف دیکھ گئی تھی

پاس بیٹھی انگریزن لڑکیاں شرما تی ہنس رہی تھیں

اُنہیں یہ جوڑ ی بہت ہی بے باک لگ رہی تھی ۔

شرم کریں خان ! وہ داہر خان کو دیکھتی بے بسی

سے بولی تھی ۔ اگر شرم کی ہوتی نہ تو تمہارے اندر یہ

کیسے ڈالتا ! وہ اُسکے پیٹ پر اپنا ہاتھ رکھتا سر سرا گیا

تھا۔ زو فاش نے آگے سے کوئی لفظ نہیں نکالا تھا

جانتی تھی کچھ بولے گی اُسکے بھی ہزار جواب اِس

بیشرم خان کے پاس ہونگے ۔ لگتا ہے میری خانی نے

بولتی بند کر لی ہے خیر کوئی نہیں میں تو اپنا کام

جاری رکھوں نہ ! وہ گھمبیر لہجہ میں کہتا اُسکا چہرہ پکڑتا گال کو چومتا چلا گیا تھا اُس ہال میں بیٹھی لڑکیوں نے با قاعدہ ہنستے ہوئے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا ۔ اور دل ہی دل میں اتنے پیارے کپل کی تعریف کی تھی ۔

خان !!! ہاں خان کی جان ! وہ ہلکا سا کوٹ کندھے سے نیچ ۔۔کرتا جھک گیا تھا زو فاش آنکھیں بند کر گئی تھی حیا سے برا حال تھا اُسکا خان رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا ۔

کچھ لمحوں بعد ٹیبل پوری ایک سے ایک اٹیلین کھا نو

ں سے سج گئی تھی ۔داہر خان ایک ایک بائٹ زو

فاش کے ہاتھ سے کھا رہا تھا وہ کبھی نہیں بھولتا تھا

اپنے لاڈ اٹھوانا اپنی من پسند عورت سے خود پرستی

داہر خان میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی وہ جھکتا بس

زو فاش کے لیے تھا ۔

کھانا دونوں کا ہو چکا تھا داہر نے بھی اپنی بیوی اور

بچے کا بھرپور خیال رکھا تھا دونوں کے آگے ویٹر نے لا

کر ایک ہی ڈرنک رکھی تھی ۔ خان آپکی کہا ہے ! زو

فاش ایک ڈرنک کو دیکھتی پوچھ گئی تھی۔ یہی ہے

میری بھی ! وہ معصوم بنتا بولا تھا ۔ جب جب معصوم

بنتا تھا اُسکے پیچھے اُسکی بے باک گستاخی ہوتی تھی ۔

مطلب ! زو فاش کی سانس اٹکی تھی وہ جانتی تھی

اُسکا خان کچھ کرنے والا ہے ۔ یہی ہم ایک ہی

ڈرنک پیئیں گے اور کیا ! وہ کہتا سٹرا ڈال گیا تھا زو

فاش نے منہ کو لگایا ہی تھا داہر خان اُس سے پہلے

ہی دوسرا سٹرا نکال کر زو فاش کے منہ میں دے گیا

تھا وہ آنکھوں سے سوالیہ ہوئی تھی وہ آنکھوں سے ہی

اشارہ کر گیا تھا ۔ زو فاش پلکیں جھکا کر وہ کرنے لگی تھی جو اُسکا سر پھرا جنونی خان چاہتا تھا ۔وہ سپ لیتی اور دوسری طرف وہ ڈرنک داہر خان بھی پیتا چلا جاتا ۔ پیچھے بیٹھی لڑکیاں زبان دانت تلے دے گئی تھیں ایسے ڈرنک پینے کا انوکھا انداز اُنھوں نے پہلی بار دیکھا تھا ۔

وہیں داہر خان نے زو فاش کے ساتھ آدھی آدھی ڈرنک پوری کی تھی۔

ہوٹل میں اچھا ٹائم سپینڈ کرنے کے بعد داہر خان کی ریڈ فراری اٹلی کے روڈز پر تیزی سے جا رہی تھی وہ زو فاش کا ہاتھ دل کے مقام پر رکھے گنگناتا ہوا ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

آنکھوں سے آنکھیں ملا کے چرا لوں تیرے خواب میں"

کیسے کہوں عشق میں تیرے کتنا ہوں بے تاب میں"

زو فاش کی رنگت لال ہوئی تھی حیا کی لالی میں وہ
پوری کی پوری لپٹی ہوئی تھی اتنے میں داہر خان فرار
ی کی سپیڈ تیز کر گیا تھا۔ خان دھیان سے اتنی تیز
! وہ ڈرتی روکنے لگی تھی۔ خانی شش ڈر و مت تمہارا
خان ریسر بھی رہ چکا ہے پتہ ہے ریس کے ٹائم کتنی
لڑکیاں تمہارے ہینڈسم خان پر مر مٹتی تھیں یہ سنتے
زو فاش کا چہرہ اُترا تھا آنکھیں نم ہوئی تھیں دل میں
جیسے چبھن ہوئی تھی وہ چہرہ جھکا گئی تھی۔ لیکن
میری جان یہ خان تو بس تم پر مرتا ہے اور تا قیامت

تم پر ہی مرتا رہے گا !! وہ اُسکے ہاتھ کو چوم گیا تھا

زو فاش مسکرائی تو تھی لیکن دل انجانے خوف میں

گھرا تھا معصوم زو فاش خود کو ہی سمجھ نہیں پا رہی

تھی ۔ ریزورٹ چل کر تمہارا یہ روپ دیکھوں گا اور تم

میرے لمس میں بھیگو گی پھر مجھے یہ سننے کو نہ ملے

خان پلز خان پلز مجھے تمہارا پورا گرم نرم شدت والا

سپورٹ چاہیے خانی جانتی ہو نہ تمہارا یہ روپ مجھے مزید

پاگل کر دیتا ہے ! وہ آنکھوں سے ہی بہت کچھ جتلا

گیا تھا زو فاش لبوں کو مدھم سی مسکان سے سجا گئی تھی ۔

آدھی رات کا وقت تھا سفید حویلی میں خاموشی ہی خاموشی چھا ئی ہوئی تھی سب اپنے کمرے میں سو رہے تھے وہیں سردار ابراہیم کے کمرے میں بھی سانسوں کا رقص چل رہا تھا جب سے ابراہیم واپس آیا تھا آشنا نے ایک رات کے لیے بھی اُسے نہیں چھوڑا تھا وہ چاہتی تھی اُسکا سردار اُسکی سانسوں سے بھی

زیادہ اُسکے قریب رہے پوری حویلی پھر خوشیوں سے
مہک اٹھی تھی ابراہیم کے آنے کے بعد سب کی
ناراضگی بھی آشنا سے ختم ہو گئی تھی بلکہ ابراہیم نے
خود سب کو بولا تھا کوئی اُسکی معصوم گڑیا سے ناراض
نہیں ہو گا۔

کچھ دیر پہلے ہی دونوں سوئے تھے آشنا پوری کی پوری
ابراہیم پر ہی تھی اُسکی دھڑکنیں اُسکے سینے میں بجھ
رہی تھیں اُسکے حسین معصوم چہرے پر ابراہیم کی
قربت کے رنگ نمایاں تھے۔

یقدم وہ تیز سانسیں لیتی اٹھ کر بیٹھی تھی آنکھوں

سے آنسو پانی کی صورت میں بہہ رہے تھے وہ دل کو

مسل گئی تھی عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی پورا چہرہ

پیسنے سے بھرا تھا اتنی ٹھنڈ میں بھی آشنا آگ کی طرح

انگارہ ہو رہی تھی ۔ابراہیم بھی اٹھتا بیٹھا تھا وہ بلیک

ٹراؤزر پر بلیک ہی سینڈ و پہنے ہوئے تھا آشنا سیمپل

سی وائٹ فروک میں ملبوس تھی نم بال پیچھے بکھرے

تھے قربت کے بعد ابراہیم نے خود آشنا کو شاور دلوایا

تھا ۔

کیا ہوا ہے آشنا! وہ گھبراتا ہوا اُسکے چہرے پر ہاتھ پھیر
گیا تھا ! آشنا پل میں خود کو قابو میں کرتی ہنستی ہوئی
بولی تھی ۔ میں ٹھیک ہوں سردار صاحب آپ سو
جائیں ایسے ہی مجھے کبھی کبھی ھو جاتا ہے آپ
ٹینشن نہیں لیں ! وہ ابراہیم کے گال پر ہاتھ رکھتی
پیار سے بولی تھی لیکن ابراہیم دیکھ سکتا تھا اُسکی
طبیعت ٹھیک نہیں تھی ۔ اٹھو ہم ڈاکٹر کے پاس
چلتے ہیں !! وہ پینک ہوا تھا اور اٹھنے ہی لگا تھا آشنا
ہاتھ پکڑ گئی تھی ابراہیم اُسکی امبر آنکھوں میں دیکھتا

چلا گیا تھا۔ پلز میرے پاس رہیں اور میں ٹھیک ہوں! وہ اُسے زیادہ کچھ نہیں بولی تھی ۔وہ اتنا کہتی پانی پکڑنے لگی تھی ۔ میں دیتا ہوں تم بیٹھو ! وہ جگ سے گلاس میں پانی ڈالتا آشنا کی طرف کر گیا تھا ابراہیم کا دل دہل رہا تھا ۔

سنیں ایک منٹ رکیں میں خود لے لیتی ہوں ! وہ بیڈ سے اٹھنے لگی تھی سامنے چھوٹے سے کیبن میں آشنا کی چاکلیٹس تھیں جو اُس نے منگوا کر رکھی ہوئی تھیں اپنی طبیعت کے پیش نظر ! وہ جھٹ سے نرمی

سے اُسے کندھوں سے پکڑ کر بیٹھا گیا تھا ۔ بیٹھو اور جو چاہیے مجھ سے بولو میرا بچہ !! وہ بے بسی سے بولا تھا آشنا کا خود سب کرنا ابراہیم کے دل میں لگ رہا تھا ۔

وہ اُس کیبن میں میری چاکلیٹس ہیں اُن میں سے ایک لا دیں! وہ خود کو کمپوز کرتی بول رہی تھی لیکن اندر کی کیفیت بس آشنا جانتی تھی اُسکی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو رہی تھی ۔ ابراہیم جلدی سے چاکلیٹ لاتا کھولتا آشنا کو پکڑا گیا تھا اور اُسکے پاس

بیٹھتا احصار میں لے گیا تھا۔وہ آہستگی سے ہلکی سی

مسکان سجائے چاکلیٹ کی بائٹ لے رہی تھی ۔

ابراہیم اُسے دیکھتا اُسکے نم بالوں کو اُنگلیوں سے

سنوارنے لگا تھا وہ سکون میں ہوتی اُسکے سینے پر سر

رکھ گئی تھی ۔ کیا ہوا تھا ! وہ پھر سے پوچھ گیا تھا ۔

کچھ نہیں بس شوگر لو ہو رہی تھی ہو جاتا ہے ایسا

میرے ساتھ ! وہ اطمینان سے کہتی تھوڑا آگے ہوتی

ریپر رکھنے لگی تھی ۔ جب میں ہوں آپ کیوں کام کر

رہی ہیں میرا معصوم بچہ مجھے دو وہ ریپر لیتا سائڈ پڑی

ڈسٹ بین میں پھینک گیا تھا ۔ پلز میں کر لیتی ! وہ
بول رہی تھی ابراہیم اُسے اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا
۔ کیا میں مر گیا ہوں جو آپ سارے کام کریں گی !
وہ فرسٹریٹ ہوا تھا جس لڑکی کا ہر نکھرا مسکان
سجائے اٹھاتا تھا وہ آج خود کام کرتی رتی بھر بھی
اچھی نہیں لگی تھی ۔وہ غُصہ کر گیا تھا آشنا ڈرتی
گال پر ہاتھ رکھتی چہرہ پورا اُسکی چوڑی گردن میں چھپا
گئی تھی دراصل آشنا آج بھی ڈر جاتی تھی کہیں اُسکی
کسی غلطی کی وجہ سے ابراہیم ہاتھ نہ اٹھا دے جیسے

اُس دن ہوا تھا جب اُس نے ہی اُس کو مجبور کر دیا

تھا خود پر ہاتھ اٹھانے کے لیے --

سوری میری گڑیا ! وہ اُسکا چہرہ ہاتھ میں بھر گیا تھا

ابراہیم دورانی پل میں سمجھا تھا آشنا گال پر ہاتھ

کیوں رکھ گئی تھی وہ اندر ہی اندر ٹوٹا بکھرا تھا اُسکی دلبر

ا اُس سے ڈر رہی تھی۔

وہ پورا کا پورا اُسے گود میں بیٹھا گیا تھا احتیاط سے !

مجھے معاف کر دو زندگی میں پہلی بار ہاتھ اٹھایا تمہیں

کیا بتاؤں اپنی اس حماقت پر میں خود کو بھی معاف

نہیں کر پا رہا ہوں ! وہ نِگاہیں جھکاتا بولا تھا آنکھیں

نم زدہ ہوئی تھیں۔

دیکھو نہ میں نے تمہیں ڈرا دیا خود سے ! آشنا کی

آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں وہ اُسکا چوڑا مردانہ چہرہ

اپنے نازک ہاتھ میں لے گئی تھی ! میں ڈری نہیں

ہوں پلز آپ مجھ سے کبھی دور مت جائے گا ! امبر

آنکھیں شہد میں گڑھی تھیں اور شہد رنگ کی آنکھیں

اِس حسین گڑیا کا صدقہ اُتار گئی تھیں ۔

لیکن ابراہیم اُسکی آنکھیں پڑھ گیا تھا وہ اُسکے جانے
کے بعد کتنی تکلیف میں رہی تھی وہ اپنا بایاں ہاتھ
زور سے سائڈ ٹیبل پر مار گیا تھا آشنا اُسکے گلے لگ گئی
تھی اِس رحمدل پیارے مرد کو بس اُسکی دلبرا ہی
سنبھال سکتی تھی اُسکے گلے لگنے کی دیر تھی ابراہیم
سیکنڈز میں اُسکی پشت پر اپنے بازو کا گھیرا تنگ کرتا
خود بھی اُس کی حسین زلفوں میں چھپا تھا آنسو اُسکے
نم بالوں میں گرتے چلے گئے تھے۔

کافی دیر دونوں ایسے ہی ایک دوسرے سے لپٹے رہے

تھے بلآخر وہ پیچھے ہوتا اُسکا پیارا چہرہ اُنگلی سے اوپر کر

گیا تھا ۔ میں ظالم ہوں نہ ! وہ پوچھ نہیں رہا تھا بتا رہا

تھا ۔ نہیں آپ کبھی ظالم نہیں ہو سکتے رحمدلی تو

آپکے وجود کا حصہ ہے آپکا دل تو ماضی کے پنوں میں

لکھا جائے گا صوابی کا ایک رحمدل سردار ابراہیم آیا تھا

! وہ اُسے الفاظوں سے سر خرو کر گئی تھی ۔

لیکن میں چاہتا ہوں میرے اس ہاتھ میں ناسور پڑ

جائے جو ہاتھ میری معصوم گڑیا پر اٹھا وہ ہاتھ کٹ

ہی جانا چاہیے ! ابراہیم خود کو تکلیف دینا چاہتا تھا ۔ آشنا اُسکے لبوں پر ہاتھ رکھ گئی تھی ! خبر دار آپ نے مزید کچھ غلط بولا قسم ہے آپکو میری اگر پھر کچھ کہا خود کو سردار صاحب وعدہ کرتی آپ سے چھپ جاؤنگی دور ہو جاؤنگی ! وہ روتی ڈپٹ رہی تھی ابراہیم اُسے گلے لگا گیا تھا ۔ سوری میرا بچہ سوری !! وہ یہی لفظ بولتا جا رہا تھا ۔

وہ آہستگی سے اُسے اپنے پہلو میں لیٹا گیا تھا اور نرمی سے اپنا ہاتھ اُسکے پیٹ پر رکھ گیا تھا دونوں کمبل میں

چھپ گئے تھے ۔ آشنا اُسکا چہر ہ پکڑ کر اپنے لبوں
کے قریب لائی تھی وہ مسکراتا ہو ا اُسکے لبوں کی نمی
پیتا چلا گیا تھا پیاس بُجھ ہی نہیں رہی تھی نچلا لب
کا۔ٹتا پیچھے ہوا تھا اور جھکتا پوچھ گیا تھا ۔ ٹھیک ہو نہ
ڈاکٹر کو بلاؤں !! میں ٹھیک ہوں آپ کیوں فکر کر
رہے ہیں مجھے عادت ہو گئی ہے بس یہ چھوٹا سردار
تنگ کرتا ہے! وہ پیٹ پر ہاتھ رکھتی معصومیت سے
بتانے لگی تھی دونوں کے چہرے بہت قریب تھی
دونوں کی سانسیں ایک دوسرے میں الجھ رہی تھی ۔

پتہ ہے آپکو جب سے یہ میرے پیٹ میں بڑا ہونے
لگا ہے سانس میں تکلیف ہوتی ہے ویسے آپکی یاد میں
نیند نہیں آتی تھی لیکن ساتھ اِس سانس کی وجہ سے
سویا بھی نہیں جاتا تھا پتہ نہیں آدھی رات کو کچھ ہو
جاتا ہے ! وہ دل کی باتیں بتا رہی تھی اپنا درد بتا رہی
تھی جو پریگننسی میں اُس نے اتنے مہینے اکیلے
اٹھائے تھے ۔ ابراہیم کی سانسیں رک رہی تھیں خود
پر غُصہ بڑھ رہا تھا کاش اُس وقت یہ اِس عورت کی
دھتکار کے بعد بھی اِس سے الگ نہیں ہوتا ۔ پتہ

ہے ممی ناراض تھیں لیکن خیال رکھتی تھیں پھر بھی
اُنکی وہ ناراضگی مجھے روز مارتی تھی ! وہ سسکی بھر گئی
تھی ابراہیم کا دل ڈوبا تھا ۔ روز رات کو آپکو یاد کرتی
تھی لیکن آپ جانتے ہیں آپکی آشنا بڑی ہو گئی ہے
وہ خود اِس حال میں سب کر لیتی تھی کھانا بھی میں
اور چھوٹے سر دار کھا لیتے تھے لیکن آپکی یاد سب
سے زیادہ پتہ ہے کب آتی تھی ! وہ ابراہیم کا گال
چوم گئی تھی آنسو اُسکی گردن پر گرے تھے ۔

ابراہیم کا دل چھنی ہو رہا تھا پر وہ سب سننا چاہتا تھا اُسکی آشنا نے کیا کیا سہا !!وہ آشنا کے مخملی کندن جیسے نشیب و فراز پر سر رکھ گیا تھا ! اور آنسو آشنا کی قمیض کو گھلا کرنے لگے تھے وہ خاموشی سے اُسکے بالوں میں اُنگلیاں اُلجھا کر پھیرنے لگی تھی ۔

پتہ ہے چھوٹے سردار کے بابا آپکی یاد کب زیادہ شدت سے رلا گئی تھی مجھے جب میں ایک دن چیک اپ پر گئی وہاں ایک پریگنینٹ عورت ائی تھی اُسکا شوہر اُسکا اتنا خیال رکھ رہا تھا کبھی اُس کو کچھ کھیلاتا

کبھی کچھ کرتا اُس پیاری جوڑی کو دیکھ آپکی یاد بہت
ستانے لگی تھی ۔ اُس دن رات کو مجھے آپ اِس قدر
یاد آئے میں آپکو بتا نہیں سکتی تھی اور چھوٹا سردار تو
الگ اودھم مچا رہا تھا کبھی کچھ کھانے کو مانگتا تو کبھی
کچھ پر میں نے ہمارے چھوٹے سردار کو سمجھا دیا تھا
بابا واپس آئیں گے آپکا ہر نکھرا ضد اٹھا لیں گے ! ان
الفاظوں میں اتنا درد تھا ابراہیم مزید اُسکی دھڑکنوں
میں چھپ گیا تھا اور ایک کو تو نرمی سے پکڑ گیا تھا
پتہ ہے آپکو اتنی رات کو یہ کچھ نہ کچھ مانگتا ہے !

لفظ ہی نہیں تھے ابراہیم کے پاس کیا کہتا وہ خود کو
ہی آشنا کی ہر تکلیف کا ذمے دار ٹھہرانے لگا تھا وہ
آج اپنی جان کے دل کا سب درد سن لینا چاہتا تھا۔
لیکن میں نے بس دعا میں یہی مانگا آپ مجھے واپس
مل جائیں ! وہ خاموش ہوئی تھی ابراہیم اُسکے کندن
جیسی گہرائی کو اپنا لمس دیتا اوپر ہوا تھا۔ میں آگیا
ہوں دنیا کی ہر چیز تم دونوں کے قدموں میں لا کر
رکھ دونگا میرے دونوں بچوں کے ایک بڑا اور دوسرا
چھوٹا ! وہ پیٹ کو چومتا آشنا کی آنکھیں چوم گیا تھا وہ

بھیگا سا ہنسی تھی یہ محبت جان لیوا تھی اور وہ یہی

لمحات تو چاہتی تھی ۔ سچ میں ویسے ہماری طرح یہ

بھی خوش نصیب ہے کیونکہ اسکے بابا آپ ہیں لیکن

سن لیں آپکے لیے اس بد معاش سے پہلے ہم ہیں !

وہ پل میں بچی بنی تھی ۔ تم ہی ہو اور تم ہی رہو گی

ویسے چھوٹی سردارنی بھی ہو سکتی ہے میری گڑیا ! وہ

اپنا ہاتھ اُسکے پیٹ پر پیار سے پھیرنے لگا تھا ۔ وہ

ابراہیم کے گلے میں بازو حمائل کرتی اُسکا دھیان خود

کی طرف کر گئی تھی ۔آپکی زندگی کی واحد لڑکی ہم ہی

رہیں گے ! وہ جیسے حکم دے رہی تھی اور ابراہیم

اُسکی اِس ادا پر نثار ہوا تھا وہ پیشانی چوم گیا تھا ۔

ٹھیک ہے جیسے میری گڑیا بولے ۔ وہ ہنستا ھوا پہلو

میں سیدھا ہو کر تکیہ پر سر رکھتا لیٹا تھا اور آشنا کو

آدھا خود پر کر لیا تھا

آشنا کو خود کے کہے وہ ظالم الفاظ یاد آئے تھے وہ ڈرتی

ابراہیم کی سینڈو ہاتھ میں دبوچ گئی تھی ۔

" کوئی آپ کے اور میرے بیچ نہیں آ سکتا ہے آپکی

دلبر ا مر جائے "

ابراہیم اُسکے بال سہلا رہا تھا وہ اپنا سینے کو بھیگتا محسوس کرتا آشنا کا چہرہ اٹھاتا خود کی طرف کر گیا تھا ۔ کیا ہوا ! سردار صاحب ہم اپنے چھوٹے سردار کو دیکھنا چاہتے ہیں ! یہ بولنا تھا اور ابراہیم کا دل جیسے کسی نے دبوچ سا لیا تھا ۔

کیا بول رہی ہو ! وہ سختی کر گیا تھا یہ لڑکی کچھ بھی بولنے لگتی تھی آنکھیں گھلی ہوئی تھیں ۔ ہمیں لگتا ہے کہیں ہمیں خود کی ہی بد دعا نہ لگ جائے پتہ ہے ڈاکٹر نے ہمیشہ یہی کہا چھوٹا سردار ٹھیک ہے

لیکن ہمارا کچھ نہیں بولتیں میں نے انہیں کئی دفعہ

ماما کو بولتے دیکھا ہے ڈاکٹر آنٹی کہتی ہیں آشنا کی

طبیعت ٹھیک نہیں ہے ہمیں کچھ بھی ہو سکتا ہے

ہم بہت پیار کرتے ہیں اِس سے اسکے ساتھ اور

آپکے ساتھ جینا چاہتے ہیں اپنے ننھے سے سردار کو

دیکھنا چاہتے ہیں پیار کرنا چاہتے ہیں آپکے علاوہ یہ

سب ہے ہمارا بولیں نہ ہماری بد دعا تو ہمیں نہیں

لگے گی نہ !! وہ پوچھ رہی تھی ابراہیم کانپ کر رہ

گیا تھا اُسکا بھرپور وجود زلزلوں کی زد میں آیا تھا ۔ آشنا

!! وہ انتہا کی سختی سنجیدگی سے اُسے پکار گیا تھا کچھ لمحے ان حسین امبر آنکھوں کی نظر ہوئے تھے ۔

کچھ نہیں ہو گا تمہیں اِس ابراہیم کی سانسیں چل رہی ہیں مطلب میری دلبر ا کو کچھ نہیں ہو سکتا میری چلتی سانسیں اِس بات کی ضمانت ہیں اور تمہارا سردار تمہیں کچھ نہیں ہونے دے گا ! وہ اٹل لہجے میں کہہ گیا تھا آشنا کے دل کو سکون نصیب ہوا تھا وہ مسکراتی ہوئی پھر سے اُسکے سینے میں چھپ گئی تھی ۔ ابراہیم دل ہی دل میں اپنے رب سے دعا گو

تھا وہ اِس عورت کو کبھی کچھ ہونے نہیں دے

سکتا تھا ۔

دوپہر کا وقت تھا ایمل ابھی ابھی نیچے سے اوپر اپنے

کمرے میں آئی تھی کبیر دورانی کل کا گوجرانوالہ گیا

ہوا تھا وہاں کوئی اُسکی اہم میٹنگ تھی کوئی عوام

کے لیے سہولت کارڈ کا پروجیکٹ سٹارٹ کیا تھا اُسی

سلسلے میں ۔

ایمل نے پرپل رنگ کی لونگ فروک پہن رکھی تھی
اوپر گرم شال لی ہوئی تھی وہ کبیر دورانی کے لیے
روز ہی تیار ہوتی تھی جب سے اپنے مرد کو ایک
چانس دیا تھا وہ بھی اِس رشتے کو نبھانا چاہتی تھی ۔
وہ بک شیلو سے ناول لیتی بیڈ پر بیٹھی تھی اور کراؤن
کے ساتھ ٹیک لگا گئی تھی ۔ اتنے میں اُسکا فون
بیپ ہوا تھا ۔ اُسکے چہرے کے تاثرات الگ سی
کشمکش اور افسردگی میں ڈھلے تھے جانتی تھی کون تھا
۔

وہ فون اٹھا کر میسج کھول گئی تھی ۔

" ایمل اور کتنی جدائی دو گی پلز میری ہو جاؤ میں اور انتظار نہیں کر سکتا ہوں میں تمہارا ہونا چاہتا ہوں ہم دونوں کی محبت کو مکمل کرنا چاہتا ہوں دیکھنا جلدی تم میری ہو گی یہ کبیر کبھی تمہارے ساتھ وفا نہیں کر سکتا ہے میں آرہا ہوں جلدی پاکستان اور اِس بار تمہیں اپنا کر کے ہی لے کر جاؤنگا "" اریب کاظمی کا میسج پڑھتے ایمل آنکھیں بند کر گئی تھی ۔۔

قسط:4

ایمل آنکھیں بند کر گئی تھی فون ابھی بھی اُسکے ہاتھوں میں تھا پھر سے میسیج آیا تھا۔ سبز آنکھیں چمکتی ہوئی سکرین پر گڑھی تھیں۔ " ایمل تم صرف میری ہو تمہیں ہماری محبت کی قسم اس دفعہ تم میری ہو کر رہو گی کسی بھی بیوفا رشتے کا بندھن تمہیں مجبور نہیں کر سکتا ہے میں آرہا ہوں اور اپنا بنا کر تمہیں لے کر جاؤنگا " اریب کے میسیج پڑھتے ہی

ایمل کا سانس تیز ہوا تھا ہاتھ لرزنے لگے تھے کچھ
نہیں سمجھ رہا تھا وہ کیا کرے یقدم کچھ ایسا ہوا تھا
دل نے کچھ کہا تھا دل بے قابو ہوا تھا اور آنسو گرتا
اریب کے میسیج کو چمکا گیا تھا پتہ نہیں آج بھی
اریب کاظمی کے میسیج اُسکے دل کو بے چین کر
جاتے تھے ۔ بیشک دل بے چین اریب کے بھیجے
میسیج پر ہوا تھا لیکن دل پورا کا پورا دھڑکا اُس بیوفا مرد
کے لیے تھے ساری وفائیں ایمل نے اُس بلی آنکھوں
والے مرد پر وار دی تھیں ہاتھ فون پر چلنے لگا تھا

لیکن جواب دینے کی جگہ وہ اریب کا میسیج آرچیو میں ڈال گئی تھی لیکن ساتھ ہی اُس مرد سے بھی دل ہی دل میں مخاطب ہوئی تھا جو روح کی طرح نسوں جسم کے انگ انگ میں خون بن کر دوڑتا تھا۔

" سچی میں کبیر میرا دل آپکو وفادار عورت کی طرح موقع دے چکا ہے لیکن اگر پھر آپ نے میرے وعدوں اور جذبوں کے ساتھ بیوفائی کی نہ پھر میں آپکو ایسے توڑوں گی یاد رکھیں گے جب عورت بغاوت پر اُتر آئے نہ سب خاک ہو جاتا ہے خود تو تباہ ہونگی لیکن

آپکو پورا برباد کر دونگی """وہ بولتی آنکھوں کے کونے میں آئے آنسو کو ہاتھ سے ہی پیچھے دکھیل گئی تھی ۔

ایمل کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے لگائے ہی سو گئی تھی رات کے دو بجے کا وقت تھا کبیر ابھی ابھی ہی سفید حویلی پہنچا تھا وہ بلیک شلوار قمیض پر بلیک ہی ویس کوٹ پہنے ہینڈسم سی ایم لگ رہا تھا ۔

وہ بھاری قدموں کی دمک لیے کمرے میں داخل ہوا تھا ہاتھ شاپنگ بیگز سے بھرے ہوئے تھے وہ اپنی

جانا ں کے لیے واپسی پر شاپنگ کرتا آیا تھا ۔ جیسے ہی
داخل ہوا اُسکا سنجیدہ خوبرو چہرہ ہلکی سی مسکان میں
ڈھلا تھا ایمل بنا کمبل کے پر پل فروک میں بیغیر
کسی دوپٹہ کے ناول کی بک سینے پر رکھے بیڈ کراؤن
کے ساتھ ٹیک لگائے سو رہی تھی وہ سوتی ہوئی سیدھا
کبیر دورانی کے دل میں اُتری تھی ۔

وہ بیگز ٹیبل پر رکھتا فوراً سے اپنی بیوی کی طرف بڑھتا
پاس بیٹھا تھا بہت پاس بلی آنکھیں حسین حسینہ پر
سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں وہ خاموشی

سے کتنی دیر تک اُسکے حسن کو نہارتا ہوا اندر ہی اندر تعریفیں کرتا چلا گیا تھا پھر کچھ ہوا پورا کمرہ بھی کبیر دورانی کی اس ادا پر مسکرا اٹھا تھا ایسا مرد بھی نصیب سے ملتا تھا وہ جھکتا اپنی پاکٹ سے کتنے پانچ ہزار کے نوٹ نکال کر اُس پر وارتا ساڈ ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔

اور آنکھیں اُس پر سے نہیں ہٹی تھیں وہ پاس ہوتا اُسکی لٹیں سنوار گیا تھا اور دل ہی دل میں بولا تھا۔

"تمہارے لیے سو بار مر سکتا ہوں جی سکتا ہوں اور سو بار آزمائش دے سکتا ہوں"

وہ بولتا اُسکی پیشانی پر سلگتے لب رکھتا چلا گیا تھا آنکھ سے نکلتی نمی ایمل کے حسین گال کو بھگو نے لگی تھی ۔ اُسکی آنکھیں کھلتی چلی گئی تھیں اور وہ ٹرانس کی کیفیت میں گئی تھی کیونکہ اُس کے وجود سے بھی زیادہ پاس اُسکا مرد تھا جو اُسکی سانسوں کو خود میں الجھا نے کے لیے بے تاب سا لگا تھا۔ ہائے یہ دیوانگی!!!!

اٹھ گئی جان کبیر ! وہ کہتا اپنا انگوٹھا اُسکے چاشنی لب پر رگڑ گیا تھا ۔ بیٹھو میں چینج کر کے فریش ہو کر آیا !

وہ اٹھنے ہی لگا تھا پر ایمل اُسکا کولر پکڑتی خود پر کر گئی تھی ۔

کبیر کا خوبرو مردانہ چہر ہ اُسکے چہرے سے مس ہوا تھا ۔ کیا کر رہی ہو ایمل! وہ پوچھ گیا تھا ایمل بھڑکتی ہوئی جذبات کی آگ میں ڈوبی ہوئی بولی تھی ۔ وہی جو بس میرا حق ہے خبردار زندگی میں آگے کسی کو میرے برابر لا کر بھی کھڑا کرنے کی کوشش کی سچی کہتی ہوں آپکو کبھی معاف کیا آپکی شکل تک نہیں دیکھوں گی اور خاص کر وفا تو ڑی تو ۔۔۔!!! وہ

کہتی اُسکا چہرہ نرمی سے گال سے پکڑ کر اپنے قریب کرتی اُسکے لبوں کو خود میں پیوست کر گئی تھی ۔ اور خود کا جام اُس مرد کے اندر انڈیلنے لگی تھی جو آجکل حواسوں پر کیا جسم پر سوار رہتا تھا روز رات کو اُسکے نیچے بکھرنے کا من کرتا تھا وہ بکھرتی تھی اور وہ بھی اُس پر ٹوٹ کر برستا تھا ۔

کافی دیر بعد ایمل نے خود سے رہائی دی تھی ۔ دونوں کی سانسوں سے کمرہ گونج رہا تھا۔ کبیر کا ہاتھ پورے حق سے اُسکی گہرائ ۔یوں پر لپٹا ہوا تھا اور ایمل

اُسکے سینے پر ہاتھ رکھے آنکھوں میں جھانکتی جا رہی تھی

۔کیا چاہتی ہو !! وہ گھمبیرتا سے بولتا ایمل کے گال

کو لبوں کا لمس دے گیا تھا۔میں جو چاہتی ہوں آپ

جانتے ہیں اور میں ہمیشہ اِس معاملے میں بیشرم

رہونگی بلکہ پورے حق سے آپ سے اپنا حق مانگوں گی

چاہے جہاں بھی ہوں آپ ! وہ بے باکی سے کہتی

اپنی اُنگلیاں ایسے سر سرا گئی تھی کبیر کی امڈتی

طلب بے قابو ہوئی تھی ۔وہ اُسکے بالوں کو پکڑتا چہرہ

قریب کرتا ایمل کی گردن میں موجود تل کو ہونٹو۔ں

سے سلگا گیا تھا ۔

ایمل سسکتی چہرہ اُسکی گردن میں چھپا گئی تھی

۔ابھی سے برا حال ہے جان کبیر ،بس آیا میں شاور

لے کر پھر صبح ساتھ دوبارہ لے لیں گے ! وہ بولتا

عقیدت سے اُسکا ماتھا چومتا اندر بڑھ گیا تھا وہیں ایمل

اٹھتی شاپنگ بیگز کی طرف بڑھی تھی حیا شرم کی

سرخی سے اُسکا چہرہ مزید چمک رہا تھا وہ کھولتی ایک

ایک چیز دیکھنے لگی تھی کبیر ہر ڈریس جیو رلی اُسکی

پسند کی لایا تھا ۔ آئیں ذرا آپکو میں بتا تی ہوں وہ خود کا حلیہ مزید آفت زدہ کرنے کے لیے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی تھی ۔

داہر خان کی ریڈ فرار ی ریزورٹ میں آکر رکی تھی وہ نشیلی بہکتی سیاہ مقناطیسی آنکھیں زو فاش پر لگا گیا تھا جو پیار بھری نگاہ سے داہر خان کو ہی دیکھتی جا رہی تھی وہ مسکراتا ہوا اُترا تھا ۔ اور زو فاش کی طرف کا دروازہ کھولتا اُسے ہاتھ پکڑ کر باہر نکال گیا تھا ۔ جاؤ

کمرے میں بس آیا ! وہ آنکھ مارتا اُسے جانے کا بول گیا تھا وہ بھی ایک سمبیسیو وائف کی طرح اندر بڑھ گئی تھی اُسے اب چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی کیونکہ ہیلز بہت اونچی تھی ۔ داہر خان سگرٹ سلگاتا ہوا لبوں کے بیچ دباتا گہرے کش بھرنے لگا تھا جب سے وہ اپنی خانی کا ہوا تھا اُسکے سامنے سگرٹ تک کو منہ نہیں لگاتا کبھی کبھار بے دھیانی میں ہو جاتا تھا۔

زو فاش آہستگی سے سیڑھیاں چڑھتی اوپر بڑھ رہی تھی

پیچھے سے ہی داہر خان اپنا کوٹ نکالتا شرٹ کے بٹن

لوز کرتا پیچھے پیچھے سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا ۔ وہ زو فاش

کی چال دیکھ گیا تھا جیسے اُسے چلنے میں تکلیف ہو

رہی ہو ۔ دونوں آگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے

تھے زو فاش اپنا لونگ کوٹ اتارتی صوفے پر رکھتی

سٹول پر بیٹھ کر اپنی ہیلز اُتارنے لگی تھی داہر خان

کی گرم نگاہ زو فاش پر تھیں وہ اُسکے پاؤں دیکھ گیا

تھا جو سوجھے ہوئے تھے ۔وہ پل میں دل میں سوچ

گیا تھا کیوں اُسے زو فاش کی یہ تبدیلی نظر نہیں آئی

آج وہ اتنی ہیلز پہن کر آئی تھی خود کو برا بھلا بولا

کیوں وہ اُسکے چہرے اور سراپے میں اتنا ڈوب جاتا تھا

اُسکی باقی تیاری دیکھ نہیں سکا اور وہ تیاری جو اُسی کی

بیوی کو تکلیف دے گئی تھی ۔ وہ اپنی مُٹھی بند کرتا

دیکھتا چلا گیا تھا ۔ وہیں زو فاش فوراً سے کھڑی ہوتی

ایک فرمابردار بیوی کی طرح داہر خان کا شرٹ ٹراؤزر

نکال کر اُسکی طرف بڑھی تھی ۔ داہر خان سوچ میں

پڑا تھا آخر زو فاش کو اتنی ہیلز کی کیا ضرورت تھی

اچھی خاصی اُسکی ہائیٹ تھی لیکن اُسے کیا معلوم تھا اُسکی چھوٹی سی جان انسکیور ٹی کا شکار ہوتی جا رہی تھی ۔

لیکن داہر خان اُسکی مسکان کے پیچھے اُبھرتی ہوئی تکلیف دیکھ گیا تھا جو شاید پاؤں سوجن کی وجہ سے ہو رہی تھی ۔ خان یہ آپکے کپڑے ! وہ مسکراتی ہوئی اُسے تھمانے ہی لگی تھی ۔یہ سب چھوڑو یہاں بیٹھو ! وہ کپڑے اُسکے ہاتھ سے لیتا بیڈ پر پھینکتا اُسے صوفے پر بیٹھا گیا تھا ۔

نہیں خان سنیں آپکو کچھ چاہیئے میں پانی لاؤں ! وہ پوری کی پوری اچھی بیوی بنی ہوئی تھی جو اب اپنے خان کو کسی حال میں بھی کھونا نہیں چاہتی تھی ۔ زو فاش چلو بیٹھو ورنہ ! وہ سختی کر گیا تھا زو فاش سہمتی ہوئی بیڈ پر جا بیٹھی تھی داہر خان بھی سر نفی میں ہلاتا پیچھے بڑھا تھا وہ سختی نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن یہ عورت اُسکے کاموں کے آگے خود کو نظر انداز کر جایا کرتی تھی جو داہر خان سے برداشت نہیں ہوا تھا اُسکے سوجھے پاؤں اور زیادہ اُسکے دل پر کرچی چلا گئے تھے ۔

وہ آئل لیتا اُسکے سامنے آن بیٹھا تھا ۔ خان آپ یہ ! زو
فاش اُسکے ہاتھ میں آئل دیکھتی بولی تھی۔ شش
خانی ! وہ نرمی سے اُسکے دونوں پاؤں اپنی گود میں رکھتا
مساج کرنے لگا تھا ۔ خان پلز آپ ایسے نہیں کریں
! وہ روکنا چاہ رہی تھی ۔ جب قربت کے لمحات میں
گھنٹوں تمہارے پاؤں چوم سکتا ہوں تو تکلیف میں
تمہارے پاؤں کو مرہم نہیں لگا سکتا کیا ! وہ بولتا زو
فاش کو دیکھ گیا تھا جو خاموش ہوئی تھی آنکھوں میں
آنسو کی چمک بڑھی تھی ۔ ہیلز کیوں پہنی تم نے !!

وہ خان ! اتنا کہتی زو فاش نچلا لب کاٹ کر رہ گئی تھی۔ وہ پل میں اُسکے چہرے پر چھائی انسکیورٹی سمجھ گیا تھا۔ وہ یہ بھی سمجھ گیا تھا اُسکی سیمپل سی زو فاش خود کو کیوں بدلتی جا رہی تھی جب یہ احساس انسکیورٹی دینے والا ہی وہ تھا پھر کیا ہی بولتا وہ ہاں لیکن اِس چیز کو وہ زو فاش کے اندر دور کر سکتا تھا اور وہ کرنے والا تھا۔ وہ بات پلٹ گیا تھا ہنستے ہوئے بولا تھا تم جوان لڑکیوں کو بھی نہ بس فیشن کرنا ہوتا ہے ابھی بیس کی ہو کیا آگ لگی ہے اتنی

حسین دلکش پرفیکٹ ہائیٹ کی لڑکی ہو تم کیوں ایسے
تیار ہو کر اپنے خان کو کمپلیکس دیتی ہو مجھے باز دفعہ
لگتا ہے کہاں میں اتنی پیاری چھوٹی لڑکی کے ساتھ
چونتیس سالہ بوڑھا داہر خان ! وہ یہ بولتا ہنستا چلا گیا
تھا زو فاش خفت زدہ ہوئی تھی لیکن شوہر کی تعریف
نے اُسکے سوئے دل کو جیسے جگا ڈالا تھا وہ زندہ ہوئی
تھی ۔وہ پاس ہوتا زو فاش کا چہرہ تھامتا بولا تھا ۔ لگتا
ہے جم اور زیادہ کرنی ہو گی مجھے بیوی جو انتہاء کی
حسین ہے اور بستر پر بھی تمہیں حسین محسوس کروانا

ہوتا ہے کیوں ! وہ معنی خیز بولتا زو فاش کے کندھے پر لب رکھ گیا تھا ۔ خان پلز ! وہ حیا میں ڈوبی دونوں ہاتھوں کے پیچھے اپنا چہرہ چھپا گئی تھی لیکن داہر خان کی اتنی سی تعریف نے ہی زو فاش کا چہرہ نور کی طرح کر دیا تھا ۔ کہتے ہیں نہ شوہر کی سچے دل سے ایک چھوٹی سی تعریف بھی عورت کو مزید جوان کرتی مہکا جاتی ہے ایسا ہی حال زو فاش کا تھا ۔

داہر خان سامنے بیٹھا ابھی بھی مساج کر رہا تھا اک گھنٹہ ہونے کو آیا تھا لیکن اُس نے زو فاش کو ہلنے نہیں دیا تھا وہ مرد جو اپنے نخرے اپنی بی جان اور زو فاش سے اٹھاتا آیا تھا آج وہ اپنی زو فاش کی ہر تکلیف کا مداوا کرتا اُسے خاص بنا رہا تھا۔

زو فاش کی آنکھوں کو جیسے خوشیوں کی نمی نے چھو لیا تھا۔ وہ اپنے سامنے بیٹھے اپنے ہینڈسم خان کو دیکھتی جا رہی تھی۔

پتہ ہے میری جان قربت کے دوران میں تمہارے ان

حسین پاؤں کو کیوں چومتا ہوں اور بے اختیار چومتا

ہی چلا جاتا ہوں دراصل ان پاؤں کو کہیں چومنا

سنت تو کہیں عقیدت تو کہیں برا سمجھا جاتا ہے

لیکن مجھے پہلی رات سے ہی تمہاری ان پنڈلیوں اور

پاؤں سے ایسا لگاؤ ہے کہ میں کبھی بھی انہیں چوم

سکتا ہوں ، وہ بولتا پاؤں کو چومتا نگاہ اٹھا گیا تھا سیاہ

آنکھیں شہد آنکھوں کے سحر میں جکڑی تھیں ۔ لیکن

میری چھوٹی سی جان میں تمہارا زیر انگ عقیدت سے

چوم سکتا ہوں کیونکہ مجھ جیسے بیشرم خان کی عادتیں
تمہارے آنے سے بدلتی چلی گئی ہیں میرے نزدیک
بیوی سے روح کا عشق گہرا ہوتا ہے لیکن جسموں کا
کھیل اُسے اور چار چاند لگا دیتا ہے ۔وہ بہت سی
باتیں زو معنی کہتا چلا گیا تھا زو فاش کے گال دہک
کر انار بنے تھے ۔ میری خانی ! اُف۔۔وہ کہتا اپنے دل
کو مسل گیا تھا ۔زو فاش پاس ہوتی اُسکے سینے سے
لگتی بولی تھی آجائیں میرے پاس جانتی ہوں آپکو میری
ضرورت ہو گی ! وہ اُسکی شرٹ کندھوں سے نیچے

کھسک ۔۔کا ۔۔ تی بولی تھی ۔ میری طلب میری ضرورت کا تم ہی واحد ذریعہ ہو میری جان لیکن ایسا عشق لگا ہے کمبخت مجھے مجھ جیسے بے باک خان کو بھی روح کا عشق مزے دار لگنے لگا ہے ! وہ اپنے ہی اسٹائل میں اقرار کرتا چلا گیا تھا زو فاش اِس پیارے مرد کو دیکھتی رہ گئی تھی الفاظ ہی نہیں چھوڑتا تھا آجکل اُسکے لیے ۔

لیٹ جاؤ میں ہوں !! وہ سمجھ گیا تھا زو فاش کو نیند آرہی تھی

وہ اُسے نرمی سے لیٹاتا اُسکے پاؤں مساج کرنے میں
لگا ہوا تھا۔وہ مدھم مدھم اُسے دیکھتی کب نیند کی
آغوش میں گئی اُسے بھی پتہ نہیں لگا تھا۔

آدھی رات کا وقت تھا، زو فاش کی آنکھ کھلی تھی وہ
اِدھر اُدھر دیکھتی سوچ میں گئی تھی اور کچھ گھنٹے
پہلے کا منظر یاد آیا تھا جب داہر خان اُسکے پاؤں پر
مرہم لگا رہا تھا وہ اپنی بائیں جانب دیکھ گئی تھی جہاں
اُسکے شوہر کی جگہ تھی پر وہ بیڈ پر نہیں تھا۔ وہ ہر

بڑا کر اٹھتی بیٹھی تھی اور خود کو دیکھ گئی تھی وہ گرم بلیک سوٹ میں ملبوس تھی ۔ یا اللہ میں کیسے اتنی دیر سو گئی اور یہ کپڑے کیا انہوں نے۔ ۔۔ اتنا ہی بولتی اپنے بالوں کو پیچھے کرتی سامنے دیکھ گئی تھی اور جیسے سانسیں منجمد ہوئی تھیں۔ سامنے ہی اُسکا خان نماز میں بیٹھا ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہا تھا ۔داہر خان جو کم ہی عبادت گزار تھا لیکن زو فاش کے ساتھ کبھی کبھار فجر کی نماز ادا کر لیا کرتا تھا لیکن حیرانگی اِس بات کی تھی وہ تہجّد میں بیٹھا ہوا تھا۔ زو فاش نمی

لیے اپنی چادر سر پر اوڑھتی آہستگی سے اٹھتی اُسکے پہلو

میں جا بیٹھی تھی اور ایک لت جائے نماز میں بیٹھے

اپنے شوہر کو دیکھتی چلی گئی آخر دل نے دعا مانگنے

کی گواہی دی تھی اپنے محرم کے ہی پہلو میں ۔

کچھ دیر بعد دونوں آمنے سامنے نیچے کارپیٹ پر بیٹھے

تھے داہر خان باہیں پھیلا گیا تھا زو فاش اُسکے چوڑے

بدن میں آن چھپی تھی ۔وہ اُسکی قمیض کو اوپر سے

پکڑتی چہرہ اوپر کی جانب اٹھا کر وہ پوچھ گئی تھی جو وُہ

پوچھنا چاہتی تھی ۔آپ نے کیا مانگا دعا میں خان !!وہ

زو فاش کو مسکان سجائے دیکھتا اُسکے گال کو چوم گیا تھا۔ اپنے محبوب کے چہرے کی پہلی والی رونق! وہ اتنا کہتا اُسکی آنکھوں کی نمی پیتا چلا گیا تھا زو فاش کے لفظ ٹھہر گئے تھے یقین ہی نہیں ہوتا تھا یہ مرد اتنا بدل چکا تھا جو بس اپنی ذات سے مطلب رکھتا تھا

۔

داہر خان صوفے پر سر گراتا زو فاش کو پورا کا پورا خود کے سینے پر کر گیا تھا دونوں بیٹھے ہوئے تھے ابھی بھی زمین پر۔

داہر خان آنکھیں بند کرتا پھر اپنے رب سے وہ مانگ گیا تھا جو وہ مانگتا آرہا تھا اصل میں جو وُہ مانگ رہا تھا وہ صرف داہر خان اور اُسکے رب کو پتہ تھا اتنی پردہ پوشی تو تھی ۔خان آپ سچ بتائیں آپ کیا مانگ رہے تھے ! وہ اُسکے سینے پر لب رکھتی پوچھنے لگی تھی وہ بھی خان کی خانی تھی جس مرد کو نو سال کی عمر سے اپنا مانا تھا اُسکا ہر رنگ پہچان جایا کرتی تھی ۔وہ زو فاش کو اپنی گود میں کرتا ایک ہاتھ نرمی سے اُسکے پیٹ پر رکھ گیا تھا جہاں اُسکی اولاد پرورش پا رہی تھی

۔ تمہیں کیا چاہیے ! وہ پوچھ گیا تھا ۔ مجھے بس آپ چاہیئے ! وہ شیریں جیسی مٹھاس میں کہتی آنکھیں جھکا گئی تھی ۔ داہر خان کا دل بے قابو ہوا تھا یہ عورت اُسے ہر پل ہر سیکنڈ خود کا مرید کرتی جاتی تھی ۔ وہ اُسے گلے لگا گیا تھا اور خود کا چہرہ اُسکے حسین ملائی جیسے بالوں میں دیتا اپنی ناک رگرنے لگا تھا زو فاش کے ہاتھ اُسکی پشت پر مضبوط ہوئے تھے ۔ وہ اُسے مزید خود سے لگا گئی تھی ۔ بیٹی ہو سکتی ہے کیا ! وہ انتہائی دھیمے لہجے میں بولا تھا با مشکل ہی زو فاش کے

کانوں میں آواز پہنچی تھی لیکن پھر بھی ایسا لگا جیسے

وہ کچھ بولا ہی نہیں ۔ داہر خان اپنے گناہوں کی

معافی چاہتا تھا جانتا تھا جو اِس لڑکی کے ساتھ کیا اُسکا

اللہ بھی اُس سے ناراض ہو گا اور یہ بھی جانتا تھا یہ

پیاری لڑکی اُسے ہر حال میں معاف کر دے گی

لیکن اُسے اِس جہاں کے ساتھ اُس جہاں میں بھی

معافی چاہیئے تھی ۔

زو فاش سن چکی تھی وہ کیا بولا تھی لیکن کچھ بول نہیں سکی یہ تو رب کے کام تھے وہ کیا دونوں کو عطا کرنے والا تھا۔

داہر خان زو فاش کی خاموشی کو ابھی بھی اُسکا درد سمجھتا اٹھتا کھڑا ہوا تھا اٹھو میری جان تمہارے لیے کچھ لاتا ہوں! وہ اپنی مغروریت میں واپس آیا تھا لیکن صرف ایک ہی لڑکی کے لیے نرم تھا وہ تھی زو فاش خان۔

ہمم! وہ ہاتھ آگے بڑھا گیا تھا زو فاش ہاتھ پکڑنے ہی لگی تھی یقدم اُسکے پیٹ میں بے بی نے کک کیا تھا اور یہ لمحہ پہلی بار تھا۔ وہ سسکتی آنکھیں بند کر گئی تھی اُسکی آنکھوں کی نمی جھلکی تھی۔داہر خان بے قرار ہوتا اُسکے سامنے آن پھر سے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔

کیا ہوا ہے زو فاش ! وہ اُسکے پیٹ پر ہاتھ رکھتا چیک کرنے لگا تھا۔ وہ لگتا ہے آپکے بے بی نے کک کیا ہے ! یہ سننا تھا داہر خان کی آنکھیں سرخ لال پانی

زدہ ہوئی تھیں وہ کچھ پل زو فاش کی آنکھوں میں
دیکھتا جھکتا اُسکے پیٹ پر لب رکھ گیا تھا ۔ تم داہر
خان کی اولاد ہو تو میری طرح مضبوط بنو اپنی ماما کو
،ذرا بھی تنگ نہیں کرنا پیار سے باہر آجانا! وہ اپنے
انداز میں ہی اپنی اولاد کو سمجھا رہا تھا ۔زو فاش نے
کبھی نہیں سوچا تھا اُسکی زندگی میں ایسا لمحہ بھی آئے
گا وہ اپنے خان کی اولاد پیدا کرے گی ۔
سنیں خان میں ٹھیک ہوں آپ پلز اٹھیں ! وہ اُسکے
کندھے پر ہاتھ رکھ گئی تھی ۔ داہر خان سیدھا ہو کر

بیٹھا تھا لیکن آنکھیں ابھی بھی پیٹ پر لگی تھیں وہ

مرد جسکی زندگی میں اولاد کا کو کنسیپٹ ہی نہیں تھا

آج وہ اپنی اولاد کی پہلی حرکت پر اندر ہی اندر رو دیا تھا

-

خان کیا سچ میں آپ ہم سے عشق کرنے لگے ہیں !

وہ چہرہ پکڑتی نرمی سے پوچھ گئی تھی۔ وہ اُسکا گال

سہلا گیا تھا ۔ جانتا ہوں تم یقین نہیں کر سکتی ہو !

نہیں ایسی بات نہیں ہے مجھے یقین ہے یہ آنکھیں

کبھی جھوٹ نہیں بول سکتیں جو عشق کرتا ہے اُسکی

آنکھیں وہ منظر بولتی بیان کرتی ہیں اور آپکی بھی کر
رہی ہیں پر میں خود کی قسمت سے ڈرنے لگی ہوں
خان ! وہ اپنے حال پر افسردہ ہوئی تھی ! شش کچھ
مت بولو نہ سوچو تمہارا خان ہے نہ ! وہ پاس ہوتا چلا
گیا تھا دونوں کی سانسیں اُلجھی تھیں کمرے میں ہیٹر
آن تھا اور دو وجودوں کی دہکتی سانسوں نے مزید
گرمائش پیدا کر دی تھی ۔خان !!! ہاں خان کی چھوٹی
سی جان خان کی پیاس !! وہ کہتا اُسے ہلکا سا اٹھا کر
صوفے پر لیٹا گیا تھا اور خود کمبل لیتا اُس پر حاوی

ہوا تھا مزید دور رہنا مشکل ہوا تھا وہ عنقریب اِس

عورت کا ہر درد خود میں سما لینا چاہتا تھا وہ خود سے

تہیہ کر چکا تھا اِس عورت کو اتنا پیار دے گا وہ خود

مضبوط ہوتی چلی جائے گی اور درد بھرا ماضی پیچھے

چھوٹتا چلا جائے گا ۔

شکوہ کیا کرو! وہ اُسکی چادر سائڈ رکھتا آگے اُنگلیاں اُلجھا

گیا تھا ۔آپ جانتے ہیں مجھے ! وہ اتنا کہتی وہ کر گئی

تھی جو داہر خان کی مخمور نگاہ نے کرنے کو بولا تھا ۔

جانتا ہوں میری خانی شکوے کم کرتی ہے بلکہ اپنی

مٹھاس سے بس اپنا اسیر کرتی ہے ۔ وہ جھکتا اُسکی گردن کو لال رنگ میں رنگتا چلا گیا تھا اور ساتھ ہاتھوں کی گستاخیاں ہر گہرائ ی پر اپنا حق جتا رہی تھیں ۔

جلدی میں پھر تمہیں واپس ویسا حاصل کرلونگا جیسی تم تھی اپنے خان کے عشق میں ڈوبی خانی! وہ بولتا چلا گیا تھا پردے اترتے ہیٹر کے پاس پڑے تھے اور دو وجود حدت زدہ ہوتے ایک دوسرے میں محو تھے

سسکیاں معنی خیز آوازیں بڑھتی جا رہی تھیں ۔ اور زو فاش اپنے خان کو سب کرنے دے رہی تھی ۔

سفید حویلی میں سب کا ناشتہ ہو چکا تھا سردار ابراہیم دورانی بھی آشنا کے ہاتھ کا بنا ناشتہ کرتا جرگہ کے لیے صوابی نکل چکا تھا اُس نے بہت منع کیا تھا کوئی کام نہ کرے پر آشنا مان ہی نہیں رہی تھی اُس نے آج ضد لگائی ہوئی تھی وہ خود اپنے ہاتھ کا بنا ہوا ناشتہ ایک ایک نوالہ کر کے اُس کو کھیلا لئے گی ۔

آشنا ٹیبل میڈز سے صاف کروا رہی تھی کسی بھی
حال میں کیوں نہیں ہوتی تھی لیکن بڑی بہو ہونے
کی ہر ذمے داری وہ جیسے تیسے پوری نبھا تی تھی ابھی
بھی وہ صبح سے کسی نہ کسی کام میں لگی ہوئی تھی
۔ رخسانہ بیگم ٹیبل ہال میں داخل ہوئی تھیں اُنکی
طبیعت کل رات سے خراب تھی بی پی ہائی ہوا تھا
اِس لیے سب کے ساتھ ناشتے پر شامل نہیں ہو سکی
تھیں اُنکی نگاہ آشنا پر اٹھی تھیں جو سوگر لڑکی کی طرح
ہر کام کر رہی تھی۔ آشنا رخسانہ بیگم کو دیکھتی اُنکی

طرف بڑھی تھی ۔ماما آپکے لیے ناشتہ لگواوں !! وہ پیار
سے ہلکا سا مسکراتی ہوئی پوچھ گئی تھی وہ کبھی اپنی
ماما سے ناراض نہیں ہو سکتی تھی رخسانہ بیگم نے ہی
بچپن سے زوئی کی طرح اُسے پالا تھا کبھی زوئی اور
اُس میں کسی چیز کا بھی فرق نہیں کیا تھا اور اُسکے
نزدیک اُنکی ناراضگی جائز تھی وہ بھی اُنکے رحمدل
فرمابردار بیٹے کو سب کے سامنے روند ھ چکی تھی
ناراض ہونا بنتا تھا لیکن کتنا وقت ہو گیا تھا وہ اُنکے
سینے سے نہیں لگی تھی ابراہیم کے جانے کے بعد

دونوں کے رشتے میں کھچاؤ سا آگیا تھا ۔ وہیں رخسانہ بیگم کا دل بھی تڑپا تھا وہ مزید آشنا سے دور نہیں رہ سکتی تھیں اتنا تو جان گئی تھیں اُن سے زیادہ اُنکے بیٹے کی جان اِس لڑکی میں سماتی تھی اُسکے دل کے ٹکڑے کو وہ کیسے خود سے دور کر سکتی تھیں لیکن پہل بھی نہیں کر پا رہی تھیں ۔

نہیں وہ بس ابھی طبیعت ایسی ہی ہے ایک کپ دودھ اور کیک لونگی ساتھ ! وہ اتنا کہتی نظریں چرا گئی تھیں ۔ آشنا جھٹ سے اُنکے پاس والی کرسی پر

بیٹھتی اُنکا ہاتھ پکڑ گئی تھیں ۔ ماما آپ ٹھیک ہے نہ!

وہ آواز میں نمی لیے بول گئی تھی ۔ آشنا بیٹی ! وہ اتنا

کہتی خاموش ہوئی تھیں اور اُسے ہاتھ سے پکڑتی اپنے

سینے سے لگا گئی تھیں رخسانہ بیگم کے سینے سے لگنے

کی دیر تھی آشنا پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی اور بلکتی

ہوئی بولی تھی ۔ مجھے معاف کر دیں ماما میں نے

انہیں اُس وقت شرمسار کیا تھا آپکی آشنا بیوقوف پاگل

تھی اور رہے گی ! نہیں نہیں میری بچی میری آشنا تو

دل کی معصوم صاف اور محبتیں بانٹنے والوں میں

سے ہے ! وہ کہتی اُسکا ماتھا چوم گئی تھیں اور اپنا پیار لوٹانے لگی تھیں ۔ دونوں ماں بیٹی پھر سے ایک ہو گئی تھیں دل سے ہر کدورت ہر ناراضگی مٹ گئی تھی ۔

تین ہفتے بعد ---

آشنا کی طبیعت ہر گزرتے دن کے ساتھ خراب ہوتی جا رہی تھی ساتویں مہینے میں آشنا کا پیٹ زیادہ دکھنے لگا تھا مطلب کافی بڑا ہو گیا تھا اور ساتھ ساتھ

سانس بھی مزید خراب ہو رہی تھی ان دنوں میں

ابراہیم نے خود سے زیادہ آشنا کا پل پل خیال رکھا تھا

ڈاکٹر سے بھی پورا پورا چیک اپ کروایا جا رہا تھا وہ

حویلی آکر ہی ایک دن چھوڑ کر آشنا کو چیک کر رہی

تھیں لیکن نہ ابھی آشنا نے بے بی جینڈر کا پوچھا

تھا اور نہ ہی ابراہیم نے اُسکا تو ماننا تھا جو اللہ نے

دے دیا وہی جان سے بھی زیادہ پیارا ہو گا دونوں کا

حصہ آرہا تھا اِس سے زیادہ خوشی کی بات کیا ہو سکتی

تھی ابراہیم دورانی ان تین ہفتوں میں کم ہی صوابی

گیا تھا بزنس بھی وہ حویلی رہ کر ہینڈل کر رہا تھا پتہ نہیں کیوں اُسکا دل بھی جیسے اپنی گڑیا کے لیے ڈر رہا تھا لیکن دل کہتا تھا اُسے کچھ نہیں ہو سکتا ہے ۔

آج بھی وہ مشکل سے صوابی گیا تھا زوئی اور رخسانہ بیگم کو آشنا کے پاس چھوڑ کر ابھی ابھی آیا تھا اور آتے دیکھا تھا آشنا میڈیسن لیتی نیند کے زیر اثر تھی ویسے بھی ساتویں مہینے کے دو تین دن ہی باقی رہ گئے تھے اُسکے بعد آٹھواں لگ جانا تھا ۔

ابراہیم کمرے میں آتا آشنا کو دیکھتا فریش ہونے بڑھ گیا تھا جو سکون سے سو رہی تھی۔ آشنا جو گہری نیند میں محو تھی ۔ یقدم وہ تیز سانسیں لیتی بڑبڑا نے لگی تھی ۔ نہیں نہیں مجھ سے میرے بچے دور نہیں کریں میں مر جاؤنگی میرے بچے بس سمبھال لیں !!!

وہ بڑبڑا رہی تھی ابراہیم دورانی بلیک ٹراؤزر پر بلیک شرٹ ڈالے اپنے بال ٹاول سے رگڑتا واشروم سے نکل رہا تھا وہ آشنا کو ایسے دیکھتا ٹاول صوفے پر پھینکتا تیزی سے اُسکی طرف بڑھا تھا ۔ اور اُسے

کندھوں سے جھنجھوڑتا ہوا اٹھا گیا تھا ۔ آشنا میرا بچہ کیا ہوا پلز اٹھو میری جان !! وہ اُسے اٹھا رہا تھا آشنا جو نیند میں رو رہی تھی ۔ نہیں نہیں میں اپنے بچوں سے دور نہیں جاؤنگی اپنے سردار سے بھی نہیں ۔ وہ روتی جا رہی تھی ابراہیم کی جان لبوں پر سجی تھی وہ نیند سے نکل ہی نہیں رہی تھی ۔ آشنا آشنا اٹھو میری جان ! وہ بولتا اُسے جھٹکے سے احتیاط کرتا خود کے سینے میں بھینچ گیا تھا ابراہیم کے بدن کی خوشبو اُتری ہی تھی آشنا نیند سے بیدار ہوتی بے خیالی میں ایک لت

اُس کو دیکھتی چلی گئی تھی ۔ کیا ہوا گڑیا ! وہ اُسکے آنسو انگوٹھے سے صاف کرتا بولا تھا ۔ میں زندہ ہوں نہ میرے بچے کہا ہیں وہ آئے تھے مجھے لینے ! وہ کچھ بھی بولتی جا رہی تھی ۔ یہ بولنا تھا ابراہیم دورانی کی سانسیں رکی تھیں ۔ خبردار جو ایسا ویسا بولا ! تکلیف درد ابراہیم کے لہجے میں واضح نمایاں تھا وہ جیسے پل میں سو دفعہ مرا تھا ۔

میں سچ کہہ رہی ہوں ماما بابا آئے تھے اُنکے ساتھ کالے لباس میں بھی کوئی تھا ! آشنا ! ابراہیم اُسے

سینے سے لگاتا کانپ کر رہ گیا تھا۔ آشنا پھر سے
چہرہ باہر کرتی بولی تھی ۔اگر مجھے کچھ ہو جائے آپ
میرے بچوں کو زوئی کو دے دینا وہ بلکل میری
جیسی ہے پاگل پیاری وہ ہمارے بچوں کو ویسے ہی
پرورش دے گی جیسے میں نے دینی تھی ایمل کو بھی
دے دیتی پر اُسکا خود کا بچہ ہونے والا ہے ویسے بھی
زوئی میری کاپی ہے اِس لیے ! وہ مزید کچھ آل فال
کہتی ابراہیم اُسکے مُنہ پر ہاتھ رکھ گیا تھا شٹ اپ
جسٹ شٹ اپ ! اُسے سخت ہونا پڑا تھا ورنہ اُسکی

آشنا مزید غلط بولتی چلی جاتی ۔وہ روتی اُسکے سینے میں
چھپ گئی تھی ابراہیم ویسے ہی بیٹھا رہا تھا غُصہ آیا تھا
کیسے وہ اُس سے دور جانے کا بھی بول سکتی تھی
۔آئی ایم سوری سردار صاحب آئی ایم سوری پلز مجھے
خود میں سمیٹ لیں ! وہ التجاء کر گئی تھی ابراہیم
اُسے خود کی باہوں میں نرمی سے سمیٹ گیا تھا ۔ پلز
میری معصوم سردارنی اپنی زبان سے ایسے ویسے الفاظ
مت نکالا کرو تمہارا سردار مرنے لگتا ہے ! وہ سنجیدگی
پیار بھرے جذبے سے کہتا اُسے اپنی آغوش میں سلا

گیا تھا لیکن دل میں دماغ میں آشنا کے لفظ گونج

رہے تھے ہمارے بچے میں مر جاؤنگی "" بچے، آشنا !

یہ دو لفظ وہ بولا تھا آنسو ٹوٹتا اُسکے بالوں میں جذب ہو

گیا تھا ۔

آدھی رات کا وقت تھا فجر ہونے والی تھی ابراہیم آشنا

کو خود کے سینے میں لیے کمبل دونوں پر اچھی طرح

اوڑھے اسی کے پہلو میں سو رہا تھا ابراہیم آنکھیں

کھولتا آشنا کو دیکھ گیا تھا اُسکا زرد چہرہ ہوا تھا وہ سٹل

سو رہی تھی لیکن ابراہیم کو پتہ نہیں ایسا لگا جیسے وہ تکلیف میں ہے وہ بولنے ہی لگا تھا یقدم اُسکا ہاتھ نیچے گیا تھا اور کچھ محسوس کرتے اُسکے پاؤں تلے زمین نِکلی تھی۔ وہ اٹھتا ہاتھ دیکھ گیا تھا خون تھا اور آشنا کے الفاظ چیخ چیخ کر ابراہیم کے کانوں میں گونجنے لگے تھے۔

"مر جائے آپکی دلبر ا مر جائے

کہیں مجھے میری بد دعا ہی نہ لگ جائے کہیں میں مر ہی نہیں جاؤں"

وہ پاگل ہوتا آشنا کو لرزتے ہوئے آواز لگا گیا تھا پر وہ نیم بے ہوشی میں جا رہی تھی ۔ آشنا آشنا تمہیں میں کچھ نہیں ہونے دونگا میرا بچہ ! وہ اُسے چادر کرتا گود میں اٹھا گیا تھا آنکھیں لال تکلیف نم زدہ تھیں وہ باہر نکلتا آواز لگا گیا تھا آج سردار ابراہیم کی آواز شیر کی طرح گونجی تھی پوری سفید حویلی ہل کر رہ گئی تھی ۔ گاڑی نکالو!!!۔۔۔۔

قسط:5

سفید حویلی پوری کی پوری روشن ہو چکی تھی سردار ابراہیم کی آواز گونجی تھی گارڈز سے لے کر ملازم یہاں زرتک کہ حویلی کا ایک ایک فرد اٹھ چکا تھا۔زر خان اور کبیر ایک لمحے میں اپنے کمرے سے باہر تھے وہیں دائود دورانی ڈورا ایمل رخسانہ بیگم تبا نہ بیگم دادی جان سب ہال میں اپنے اپنے کمروں سے نکل آئے تھے اور سب کا ہی دل جیسے بند سا ہوا تھا

سامنے کا منظر ہی ایسا تکلیف دہ تھا سردار ابراہیم دورانی آشنا کو گود میں اٹھائے پاگلوں کی طرح باہر بڑھ رہا تھا جہاں گاڑیاں تیار تھیں ۔ زر خان اور کبیر دورانی بھی عجلت کے عالم میں پیچھے بڑھے تھے بس صغیر دورانی ہی لندن میں تھے ۔ ابراہیم بھائی ! زر خان جلدی سے بڑھتا پیچھے کا دروازہ کھول گیا تھا ۔ ابراہیم جو بس آشنا کو خود کی آغوش میں بھرتا پیچھے بیٹھا تھا زر خان ڈرائیور سے چا بی لیتا گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا ۔ گارڈز کی گاڑیاں اور پوری فیملی کی گاڑیاں

تیار ہوئی تھیں۔ ابراہیم کی سانسیں اُکھڑ رہی تھیں
اُسکے دل کا ٹکڑا اُسکی آغوش میں نیم بے ہوشی میں
تھا وہ لرزتے لبوں کے ساتھ بولا تھا۔ زر۔۔ خان
جلدی کرو ! زر خان کے بھی ہاتھ کانپے تھے وہ
گاڑی جلدی سے سٹارٹ کرتا حویلی کے ڈرائیو وے
سے نکالتا چلا گیا تھا پیچھے باقی گاڑیاں بھی نکلتی چلی
گئی تھیں جہاں حویلی کے سارے مرد پریشان تھے
وہیں عورتیں آشنا کے لیے دعا گو تھیں سب کی
آنکھیں اشک بار تھیں۔ابراہیم کی تو جیسے جان نکل

رہی تھی ہسپتال تک کا راستہ کانٹوں سے بھی بد تر

لگا تھا صدیوں پر محیط لگا تھا وہ آشنا کے گال تھپتھپا

گیا تھا ۔ آشنا آشنا میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دونگا

تمہارا سردار اپنی معصوم گڑیا کو کچھ نہیں ہونے دے

گا ! وہ اُسکے وجود کو سینے سے لگاتا اُسکے بالوں کو چومتا

چلا گیا تھا ۔ زر خان اور تیز چلاو ! وہ بے بسی سے چلا

اٹھا تھا اگر اُسکے ہاتھوں میں ہوتا تو وہ اپنی معصوم سی

جان کو اِس تکلیف سے بھی کبھی گزرنے نہیں دیتا

۔ جی بھائی بس پہنچ گئے ! یقدم ابراہیم کی آنکھیں

ٹھہری تھیں آشنا کے لب ہلے تھے ۔ سردار صاحب

مجھے میری ہی بد دعا لگ گئی ماما بابا مجھے لینے آگئے

ہیں! یہ کہنا تھا ابراہیم کے آنسو اُسکے حسین زرد

ہوئے چہرے کو بھگو گئے تھے وہیں ابراہیم کے

ساتھ زر خان کی بھی آنکھیں بھیگ اٹھی تھیں وہ

مزید سپیڈ کر گیا تھا پوری فیملی پیچھے تھی ۔ کچھ نہیں

ہونے دونگا تمہیں میری چلتی سانسیں تمہاری زندگی کی

علامت ہیں میری گڑیا تمہارا ابراہیم تمہارے لیے تو جیتا

آیا ہے ابھی تو زندگی کا مزید سفر کاٹنا ہے مجھے یہ زندگی

تمہارے بنا گوارہ نہیں وہ اُسکی بند آنکھوں کو چومتا چلا گیا تھا ۔گاڑیاں ہسپتال پہنچ چکی تھیں پورے پرائیویٹ ہسپتال کو سخت سیکیورٹی کے احصار میں لے لیا گیا تھا صوابی کا سردار پاکستان پنجاب کا سی ایم اور سب سے بڑی پوری دورانی فیملی یہاں تھی وہ دورانی جنکی پاکستان کے بزنس ورلڈ میں طوطی بولتی تھی ۔

سردار ابراہیم دورانی آپریشن تھیٹر کے باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا تھا آنکھیں بند تھیں آنکھوں کے

کونے آنسو وں سے بھیگے ہوئے تھے سب آس پاس
ہی کھڑے تھے کبیر زر خان جو ٹہل رہے تھے حویلی
کی عورتیں سامنے کرسیوں پر بیٹھی ہوئی تھیں سب
ہی آشنا کے لیے دعا گو تھے سلطان دورانی اور ممتاز
دورانی کو حویلی چھوڑ کر آئے تھی اُنکی طبیعت ٹھیک
نہیں تھی ڈورا کو دادا جان اور دادی جان کے پاس
رخسانہ بیگم چھوڑ آئی تھیں جب کے وہ آشنا کی نا ساز
حالت دیکھتی روتی رہی تھی اُسے بھی آنا تھا ساتھ
۔ایمل رخسانہ بیگم کو سمبّھا ل رہی تھی ۔کیونکہ آشنا

کی پرسنل ڈاکٹر نے اُسکی کنڈیشن کریٹیکل بتائی تھی

اور ساتویں مہینے میں ہی اُسکا آپریشن کرنے کا بول

دیا تھا ۔ ابراہیم پیچھے ہوتا پھر سے شہد رنگ کی آنکھیں

آپریشن تھیٹر کے دروازے پر گاڑھ گیا تھا ۔ ڈاکٹر کے

الفاظ کانوں میں گونجتے پھر سے ابراہیم کے کانوں کو

تکلیف میں مبتلا کر گئے تھے ۔

"آپکی وائف کی حالت بہت خراب ہے ہمیں رسک

لینا ہو گا اور انکا آپریشن کرنا ہو گا ورنہ ماں اور بچے

دونوں کی زندگی خطرے میں آجائے گی اور جو مجھے

خدشہ ہے بس وہ سچ نہ ہو کیونکہ انکی حالت ویسے ہی پریگننسی میں اسٹارٹنگ سے خراب رہی ہے ، نرس جلدی آپریشن تھیٹر ریڈی کرو""

ابراہیم آپریشن تھیٹر کے دروازے پر ماتھا ٹکا گیا تھا آنسو گرتے اسکی بیئرڈ میں جذب ہوتے جا رہے پر دل جیسے باہر نکلتا فنا ہو رہا تھا اُسکی جان اندر تھی وہ کھڑا بھی کیسے تھا یہ بھی وہ نہیں جانتا تھا جس لڑکی کو جب وہ محض ایک دن کی تھی اپنے سینے سے لگایا

تھا وہ لڑکی آج اُسی کی نسل لانے کے لیے خود کی زندگی سے لڑ رہی تھی ۔

ٹائم گزرتا جا رہا تھا لیکن آپریشن تھیٹر کا دروازہ نہیں کھلا تھا شہد رنگ کی آنکھیں بس ایک کے ہی دیدار اور خیریت کی تمنائی تھی اِس مرد نے اپنی اولاد کو بھی اِس خاص عورت کے آگے پس پشت ڈال دیا تھا صاف ڈاکٹر سے بولا تھا اُسکی آشنا کو ہر حال میں سیف رکھنا ہے نہ اُسکے آگے کچھ نہ اُسکے مقابل کچھ،آشنا تھی تو ابراہیم تھا اُو دلبر ا کی کہانی ان دو

کے ناموں سے امر ہونے والی تھی کیونکہ اُو دلبر ا

آشنا اور سردار ابراہیم کے بنا کچھ نہیں تھا۔

فجر کا وقت ہو چلا تھا اذانوں کی آوازیں گونجنے لگی

تھیں اتنے میں چھوٹے سردار کی کلکا ری گونجتی

پورے ہاسپٹل میں الگ سا سما ں باندھ گئی تھی

جہاں سب کے چہرے کھلے تھے وہیں آشنا کا سردار

دم سا دھے ایک ہی عورت کی پرواہ لیے کھڑا تھا اُسے

محض اپنی گڑیا کو ٹھیک دیکھنا تھا جب تک اُسکی خیر

نہیں آنی تھی اِس مرد کا چہرہ بے تاثر ہی رہنا تھا۔وہ

آشنا کا سب تھا جب شہزادی کی طرح اُسے خود پال کر بڑھا کیا تھا ہر ناز نکھرا اٹھایا تھا تو بے چینی اضطرابی بھی تو اسی مرد کا مقدر ٹھہری تھی جب وہ اسکی تھی تو اُسکا ہر درد بھی اُسکا تھا ۔ وہ نم آنکھیں لیے خاموشی کی مورت بنا کھڑا ایک ٹکٹکی دروازے کو دیکھتا چلا گیا تھا ۔ اتنے میں نرس چھوٹا سردار باہر لے کر آئی تھی سب کے چہرے چمک اٹھے تھے پر اُس چھوٹے سردار کے بابا سردار بے تابی سے آگے ہوتا اندر دیکھنے لگا تھا ابھی بھی آپریشن شاید چل رہا تھا ۔

سردار صاحب آپکا بیٹا !! وہ چھوٹا سردار دینے لگی تھی

پر ابراہیم پوچھ گیا تھا آواز درد سے بھری ہوئی تھی ۔

میری بیوی کیسی ہے ! وہ سردار صاحب اُنکا آپریٹ

چل رہا ہے دراصل اُنکے جوڑواں بچے تھے یہ آسانی

سے آگیا لیکن دوسرا اندر پھنسا ہوا ہے جسکی وجہ سے

آپکی وائف کی کنڈیشن کریٹیکل ہو رہی ہے ! یہ کہنے

کی دیر تھی ابراہیم اندر بڑھنے لگا تھا اُسے چھوٹے

سردار کی کوئی آواز سنائی دی ہی نہیں تھی اُسے تو

بس یہ سنائی دیا تھا اُسکی آشنا کی طبیعت ٹھیک

نہیں ہے ۔ زر خان بڑھتا ابراہیم کو روک گیا تھا ۔

بھائی !! زر خان کی آنکھوں میں جہاں خوشی تھی بھتیجے

کی وہیں اپنے بھائی جان اور آشنا کے لیے درد ہی درد

تھا ۔میری آشنا زر خان ! وہ کانپتا ہوا بولتا اُسکے گلے

لگ گیا تھا نرس اِس سردار کی حالت دیکھتی بچہ

سامنے کھڑی رخسانہ بیگم کو پکڑا گئی تھیں ۔ جہاں

ابراہیم آشنا کے انتظار میں پاگل ہوتا ہر درد کی حد پار

کر رہا تھا وہیں پوری فیملی چھوٹے سردار کو دیکھتی ایمو

شنل ہوتی رب کا شکر ادا کر گئی تھی ۔ چھوٹا سردار

گول مٹول سا دودھیا رنگت اور آشنا کی آنکھیں لے کر

پیدا ہوا تھا لیکن نقوش اپنے بابا سردار جیسے لیے تھے

کھڑے تیکھے نقوش ۔ تائی جان ابراہیم بھائی کے ٹونز !

ایمل چھوٹے سردار کو گود میں لیتی پیار کرتی پوچھ

گئی تھی جو امبر آنکھیں کھولے ایک ٹک دیکھتا جا رہا

تھا رعب جلال سب ابراہیم پر گیا تھا لیکن ضدی پنا

ایک انسان کے لیے جنونیت اُس نے آشنا سے لی

تھی ۔ہاں آشنا کے ٹونز تھے یہ بات بس مجھے تبا نہ

اور امی جان کو پتہ تھی لیکن ڈاکٹر نے ہی آشنا کو بتا

نے سے منع کیا تھا آگے ہی وہ ڈپریشن میں تھی تو دو
کا سنتی تو مزید ڈپریشن میں چلی جاتی اِس لیے ! وہ
تڑپتی اپنی بچی کے لیے دعا کرنے لگی تھیں خود سے
بھی خفا ہوئی تھیں کیسے وہ اتنے مہینے اپنی بچی سے
ناراض ہو گئیں جو روز اُنہیں درد بھری نگاہ سے دیکھتی
معافی کی طلبگار ہوتی تھیں کیسے آشنا کے ماں باپ
اُنہیں معاف کرتے۔ دل دادی کی طرح خوش تو ہوا
تھا لیکن ماں کی طرح بیٹی کے لیے غمگین بھی ہوا
تھا وہ روتی چلی گئی تھیں۔ ابراہیم سر جھکا کر ایک

لت زمین کو دیکھتا جا رہا تھا آنکھیں لال انگارہ ہو رہی
تھیں آنسو ٹھہر گئے تھے ۔وہیں ایمل کی گود میں
چھوٹا سردار ایک لت اپنی امبر آنکھیں سنجیدگی سے
سامنے کھڑے مرد پر لگائے ہوئے تھا سب نے ان
کچھ منٹوں میں اُسے پکڑ کر پیار کیا تھا واحد وہ آدمی نہ
اُسکی طرف دیکھ رہا تھا نہ پکڑ رہا تھا ۔کیا یہ مرد وہی تھا
جسکی ڈھیر ساری باتیں اُسکی ماما سردارنی سوتے جاگتے
اُس سے کرتی رہتی تھیں وہ پیدا بھی اپنی ماما کی
خصلت لے کر ہوا تھا اُسے اپنے بابا سردار سے بھاؤ

لاڈ چاہیے تھا جو مل نہیں رہا تھا وہ کچھ منٹوں پہلے ہی

پیدا ہوا تھا لیکن پورا کا پورا ابراہیم اور آشنا کی مکس

کاپی تھا سنجیدہ ہونے کے ساتھ اپنی ماما کے نکھرے

اور پیاری کیوٹ حرکتیں بھی لے کر پیدا ہوا تھا ۔وہ

اپنے گول گال پھولا کر غُصہ کرتا اپنی چھوٹی چھوٹی

مٹھیاں اٹھا کر اپنے گال پر مارنے لگا تھا اُسے

ابراہیم کی توجہ چاہیے تھی لیکن اُسکے بابا سردار تو پتہ

نہیں کس کی راہ تک رہے تھے اُسے سامنے کھڑے

آدمی سے ملنا تھا

وہ مزید بچوں والا غُصہ کرتا چلا گیا تھا زر خان کبیر

ایمل سب اتنے سے سردار کا انداز دیکھ رہے تھے جو

خود اِس دنیا میں آیا تھا اور ساتھ ہی اپنے اپنا چھوٹا سا

بھائی گارڈ بھی لے آیا تھا ۔ تیس منٹ بعد نرس

دوسرا بیٹا لے کر باہر آئی تھی ۔ سب خوشی سے

نہال تھے بس ایک آدمی کو ان سب کی پرواہ نہیں

تھی اُسے تھی تو اندر لیٹی اپنی آشنا کی اُسکی نگاہیں

ایک لت وہیں لگی تھیں آنسو سے آنکھیں بھری ہوئی

تھیں اعصاب بھاری ہو رہے تھے سردار ابراہیم

دورانی بلیک ٹراؤزر شرٹ میں میسی بال لیے بد حال
سا کھڑا ہوا تھا آج وہ صوابی کا سردار نہیں بلکہ عام
سا اپنی بیوی کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبا
عاشق معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے ہی چھوٹے سردار کا
چھوٹا بھائی باہر آیا تھا وہ روتا ہوا آیا تھا وہ چھوٹے
سردار کے مقابلے میں تھوڑا کمزور تھا کیونکہ وہ اندر
زیادہ تھا۔ نرس اُسے زر خان کی گود میں دے گئی
تھی زر خان کی گود میں جیسے ہی گیا تھا وہ اور زیادہ
رونے لگا تھا وہیں چھوٹا سردار بس ابراہیم کو دیکھنے

میں لگا ہوا تھا وہ پورا کا پورا اپنے بابا سردار کا عاشق معلوم ہو رہا تھا ابراہیم کو پیار کرنے والوں میں ایک اور کا نام فہرست میں شامل ہو چکا تھا۔ چھوٹے نے تو رو رو کر ہسپتال سر پر اٹھا لیا تھا پر ابراہیم کے کانوں تک کچھ نہیں پہنچ رہا تھا اُسے تو بس آشنا کو سننا تھا۔

زر خان چھوٹے کو چپ کروانے کی کوشش میں لگا تھا پر وہ ہو نہیں رہا تھا وہیں دوسری جانب ڈاکٹر باہر آئی تھیں۔ سب اُنکی طرف دیکھنے لگے تھے ابراہیم

جھٹ سے ڈاکٹر کے سامنے تھا ۔ میری آشنا !! وہ با مشکل زبان سے نام ادا کرتا اُنگلی تھیٹر کے دروازے کی طرف اٹھا گیا تھا ۔

وہ سردار ابراہیم ! وہ ابھی انڈر اوبسرویشن ہیں اور آپکے دونوں بیٹے ماشاءاللہ سے ہیلتھ ی ہوئے ہیں لیکن بڑا بیٹا زیادہ صحت مند ہے چھوٹے کو تھوڑی دیر تک نرسری میں رکھنا ہو گا ویسے مبارک ہو آپکو ! یہ کہتی پھر اندر بڑھنے لگی تھیں ۔ مجھے آشنا کو دیکھنا ہے ! ابراہیم بولا تھا وُہ درد سے چور کھڑا تھا ۔ابھی نہیں ابھی

ہم انہیں چیک کر رہے ہیں مختصر سا کہتی اندر بڑھ گئی تھی ابراہیم کو جیسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا ۔وہ اور زیادہ دروازے کو لگ گیا تھا اور دوسری طرف زر خان اور ایمل ایک ایک بیٹے کو لیے کھڑے تھے چھوٹا سردار مایوس ہوتا جا رہا تھا سامنے کھڑا آدمی اُسے دیکھ کیوں نہیں رہا تھا اور دوسرا والا زر خان کی گود میں ہی اُسکی اُنگلی پکڑتا سونے میں مصروف ہوا تھا ۔

صبح کے دس بج گئے تھے سب ابھی بھی باہر ہی
تھے آشنا ابھی بھی انڈر اوبصرویشن میں تھی ابراہیم کا
حال دیکھتے سب غمزدہ تھے دادی جان اور دادا جان
بھی آ چکے تھے اور اپنے دونوں پر پوتوں سے مل چکے
تھے چھوٹے بیٹے کو نرسری میں رکھا گیا تھا اُسکی
سانس میں رکاوٹ سی ہو رہی تھی وہیں چھوٹا سردار
ابھی بھی ایمل کے پاس تھا کافی دیر وہ رخسانہ بیگم
کی گود میں رہا تھا اور ایمل نے اُن سے لے لیا تھا
کچھ دیر وہ سویا تھا لیکن پھر امبر آنکھیں کھولے ایک

ٹکٹکی سامنے کھڑے مرد کو دیکھ رہا تھا جو دیوار سے
ٹیک لگائے کھڑا ایک ہی عورت کے لیے پاگل ہو رہا
تھا کتنی ہی دفعہ وہ ڈاکٹر سے بول چکا تھا اُسے اندر
جانے دیں اُسکی گڑیا بس اُسکی سنتی ہے لیکن ڈاکٹر
یہی بولی جا رہی تھیں بس کچھ دیر بعد آپ مل لے گا
لیکن اصل حقیقت نہیں بتا رہی تھیں آخر آشنا ابھی
تک روم میں شفٹ کیوں نہیں ہوئی اِس لیے ابراہیم
نے اسلاماباد کی بیسٹ گائینی ٹیم کو بلا لیا تھا جو پہنچ
چکی تھی اور آشنا کا چیک اپ اندر کیا جا رہا تھا۔

سب کی ہی سانس پر بنی تھی پر ابراہیم تل تل مر رہا
تھا داہر خان کو بھی کال کر دی گئی تھی وہ بھی
گلگت سے نکل رہا تھا کل رات ہی داہر زو فاش اٹلی
سے پاکستان پہنچے تھے ۔ کبیر دورانی جوئس لیے ایمل
کی طرف بڑھا تھا جیسکا حال خود خراب تھا لیکن وہ آشنا
کے لیے رات سے ایک پاؤں پر کھڑی تھی اور
چھوٹے سردار کو بھی سمبھال رہی تھی ۔ ایمل جوئس
پیو اپنی حالت کو نظر انداز مت کرو ! وہ گلاس بڑھا
گیا تھا اور اسکے پاس ہی بیٹھتا چھوٹے سردار کو دیکھنے

لگا تھا جو ماشاءاللہ سے بہت ہی پیارا تھا نقوش میں

ابراہیم کی کاپی اور باقی سب آشنا سے لیا تھا۔

وہ جوئس کا سپ لیتی چھوٹے سردار کو پیار سے

دیکھتی بولی تھی ! انشاءاللہ کبیر ہمارا بھی بیٹا آئے گا

پر آپ نے کسی بھی سچویشن میں میرے بچے کو اوپر

رکھنا ہے ! وہ کاٹ دار لہجے میں حکم دے گئی تھی

سبز آنکھیں بلی سے ٹکرائی تھیں جن میں واضح تنبیہہ

تھی وہ اپنا وعدہ پورا کرے گا۔کیونکہ اُس نے آج

دیکھا تھا کیسے ابراہیم نے اپنی اولاد سے اوپر آشنا کو رکھا

تھا چلو وہ مانتی تھی ابراہیم کی جان آشنا میں بستی تھی

لیکن یہ آدمی تو اپنی اولاد کو چن سکتا تھا انکا رشتہء تو

اتنا گہرا نہیں تھا اور نہ ہی یہ مرد کبھی ابراہیم دورانی

جیسا عشق اُس سے کر سکتا تھا ! ایمل یہ سوچتی اندر

ہی اندر استہزایہ مسکرائی تھی۔ کبیر خاموش ہی رہا تھا

وہ ایمل کی گود سے چھوٹے سردار کو لیتا ایک چاچا

کی طرح لاڈیاں کرنے لگا تھا۔ وہیں ایمل دل ہی

دل میں پاس بیٹھے اپنے مرد کو ڈھیروں سنا گئی تھی

جو اُسے سمجھتا ہی نہیں تھا۔

ڈورا بھی آ چکی تھی جو روتی ہوئی زر خان کی باہوں میں چھپی ہوئی تھی آشنا اُسکا سب تھی دوست بہن بھا بھی سب ہر راز وہ آشنا سے شیئر کرتی تھی اور اگر اُسکی آشنا آپی ابھی اپنی اولاد کے پاس موجود نہیں تھیں تو اُس نے اپنا فرض سمجھا تھا وہ جب سے گود میں چھوٹے سردار کو لیے نرسری کے باہر بیٹھی تھی اگر اُسکی بہن اندر تھی تو وہ خا لہ بن کر اُسکی اولاد کی حفاظت کر سکتی تھی۔

بڑی ڈاکٹر تحریم باہر آئی تھیں ساتھ ہی آشنا کی پرسنل ڈاکٹر بھی کھڑی تھیں کوریڈور میں سب کی سانسیں جیسے رکی تھیں وہیں ابراہیم سامنے کھڑا اُنکے چہرے دیکھتا جا رہا تھا اور آشنا کی بہتری کا طلبگار تھا ۔ کیا ہوا ہے ڈاکٹرز اور کتنی دیر مجھے میری بیوی سے ملنے کیوں نہیں دیا جا رہا ہے ! اُسکا ضبط ٹوٹا تھا اور وہ چیخ اٹھا تھا کبیر بڑھتا اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھ گیا تھا ۔ ابراہیم اپنی آئی برو بے دردی سے مسلتا سرخ انگارہ

آنکھیں ڈاکٹر تحریم پر گاڑھ گیا تھا ۔ جواب دیں کیسی

ہے میری گڑیا ! آواز میں ایسا درد تھا ڈاکٹر ز بھی

دیکھتی رہ گئ تھیں آنسو ابراہیم کا ٹوٹتا گردن میں

جذب ہو ا تھا ۔دیکھیں سردار ابراہیم میں ڈھکی چھپی

کوئی بات نہیں کرونگی آپ نے مجھے کال کر کے بلا

یا ہے صاف بات کرونگی

She is in very critical

condition!!

دوسرا بے بی اندر تھا بہت زیادہ اُنکے اوپر سے اُنکی بلینڈنگ رکنے کا نام نہیں لے رہی ہے بی پی بھی شوٹ ہو رہا ہے اگر مزید ہم نے ویٹ کیا تو!! ڈاکٹر تحریم بول رہی تھیں ۔ تو کیا ڈاکٹر ! وہ لرزتی ہوئی آواز میں پوچھ گیا تھا دل زار زار ہوا تھا ۔یہی ہمھیں آشنا کا سسٹم نکا لنا ہو گا اگر اِس چیز میں دیری کی تو سوری اُسے ہم بچا نہیں سکیں گے ! ڈاکٹر بول ہی رہی تھیں یقدم دادی جان سیدھے پن میں بول گئیں۔ ایسے کیسے ڈاکٹر صاحبہ اُسکی بچہ دانی نکل گئی

تو میرے ابراہیم کی مزید نسل کیسے بڑھے گی ۔ دادی جان نے بولا تھا سب ہی انکو حیرت زدہ نگاہ سے دیکھ گئے تھے اور انہیں کچھ ہی سیکنڈز میں احساس ہوا تھا وہ کیا بول گئیں اللہ نے اُنکے پوتے کو دو بیٹوں سے نواز تو دیا تھا اور اپنی آشنا کی زندگی کا وہ سودا کیسے کر سکتی تھیں وہیں سب کا منہ کھلا تھا آنکھوں میں آنسو چمکے تھے جو ابراہیم بولا تھا ۔

آپ نے جو کرنا ہے کریں لیکن مجھے میری آشنا صحیح سلامت چاہیے میں اِس ہسپتال سے اپنی معصوم گڑیا

کو ساتھ ہی لے کر جاؤنگا پوری زندگی میں بے اولاد

بھی رہ لیتا اگر مجھے معلوم ہوتا میری معصوم سی آشنا

اس تکلیف سے گزرنے والی ہے جائیں جو کرنا ہے

کریں میری آشنا کے آگے میری اولاد بھی کچھ نہیں

کیونکہ میرا پہلا بچہ میری آشنا ہے اُسے ہر حال میں

آپکو بچا نا ہو گا ورنہ اِس ہسپتال کی اینٹ سے اینٹ

بجا دونگا ! وہ ابراہیم جو کبھی کسی کو دھمکی نہیں دیتا

تھا تھا خاص کر عورت کو آج وہ اپنی آشنا کو کھونے

کے ڈر سے وہ بھی بول گیا تھا جو وہ تھا نہیں رحمدلی

اُسکی پرسنلٹی کا خاص اثاثہ تھی ۔ڈاکٹرز کو جواب مل
گیا تھا ۔ لیکن سردار ابراہیم آپ ایک دفعہ سوچ لیں
اگر آپ بولیں تو ہم ایک دن کا ویٹ کر لیتے ہیں
شاید بلیڈنگ رک جائے اور بی پی سٹیبل ہو جائے
اگر ہم نے ایسا کیا تو مس آشنا کبھی ماں نہیں بن
سکیں گی !! نہ بنے ماں بس میری آشنا رہے اگر وہ
آج بھی ماں نہیں بنتی یا ساری زندگی بھی کبھی اُس
سے نہ کہتا اولاد کا کیونکہ میرا دل میری گڑیا سب
سے پہلے وہ ہے جب ایک دن کی تھی اِس سینے سے

لگایا تھا اُسے اور اُسکی جگہ میری اولاد بھی نہیں لے سکتی ! وہ سرخ نم زدہ آنکھیں لیے گھمبیرتا سے بولا تھا زر خان اور کبیر دونوں ابراہیم کے سائڈ بہ سائڈ اُسکی مضبوط چٹان بن کر کھڑے تھے عورتیں اِس سردار کو دیکھ رہی تھیں جسکے لیے آشنا اُسکا سب کچھ تھی اور آج وہ دنیا کے آگے ظاہر کر چکا تھا ۔ چلیں ڈاکٹر تحریم پروسیجر سٹارٹ کرنا ہو گا ۔ وہ تیزی سے اندر بڑھ گئی تھیں آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا نرس بھاگتی ہوئی باہر آئی تھی ۔ کیا ہوا ہے میری آشنا کو ! ابراہیم

بے قراری کے عالم میں بولتا چلا گیا تھا ہاتھ پاؤں
پھولے تھے ۔ سر وہ آپکی وائف کا یقدم بی پی لو ہو
گیا ہے اور ہا رٹ بیٹ کم ہو رہی ہے! یہ کہتی بھاگی
تھی ۔ابراہیم کے پاؤں لڑکھڑا گئے تھے وہ بنا سوچے
سمجھے آئی سی یو کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا اور
دل دھک کر کے رک گیا تھا سامنے ہی اُسکی معصوم
جان کے ارد گرد دس سے بارہ ڈاکٹرز اور اسٹاف کھڑا
تھا آشنا کی آنکھیں بند تھیں مشین لگی ہوئی تھیں اور
سامنے مانیٹر میں بی پی صفر پر جا رہا تھا اور لائنز

آہستہ آہستہ جیسے بلینک ہو رہی تھیں ۔وہیں دوسری طرف دوڑا جو چھوٹے سردار کو گود میں لیے بیٹھی تھی جو مایوس مایوس سا تھا یقدم اُسکے چھوٹے سے دل کو کچھ ہوا تھا وہ اتنے مہینے سے جس عورت کی گرم آغوش میں تھا اُسے اُس عورت کے ساتھ کچھ ہونے کا احساس سا ہوا تھا وہ مچلتا دھاڑ ے مارتا رونا شروع ہو گیا تھا چھوٹا سردار اپنی ماں کے لیے ٹرپ رہا تھا ۔ کیا ہوا چھوٹے سردار ! زوئی اُسے بہلا تی ہوئی اپنے سینے میں بھینچ گئی تھی پر چھوٹا سردار ابھی بھی بلک

بلک کر رو رہا تھا ۔ سب ابراہیم کے پیچھے اندر آ چکے

تھے بیچ میں بڑا سا شیشہ لگا تھا آشنا اُس پار تھی ۔

ڈاکٹر تحریم کیا کریں مس آشنا کی ہارٹ بیٹ جا رہی

ہیں ! وہ چیختی پوچھ رہی تھیں اتنے میں ڈاکٹر تحریم

سٹاف سے آشنا کے دل پر مشین رکھنے کا بول گئی

تھیں ۔ آشنا کی سانسیں بحال کرنے کی کوشش کی

جا رہی تھی پر کوئی رسپانس نہیں آرہا تھا اُسکی دل کی

دھڑکن بند ہوئی تھی ابراہیم دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا

تھا آشنا بے سودھ سی پڑی تھی اُسکے نازک ہاتھ

گرے تھے ابراہیم جو بیچ میں کھڑا تھا آنسو گرتے جا
رہے تھے ۔ نہیں نہیں میری آشنا کو کچھ نہیں ہو
سکتا ہے ! سوری سردار ابراہیم ! ڈاکٹر یہ کہتی پیچھے
ہٹی تھیں ابراہیم آشنا کا ہاتھ پکڑتا اُسکے زرد چہرے پر
جھک گیا تھا ۔ اٹھو آشنا تمہیں اٹھنا ہو گا تم میری
دلبر ا ہو اٹھو وہ اُسے دونوں کندھوں سے پکڑتا جھنجوڑ
گیا تھا ۔ وہیں آشنا جو دوسری دنیا میں پہنچی ہوئی تھی
سامنے ہی اُسکے ماما بابا کھڑے تھے ۔ "آشنا آجاؤ
ہمارے پاس بہت یاد کرتے ہیں تمہیں ہماری بچی

آجاؤ ! وہ دونوں باہیں پھیلا کر کھڑے تھے آشنا اُنکی طرف روتی ہوئی بڑھ رہی تھی یقدم آواز گونجنے لگی تھی اُس مرد کی جو ہر رشتے سے اوپر تھا وہ مرد جو اُسے پالنے والا تھا ۔ آشنا میرا بچہ اٹھو تمہارے بنا تمہارا ابراہیم کچھ نہیں ہے اٹھو میری جان میری دلبر ا اٹھو ! وہ روتی پیچھے دیکھنے لگی تھی وہ دنیا ختم ہوتی جا رہی تھی آشنا کے ماما بابا غائب ہوتے جا رہے تھے وہ پیچھے کی طرف لوٹتی جا رہی تھی جب اُسکا دلدار بلا رہا تھا تو جانا تھا ہی خدا بھی دونوں کی محبت کو ایک موقع پھر

سے دینے جا رہا تھا وہ اتنے پیار کرنے والے مرد سے
اُسکی دلبر ا نہیں چھین سکتا تھا آشنا واپس لوٹ آئی
تھی اُسکی سانسیں بحال ہوئی تھیں

دھڑکن اوپر نیچے ہوئی تھی ابراہیم جو اُسکا ماتھا چوم رہا
تھا وہ اُسکی سانسیں دیکھتا روتا ہوا چیخا تھا ڈاکٹرز!!!
سب کی آنکھیں نم ہوتی شکر گزار تھیں اتنا بڑا معجزہ
جو دیکھا تھا۔ پلز سردار صاحب ہمیں چیک کرنے
دیں ابراہیم کہنیوں سے آنکھیں مسلتا پیچھے ہوتا چلا گیا
تھا اور سرخ آنکھیں اوپر کرتا اپنے رب کے حضور شکر

ادا کر گیا تھا داود دورانی پاس آئے تھے ۔ ابراہیم بیٹا

! یہ کہنا تھا ابراہیم اُنکے گلے لگ گیا تھا ۔بابا میری

آشنا !! وہ اپنے بیٹے کی کمر تھپتھپا گئے تھے وہ بیٹا جو

پوری فیملی کے لیے مضبوط ستون کی طرح کھڑا رہتا

تھا آج وہ آشنا کے لیے پورا ٹوٹ گیا تھا ۔

کچھ دیر بعد آشنا اسٹیبل تھی سٹل نیند کے انجکشن

کے زیر اثر تھی ۔ ڈاکٹرز ابرا ہیم کے سامنے تھیں

۔آپکی بیوی بلکل ٹھیک ہیں بلیڈنگ بلڈ پریشر ٹھیک ہو

چکا ہے لیکن دو بچوں کی ساتویں مہینے میں پیدائش

کی وجہ سے انکا اندرونی نظام تھوڑا ویک ہو چکا ہے تو انکو آگے چل کر مزید کنسیو ہونے میں مشکل پیش آ سکتی ہے لیکن علاج کروانے پر پاسبل ہو سکتا ہے کچھ نا ممکن نہیں ! ڈاکٹر بتا گئی تھیں ۔ ابراہیم بس سنتا آشنا کی طرف بڑھ گیا تھا نرس سارا اسٹاف رشک کر رہا تھا کوئی مرد ایسا ہو سکتا تھا جسے بچوں کی نہیں اپنی بیوی کی ٹینشن مار رہی تھی ۔

رات کو آشنا کے پاس کمرے میں ابراہیم رکا تھا اُس نے سب کو حویلی جانے کو بول دیا تھا اور بولا تھا ابھی کوئی ہسپتال نہ آئے جب تک آشنا کو ہوش نہ آجائے بچوں کے پاس نرسری میں تبا نہ بیگم اور زوئی رکی تھیں

ابراہیم آشنا کے پاس بیٹھا تھا اُسکا ہاتھ پکڑے پوری رات گزر چکی تھی اُس نے ایک لمحے کو بھی اپنی معصوم سی گڑیا کو نہیں چھوڑا تھا وہ اُسکے ہاتھوں چہرے کو بس چومتا گیا تھا آنسو آشنا کے گال کو بھگو

تے جا رہے تھے اگر آشنا کی آنکھیں کھلی ہوتی تو وہ یہ
نظارہ کرتی جس دیوانگی کے عالم میں ابراہیم کتنے
گھنٹوں سے اُس کو دیکھ رہا تھا خود کی قسمت پر رشک
کرتی۔ وہ پورا کا پورا اپنی آشنا پر جھکا تھا اور کب سے
اُسکے چہرے کے ایک ایک نقوش کو اپنے حد ت
بھرے لمس سے سلگا رہا تھا ہونٹوں کی پرواز بڑھی
تھی اور اُسکے خشک ہونٹوں پر آن رکی تھیں وہ ہونٹ
جو ہر وقت گلابی رہتے تھے آج پورے کے پورے بے
رنگ ہوئے تھے ۔ ایک دفعہ اٹھ جاؤ ان ہونٹوں کو

کبھی پیلا خشک بے رونق نہیں ہونے دونگا تم سے
ہی تو میں ہوں کیسے اتنا درد سہا اب تو ایک پل تم
سے دور نہیں جاؤنگا اتنا خیال رکھوں گا ان سات
مہینوں کے ہر دکھ کا مداوا کر دونگا ! وہ ہزیانی بولتا
اُسکے لبوں کو خود میں قید کرتا ہلکی ہلکی چھیڑ خانی
کرنے لگا تھا ۔کافی دیر وہ ایسے ہی آشنا کے خشک
ہونٹوں کو نمی دیتا رہا ۔ پھر پیچھے ہوتا اُسکے بالوں میں
ہاتھ پھیرتا بولا تھا ۔ پتہ ہے ہمارے بچوں سے میں
ابھی تک نہیں ملا نہ اُنہیں دیکھا ہے بس کانوں میں

یہی آواز آئی مبارک ہو آپکے دو بیٹے ہوئے ہیں اور

دیکھو آشنا تمہارا ابراہیم دو دو بیٹوں کا باپ بن گیا ہے

۔ پتہ ہے کیوں نہیں دیکھا اُن کو میں چاہتا تھا اُن

سے پہلے میں اپنے اس بچے کو دیکھ لوں, میں آتا

ہوں اُن دونوں کو دیکھ کر ! وہ آشنا کو دیکھتا کمرے

سے نکلتا چلا گیا تھا اُسکے قدموں کا رخ نرسری کی

طرف تھا جہاں دونوں کو رکھا ہوا تھا سامنے ہی تبا نہ

بیگم اور زوئی بینچ پر بیٹھی ہوئی تھیں وہ ابراہیم کو

دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی زوئی اپنے بھائی جان کے

سینے سے لگی تھی ۔آشنا بھابھی کیسی ہیں ! ٹھیک ہے ابھی دوائیوں کے زیر اثر ہے میرا بچہ ! وہ پیار سے زوئی کے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا بھائی جان آپکو مبارک ہو اتنے پیارے دو بھتیجے دیے ! وہ مسکراتی بولی تھی تبا نہ بیگم بھی مسکان سجا گئی تھیں ۔ ہمم ! ابراہیم نم آنکھیں نر سری کی شیشہ ونڈو کی طرف اٹھا گیا تھا اُسے وہی منظر یاد آیا تھا بس وہ اپنے بیٹوں کے سر پر ہاتھ ہی رکھا سکا تھا لیکن انہیں دیکھا تک نہیں تھا لیکن اب وہ اپنی اولاد کو اپنی گود میں

پکڑنے کے لیے بے تاب تھا دل مچل اٹھا تھا اپنے

وجود کے حصوں کو گود میں لینے کے لیے انہیں

دیکھنے کے لیے وہ دونوں کیسے تھے دونوں میں سے

کس پر گئے تھے اور سب سے بڑا احساس وہ محسوس

کرنا چاہتا تھا باپ بن کر کیسا لگتا ہے اور وہ اولاد جو

اُسکی دلبر ا کی کوکھ سے پیدا ہوئی تھی کہاں سوچا تھا

کبھی آشنا اُسکی بنے گی اور اُسکے بچوں کی ماں بھی وہ

بن چکی تھی وہ بھی ایک نہیں دو دو بیٹوں کی ۔

وہ اپنے مضبوط قدم شیشے کی طرف بڑھا گیا تھا پر
سامنے بیڈ پر سوئے اپنے دو شہزادوں کو دیکھ گیا تھا
دو الفاظ ہی زبان سے نکلے تھے " میری اولاد " ایسا لگا
تھا سردار ابراہیم دورانی کو جیسے اُسکے کندھے بہت
مضبوط ہو گئے ہوں وہ خود کو طاقتور محسوس کرنے لگا
تھا اللہ پاک نے اُسے دو بیٹے نہیں بلکہ دو چھوٹے
اُسکے باڈی گارڈز دے دیے تھے جو اپنے بابا سردار
کے قدم سے قدم ملا کر چلنے والے تھے ۔ آج کی
خاموش آنسو وں سے بھیگی رات بیتتی جا رہی تھی اور

کل کی صبح سردار ابراہیم کی زندگی میں نئی خوشیوں کے رنگ لانے والی تھی ۔

قسط:6

اگلے دن کا سورج پورے دورانی خاندان میں خوشی کی لہر لے کر آیا تھا ۔ پورے ہاسپٹل کے ارد گرد سیکیورٹی اور زیادہ ٹائیٹ کر دی گئی تھی کیونکہ آج سردار ابراہیم کو دو دو بیٹوں کی مبارک باد دینے کے

لیے اور خاص کر چھوٹے سردار کے آنے کی خوشی
میں بڑی بڑی شخصیت آنے والی تھیں کیونکہ سردار
ی مستقبل میں چھوٹے سردار سے آگے چلنے والی
تھی ۔صغیر دورانی بھی آج ہی واپس پاکستان آرہے
تھے ۔پورا دورانی خاندان اِس وقت ہسپتال میں موجود
تھا مٹھایاں تقسیم کی جا رہی تھیں اور غریبوں میں صد
قہ خیرات چل رہا تھا صوابی سے لے کر مارگلہ تک ہر
ایک خوش تھا پورا سوشل میڈیا ابراہیم دورانی کے دو دو
بیٹوں کی آمد کی نیوز سے بھرا ہوا تھا آشنا کے واپس

زندگی میں لوٹنے کے بعد اور زیادہ خوشی دوبالا ہو چکی

تھی آشنا ابھی بھی نیند والے انجیکشنز کے زیر اثر تھی

کچھ دیر تک وہ اٹھنے والی تھی ۔ پرائیویٹ روم کے باہر

سب کے سب کھڑے اور بیٹھے تھے ۔ کبیر دورانی

ابھی ابھی ایمل کے ساتھ ہاسپٹل پہنچا تھا وہ وائٹ

شلوار قمیض پر بلیک ویس کوٹ پہنے ہوئے تھا یہاں

سے کچھ دیر بعد اُسے پارلیمنٹ کے لیے نیکلنا تھا تو

وہ اپنے سی ایم کے پہناوے میں ہی یہاں پہنچا تھا

ایمل نے سیمپل پنک رنگ کا گرم سوٹ پہن رکھا تھا

باہر ٹھٹرتی ٹھنڈ تھی اوپر سے اُسکا حال بھی دوسرا تھا اور وہیں زوئی کب سے اپنے بھتیجوں کی نرسری کے باہر چکر کاٹ رہی تھی زر خان باقی کا سارا انتظام دیکھ رہا تھا ۔ سلطان دورانی بھی پہنچ چکے تھے ہر علاقے کا بڑا سردار آنے والا تھا سردار ابراہیم کو مبارک دینے دائود دورانی تبا نہ اور رخسانہ بیگم بھی موجود تھیں ۔

اتنے میں ابراہیم کھدر کی بلیک شلوار قمیض پر بلیک شال کندھوں پر ڈالے اپنے رعب اور رحمدل پرسنلٹی

کے ساتھ کمرے سے باہر آیا تھا اُسے اپنے جگر

گوشوں سے بھی ملنا تھا انہیں ابھی تک گود میں

نہیں اٹھایا تھا ۔ سلطان دورانی دیکھتے کھڑے ہوئے

تھے ابراہیم سر جھکا کر انہیں سلام کر گیا تھا جانتا

تھا اُسکے دادا کی اُس میں جان تھی ۔ مبارک ابراہیم

بیٹے میرے باپ دادا کی اور میری سرداری تیرے

سے چلنے والی ہے ۔ وہ نم آنکھیں لیے مسکرایا تھا

وہیں سب کے چہرے بھی کھلے تھے ۔ اتنے میں زر

خان ڈورا دونوں بیٹوں کو لے کر آئے تھے سب کی

آنکھیں چمک اٹھی تھیں دونوں بیٹے بلیو رنگ کے گرم
سوٹ میں ملبوس تھے اور چھوٹے چھوٹے کمبلوں
میں لپٹے ہوئے تھے دونوں ہی گول مٹول تھے پر
چھوٹا سردار زیادہ گول مٹول پیدا ہوا تھا ۔ ابراہیم بڑھتا
ڈورا کی گود میں موجود چھوٹے بیٹے کو باہوں میں بھر
گیا تھا جو ابھی بھی سو رہا تھا پوری رات اُس نے
نرسوں کی نیند حرام کی تھی اور اب بے فکر ا ہوا سو
رہا تھا چھوٹی سی اُنگلی منہ میں دبائی ہوئی تھی جیسے
خود کے کھانے پینے کا انتظام وہ خود کر چکا ہو

۔ابراہیم اُسے دیکھتا چلا گیا تھا وہ جھکتے اُسکی ننھی سی پیشانی چوم گیا تھا دل تڑپا تھا کب یہ ننھا اپنی آنکھیں کھولے اور وہ اُسے دیکھ سکے وہ اپنی اُنگلی نرمی سے اُسکے چہرے پر لگاتا باپ کا پیار دینے لگا تھا سب سردار ابراہیم کو اُسکی اولاد اُسکے بیٹے کے ساتھ دیکھتے خوشی سے نہال ہو رہے تھے زر خان نے فون کھولتے اِس منظر کو قید کیا تھا وہیں چھوٹا سردار جو بلبلا گیا تھا وہ مزید روٹھ گیا تھا اِس آدمی نے جو شائد اُسکا باپ تھا جسکی کہانیاں ان سات مہینوں میں دن

رات اپنی ماما سے سنی تھیں وہ ہی انسان اُسے بھا و

ہی نہیں دے رہا تھا جسکا دیوانہ بنا وہ پھر رہا تھا

۔چھوٹے سردار نے ہاتھ پاؤں مارتے ننھی منھی

آوازیں نیاکلتے ہسپتال کے کوریڈور میں روتے ہوئے

اودھم مچا ڈالا تھا ابراہیم جو چھوٹے کو سینے سے لگائے

کھڑا تھا اور بس چھوٹے سردار کو باہوں میں بھرنے

ہی والا تھا اُسکا رونا سنتے ابراہیم دنگ رہ گیا تھا جو ڈورا

کی گود میں مچل رہا تھا زر خان کے ساتھ کبیر کے

لبوں پر بھی مسکراہٹ سجی تھی کل سے آج تک پورا

خاندان اتنا تو جان چکا تھا چھوٹا سردار باپ کا عاشق تھا۔ ابراہیم لے بھی لے یار اسے پتہ ہے کل سے ایک لت تُجھے دیکھتا جا رہا ہے ! کبیر اُسے پکڑتا پیار کرتا ابراہیم کو پکڑا گیا تھا رخسانہ بیگم نے کتنی بلائیں اُتاری تھیں ۔ چھوٹا سردار جیسے ہی ابراہیم کی گود میں آیا تھا آنکھیں بند کر گیا تھا چہرہ لال ہو رہا تھا وہ ضبط کرتا اپنا غُصہ اپنے بابا کو دیکھ رہا تھا وہ پورا کا پورا آشنا کی کاپی تھا ضد اور کیوٹنس میں !! چھوٹا بھی کم نہیں تھا پر چھوٹا سردار چھوٹا سردار تھا ۔ابراہیم دورانی اُسکی

ناراضگی دیکھ گیا تھا اور دل دھڑکا تھا وہ امبر آنکھیں

پٹپٹا کر تنے چھوٹے نقوش کے ساتھ اپنے بابا کو

دیکھتا چھوٹی سی زبان باہر نکال گیا تھا وہ بھرپور ضدی

پنہ اور ٹنٹرپمز دیکھا رہا تھا ۔ ابراہیم حیران تھا اُسکی آشنا

کی چھوٹی سی کاپی تو بہت ہی پیاری تھی آنکھیں گال

آشنا جیسے تھے پر نقوش پورے کے پورے ابراہیم پر

تھے وہ آنکھیں جن پر اِس سردار کی پوری دنیا ٹکی ہوئی

تھی ۔ اتنی ناراضگی چھوٹے سردار اپنے بابا سردار سے

! ابراہیم کا لہجہ نم زدہ تھا پر وہ مزید مضبوط چٹان کی

طرح کھڑا تھا اُسکے دو بازو جو آگئے تھے ۔ ہاں ناراض
ہے تُجھ سے ! کبیر چھوٹے سردار کا ہاتھ چوم گیا تھا
۔ پتہ ہے ابراہیم بھائی یہ کل سے آپکی راہ تک رہا تھا
آپکو ہی دیکھے جا رہا تھا کب آپ اسے گود میں لیتے پیار
کریں گے ! زر خان آگے ہوتا چھوٹے سردار کے سر
پر ہاتھ رکھ گیا تھا کوئی شک نہیں تھا ابراہیم کے
دونوں بیٹے پورے خاندان کے لاڈلے ہونے والے
تھے اور خاص کر اپنے چاچوں کی جان ۔۔ سچی ابراہیم
بیٹا پہلا بچہ دیکھا ہے جو دنیا میں آنکھیں کھولتے ہی

اپنے بابا سردار کو ڈھونڈ رہا تھا جیسے اسکی ساری دنیا تم
ہو ! تبا نہ بیگم مسکرا تی ہوئی بتا گئی تھیں ابراہیم
اُسے گود میں لیے دیکھتا عش کر رہا تھا اُسکا بیٹا اُسکا
اتنا دیوانہ تھا ۔ ہاں یہ چھوٹا سردار ابراہیم کے معاملے
میں پورا آشنا پر گیا ہے ! رخسانہ بیگم خوشی خوشی
اعتراف کر گئی تھیں ۔ ابراہیم کا دل شکر گزار تھا
اللہ نے اُسے اتنی پیاری اولاد سے نوازا تھا وہ چھوٹے
سردار کے کان پر جھکتا بے حد پیار احترام سے بولا تھا
۔ سوری چھوٹے سردار سوری بابا کی جان ! جیسے ہی

ابراہیم بولا چھوٹا سردار کھلکھلا اٹھا تھا اپنے بابا سردار کو

وہ معاف کر چکا تھا چھوٹی سی مسکراہٹ میں اُسکے

بائیں گال پر ڈمپل نمایاں ہوا تھا جس ڈمپل میں

آشنا کی جان بستی تھی ۔ یہ دیکھتے زوئی چہچا تی ہوئی

بولی ۔ارے بھائی جان اسکا ڈمپل تو بلکل آپ پر گیا

ہے ! زوئی اپنی ہیلز پر ہوتی اُسکے گال کو کھینچ گئی

تھی جس پر چھوٹے سردار نے زبان نکا لی تھی اُسے

گال کھینچنا کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا ۔وہیں زر خان

ڈورا کو دیکھتا اُسکی ہیلز دیکھ گیا تھا اور سر نفی میں ہلا

گیا تھا وہ ڈورا کا دماغ صحیح کرنے کا بھرپور ارادہ رکھتا

تھا وہ زوئی کا ہاتھ پکڑتا خود کی طرف نا محسوس انداز

میں کھینچ گیا تھا۔ زر خان !! ڈورا سرخ ہوتی ہلکی آواز

میں بولی تھی۔ ہیل پہنی ہے حویلی چلو ذرا تمہاری

کیٹ واک دیکھتا ہوں! وہ اُسکی پشت پر چھپ کر

اُنگلیاں پھیر گیا تھا زوئی کی جان لبوں پر سجی تھی۔

اتنے میں نرس نکل کر آئی تھی سردار صاحب آپکو

ڈاکٹر تحریم بلا رہی ہیں میڈم آشنا کو ہوش آگیا ہے !

نرس کا یہی کہنا تھا سردار ابراہیم جو دونوں بیٹوں پر

سے پانچ پانچ ہزار کے کئی نوٹ وارتا وہاں کے اسٹاف میں تقسیم کر گیا تھا ۔اور چھوٹے سردار کو اپنی مام کی گود میں دیتا اپنی آشنا کے پاس بڑھ گیا تھا ۔

باہر ہسپتال لان میں سب صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے ڈاکٹر نے ابھی آشنا سے ملنے کو منع کیا تھا بس ابراہیم کو ہی اندر بلا یا تھا سب باتوں میں مصروف تھے چھوٹا ایمل کی گود میں سو رہا تھا وہیں چھوٹا سردار سب کی باتوں سے بور ہوتا منہ بنا رہا تھا بابا سردار سے

تو مل چکا تھا پر اب اُس عورت کی آواز سننے کو ترس

رہا تھا جو اتنے مہینے سنتے آیا تھا ہر دکھ درد میں وہ اپنی

ماں کے ساتھ تھا اُسے عادت سی ہو گئی تھی اپنی

ماں کی آواز میں اپنے بابا کی باتیں سننے کی اُسکی ماما

ڈھیر ساری باتیں کرتی کبھی غم بانٹتی تھی اُس سے

کبھی کچھ بولتی تھیں کبھی کچھ وہ دونوں مٹھیاں

آنکھوں میں مسلتا رونے لگا تھا رخسانہ بیگم اُسے خود

کے سینے میں بھینچتی چپ کروانے لگی ہوئی تھیں

وہیں دوسرا والا بھی اٹھتا شور مچانے لگا تھا چھوٹا والا تو

کسی قابو میں نہیں آرہا تھا اُس نے رو رو کر آتنک ڈالا

ہوا تھا اُسکے آگے چھوٹا سردار بھی چپ کرتا اپنے

چھوٹے بھائی کو دیکھنے لگا تھا جو کل رات سے اب

بیدار ہوا تھا لیکن انٹری اُس نے پھر سے سولڈ ہی کی

تھی ۔ اُفو یہ تو کسی کے بھی پاس نہیں آرہا ہے ! تبا

نہ بیگم اُسے سنبھالتی بولی تھیں جو پورا کا پورا اپنا بدن

اکڑا گیا تھا ۔ سلطان دورانی نے بھی کہا وہ اُسے

سمبھال کر دیکھتے ہیں پر چھوٹا تو پورا کا پورا اوپر کی چیز

لگ رہا تھا وہ غصے میں روتا جا رہا تھا وہیں کبیر دورانی

جو فون پر لگا تھا وہ اپنے مینیجر کو کسی میٹنگ سے متعلق انسٹرکشن دے رہا تھا وہ چھوٹے کو ایسے دیکھتا فون بند کرتا اُسکی طرف بڑھا تھا اور جھٹ سے دائود دورانی کی گود سے لے گیا تھا ۔تایا جان مجھے دیں اسے، جیسے ہی وہ کبیر کی گود میں گیا تھا وہ خاموش ہوتا کل سے آج اپنی پوری آنکھیں کھولتا ٹکر ٹکر کبیر دورانی کو دیکھنے لگا تھا کبیر کا پورا منہ کھلا تھا وہیں زر خان شاکڈ ہوتا بولا تھا ۔ کبیر بھائی اِس چھوٹے کی آنکھیں تو آپ پر گئی ہیں ! وہ بولا تھا اور چھوٹا کبیر کی

قمیض اپنی ننھی اُنگلیوں میں پکڑتا اُسے دیکھتا دلکشی سے مسکرایا تھا سب حیران تھے یہ ٹڈا تو کبیر دورانی جیسی آنکھیں لے کر پیدا ھوا تھا اور ابراہیم کی گود سے زیادہ تو یہ کبیر کی گود میں جاتا خوش ہو رہا تھا۔ میرا بیٹا! بے اختیار کبیر کی زبان سے نکلا تھا وہ ننھا ہنسا تھا اُسے اپنے کبیر چاچا پسند آگئے تھے۔ ارے یہ تو ہماری نسل کی اہم چیز لے کر آیا ہے! سلطان دورانی خوش ہوئے تھے سب کی نگاہ اُنکی جانب اٹھی تھیں۔ میرے دادا جان کی آنکھیں بلی تھیں پھر

کبیر کی گئیں اور اب ابراہیم کے بیٹے کی ! یہ سنتے

کبیر چھوٹے کی پیشانی چوم گیا تھا اُسے پتہ لگ گیا

تھا یہ ٹڈا عنقریب اُسکا پورا کا پورا دیوانہ ہونے والا تھا

ایمل یہ منظر دیکھتی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھ گئی تھی

اپنے بچے کو اِس مرد کی گود میں دیکھنے کی چاہ بڑھی

تھی وہ چلتی پاس آن کھڑی ہوئی تھی کچھ ہی لمحوں

میں کبیر کے لیے یہ لٹل ٹڈا زندگی سی بن گیا تھا وہ

اُسے چھوڑ ہی نہیں رہا تھا اپنے سگے ماں باپ سے

اُسے کوئی مطلب نہیں رہا تھا۔کاش ہم دونوں یہ پل

اپنے بچے کے ساتھ دیکھ سکیں وہ کبیر کی آنکھوں میں دیکھتی بولی تھی ۔ انشاءاللہ ! وہ اتنا کہتا ایمل کو سب کے سامنے اپنی باہوں کے احصار میں لے گیا تھا ۔ زر خان چھوٹے سردار کو اٹھاتا بولا تھا ۔ تمہارے چھوٹے بھائی کی طرح کیا تمہیں بھی اپنے چھوٹے چاچو میں کوئی انٹرسٹ نہیں ۔ وہ نقلی سا مایوس چہرہ بنا کر بولا تھا چھوٹا سردار زبان دکھاتا ننھا سا ٹھسہ مار گیا تھا سب کی ہنسی گونجی تھی ۔

دوسری جانب داہر خان اسلامآباد کے لیے نکل رہا تھا
وہ وائٹ شلوار قمیض پر شال جھٹکتا پرفیوم اٹھا کر خود
پر چھڑک گیا تھا تایا بن گیا تھا وہ بھی اپنے دلعزیز یار
ابراہیم کے ایک نہیں دو دو بیٹوں کا تو خوش ہونا تو
بنتا تھا۔ جب سے نیوز ائی تھی پورے گلگت میں
مٹھائیاں تقسیم کروا ئی جا رہی تھیں اور داہر خان
نے بڑے پیمانے پر صد قہ خیرات بھی کروایا تھا اور
ڈیرہ پر صبح کے ناشتے کا احتمام بھی کروایا تھا۔وہ خود
کو آئینے میں دیکھتا اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا نیچے کی

طرف بڑھا تھا سامنے ہی ہال میں بی جان اور زو فاش بیٹھی ہوئی تھیں بی جان داہر خان کے ساتھ جا رہی تھیں پر داہر نے زو فاش کو منع کر دیا تھا اُسکی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی اٹلی سے آنے کے بعد وہ بہت زیادہ تھکا و ٹ کا شکار تھی۔ زو فاش تب سے مایوس بیٹھی تھی اُسے بھی ساتھ جانا تھا اور آشنا اور اُسکے بیٹوں کو دیکھنا تھا کبیر کی شادی کے وقت وہ دونوں کافی اچھی دوستیں بن گئی تھیں ۔آگئے داہر !! بی جان اپنی چادر ٹھیک کرتی اٹھی تھیں۔

جی بی جان بس نکلتے ہیں وہ کہتا زو فاش کی طرف

بڑھتا اُسے اپنی باہوں میں بھر گیا تھا بی جان تا سف

سے سر ہلا کر رہ گئی تھیں جانتی تھیں اُنکا پوتا سردار

انتہا کا بیشرم خان تھا اپنے دادا سے دس ہاتھ آگے وہ

کسی کے سامنے اپنی بیوی کو پیار کرنے سے رکتا

نہیں تھا۔خان مجھے بھی جانا ہے ! وہ رندھی آواز میں

میٹھا س سے بولی تھی ۔ داہر خان اُسے پیچھے کرتا اُسکی

چادر سر پر ٹھیک کر گیا تھا۔ میری جان عقیقہ میں

لے کر جاؤنگا ابھی وہ سب ہسپتال میں ہیں اور

تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے بار بار سفر کرنا

Not good for u !!!

وہ کہتا اُسکے پیٹ پر ہاتھ رکھ گیا تھا جب سے آشنا کا

سنا تھا داہر خان زو فاش کو لے کر مزید پروٹیکٹو ہو

گیا تھا ۔ زو فاش ناراضگی سے اپنا چہرہ جھکا گئی تھی

داہر خان پل میں جان گیا تھا وہ جھکتا اُسکے کان

کے پاس سر گوشی کر گیا تھا ۔ میری بیوی بس میں

آجاؤں اپنے یار کو مبارکباد دے کر تمہیں بھی اپنے

طریقے سے منا لونگا اور میرے طریقوں سے میری چھوٹی جان بہت واقف ہے ! کہتا اُسکے گال کو لب سے سلگا گیا تھا ۔ زو فاش ویسے ہی فرمابردار بیوی کی طرح کھڑی رہی تھی ۔ میں آتا ہوں گل مکین اور زرمینہ اما ں بھی تمہارے پاس ہیں کوئی پریشانی ہو بس خان پکار لینا الٹے پاؤں لوٹ آؤنگا !!! وہ کہتا اُسکے ہاتھ پر لب رکھ گیا تھا ۔ جی ٹھیک ہے خان ! سٹل آواز میں ناراضگی تھی داہر خان کو بیوی کی ناراضگی بھی اچھی لگنے لگی تھی ۔جب آؤں تیار رہنا

ویسے زیادہ محنت نہ کرنا جانتی ہو نہ ساری ساری رات

تم مجھے کس طرح پسند ہو اپنے پہلو میں ! وہ زو معنی

کہتا اپنا ہاتھ اُسکی چادر میں لے جاتا ایک گہر۔۔ائی پر

رکھ گیا تھا زو فاش کی شہد رنگ کی آنکھیں اٹھی تھیں

پورا چہرہ لال ہوتا حیا کا پیکر بنا تھا۔خان !! ہاں خان

کی خانی ! وہ کہتا اِدھر اُدھر دیکھتا جلدی سے اُسکے لب

کو گھلا کر گیا تھا زو فاش کی تو بولنے کی بھی ہمت

نہیں رہی تھی۔ بی جان تو پہلے ہی باہر بڑھ گئی

تھیں جانتی تھیں اپنے پوتا سردار کو وہ کتنا رومانٹک

تھا ۔بس جا کر آیا ! وہ کہتا باہر جانے لگا تھا جو زو
فاش بولی تھی اُس پر داہر خان خود کی قسمت پر
رشک ہی کر سکتا تھا ۔اپنا خیال رکھے گا کھانا ٹائم پر
کھا لے گا اور خیر کے ساتھ آئیں ہم دونوں آپکا انتظار
کر رہے ہیں ۔ وہ چہرے پر مسکان سجائے اُسے
دیکھتا فلائنگ کس دیتا نکل گیا تھا پوری حویلی میں
کیمرے تھے اور سب داہر خان کے فون پر آن تھے
تو وہ آرام سے وہاں ہو کر بھی زو فاش کو دیکھ سکتا
تھا ۔

آشنا کو ہوش آ چکا تھا وہ بیڈ پر لیٹی تھی پر نگاہیں بس ایک ہی کی منتظر تھیں ڈاکٹر نے اُسے بتا دیا تھا اُس نے دو بیٹوں کو پیدا کیا ہے اور یہ خبر آشنا کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں تھی اُسکی کہانیاں سننے کے لیے رب نے دو دو بیٹوں کا تحفہ دے دیا تھا اور اُسے زندگی سے کیا چاہیے تھا۔ ابراہیم ڈاکٹر تحریم کے پاس تھا وہ آشنا کی ساری میڈیسن اور سب پوچھ رہا تھا پر آشنا کو بے صبری سے اپنے سردار کا انتظار تھا یہ

دلبر ا بھی اپنے بچوں سے زیادہ اپنے دلدار کی راہ دیکھ

رہی تھی وہ ہسپتال گاؤن میں بے حال سی لیٹی

تھی نرس اُسے سیٹ کر رہی تھی کبھی کچھ ٹھیک

کرتی تو کبھی کچھ اللہ کے شکر سے سب نارمل جا رہا

تھا بس کمزوری زیادہ ہو گئی تھی اُسکے گول گول گال

مرجھا سے گئے تھے ۔میڈم آپ کیا اپنے سردار کا

ویٹ کر رہی ہیں ! نرس مسکرا کر پوچھ گئی تھی

۔کہاں ہیں وہ ! آشنا اٹھنے لگی تھی ۔ پلز میم لیٹی

رہے وُہ بس آتے ہی ہونگے ویسے آپ بہت لکی ہیں

اتنے اچھے ہسبنڈ ملے پتہ ہے آپکو میں نے ایسا شوہر پہلی دفعہ دیکھا ہے جسے آپکے آگے اپنی اولاد بھی نہیں چاہیئے تھی انہوں نے صاف صاف بول دیا تھا پہلے آپ باقی سب بعد میں ! آشنا کی آنکھیں بھیگ اٹھی تھیں یہ سب سن کر ۔ اتنا پیار کرتے ہیں وہ مجھ سے وہ روتی مدھم آواز میں بولی تھی اگلے ہی لمحے اُس مرد کی آواز اُسکے کان کی زینت بنی تھی جسے دیکھنے کے لیے وہ تڑپ رہی تھی ۔ میرا پہلا بچہ ہو تم ہر ایک سے اوپر، تمہارے آگے کچھ نہیں میری گڑیا

! ابراہیم بولتا آشنا کی طرف بڑھا تھا نرس ہنستی باہر چلی

گئی تھی آشنا کی آنکھیں جیسے اِس حسین مرد پر جم

سی گئی تھیں جو بلیک شلوار قمیض پہنے بلا کا ہینڈسم

لگ رہا تھا دل کے تار پھر بجے تھے دھڑکنیں مزید تیز

ہوئی تھیں ۔ وہ بڑھتا جا رہا تھا آشنا ہچکی لیتی رو رہی

تھی دونوں کی آنکھیں آنسو وں سے بھیگی ہوئی تھیں

۔ اتنا پیار کرتے ہیں ہم سے میرے آگے اپنی آگے

آنے والی نسل کو مکمل ختم کر رہے تھے ۔میری گڑیا

تم ہو تمہارے لیے اپنی جان بھی وار دوں میرے بس

میں ہوتا اور مجھے علم ہوتا میری آشنا اتنی بڑی تکلیف
سے گزرنے والی ہے تو تمہیں ماں کبھی بننے نہیں
دیتا اپنے جذبات کی آگ پر پہرہ بیٹھا دیتا ! وہ اُسکے
چہرے کو تھامتا لب رکھتا چلا گیا تھا آشنا آنکھیں بند
کرتی اِس لمس کو محسوس کرنے لگی تھی جو ہر مرض
کی دوا تھا۔ آپ میرے لیے بیٹی کی خواہش بھی چھوڑ
رہے تھے ! میری زندگی میں ایک آشنا بہت ہے مجھے
مزید ضرورت نہیں باقی اللہ کے کام ! وہ بولتا اپنی نمی
اُسکے ہونٹوں پر لگا گیا تھا ۔ آشنا اُسکے بالوں میں

اُنگلیاں اُلجھا گیا تھی ۔ کپڑے پہننے ہیں مجھے میرے
بیٹوں سے ایسے نہیں ملنا ! وہ ازلی معصومیت سجائے
بولی تھی ابراہیم کے لب گہری مسکراہٹ میں ڈھلے
تھے اُسکی آشنا کبھی نہیں بدل سکتی تھی وہ ابھی
اُسکی معصوم امبر آنکھوں والی گڑیا ہی تھی جو خیالی
پلاؤں بنا نا اپنا فرض اول سمجھتی تھی ۔ہاں میں کرواتا
ہوں تمہارا غلام سردار خدمت میں حاضر ہے ۔آشنا
آنکھیں جھکا گئی تھی اتنی بار دونوں قریب آئے تھے
اور جسکی نشانی دو دو کی صورت میں ملی تھی سٹل وہ

پہلی رات کی دلہن ہی بن جاتی تھی ۔ ابراہیم گرم گرین سوٹ لیے اُسکی طرف بڑھا تھا ۔ سنیں میں کر لونگی بلکہ نرس سے! وہ یہ سنتا مزید پاس ہوا تھا ۔ تم میری ہو تو تمہیں چھونے کا یہاں تک کہ تمہارا ہر کام کرنے کا بھی حق میرا ہے یاد ہے نہ بچپن میں تمہارا ہر کام میں کرتا تھا! وہ نرمی سے کہتا گاؤن میں اُنگلی اُلجھا گیا تھا آشنا کی آنکھیں جھکی تھیں اور سامنے کھڑا مرد اُسے گرم کپڑوں میں ملبوس کروا گیا تھا ۔

پوری فیملی کمرے میں موجود تھی آشنا کی گود میں

چھوٹا سردار تھا اور چھوٹا والا تو کبیر کو چھوڑنے کو ہی

تیار نہیں تھا وہ کچھ سیکنڈز کے لیے آشنا کی گود میں

آیا تھا اور پھر روتا پیٹتا کبیر کو چپک گیا تھا یا دوسرا وہ

زوئی پر ہل سا گیا تھا ۔ آشنا چھوٹے سردار کو دیکھتی

بولی تھی یہ تو ہماری آنکھیں لیے پیدا ہوا ہے ! ابراہیم

خاموشی سے ایک طرف کھڑا اپنی معصوم جان کی

خوشی کے صدقے اُتار رہا تھا اُسے ایسا لگ رہا تھا

طویل آزمائش کے بعد خدا نے اُسکی سن لی تھی اور

بے پناہ کن سے نواز دیا تھا ۔ہاں آشنا بھابھی

ماشاءاللہ سے میرا بھتیجا مجھ پر گیا ہے اور یہ دونوں

میرے پاس ہی رہنے والے ہیں ! زوئی اچھلتی بتا گئی

تھی زر خان اپنا ماتھا پیٹتا رہ گیا تھا دنیا کا آٹھواں

عجوبہ اُسی کے حصے میں آیا تھا اُسے اپنی آنے والی

ایلسا کی فکر لگی تھی اُسکی ڈورا تو ایلسا کی ہی لولی

پاپ کھانے والی تھی ۔پر آگے سے جو آشنا کا جواب

آیا تھا اُس پر سب دل ہی میں بولے تھے یہ دونوں

ایک سے بڑھ کر ایک تھیں ۔ ہاں زوئی تم ہی ہینڈل کر لینا ہم کیسے انہیں پالیں گے تم انکی سیکنڈ ماما ہو ! ابراہیم ہنستا آشنا کے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا ۔ چھوٹا سردار بھی اپنی ماما کی ہمیشہ کی طرح بیوقوفی سے بھری باتیں سنتا اُنگلیاں منہ میں دے گیا تھا اُسکی ماما کبھی بڑی نہیں ہونے والی تھیں ۔

کچھ دیر بعد دونوں ہی سو گئے تھے کبیر بڑی مشکل سے چھوٹے کو سلا کر پارلیمنٹ ہاؤس کے لیے نکلا

تھا اور ابراہیم باہر مصرو ف تھا سب دوست احباب

قریبی مبارکباد دینے آرہے تھے اور داہر خان اور

دوسرے قبیلوں کے بڑے سرداروں کا انتظار ہو رہا

تھا ۔وہ باہر سے فرست لیتا کمرے میں داخل ہوا تھا

آشنا رو رہی تھی اور اُسکے پاس لیٹے دونوں بیٹے بھی رو

رہے تھے۔ کیا ہوا آشنا ! وہ بڑھتا ایک کو اٹھا گیا تھا

چھوٹا تو مزید گلا پھاڑنے لگا تھا ۔ انکو فیڈ کرواؤ آشنا !!

ابراہیم چھوٹے کو بہلا رہا تھا جو قابو میں نہیں آرہا تھا

چھوٹا سردار اپنی ماما کے سینے پر اپنا ننھا سا چہرہ رگڑ رہا

تھا ۔ کیسے کرواؤں ! وہ بے بسی سے پوچھ گئی تھی

بیٹے اُسکے رو رہے تھے اور آشنا کو ایسے لگ رہا تھا اُسکا

کلیجہ منہ کو آرہا ہو واقعی ماں کی ممتا کا کوئی مقابلہ

نہیں ہوتا ہے ۔

ابراہیم ایک ہاتھ سے اُسکے چھوٹے چھوٹے لوپ

کھول گیا تھا ۔ آپ یہ !! آشنا کے گلے میں گلٹی اُبھر

کر معدوم ہوئی تھی ۔ میرے پسندیدہ حصے کے دو

ٹھیکیدار اور آگئے ہیں تو انہیں خود سے لپٹا و یہ خود

اپنی ضرورت پوری کر لیں گے میں تو کر ہی لونگا ! وہ

آگے ہوتا مخمور لہجہ میں کہتا گردن پر جھکتا ل۔ب رکھ گیا تھا آشنا شرما تی ہوئی دونوں کو خود میں بھینچ گئی تھی اور کچھ ہی لمحوں میں دونوں کے پیٹ بھر گئے تھے وہ سکون کی نیند سو گئے تھے ۔

سردار ابراہیم دونوں بیٹوں کو گود میں لیے ہسپتال کے بڑے سے ویٹنگ ہال میں تھا سلطان دورانی دائود دورانی بھی موجود تھے کچھ دیر پہلے صغیر دورانی بھی پہنچ چکے تھے ہال تمام قبیلوں کے سرداروں سے

بھرا ہوا تھا سب سردار صوابی کے آنے والے سردار
کو خوش آمدید کہنے آئے تھے سب چھوٹے سردار سے
ملتے اُس پر سے پیسے وارتے دعائیں دے رہے تھے
اور چھوٹا سردار خوشی خوشی سب کی دعا لے رہا تھا
وہیں چھوٹا سلطان دورانی کو دیکھتا جا رہا تھا شاید اُسے
اُنکی بڑی بڑی مونچھیں اٹرایکٹ کر رہی تھیں ۔
اتنے میں داہر خان کی آمد ہوئی تھی بی جان بھی
ساتھ تھیں اُسے دیکھتے ابراہیم کھڑا ہوا تھا آنکھیں
خوشی سے لال ہوئی تھیں اُسکا سنکی یار آیا تھا ۔ داہر

خان باہیں پھیلاتا جوش و خروش میں بڑھتا اُسکے گلے لگ گیا تھا ۔ مبارک ہو یارا میرا ابراہیم ڈائریکٹ دو دو ہاں ! وہ اپنے ہی خاص انداز میں گویا ہوا تھا ۔ بس اُس رب کی دین ہے ! ارے نہیں یہ تیرا بھی کارنامہ ہے ! وہ آنکھ مارتا بولا تھا ویسے تو میرے سے بھی آگے نکلا !! داہر !! ابراہیم آنکھیں دکھا گیا تھا ۔ چل چھوڑ میرے بھتیجے دیکھا !! وہ اِدھر اُدھر اپنی سیاہ مقناطیسی آنکھیں گھما گیا تھا ۔ وہ رہے ! ابراہیم زوئی کی طرف اشارہ کر گیا تھا جو ایک طرف دونوں کو لیے

بیٹھی تھی وہ پوری دوسری ماما بنی ہوئی تھی ۔ اچھا میں
مل کر آتا ہوں ! داہر خان اپنی شال جھٹکتا دوسرے
علاقوں کے سرداروں کے آگے سے سٹائل میں نکل
گیا تھا اور وہ سب سردار داہر کو دیکھتے رہ گئے تھے
سب کے علم میں تھا اِس نیو یورک سے آئے چونتیس
سالہ سردار نے گلگت کا ماحول کتنا ماڈرن کر دیا تھا
ہر جگہ اِس سنکی سردار کی آزادی کے چرچے ہی
چرچے تھے ۔وہ بڑھتا پیار سے چھوٹے سردار کو گود
میں لے گیا تھا ۔

Two two dudez ohhh!!!

کتنے ہینڈسم ہو میری طرح واہ ! وہ داد دے گیا تھا ۔

قسط: 7

تم دونوں تو میری طرح پورے ہینڈسم ہو ! داہر خان

داد دیتا چھوٹے سردار کے گال کو اُنگلیوں سے سہلا

کر پیار کر گیا تھا اور ایک ہاتھ میں دوسرے چھوٹے

کو بھی پکڑ گیا تھا جو خاموشی سے داہر خان کو اپنی بلی

آنکھوں سے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا شاید اُسے یہ مرد الگ لگا تھا مطلب انتہا کا آزاد بندہ ۔ ارے چٹکے تم تو اُس کبیر پر چلے گئے میرے پر جانا چاہیے تھا وہ بندہ بلکل ٹھیک نہیں ہے۔ داہر خان جھکتا اُسکے کان کے پاس سر گوشی کر گیا تھا جس پر چھوٹے نے منہ بنا کر زبان دکھا دی تھی اُسے اب یہی مرد کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا جو اُسکے فیوریٹ چاچا کو پتہ نہیں کچھ تو بول گیا تھا وہ رونے لگا تھا زوئی داہر خان کی گود سے اُسے لے گئی تھی اب وہ کھلکھلاتا ہوا سیکنڈ ماما

سے پیار بٹورنے لگا تھا لیکن وہیں چھوٹا سردار پورا

احترام والا بنا ہوا تھا اُسکا ہر ضد نکھرا صرف اپنے بابا

اور ماما کے لیے تھے لیکن اِس مرد سے اُسے ایسی

فیلنگ آئی تھی جیسے مستقبل میں وہ اُسکی قیمتی چیز

کا سر براہ بننے والا تھا اس لیے وہ داہر خان کی براؤن

شال مُٹھی میں بھرتا مسکرا گیا تھا اؤر امبر آنکھیں اُسکے

چہرے سے ہٹانے کا بلکل نام نہیں لے رہا تھا وہ

پورا کا پورا چھوٹا با رعب سردار لگ رہا تھا داہر خان کو

اُسکی پرسنلٹی ابراہیم کے بعد بھا گئی تھی ۔ بہترین

چھوٹے ڈ و ڈ ویسے کیا اِرادہ ہے تمہارا ! وہ اصل بات
چھوٹے سردار سے پوچھ گیا تھا جو مزید کھلکھلا گیا تھا
پتہ نہیں اُسے یہ مرد اٹریکٹ کر رہا تھا ۔ لگتا ہے
داہر لالہ یہ آپکی بیٹی کو اپنا بنا نا چاہتا ہے ! زوئی شوشا
چھوڑ گئی تھی ۔ داہر زوئی کے سر پر ہاتھ رکھتا بولا تھا
۔ دیکھو بیٹا سردار میری بیٹی اگر ہوئی تو میں بلکل اُسے
کسی کے حوالے نہیں کرنے والا وہ میرے محل میں
ہی رہے گی کوئی ایسا ڈھونڈو گا جو گھر داماد بن جائے
تو تم کو میں نہیں دینے والا اپنی بیٹی ،اور میں اپنی

بیٹی کو بلکل دور نہیں بھیجوں گا تو رشتہء کینسل

سمجھو! وہ صاف منائی کرتا چھوٹے سردار کے گول

گول گال چوم گیا تھا ۔ وہ سٹل داہر خان کی بات پر

مسکرا رہا تھا ان سب باتوں کا فیصلہ تو قدرت سے

زیادہ وہ رب کرنے والا تھا وہیں چھوٹے کو بھی

انٹرسٹ ہوا تھا شاید یہ مرد اپنی بیٹی اُسے دے دے

وہ پھیر سے ٹکر ٹکر دیکھتا چھوٹی اُنگلیاں منہ میں دیتا

بچوں والی آواز نکال گیا تھا ۔ چٹکے تو ریجیکٹ ہے تُجھے

تو میں بلکل اپنی بیٹی نہیں دینے والا ہوں تیری

آنکھیں اُس آدمی پر گئی ہیں جو مجھے ایک آنکھ نہیں
بھاتا ! وہ کبیر کو دل میں دس باتیں سنا گیا تھا اور
اپنی ازلی مغروریت لیے شان سے کھڑا تھا۔ چھوٹے
نے خود کا جسم اکڑا لیا تھا وہ اپنا چہرہ پھیرتا زوئی کے
سینے میں چھپ گیا تھا سردار داہر خان کافی انسلٹ
کر چکے تھے اُسکی ۔ وہیں چھوٹا سردار ابھی بھی تابعدار
بنا ہوا تھا وہ پورا کا پورا ابراہیم اور آشنا کا عکس تھا
۔ڈورا یہ دیکھتی مسکرائی تھی اُسکا لالہ واقعی کم نہیں
تھا۔ زیادہ اچھل مت داہر خان عنقریب یہ نہ ہو سفید

حویلی ہی تیری بیٹی شادی کر کے آئے اور ہمیں

ہماری وہ شہزادی دل و جان سے قبول ہو گی! کبیر

دورانی اپنی سنجیدہ پرسنلٹی کے ساتھ بڑھتا زوئی کی گود

سے چھوٹے کو لے گیا تھا وہ ابھی ابھی پارلیمنٹ

سے سیدھا یہاں پہنچا تھا خبر مل گئی تھی گلگت کا

ٹیرھا سردار داہر خان آیا ہوا ہے تو پہنچنا تھا ہی بہت

سے حساب کتاب دونوں کے ایک دوسرے کی طرف

نکلتے تھے ۔ داہر خان چھوٹا سردار زوئی کو آرام سے

دیتا کبیر کے مد مقابل آن کھڑا ہوا تھا ۔داہر خان

شال جھٹکتا اپنا دبدبہ اُس پر بنا گیا تھا نقوش تنے تھے

دودھیا ہینڈسم چہرہ لال پڑا تھا ۔

کبیر بھی اپنے سنجیدہ تاثرات میں آیا تھا دونوں ایک ہی

جیسے تھے بس تھوڑا ہی فرق تھا اِس لیے جب بھی

ملتے تھے ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑ پڑتے تھے۔

چھوٹا بس کبیر کو دیکھنے میں مصروف تھا وہ سکون

میں تھا کیونکہ وہ اپنے من پسند انسان کی گود میں تھا

۔ کیا کہہ رہا تھا میرے بیٹے کو ! کبیر چھوٹے کو پیار

کرتا بولا تھا ۔ یہی کہ تُجھ جیسے انسان پر کبھی بھروسہ

نہ کرے جو کسی کی بیوی کو بھگانے کی پلاننگ کرتا
ہے ! داہر خان ابھی بھی وہ یاد رکھے تھے کیسے کبیر
نے زو فاش کو نیو یورک سے نکالنے کا پلین بنایا ہوا
تھا ۔ بہن ہے وہ میری جب جب تو اُسے ہرٹ
کرے گا میرا ایسا ہی ریکیشن دیکھے گا اِس لیے کرتوت
اچھے کر اپنے ، سنا ہے سدھر گیا ہے تو ! کبیر بھی
داہر خان کا خون گرما گیا تھا ۔ ہاں جیسے تو سدھر گیا
ہے کبیر دورانی تو بھی تو بیوفاؤں کے بازار کا مہمان
رہا ہے تو بھی کم نہیں ! وہ بھی وہاں چوٹ دے گیا

تھا جہاں کبیر نے ماری تھی دونوں ایک دوسرے کو
لال سنجیدہ نگاہ سے دیکھتے جا رہے تھے ۔ تُجھے تو میں
کبھی اپنی بیٹی نہیں دینے والا ! داہر خان اپنی بیئر ڈ
کو رب کرتا بولا تھا ۔ تھوڑا ماحول وہ اچھا بنا گیا تھا
ابراہیم کی خوشی میں آیا تھا وہ جان سے بڑھ کر
تھااِس لیے کبیر پر حساب کتاب فلحال چھوڑ گیا تھا
بڑے ظرفی کا مظاہرہ کیا تھا اور یہ عادت بھی زو
فاش سے عشق کرنے کے بعد ا٪ داہر خان میں
اُتری تھی لیکن سویگ تو بر قرار رکھنا ہی تھا ۔ہاں جیسے

میں بھی نہیں دینے والا اپنی بیٹی تیرے گھر !! کبیر بھی تنک کر جواب دے گیا تھا۔ہاں ٹھیک ہے وقت بتائے گا میرا بیٹا میری طرح ہو گا اور میرے بیٹے پر لڑکیاں گھائل نہ ہوں کیسے ہو سکتا ہے ! داہر خان اپنی ہینڈسم پرسنلٹی کی تعریف کر گیا تھا۔کبیر کُچھ اور بولتا بیچ میں جو ڈورا بولی تھی دونوں ہی معصوم ڈورا کو دیکھتے سوچ میں گئے تھے انکی بہن واقعی بہت پیاری معصوم تھی۔آپ دونوں بھائی تو خود ہی سٹا بٹا کر رہے ہیں پھر میرے بیٹے کی شادی کہاں

ہو گی کیا وہ کنوارہ رہ جائے گا زوئی کو اپنے بیٹے بیٹی کی فکر لگی تھی وہ رونے بھی لگی تھی ۔ داہر اور کبیر کا دل پسیج گیا تھا ڈورا کے معاملے میں دونوں ہی بہت سینٹی تھے ۔وہ کچھ بولتے زر خان بولا تھا ۔۔ وہ ابھی یہاں آرہا تھا اور ڈورا کی بات سنتا خیالی دنیا میں گیا تھا خود کا فیوچر برائٹ نظر آیا تھا ڈورا کے ساتھ بچے کرنے کا ۔

زوئی تم ذرا ادھر آنا ! زر خان اپنی گردن رب کر گیا تھا مزید وہ کچھ ایسا بولتی تو اُس سے انتظار نہیں ہو پانا

تھا آگے ہی وہ کتنے سالوں سے اپنے جذبات پر
پابندی لگائے بیٹھا ہوا تھا ۔ داہر خان زر خان کی بے
تا بی سمجھ گیا تھا آخر ان چیزوں سے بیشرم خان کا
ہی تو لینا دینا تھا ۔ حوصلہ رکھو چھوٹے دورانی میرے
لاڈلے انشاءاللہ جلدی تیری گھوڑی چڑوانے کا ابراہیم
سے کہہ کر انتظام کرواتا ہوں وہ اپنے لاڈلے کی
پیٹ تھپتھپا گیا تھا زر خان خوش ہوتا داہر خان کے
گلے لگا تھا وہیں ڈورا شرما تی ہوئی بھاگ گئی تھی کبیر

کو داہر خان کی ایسی چیچو ری باتیں بلکل پسند نہیں آئی تھیں ۔

Dahir lala u are the best !!!

Yes i know

چھوٹے دورانی سردار داہر خان کا بھی بھلا کوئی مقابلہ ہے ! وہ کبیر کو دیکھتا پھر سے شال جھٹکتا وہاں بڑھ گیا تھا جہاں اُسکا یار اُسکا ابراہیم تھا اور ویسے بھی بوڑھے سردار پارٹی کو اپنا ٹشن بھی تو دیکھا نا تھا ۔کبیر تا سف سے سر ہلاتا چھوٹے کو پکڑے ہی پیچھے

بڑھ گیا تھا اُسکے کچھ منسٹرز دوست بھی آنے والے

تھے ۔

سب ہسپتال ہال میں بیٹھے تھے دونوں بچے اِس وقت

آشنا کے پاس کمرے میں تھے صرف زوئی اور رخسانہ

بیگم آشنا کے پاس تھیں ایمل اور تبا نہ بیگم دائود

دورانی کے ساتھ حویلی جا چکی تھیں اِس وقت ہال

میں دوسرے قبیلوں کے سردار کچھ جانی مانی

پرسنلٹی بھی آئی ہوئی تھیں مٹھایاں اور کھانا پینا چل رہا تھا ۔

ابراہیم اور داہر خان ایک صوفے پر بیٹھے تھے وہیں زر خان اور کبیر ایک صوفے پر تھے اور سلطان دورانی صغیر دورانی ایک طرف بیٹھے تھے ۔

کلام کا بڑا سردار بولا تھا جو سلطان دورانی کی عمر کا تھا ۔ سنا ہے سردار داہر آپ نے گلگت میں بہت آزاد رسمیں بنا ڈالی ہیں کیا یہ ہمارے پرانے ورثے کے ساتھ کھلا تضاد نہیں ! وہ پوچھ گئے تھے ابراہیم

نے داہر کی طرف دیکھا تھا اور چائے کا سپ لے گیا تھا جانتا تھا اُسکا دوست ہر طرح کے سوال کا بھرپور جواب رکھتا تھا ۔

میرے نزدیک خیالوں کی آزادی ہر علاقے میں ہونی چاہیئے اور خاص کر ہمیں پرانی روایتوں کو مزید توضیح کر کے انہیں ماڈرن پر مذہب کے مطابق ٹچ دے کر اپنی بہن بیٹیوں اور بیویوں کو مضبوط بنا نا چاہیے !

مختصر سا جواب دیا تھا پر دوسرے سردار خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے ابراہیم داد دیتی نگاہ داہر خان پر ڈال

گیا تھا ۔ تیرے لیے بس میں داہر خان ہوں باقیو ں

کے لیے تباہی ! وہ ٹیک لگاتا بولا تھا ۔ جانتا ہوں

میرے یار ! ابراہیم اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا مسکان

سجا گیا تھا جہاں داہر خان کی الگ پرسنلٹی اُسکا خاصہ

تھی وہیں ابراہیم کی رحمدلی دونوں ایک دوسرے سے

مختلف تھے پر دونوں ایک دوسرے کو ایک دوسرے

کی طرف کھینچتے تھے ۔

داہر خان اور بی جان آشنا سے ملتے آدھے گھنٹے کے
اندر واپس گلگت کے لیے نکلنے والے تھے کیونکہ زو
فاش اکیلی تھی بیشک اُسکے آس پاس ڈھیر ملازمین
داہر خان چھوڑ کر آیا تھا لیکن پھر بھی اُسے اپنی
چھوٹی سی جان کی فکر لگی ہوئی تھی آشنا کی ڈیلیوری
کے دوران جو حالت ہوئی تھی اُسکا سن کر داہر خان
مزید اندر سے ڈر گیا تھا بس اوپر اوپر سے سر پھرا بن
کر پھر رہا تھا۔وہ ابھی بھی زو فاش کے ساتھ کال پر
لگا ہوا تھا اور کال پر ہی زور و شور سے رومانس چل رہا

تھا ۔ زر خان تو اپنے داہر لالہ کو دیکھتے اہیں بھر رہا تھا

جو چونتیس سال کی عمر میں چھڑ ھے چھاڑ بن کر

پھر تے پورے نئے عاشق معلوم ہو رہے تھے وہ

ایک طرف اپنے بھائی جان کو دیکھتا جو سوبر انداز میں

بیٹھے اپنی آشنا کی کیئر کر رہے تھے اور وہیں اُسکا

دوسرا لالہ فون پر پورا کا پورا لڑکوں لواروں کی طرح لگا

ہوا تھا ایک پل کو بھی شاید ہی اُس نے فون رکھا ہو ۔

کیا دیکھ رہے ہیں زر خان آپ !! زوئی معصومیت

سجائے پوچھ گئی تھی ۔ تیار ی پکڑو جنا ن ہم حویلی

کے لیے نکل رہے ہیں ! وہ بھی سنجیدگی سجائے بتا
گیا تھا اُسکے سب بھائی باپ بن رہے تھے ایک وہی
رہ گیا تھا جو بیوی کو بچوں کی طرح پال رہا تھا ۔ کیوں
جانا اتنی جلدی مجھے آشنا بھابھی کے ساتھ ہی واپس
حویلی جانا ہے ! وہ بتا گئی تھی زر خان اُسکا بازو نرمی
سے پکڑتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا اور کان میں بولا
تھا ۔ سنو اگر ایسا ہی چلتا رہا نہ جلدی میں بچوں کے
بنا ہی رخصت ہو جاؤنگا ! اللہ توبہ مرے آپکے دشمن !
وہ کہتی رونے کو ہوئی تھی ۔ ارے رونا نہیں

سرداروں کی سیکنڈ ماما ! آپ مذاق اوڑھا رہے ہیں میرا

! وہ سو سو کرتی بولی تھی ۔ نہیں تو میں تو چھ بچوں

کی پلاننگ کا سوچ رہا ہوں ۔ اُف زر خان شرم کریں !

وہ دونوں ہاتھوں کے پیچھے چہرہ چھپا گئی تھی ۔اگر

شرم کر لی نہ پھر میرا کوئی پرسان حال نہیں ہو گا

اِس لیے۔ کاپریٹ کرو حویلی چل کر تھوڑا سکون اوپر

اوپر سے مجھے بھی دے دو شادی شدہ ہوتے ہوئے

بھی آج مجھے ایسا لگ رہا ہے میں پورا کا پورا کنوارہ

ہوں ! وہ دہائی دے گیا تھا زوئی کی آنکھیں پھٹی
تھیں حویلی جا کر اپنے سنکی کو کچھ تو دینا تھا ۔

خان یہ دونوں کتنے پیارے ہیں ! زو فاش فون کیمرہ
پر دونوں بیٹیوں کو دیکھتی آنکھوں سے ہی صدقے اُتار
رہی تھی ابھی کچھ منٹوں پہلے اُسکی آشنا سے بھی بات
ہوئی تھی اور اُس نے ابراہیم کو بھی مبارکباد دی تھی
تب سے داہر خان دو چھوٹے سرداروں کو بے بی
کوٹ میں لٹھائے زو فاش کو دکھا رہا تھا جو لیٹے اُنگلیاں

چلا تے داہر خان کو دیکھ رہے تھے وہ کافی حد تک

داہر خان کی پرسنلٹی سے ایمپریس نظر آرہے تھے ۔

یہ دیکھو خانی یہ چھوٹا سردار میری جان میرے ابراہیم

کی پوری کاپی ہے ! وہ چھوٹے سردار کو پیار کر گیا

تھا جو مسکرا اٹھا تھا وہ داہر خان سے پیار ادب سے

ہی پیش آرہا تھا اتنا جان چکا تھا اُسکے بابا کے خاص

دوست اور بھائی تھے عزت دینا تو بنتی تھی ۔ اللہ کتنا

پیارا ہے خان ! زو فاش اتنا ہی بولی تھی داہر خان خود

کی طرف پورا کیمرہ کر گیا تھا ۔ زیادہ نہیں دیکھ رہی تم

لڑکے کو مجھے دیکھا کرو بس ! وہ جیلس ہوا تھا زو

فاش ہکا بکا ہوئی تھی اُسکا خان تو بچوں سے بھی جل

رہا تھا پتہ نہیں کیسا عشق کر بیٹھا تھا وہ اُس سے

۔خان کیا کہہ رہے ہیں آپ بچہ ہے وہ !! خانی سمجھا

نا چاہ رہی تھی ۔ تمہیں نہیں پتہ یہی بچہ کل کو

ہماری بیٹی نہ مانگ لے ! یہ کہنا تھا چھوٹا سردار خوش

ہوا تھا وہیں چھوٹے کے نقوش بگڑے تھے اِس آدمی

سے کوئی امید نہیں تھی اُسے اپنی والی خود ہی

ڈھونڈنی تھی سیکنڈ ماما کی بیٹی سے بھی کام چلا سکتا

تھا ۔ زو فاش میرے علاوہ سب سے پردہ کیا کرو ! یہ

کہتا گنگنا گیا تھا

" میں اگر سامنے آ بھی جایا کروں لازمی ہے کہ تم

مجھ سے پردہ کرو "

یہ گاتا زو فاش کو لال ہونے پر مجبور کر گیا تھا ۔

خان ہم فون رکھ رہے ہیں ۔ ہمم میں آرہا ہوں تیار رہنا

! یہ کہتا فون رکھتا ابراہیم کی طرف بڑھ گیا تھا کیونکہ

اُسکے نکلنے کا وقت ہوا جاتا تھا ۔

سردار ابراہیم دورانی باقی سب باہر کار پورچ میں کھڑے تھے بی جان سب سے ملتی گاڑی میں بیٹھ چکی تھیں داہر خان خود کی شال اتارتا ابراہیم کے گلے میں مفلر کی طرح ڈال گیا تھا ۔ ابراہیم دیکھتا مسکرایا تھا ۔میں چلتا ہوں جلدی تُجھے بھی گلگت آنا ہے میرے بچے کی مبارکباد دینے !! وہ کہتا ابراہیم کے گلے لگ گیا تھا ۔ ضرور کیوں نہیں وہ میرا بھی تو بھتیجا اور بھتجی ہو گی ۔ ایسا ہی ہے ! یہ کہتا سب سے ملتا

اپنی چمچاتی جدید لینڈ کروزر میں بیٹھتا گلگت کے لیے نکل گیا تھا۔

ادھ رات کا پہر تھا آشنا دونوں بیٹو ں کو فیڈ کروا رہی تھی ابراہیم بلیک ٹروزار شرٹ پر بلیک ہی لیدر کی جیکٹ پہنے ہوئے پاس ہی بیٹھا تھا اور اُسکی شہد رنگ کی گہری گرم نگاہیں آشنا کے وجود پر تھیں وہ دل ہی دل میں اپنے بیٹوں کو اپنے پسندیدہ حصوں سے لپٹے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اور ساتھ گرم اہیں بھی بھر رہا

تھا دل کیا تھا اپنی گڑیا کے وجود سے لپٹ جائے

لیکن وہ شوہر ہونے کے ساتھ باپ بھی تھا دونوں

ہی فرض شدت سے نبھانے تھے ۔

سنیں یہ سو کیوں نہیں رہے ہیں ! آشنا معصومانہ

سوال کر گئی تھی ۔ سو جائیں گے گڑیا انکی ابھی

روٹین بنے گی پر انکی روٹین رات کو سونے کی بنا نی

ہو گی ! وہ معنی خیز بتا گیا تھا ۔ کیوں رات کی

کیوں ! وہ سوال کر گئی تھی ۔ کیا تم اپنے سردار کو

تڑپا کر رکھنا چاہتی ہو کیا میرا حق نہیں ان

رعن۔۔ائیوں سے پہلے کی طرح لپٹنے کا ! وہ بے حد
پاس ہوتا آشنا کی امبر آنکھوں میں دیکھتا بتا گیا تھا ۔وہ
دیکھیں یہ چھوٹا سو گیا ! وہ ہر بڑا کر بولتی نگاہ جھکا
گئی تھی ۔ کیا سمجھوں تم بھی یہی چاہتی ہو نہ ! وہ
بے حد پیار سے سوال کر گیا تھا ۔ میں تو کچھ نہیں
چاہتی میں چاہتی ہوں جلدی چھوٹا سردار بھی سو
جائے اور اپنے بابا سردار کو بھی جگہ دے دے ! وہ
باتوں ہی باتوں میں جواب دے گئی تھی اور پاس
آنے کا بھی بول گئی تھی ۔پرمیشن مل ہی گئی ریڈی

رہو میں بس آیا !ابراہیم کہتا سوتے ہوئے چھوٹے

سردار کو باہوں میں بھر گیا تھا چھوٹے کو پہلے ہی وہ

بے بی کوٹ میں لیٹا آیا تھا ۔ وہ بڑھنے ہی لگا تھا نظر

آشنا پر ڈال گیا تھا کھ۔لے لوپ اُسے دعوت دے

رہے تھے کمرے کی لائٹس ڈم تھیں صرف وہی آشنا

کو دیکھ پا رہا تھا آشنا کا تو شرم سے ہی برا حال تھا

۔بس آیا ! وہ نرمی سے کہتا چھوٹے سردار کو اُسکے

کوٹ میں لیٹا نے ہی لگا تھا پر اُسکی چھوٹی سی مُٹھی

نے اپنے بابا سردار کی شرٹ پکڑی ہوئی تھی جیسے وہ

ابراہیم کو ایک لمحے کو بھی چھوڑنے پر رضا مند نہ ہو۔

آشنا کی مسکراہٹ گونجی تھی ۔ ابراہیم نقلی سنجیدہ آنکھیں آشنا پر گاڑھ گیا تھا ۔ جو ہنستی ہوئی لوپ بند کر رہی تھی ۔ آشنا

Don't

وہ آنکھوں سے ہی منع کر گیا تھا ۔ آپ آئیں گے کیسے میرے پاس آپکا بیٹا آپکو نہیں چھوڑنے والا ! وہ کمبل اوپر تک کر گئی تھی آج سردار کی نگاہ یہاں

سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی بیٹے اپنی ضرورت پوری کر گئے تھے اب باپ کو بھی ضرورت تھی ۔

وہ چھوٹے سردار کا ماتھا چومتا بیڈ پر لیٹا گیا تھا اِس بار چھوٹے سردار نے سوتے ہوئے آرام سے چھوڑ دیا تھا اُسے اپنے بابا کا لمس چاہیے تھا اور وہ مل گیا تھا اب وہ گڈ بوائے کی طرح پر سکون سو رہا تھا ۔ وہیں ابراہیم جو پچھلے آدھے گھنٹے سے آشنا کے پہلو میں لیٹا اُسکی دھڑ۔ن کو لپٹا تھا آشنا آنکھیں بند کرتی سسک رہی تھی اُسکا لمس میٹھا پر جان لیوا تھا اُسکا سردار پیار

سے لمس دیتا تھا پر جان نکال دیتا تھا وہ اُسکے کندن

جیسے حسین نش۔یب و فراز کا بھرپور حق ادا کر رہا تھا

کافی دیر خود کی ضرورت پوری کرنے کے بعد وہ تکیہ

پر سر رکھتا نرمی سے آشنا کی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود پر

احتیاط سے کر گیا تھا۔ کمر میں درد تو نہیں ! وہ پوچھ

رہا تھا ۔ آپ پاس ہوں تو کوئی درد ہوتا ہی نہیں ! وہ

بھی سچ بتا گئی تھی ۔ میری گڑیا اتنا پیار کرنے لگی

ہے ! وہ اُسکی کیوٹ سی ناک چوم گیا تھا ۔ بہت

زیادہ کرنے لگی ہوں ! وہ کہتی آنکھیں موند گئی تھیں

۔سردارنی !! ہمم ! وہ ہلکی نیند میں جا رہی تھی ۔

میری دلبر ا سو جاؤ میں ہوں نہ ! دلبر ا سنتے آشنا کے لبوں پر مسکان بکھری تھی ۔ جانتی ہوں ! وہ ابراہیم کے سینے پر لب رکھتی نیند کی آغوش میں چلی گئی تھی ۔ابراہیم اُسکے بالوں میں نرمی سے اُنگلیاں پھیرتا رہا تھا ۔

آشنا کا آج ہسپتال سے ڈسچارج تھا سب پہنچ چکے تھے آشنا کو شہزادیوں کی طرح واپس اُسکے محل لے

کر جایا جا رہا تھا لیکن اِس بار سردار اور سردارنی کے

ساتھ اُنکے دو دو شہزادے بھی جا رہے تھے ۔

آشنا اور ابراہیم دونوں کی ڈاکٹر تحریم کے کلینک میں

بیٹھے ہوئے تھے چھوٹے کا چیک اپ ہو چکا تھا وہ

ابراہیم کی گود میں لیٹا ہوا تھا آشنا اور ابراہیم کی

نگاہیں سامنے لگی تھی گول مٹول چھوٹے سردار کا

چیک اپ چل رہا تھا ڈاکٹر تحریم جہاں جہاں ہاتھ سے

چیک کرتی ۔ وہ ٹھسّہ مارتا ہنسنے لگتا تھا وہ شاید پہلا

بے بی سردار تھا جو چیک اپ کرواتے خوش ہوتا

بچوں والا ہنس رہا تھا اور آشنا اُسکے کیوٹ سے ڈمپل پر
واری نیاری جا رہی تھی ۔وہ ڈمپل جس میں اُسکی
جان تھی وہ ابراہیم کو دیکھ گئی تھی جو اُسے باہوں
میں بھرتا گہرا مسکرا یا تھا اور اُسکا ڈمپل ظاہر ہوا تھا
آشنا اپنے گال پر اُنگلی رکھتی اُسے اشارہ کر گئی تھی
وہ جھکتا اپنا گال آگے کر گیا تھا اور آشنا وہاں اپنے
لب رکھ گئی تھی ڈاکٹر اور نرس دل ہی دل میں اِس
حسین جوڑی کی تعریف کر گئی تھیں ۔کچھ دیر بعد

ابراہیم آشنا اور بچوں کو لیتا سفید حویلی کے لیے نکل گیا تھا۔

داہر خان گلگت بلتستان پہنچ چکا تھا وہ وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔بی جان کو اُنکے کمرے میں چھوڑتا وہ اپنی جان کی طرف بڑھا تھا جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا وہ آنکھیں بند کرتا اُسکی خوشبو محسوس کر گیا تھا پورا کمرہ زو فاش کی خوشبو سے رچا بسا ہوا تھا پر وہ ذہ نصیب کہیں نہیں دکھ رہی تھی۔وہ اپنی

قمیض کے بٹن کھولتا سب جگہ دیکھ گیا تھا پر وہ نظر
نہیں آرہی تھی بیڈ پر نظر گئی داہر خان کی
مسکراہٹ گہری ہوئی تھی اُسکے کپڑے ہر چیز ارینج
ہوئی تھی لیکن ان سب چیزوں کو ارینج کر کے رکھنے
والی غائب تھی ۔ کہاں ہو میری جان میرے سکون
والی بیوی !! وہ کہتا شرٹ سامنے پھینکتا شلوار پر بس
بلیک سینڈو پہنے ہوئے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ
گیا تھا وہ ڈریسنگ روم کے ایک کارنر پر موجود دروازہ
کھولتا اندر داخل ہوا تھا زو فاش بیٹھی زمین پر چاکلیٹ

کھا رہی تھی یہ چھوٹا سا کیوٹ روم زو فاش کی اسٹڈی
کے لیے داہر خان نے سیٹ کروایا تھا لیکن وہ دیکھ
کر حیران ہوا تھا وہ چاکلیٹ کا چھوٹا سا فاؤنٹین زمین
پر رکھے اُن میں چاکلیٹ کی لالی پاپ ڈپ کر کے کھا
رہی تھی ۔ زو فاش ریڈ ان رکھا پہنے بیٹھی تھی وہ اپنے
خان کے لیے تیار ہوئی تھی پر اُسکے ہونٹوں کے
کونے پر چاکلیٹ لگی ہوئی تھی داہر خان گہری محظوظ
نگاہ سے دیکھتا چلا گیا تھا وہ یہ کرتی بہت پیاری لگ
رہی تھی اُسے تو زو فاش کوئی چھوٹی سی بچی معلوم ہو

رہی تھی ۔ یقدم وہ اپنے خان کی خوشبو محسوس کرتی
سر اٹھا کر دیکھ گئی داہر خان کی پوری دنیا جیسے تھم
سی گئی تھی ۔وُہ ایسے دیکھتی اتنی معصوم لگی تھی
موٹے موٹے آنسو اُسکی آنکھوں میں اُتر آئے تھے وہ
جھٹ سے اُسکی کیفیت سمجھ گیا تھا وہ داہر خان جو
پہلے زو فاش کو سمجھتا نہیں تھا اب وہ اُسکی نمی
تاثرات دیکھتا پل میں سمجھ جاتا تھا وہ کیا سوچ رہی
ہے اور اُس پر کیا گزر رہی ہے۔وہ پل میں اپنے
بالوں میں ہاتھ پھیرتا اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا جان گیا

تھا اُسکی فرمابردار بیوی ڈر گئی تھی ۔ واقعی میں زو
فاش اپنے خان سے ڈرتی تھی ۔ تم اِدھر زو فاش ! وہ
کھانستا بولا تھا ۔ وہ خان وہ آرام سے اٹھتی بولی تھی ۔
میں آپکے لیے کھانا لگواتی ہوں وہ ایک ہاتھ سے اُس
چاکلیٹ فاؤنٹین کو صوفے کے نیچے کر گئی تھی وہ
معصومانہ انداز میں یہ حرکت کر گئی تھی ۔داہر خان
اندر ہی اندر اپنی خانی کی اِس حرکت پر عش عش کر
بیٹھا تھا ۔وہ زو فاش کو زیادہ میٹھا پریگننسی میں کھانے
نہیں دیتا تھا اُسکی ڈاکٹر نے منع کیا تھا اِس لیے زو

فاش اُسکے پیچھے چھپ کر کھا رہی تھی ڈیلیوری زو فاش
کی نارمل ہونی تھی کوئی کمپلیکیشن نہیں تھی پھر بھی
وہ ڈاکٹر سے پوچھتا رہتا تھا ابھی بھی وہ پورے راستے
زو فاش سے اُسکا حال پوچھتا آیا تھا۔

نہیں مجھے کھانا نہیں ہے تم کیا کر رہی ہو یہاں ! وہ
دیکھ گیا تھا لیکن پھر بھی پوچھنا اپنا فرض سمجھا تھا
۔وہ کچھ نہیں، کیا میں کہیں بیٹھ نہیں سکتی خان
سب چیزیں مجھے آپ سے پوچھ کر کرنی ہو گی کیا! وہ
چر چر ی ہوئی تھی پریگننسی میں اُسکے کچھ زیادہ ہی

موڈ سوئنگ ہونے لگے تھے ۔پتہ نہیں کل سے وہ

غُصہ ہو رہی تھی ۔۔کیا ہوا ہے زو فاش ! وہ نرمی سے

بازو سے پکڑتا پوچھ گیا تھا ۔ کچھ نہیں ہوا مجھے کیا میں

کچھ بھی کھا نہیں سکتی اپنی مرضی کا ،کیا مجھے ہر کام

آپ سے اور بی جان سے پوچھ کر کرنا ہو گا ،کیا میری

کوئی حیثیت نہیں نو سال سے آپ دونوں کے لیے

کرتی آئی ہوں اب میرا دل کچھ بھی کرنا چاہتا ہے

کھانا چاہتا ہے کیا میں ساری زندگی سب کی سنوں یہ

میرا بھی بچہ ہے میں اسکی اچھی حفاظت کر سکتی

ہوں بھولے نہیں

آپ میرے پاس اب آئے ہیں نو سال کی عمر سے

خود کو خود سمبھا لا ہے تب تو آپکو میری پرواہ نہیں

تھی شاید اپنی اولاد کی وجہ سے پرواہ کر رہے ہیں ! وہ

دل میں جو آیا چر چر ی ہو کر بولتی چلی گئی زو فاش

کی بات پر داہر خان نہ چیخا نہ چلا یا بس آرام سے اتنا

کہہ گیا تھا ۔ جو کرنا ہے کرو نہیں روکتا تمہیں ! آنکھوں

میں تکلیف واضح تھی اِس عورت کی چھوٹی سی چھوٹی

بات بھی داہر خان کو ہرٹ کر جاتی تھی ۔وہ کمرے سے نکل گیا تھا زو فاش کھڑی کی کھڑی رہ گئی تھی ۔ یہ کیا بول دیا میں نے میں اپنے خان کو ایسے کیسے بول گئی ! وہ خاموشی سے رونے لگی تھی دل دُکھا تھا وہ اپنے خان کو ہرٹ کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن کر گئی تھی ۔

دوسری جانب سردار ابراہیم دورانی اپنی آشنا دونوں بیٹوں کو پوری فیملی کے ساتھ لے کر سفید حویلی پہنچ

چکا تھا جیسے ہی ابراہیم کی جدید بڑی سفید گاڑی حویلی

کے کار پورچ میں داخل ہوئی آشنا جو پیچھے رخسانہ

بیگم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی چھوٹا سردار اُسکی گود

میں تھا اور چھوٹا رخسانہ بیگم کے پاس سو رہا تھا

آنکھیں نم ہوئی تھیں پوری حویلی کو لائٹس اور پھولوں

سے سجایا گیا تھا پوری حویلی کے ملازم قطار میں

کھڑے تھے اور سردار ابراہیم کی گاڑی پر پھولوں کی

بارش ہو رہی تھی ابراہیم ڈرائیو کرتا بیک ویو مرر سے

آشنا کو دیکھ گیا تھا دونوں کی آنکھیں ملی تھیں آشنا

شرما تی نظر جھکا گئی تھی ۔ گاڑیاں رکی تھیں سب باہر آئے تھے زوئی اور ایمل مٹھائی اور پھول لیے کھڑی تھیں ۔ ابراہیم اپنی طرف سے اترتا پیچھے بڑھتا دروازہ کھول گیا تھا اور ہاتھ آگے کرتا چھوٹے سردار کو گود میں لے گیا تھا بابا سردار کی گود میں جانے کی دیر تھی چھوٹا سردار خوشی سے نہال ہوتا ہاتھ پاؤں مارنے لگا تھا ابراہیم اُسکا گال چومتا آشنا کو باہوں کے احصار میں بھر گیا تھا ۔ چلیں اندر ! وہ نرمی سے پوچھ رہا تھا ۔ جی ! اتنا کہتی وہ سامنے دیکھ گئی تھی جہاں زوئی

ایمل مسکراتی ہوئی کھڑی تھیں آشنا کا بہترین

استقبال کیا تھا اِس خاندان کو اُسکا چھوٹا سردار اور

وارث جو دیا تھا ۔

صبح سے شام ہو گئی تھی زو فاش کمرے میں تھی اور

داہر خان تب سے اسٹڈی میں بند تھا وہ گل مکین

کو بھیجتا زو فاش کا بھرپور خیال رکھوا رہا تھا لیکن اُسے

کیا معلوم تھا اپنے خان کو برا بھلا کہنے کے بعد اُسکی

خانی پچھتاوے سے مر رہی تھی۔ رات کے گیارہ کا

وقت ہو گیا تھا داہر خان وائٹ ٹراوزر شرٹ میں اندر

داخل ہو ا تھا زو فاش ابھی بھی ریڈ ان رکھا پہنے آنسو

لیے بیٹھی تھی وہ داہر خان کے پیچھے تو نہیں گئی

تھی پر ندامت سے اُسکا روم روم سلگتا رو رہا تھا اِس

مرد سے عشق ایسا تھا جو نہ مرنے دیتا تھا نہ زندہ

رہنے دیتا تھا۔وہ اپنی ازلی مغرور پرسنلٹی لیے بیڈ کی

طرف بڑھا تھا زو فاش کی سانسیں بڑھی تھیں وہ سائڈ

دراز کھولتا اُسکی رات کی میڈیسن نکالتا گلاس میں پانی

ڈالتا پاس رکھ گیا تھا کچھ نہیں بولا تھا ۔ زو فاش کا

دل زار زار رویا تھا وہ اپنے خان کو ناراض کر چکی تھی

وہ لڑکی جس نے ہمیشہ تابعداری دکھائی تھی آج وہ موڈ

سوئنگ کے چلتے وہ بول گئی تھی جو وُہ کبھی بولنا

نہیں چاہتی تھی خود پر زو فاش کا غُصہ بڑھا تھا۔ داہر

خان الماری کی طرف بڑھتا خود کا نائٹ سوٹ نکال گیا

تھا ۔ زو فاش کا دل زخمی ہوا تھا وہ مرد جسے کبھی

کوئی کام کرنے نہیں دیا تھا اور نہ ہی وہ کرتا تھا آج

وہ اپنے کپڑے بھی خود نکال رہا تھا ایک مشرقی بیوی

کی طرح وہ تڑپ اٹھی تھی ۔ کچھ دیر بعد داہر خان

فریش ہوتا بلیک ٹراؤزر شرٹ میں نِکلا تھا اپنے نم
بالوں کو ہاتھوں سے ٹھیک کرتا ہوا ۔ نماز بیچا گیا تھا
داہر خان نے کیا کیا نہیں سوچا تھا وہ واپس آکر
بھرپور اپنی خانی کو دیکھے گا رومانس کرے گا اپنی
اولاد کا پوچھے گا لیکن وہ اپنی ہی بیوی کے موڈ
سوئنگ دیکھتا حیران رہ گیا تھا ۔ وہ نماز پر کھڑا ہونے
ہی لگا تھا اُسکے نزدیک اُسکی عورت کو روٹھنے کی بھرپور
اجازت تھی وہ مرد ہی کیا جو اپنی روٹھی ہوئی عورت کو

منا نہ سکے لیکن ابھی وہ زو فاش کو اسپیس دینا چاہتا تھا ۔

وہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہی ہوا تھا زو فاش سے کنٹرول نہیں ہوا تھا وہ پاس آتی بولی تھی ۔ سوری خان پتہ نہیں آجکل مجھے کیا ہو گیا ہے بے وجہ غُصہ آرہا ہے لیکن میں ایسی نہیں ہوں مجھے خود سے نفرت ہو رہی ہے ! وہ ہچکیوں سے روتی ہوئی بولی تھی داہر خان اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا زو فاش کی نازکی داہر خان کے سینے سے مس ہوئی

تھی ۔ خان ! وہ روتی پکار گئی تھی ۔ ہاں خان کی
خانی تمہارا خان کبھی تم سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا
ہے تم مجھے ڈانٹ بھی سکتی ہو مجھ سے روٹھ بھی
سکتی ہو اور یہ سارے اختیار میری زندگی میں ایک ہی
عورت کو حاصل ہیں ! وہ اُسکے گال کو چومتا اُسے
چھوڑتا نماز میں بیٹھنے لگا تھا ۔ خان ! اُسے ایسا لگا تھا
وہ زیادہ ہی بول گئی تھی وہ نماز شروع کرنے سے
پہلے ہی بولا تھا ۔ رو مت بولا ہے ہے نہ زو فاش !
کہتا نماز پڑھنے لگا تھا زو فاش کو خود کا نام برا لگا تھا

داہر خان زیادہ تر اُسے خانی اور دوسرے پیارے ناموں سے پکارتا تھا وہ پیچھے ہی بیٹھ گئی تھی اور داہر خان کو نماز ادا کرتے دیکھنے لگی تھی ۔

قسط:8

زو فاش پیچھے ہی بیٹھی ایک لت اپنے خان کو دیکھتی جا رہی تھی جو نماز ادا کرتا دنیا کا خوبصورت ترین مرد لگ رہا تھا یہ وہ داہر خان تھا ہی نہیں جو بس خود کا سوچتا تھا جسکے لیے اپنی انا اپنی خود پرستی ہر رشتے سے

بالا تر تھی یہ مرد تو اپنے رب کے آگے کوئی فقیر

معلوم ہو رہا تھا زو فاش کے سرخ رخسار مزید آنسو وں

سے بھیگتے لال ہونے لگے تھے وہ اپنے مجازی خدا

کے پیچھے بیٹھی اُسکی ہر ادا دیکھنے میں مصروف تھی

شدت ندامت بڑھتی جا رہی تھی یہ وہ عورت تھی جو

اپنے مرد کے لیے ساری زندگی خود کو سولی پر لٹکا سکتی

تھی پر اُف نہیں کرتی ۔

داہر خان نے شہادت کی انگلی اٹھا کر پڑھتے سلام

پھیرا ہی تھا اور ہاتھ دعا میں اٹھا گیا تھا وہ کافی دیر

دعا میں ہاتھ اٹھائے بیٹھا رہا تھا اور اُسکی ہتھیلیاں آنسو وں سے بھیگتی گھلی ہونے لگی تھیں زو فاش یہ دیکھتی اپنی دھڑکن مُٹھی میں جکڑ گئی تھی دل زار زار روتا اِس حسین مرد کا مزید گرویدہ ہوتا مرید بنتا جا رہا تھا۔

جیسے ہی وہ آمین کرتا چہرے پر ہاتھ پھیر تا خود کے آنسو اندر پینے لگا تھا یقدم زو فاش گھٹنوں پر ہوتی پیچھے سے اُسکے سینے پر ہاتھ کرتی لپٹ گئی تھی اور یہ اتنا اچانک تھا داہر خان حیران ہوتا مزید آنسو چھپا نے لگا

تھا یہ وہ مرد تھا جو ٹوٹ بھی رہا ہوتا تھا لیکن اپنا درد کبھی ظاہر ہونے نہیں دیتا تھا کیونکہ اُسکی پرسنلٹی میں ایموشن کی کوئی وقط نہیں تھی اور ابھی بھی وہ یہی کرنے کی کوشش میں لگا تھا ورنہ اُسکی ساری ڈیشنگ پرسنلٹی خسارے میں چلی جانی تھی داہر خان کا فنڈا یہی تھا دل جل جائے پر آنسو عیاں نہ ہوں سویگ بس بر قرار رہے ۔

خان آپ رو رہے تھے ! زو فاش پیچھے سے ہی اُسکی گردن پر اپنے تشنہ لب رکھتی پوچھ گئی تھی دل

معصوم زو فاش کا فگار ہوا تھا اُسکا بس چلتا تو داہر

خان کا نِکلا ایک آنسو بھی زمین کی زینت بننے نہیں

دیتی اتنا ٹوٹ کر عشق کرتی تھی اپنے خان سے

۔داہر خان آنسو با مشکل اندر پیتا بولا تھا ۔ نہیں میں تو

بس اللہ پاک سے مزید سویگ مانگ رہا تھا آخر داہر

خان یوسفزئی کو تا حیات یوتھ کا ہاٹ سینسیشن بنے

رہنا ہے وہ پل میں انا کا خو ل اوڑھتا بولا تھا اور زو

فاش کے ہاتھ نرمی سے ہٹاتا پورا رخ اُسکی جانب کر

گیا تھا دونوں اب آمنے سامنے زمین پر نرم کارپیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے ۔

زو فاش بس اُسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتی جا رہی تھی جانتی تھی اُسکا خان خود کی شخصیت پر کبھی کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا وہ ایسا ہی تھا اور اُسے ایسے دل و جان سے قبول تھا ۔وہ پاس ہوتی اُسکا چہرہ ہاتھوں میں پیار سے بھر گئی تھی زو فاش کا قیامت خیز بدن داہر خان سے بھرپور لگا تھا وہ اُسکی نازک ۔ی محسوس کرتا کچھ سیکنڈز آنکھیں بند کر گیا تھا آنسو ٹوٹ کر سائڈ

سے گرتا زو فاش کی اوپر ی گہری کو قمیض کے اوپر

سے ہی ہلکا گھلا کر گیا تھا ۔خان آپ رو رہے تھے !

وہ سیدھا پوچھ گئی تھی۔ نہیں میں تو ایسے ہی آنسو

بہا نے کا کبھی کبھار ناٹک کر لیتا ہوں تمہارے خان

کا تیسرا خواب ہولی وڈ کا ہیرو بھی بننا تھا پر وُہ

سرداریت اور ورلڈ بیسٹ بزنس مین بننے کے چکر کی

نظر ہو گیا افسوس ! وہ صاف گوئی سے کہتا خود کا چہرہ

اُسکے نرم ملائم بالوں میں دے گیا تھا ۔پتہ ہے خان

ایک مضبوط مرد تب ہی روتا ہے جب سامنے اُسکی

پسندیدہ چیز یا عورت ہو کیا آپ واقعی مجھ سے عشق
کرنے لگے ہیں ! وہ پھر سے وہی سوال کر گئی
تھی۔وہ پیچھے ہوتا اُسکا چہرہ تھا متا باری باری دونوں
آنکھوں کو شدت سے سلگا گیا تھا ۔ میں جانتا ہوں
میرے احسا سا ت پر یقین کرنا تمہارے لیے آسان
نہیں ظاہر بات ہے ماضی میں تمہیں اتنی چوٹیں دے
کر رسوا جو کر چکا ہوں پتہ ہے روز رات وہ وقت یاد
کرتے مرتا ہوں کیسے میں تمہارا ہوتے ہوئے کسی اور
کا ۔۔!! وہ مزید بولتا زو فاش اُسکے لبوں پر ہاتھ رکھتی

سسکتی روتی نفی میں سر ہلا تی ہوئی اُسے مزید بولنے
سے منع کر گئی تھی داہر خان اُسکا ہاتھ چوم گیا تھا۔
ایسی بات نہیں خان میں آپ پر یقین کرتی ہوں آپکی
آنکھیں جھوٹ نہیں بولتی تب بھی نہیں بولتی تھیں
جب آپ میرے نہیں تھے اور آج بھی نہیں بولتی
جب آج آپ بس میرے ہیں! زو فاش کہتی اُسکے
سینے پر ل۔ب رکھ گئی تھی داہر خان اُسکی کمر میں
ہاتھ ڈالتا خود کے چوڑے وجود سے لگا گیا تھا شہد رنگ
کی آنکھیں سیاہ میں گڑھی تھیں ۔پتہ ہے خان انسان

کے پورے وجود میں ایک آنکھیں ہوتی ہیں جو کبھی
جھوٹ بول نہیں سکتیں وہ دل کا حال بیان کر
دیتی ہیں لیکن آپکی زو فاش کو خود کی قسمت سے ڈر
لگتا ہے! یہ کہتی آنکھیں جھکا گئی تھی دل شدت غم
سے نڈھال ہوا تھا۔ شش کچھ مت ایسا ویسا سوچو
تمہارا خان ہے نہ! کہتا اُسکی شہ رگ کو چو۔م گیا تھا
زو فاش کی سسکی نِکلی تھی یہ مرد ایسا ہی تھا جب
پیار کرتا تھا تو رکتا نہیں تھا پوری پوری رات زو فاش

کو اپنے پاس اپنی پسندیدہ حالت میں رکھتا رومانٹک خان

بن جاتا تھا ۔

جلدی میں تمہارے سارے ڈر ختم کر دونگا اتنا پیار

دونگا تم کبھی اُس وقت کو یاد نہیں رکھو گی ! وہ کہتا

اُسکی پیشانی چومتا چلا گیا تھا! دل پھر سے ایک جکڑ

میں جکڑا تھا داہر خان کو خود کے کیے کا پھر شد و

مد سے احساس ہوا تھا وہ اوپری خوبصورتی دیکھتا اِس

حسین لڑکی کو کیسے نظر انداز کر گیا تھا وہ خوبصورتی جو

کبھی اُسکی تھی ہی نہیں اور یہ عورت تو سر سے پاؤں

تک اُسکی ہی تھی ۔زو فاش اُسکے سینے میں چہرہ دیتی
انتہائی آہستگی سے بولی تھی ۔ خان میں وہ لڑکی نہیں
جسکی طلب آپ نے کی تھی میں تو ان حسین لڑکیوں
کے بازار میں سب سے عام شکل و صورت کی حامل
لڑکی رہی ہوں مجھے کبھی کبھی لگتا ہے میں آپکے لیے
بنی ہی نہیں کہاں آپ کہاں میں ! یہ کہنا تھا داہر
خان کا روم روم سلگتا تڑپ گیا تھا اُسکی خانی ایک
دفعہ محض ایک دفعہ اُسکا دل جھانک لیتی تو پتہ لگتا
اُس جیسی تو کوئی تھی ہی نہیں وہ جانتا تھا یہ خانی

اُس سے عشق کرتی تھی کیونکہ عورت کا عشق وقت
کے ساتھ بڑھتا بڑھتا مزید رنگ لے آتا ہے ۔ کیوں
ایسی باتیں کر کے میرے دل جلا تی ہو ! یہ کہتا
اُسکا چہرہ پھر پکڑ گیا تھا جو نمی سے بھیگا بھیگا تھا ۔ سچ
تو کہتی ہوں کیا ہے مجھ میں خاص عام سی لڑکی نہ
زیادہ پڑھی لکھی گھر گھر ستی والی ،ایسی لڑکیاں کم ہی
مرد دعا میں مانگتے ہیں ! وہ جیسے اِس دُنیا کی تلخ
حقیقت سامنے رکھ گئی تھی ۔ پر ہر مرد ایک جیسا
نہیں ہوتا میں بھی تھا ویسا لیکن شاید میرے دل کے

کونے میں کچھ تو اچھا تھا جب ہی اللہ نے تمہیں میرا مقدر بنا کر مجھے بہترین بنا ڈالا ورنہ گمراہی میرا نصیب بن بیٹھی تھی ! وہ اقرار کر رہا تھا وہ خاموشی سے سن رہی تھی ۔ میرے نزدیک بہترین عورت وہ ہے جسکا دل جسکا کردار بہترین ہو جسکی تربیت میں شامل کیا گیا ہو صرف اپنے مرد کی بن کر رہنا ہے کیونکہ وہ تمہارا سائبان ہے ! وہ سنتی ہچکی لے گئی تھی لیکن میں یہ بھی کہوں گا مرد بھی وہی مرد ہوتا ہے جو اپنی عورت کی عزت کرتا اُسے نہ صرف اپنے دل میں بلکہ

اپنے گھر اور دنیا کے آگے بھی مقام دے میرے
نزدیک وہ مرد ہی نہیں جو عورت کو بھیڑ بکری سمجھتا
صرف اپنے کام کرواتا بچے پیدا کرنے کی مشین بنا
ڈالے عورت تو اپنے شوہر کے گھر کی ملکہ بننے کا
حق رکھتی ہے اِس لیے تو میں ہر نماز میں دل و جان
سے بیٹی مانگتا ہوں شاید میرا اللہ مجھے معاف کرتا
رحمت کی صورت میں شہزادی عطا کر دے تا کہ میں
اپنی بیوی کے ساتھ کی گئی چھوٹی چھوٹی نا انصافی کا
ازالہ کر سکوں ! یہ کہتا وہ زو فاش کے سینے سے

بچوں کی طرح لپٹ گیا تھا اور خاموشی سے اُس
مضبوط مرد کے آنسو بہتے زو فاش کی قمیض بھگونے
لگے تھے وہ اور زیادہ اُسے اپنی دھڑکنوں سے لگا گئی
تھی دل میں جیسے اِس مرد کے الفاظ نئی سورج کی
کرن کی طرح گڑھے تھے ۔ میں دعا کرونگی خان اپنے
اللہ سے اللہ میرے خان کو بیٹی سے نواز دے اور
انشاءاللہ ہماری بیٹی ہو گی مجھے میرے اللہ پر پختہ
یقین ہے اُس نے کبھی میری دل سے مانگی دعا کو
رد نہیں کیا ہے ۔ وہ داہر خان کے بالوں پر لب

رکھتی چلی گئی تھی وہیں داہر خان سکون میں گیا تھا

لبوں پر مسکان آن سجی تھی ۔کافی دیر دونوں ایسے ہی

بیٹھے رہے تھے یہ پل دونوں کے لیے خوبصورت ترین

لمحات میں سے تھے ۔ وہ پھر سے چہرہ اٹھاتا بولا تھا

آج سے اپنی انا سب تم پر وار دیا خانی مرد وہی ہوتا

ہے جو اپنی انا بھی اپنی من پسند عورت پر وار دے !

زو فاش سنتی اُسکے سینے کا حصہ بنی تھی ۔ پھر سے

داہر خان کا کمرہ مہک اٹھا تھا وقت کے چلتے وہ مزید

اِس عورت کو خود کا اسیر کرنے والا تھا ۔

داہر خان زو فاش کو گود میں لیے اٹھ کر کھڑا ہو ا تھا

زو فاش کے دونوں ہاتھ اُسکی گردن کے گرد مائل

تھے آنکھیں جھکی ہوئی تھیں ہونٹ لال ہوتے سرخی

جھلکا رہے تھے گال تو شرم کے مارے دہکتے لال

ٹماٹر بنے ہوئے تھے ۔داہر خان کی بلیک ٹی شرٹ

زمین کا حصہ بنی ہوئی تھی وہ بلیک ٹروزار میں زو

فاش کو لیے کھڑا بلا کا ہینڈسم خان لگ رہا تھا ۔ ابھی

کچھ منٹوں پہلے ہی داہر خان نے اُسکی گلابی پنکھڑیوں

سے اپنا بھرپور حق وصولا تھا اُسکی نمی کو پی کر خود کو
پورا کا پورا سیراب کیا تھا ۔کیا چاہتی ہو ! وہ جھکتا اُسکے
کان کی لو کو ہونٹ کے بیچ دباتا پوچھ گیا تھا ۔ کچھ
نہیں ! اتنا کہتی وہ ایسے داہر خان کو لپٹی تھی وہ پل
میں زو فاش کے دل کی بات سمجھ گیا تھا وہ بھی
وہی چاہتی تھی جو وُہ کرنا چاہتا تھا ۔وہ زو فاش کو لیے
آئینے کے آگے کھڑا ہوا تھا وہ دونوں کو آئینے سے
دیکھتا بولا تھا میری خانی خود کو دیکھ لو ایک دفعہ رشک
ہی کرو گی ! وہ اُسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھتی حیا کی

لالی بنی ہوئی سامنے دیکھ گئی تھی وہ داہر خان کی گود میں چھوٹی سی گڑیا لگی تھی ۔ خان آپ یہاں کیوں! آج کی رات میں حسین تر بنا نا چاہتا ہوں تمہارے ان۔گ ان۔گ کو ایسے چھو نا چاہتا ہوں جیسے تم موم کی گڑیا ہو ! دیکھو سامنے، تم میں اور مجھ میں کوئی فرق لگتا ہے ہم دونوں مل کر تو داہر زو فاش بنتے ہیں ۔

زو فاش کی آنکھوں میں نمی آن ٹھہری تھی ۔ آج رونا نہیں جب میں دوں موقع تب رونا ! یہ کہتا زو فاش

کو نرمی سے بستر پر لیٹاتا بیڈ کے پاس ہی اپنا -- زمین

بوس کر گیا تھا زو فاش کا چہرہ سرخ ہوا تھا وہ اُسے

دیکھتی چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیچھے چھپا گئی تھی وہ

کمبل دونوں پر کرتا زو فاش کے پہلو میں لیٹتا اُسے

نرمی سے خود کے اوپر کر گیا تھا ۔خان ! ہاں خان کی

چھوٹی سی جان آج سسکنے کا بھرپور موقع دینے والا

ہوں تو تھوڑا بہت کاپریٹ کرنا اتنا نہیں ٹوٹ کر

برسوں گا لیکن برسوں گا ضرور وائلڈ -- بے بی آنے

کے بعد کریں گے اور میں تمہیں مزید طریقے بھی

بتاؤں گا ! وہ آنکھ مارتا اُسے بھی اپنے پسندیدہ حلیہ
میں لے آیا تھا ۔ زو فاش کی اُنگلیاں خود با خود اُسکے
سینے پر لہرانے لگی تھیں وہ داہر خان کی پہلی والی
زو فاش بننے لگی تھی مطلب اُسکے ہر حکم کی تابع
بیوی ۔لگتا ہے آج مجھے میری خانی کی بھی ہلکی پھلکی
گستاخیاں دیکھنے کو ملیں گی ! وہ اُسکے چہرے کو تکتا
ہنستا ھوا بولا تھا ۔ خان شرم آرہی ہے ! وہ حیا کی
مورت بنی تھی وہ سب کرنا چاہتی تھی جو اُسکا شوہر
چاہتا تھا لیکن تھی تو بیس سال کی شرمیلی لڑکی

۔جس نے کی شرم خانی اُسکے پھوٹے کرم اور میں تو
کوئی لمحہ تمہارے پہلو میں ضائع نہیں کرنا چاہتا ہوں
تمہیں ہر طرح سے خاص کرنا چاہتا ہوں ! یہ کہتے جو
اشارہ کیا تھا زو فاش نفی میں سر ہلا تی پلکیں جھکا
گئی تھی اُسکا خان تو ہر دفعہ بیشرمو کی طرح ہر رات
ہی بے باکی کا نیا سبق اُسے پڑھا جاتا تھا ۔ داہر خان
کا دہکتا ہاتھ اُسکے اوپر سفر کرتا گہرا۔ ئ۔یوں میں اُترتا
اُسے بے سانس کر رہا تھا اور وہ پل میں گ۔رم
ہوتی پسینے میں بھکنے لگی تھی ۔ اور وہ کرنے لگی تھی

جو اُسکا سر پھرا خان چاہتا تھا وہ اُسکی چوڑی گردن

میں چہرہ کرتی لب رکھتی چلی گئی تھی پرواز بڑھتی

نیچے آئی تھی وہ کمبل میں گھم ہوئی تھی وہ کر رہی

تھی جو اُسکا شوہر چاہتا تھا ل--ب رکھتی داہر خان کو

پاگل کر گئی تھی یقدم وہ اُسے بیڈ پر کرتا اوپر آیا تھا

۔دونوں کی سانسوں سے کمرہ گونج رہا تھا داہر خان کی

سیاہ آنکھیں خمار آلود تھیں زو فاش شرم تی چہرہ اُسکے

سینے میں چھپا گئی تھی ۔

Now its my turn ,be ready lil submissive wifey to bear me i will be ge.....!!!!

یہ کہتا زو فاش کو لپٹ گیا تھا کبھی دل کے مقام پر قہر ڈھاتا تو کبھی کہیں آہستہ آہستہ وہ اس میں سماتا ہوا شدتوں کا طوفان ڈھانے لگا تھا باہر ٹھنڈ بڑھتی جا رہی تھی لیکن داہر خان کا کمرہ اھ ۔وں اور سسکیوں معنی خیز آوازوں کی نظر ہوا تھا دو دل ایک ہوتے ایک دوسرے کی روح میں تا حیات کے لیے سما

رہے تھے رات ختم ہوتی جا رہی تھی اور نئی صبح دونوں کی زندگی میں نئی خوشیوں کا سورج لے کر آنے والی تھی ۔

صبح اٹھ کا وقت تھا گلگت بلتستان میں آج دھند کا ڈیرا تھا پہاڑ برف سفید ی کے پیچھے چھپ سے گئے تھے وہیں نور جہاں حویلی کے شاندار کمرے میں داہر خان کی بھاری سانسیں گونج رہی تھیں اُس نے ایک گھنٹے پہلے ہی زو فاش کو خود سے رہائی دی تھی تب

سے وہ سینے کے بل لیٹا بے خبر گہری نیند سو رہا تھا

پوری رات محنت جو کی تھی نور جہاں کے پوتا سردار

نے لیکن وہیں دو شہد رنگ کی آنکھیں ایک پل کو

بھی داہر خان کے خوبرو چہرے سے ہٹی نہیں تھیں

زو فاش اُسکے پہلو میں اُسکی سیاہ ٹی شرٹ پہنے آدھی

کمبل میں غروب اُسے دیکھنے میں مصروف تھی وہ آج

کی رات پہلی والی ہی زو فاش بن چکی تھی جو قربت

کے لمحات کے بعد گھنٹوں داہر خان کو پلک جھپکے بنا

دیکھتی جاتی تھی ابھی بھی وہ پہلے والا کام سر انجام

دے رہی تھی ۔وہ پاس ہوتی جھکتی بے اختیاری کے
عالم میں داہر خان کی گھنی بیئرڈ پر لب رکھتی ہونٹوں
کی نرماہٹ دینے لگی تھی ایک دم داہر خان آنکھیں
کھولتا اُسے دیکھتا مسکرایا تھا ۔ زو فاش ہر بڑا تی پیچھے
ہونے لگی تھی اُس سے پہلے ہی داہر خان اُسے اپنے
قابو میں کرتا پاس لیٹا گیا تھا اور خود ایک ہاتھ کہنی کی
طرح سر کے نیچے رکھتا زو فاش کو گھورنے لگا تھا جو
اپنا نچلا لب کاٹتی جا رہی تھی ۔ کیا کر رہی تھی مسز
داہر میری خانی میری سردارنی ! یہ کہتا اُسکے چہرے پر

اپنی اُنگلی پھیرنے لگا تھا۔ میں کچھ نہیں خان ! وہ کہتی اُسکے سینے پر ہاتھ رکھتی پیچھے کھسکتی اٹھنے لگی تھی وہ پیٹ کے پاس ہاتھ رکھتا اُسے اٹھنے سے روک گیا تھا۔ خان اٹھیں نیچے بی جان ناشتے پر انتظار کر رہی ہونگی ۔ وہ زو فاش کو اپنی پناہ سے آزادی دیتا دونوں ہاتھ سر کے نیچے باندھتے لیٹا تھا۔ زو فاش منہ کھولے دیکھنے لگی تھی ۔ کیا ہوا کچھ ہوا ! داہر خان پل میں اپنی خودی میں لوٹا تھا ۔ خان اٹھیں شاور لیں اور نیچے آئیں میں آج خود آپکی پسند کا ناشتہ بناؤ

گی ! وہ اٹھتی کھڑی ہوئی تھی داہر خان کی گہری بے
باک نگاہیں زو فاش پر تھیں وہ کبھی اُسکا چہرہ دیکھتا تو
کبھی اُسکا شدت سے رنگا ہوا سراپا ۔ مجھے نہیں اٹھنا
اور شاباش میرے پاس آؤ ایک سیکنڈ سے پہلے میں وہ
مرد نہیں جو سارا دن اپنی بیوی کو کچن میں رکھے
تھکنے کا اتنا شوق ہے خانی تو میری قربت میں تھکا
کرو ،اِس بستر پر کیا ،ہر جگہ تمہارا خان تمہارا غلام ہے
۔زو فاش تھوک نگل کر رہ گئی تھی اتنا جان چکی

تھی آج اُسکا خان چھوڑنے والا نہیں تھا ناشتہ لنچ ڈنر

سب بستر پر ہی ہو گا۔

آؤ میری جان دیر مت کرو مجھے اور پینا ہے ،تمہیں اور

خوش قسمت عورت بنا نا ہے تمہیں بتا نا ہے تم

میرے محل کی ملکہ ہو آؤ جلدی اور ویسے آنا جیسے پسند

ہو ! معنی خیز کہتا پاس جگہ بنا گیا تھا زو فاش کچھ

پل دیکھتی ویسی ہی بنتی اُسکی طرف بڑھ گئی تھی جب

اُسکا خان پورا کا پورا اُسکا ہو چکا تھا تو پھر اُسکے رنگ

میں ڈھلنے میں کیسی شرم تھی ۔داہر خان کی نگاہ

اُس پر سے ہوتی ہوئی سامنے زمین پر لگی تھی اور ہونٹ پر مسکراہٹ کا گھیرا ہوا تھا اُسکی ٹی شرٹ زمین پر پڑی تھی کچھ دیر بعد پورا کمرہ دو وجودوں کی نرم گرم سانسوں سے گونجتا لالی جھلکا نے لگا تھا۔

ایک ہفتہ ہو چکا تھا آشنا کو سفید حویلی دونوں بیٹوں کے ساتھ آئے ہوئے سفید حویلی میں دن رات خوشی کا سماں تھا دونوں چھوٹے سرداروں کے آنے کے بعد ایسا لگا تھا جیسے اِس حویلی میں پھر سے جان پڑ

گئی ہو دونوں بیٹوں کو پوری فیملی ہی پال رہی تھی

آشنا سے تو کم ہی سنبھا لے جاتے تھے چھوٹا سردار

زیادہ تر آشنا اور اُس سے زیادہ ابراہیم سے چپکا رہتا تھا

لیکن چھوٹو نے تو الگ ہی ٹیم اور ماں باپ بنا ڈالے

تھے اپنے ماں باپ سے تو اُسکا کوئی لینا دینا نظر نہیں

آرہا تھا وہ بس آشنا کے پاس فیڈ کرنے آتا تھا اور

اُسکے بعد سارا دن زوئی سیکنڈ ماما کے پاس اور رات کو

کبیر کے پاس ہوتا تھا۔رات کے گیارہ کا وقت تھا

ابھی دونوں بیٹے آشنا کے پاس تھے دونوں کے نام

ابھی نہیں رکھے گئے تھے دادا جان کا فیصلہ تھا سوا مہینے بعد حویلی میں شاندار دونوں کا عقیقہ رکھا جانا تھا جس میں پاکستان کے سب بڑے لوگوں نے شرکت کرنی تھی تب ہی دونوں کا نام سب کے سامنے رکھا جانا تھا۔

ابراہیم پچھلے ایک ہفتے سے زیادہ تر حویلی ہی رہا تھا وہ اپنی گڑیا کے ساتھ بچے سنبھالنے میں مدد کر رہا تھا لیکن آج جرگہ میں اہم فیصلہ تھا تو اُسے دائود دورانی کے ساتھ جانا پڑا تھا۔

آشنا کبھی ایک کو فیڈ کرواتی تو دوسرا رونے لگتا پچھلے ایک گھنٹے سے دونوں نے اُسے ایسے ہی تنگ کر رکھا تھا وہ سیمپل سی بہت ہی پیاری پینک فروک میں ملبوس تھی اوپر گرم پنک ہی شال لے رکھی تھی رخسانہ بیگم کا حکم تھا وہ سوا مہینے خود کا بہت خیال رکھے یہ مہینہ عورت کی اندرونی طبیعت کے لیے اہم ہوتا تھا۔بالوں کو اُس نے بریڈ میں باندھ رکھا تھا دو لٹیں اُسکے چہرے کو چھو تی اِس حال میں بھی اُسے

حسین بنا رہی تھیں جب سے واپس حویلی آئی تھی

ابراہیم نے اُسے بستر سے اٹھنے ہی نہیں دیا تھا۔

اُف چھوٹے سردار آپ تو رونا بند کرو آپ تو میرے

اچھے بیٹے ہو! وہ چھوٹو کو خود کے سینے میں بھینچتے

پاس لیٹے چھوٹے سردار کو پیار سے پچکارتی بولی تھی

۔جو رو رہا تھا لیکن اپنی ماما سردارنی کے حکم پر خاموش

ہوتا ٹکر ٹکر دیکھنے لگا تھا اُسکے ننھے ہاتھ میں آشنا کی

چادر کا ہلکا سا سرا اٹکا تھا وہ اُسے کھینچتا کھلکھلا اٹھا

تھا۔ آشنا چھوٹے سردار پر واری نیاری گئی تھی وہیں

چھوٹو اپنی ضرورت پوری کر رہا تھا اُسے بس یہاں سے

فارغ ہوتے اپنے پاپا کبیر کے پاس جانا تھا ۔

بابا سردار آتے ہونگے چھوٹے سردار ! بابا سردار کا ذکر

سنتے چھوٹا سردار خوش ہوا تھا ڈمپل عیاں ہوا تھا آشنا

نے سو بار اُسکے ڈمپل کے دل ہی دل میں صدقے

اُتارے تھے ۔اُسے کیا مزید زندگی سے چاہیے تھا سب

تو مل چکا تھا عشق کرنے والا شوہر اور اُسکی ایک

نہیں دو دو نشانیاں ۔

کافی دن گزر چکے تھے جلدی داہر زو فاش سفید حویلی جانے والے تھے کیونکہ ابراہیم کے دونوں بیٹوں کا عقیقہ آنے والا تھا لیکن یہ بات بس داہر خان کو پتہ تھی اُس نے ابھی اپنی خانی کے آگے یہ ظاہر کیا تھا ابھی کنفرم نہیں اُنہیں جانا تھا یا نہیں وہ اُسے اُسی دن سرپرائز کرنا چاہتا تھا کیونکہ زو فاش بہت ایکسائٹڈ تھی آشنا اور اُسکے ٹونز سے ملنے کے لیے ۔

نور جہاں حویلی میں صبح کا ناشتہ چل رہا تھا داہر خان بلیک شلوار قمیض پہنے اپنی سر براہ سیٹ پر بیٹھا تھا

پہلو میں ہی زو فاش اور دوسری سر براہ چیئر پر بی جان بیٹھی تھیں۔

کھاؤ خانی ! وہ اُسکی پلیٹ میں مزید ناشتہ ڈالتا بولا تھا ۔

بس خان بہت کھا لیا ۔ کیا مطلب بہت کھالیا

Look at yourself zufash!!!

زردی آرہی ہے تمہارے چہرے پر چلو ختم کرو اسے !

وہ بائٹ بناتا زو فاش کے آگے کر گیا تھا وہ خاموشی سے نظریں جھکا کر ہی کھا گئی تھی بی جان تو ساتویں آسمان پر پہنچی تھیں اُنہیں تو ایسا لگا تھا یہ

حویلی پھر سے خوشیوں سے بھرنے لگی تھی ۔ داہر خان زو فاش کو کام کرنے ہی نہیں دیتا تھا بلکہ اُس نے ملازم بھی بڑھا دیے تھے تاکہ اُسکی خانی کو پانی بھی اٹھ کر پینا نہ پڑے ۔

ابراہیم وائٹ شلوار قمیض پہنے کمرے میں سوپ کا باؤل اور یخنی لے کر داخل ہوا تھا اُس میں پنجیری بھی رکھی ہوئی تھی روز رات کو ابراہیم کی ڈیوٹی تھی آشنا کو خود اپنے سامنے بیٹھا کر یہ سب کھلانے کی

ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا اور بچے بھی بڑے ہوتے سمجھنے لگے تھے دونوں اِس وقت اپنے بے بی کوٹ میں سو رہے تھے آشنا نے انہیں فیڈ کر کے سلا دیا تھا ۔ وہ ٹرے ٹیبل پر رکھتا آشنا کی طرف بڑھا تھا جو آج تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھی ریڈ سوٹ پہنے ریڈ ہی لپسٹک لگا کر رکھی ہوئی تھی بالوں کو لوز بن میں کیا ہوا تھا اور آوارہ لٹیں چہرے پر بکھری ہوئی تھیں اور کچھ بچوں کو ہینڈل کرتے حالت بری ہو گئی تھی ۔

وہ بڑھتا نیچے جھکتا روز کی طرح اُسکی پیشانی عقیدت سے چوم گیا تھا۔ تکلیف تو نہیں ہوئی نہ کمر میں پھر سے ! وہ پاس بیٹھتا نہایت گرم نگاہ سے دیکھتا پوچھ گیا تھا۔ نہیں بہتر ہوں میں ! وہ پل میں اپنے سردار کی حدت بھری نگاہیں سمجھ گئی تھی ابھی وہ احتیاط کر رہا تھا لیکن بچوں کے سونے کے بعد وہ دوسری جگہ سے اپنی ضرورت ضرور پوری کر لیتا تھا اور آشنا بھی منع نہیں کرتی تھی ۔ویسے دونوں نے تنگ تو نہیں کیا نہ ! وہ اُسکے چہرے پر آئی لٹوں کو کان

کے پیچھے ارستا پوچھ گیا تھا ۔ آپ جانتے تو ہیں کتنا تنگ کرتے ہیں مجھے بس آپکے آگے شریف بنتے ہیں ! آشنا بے بی کوٹ کی طرف دیکھتی بولی تھی ابراہیم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی اُسکی آشنا خود بچی تھی اور اوپر سے دو دو شیر سمبھال رہی تھی جو پورا دن اُسکی معصوم جان کو ہلکان کرتے تھے ۔ آئل لگایا سر میں ! وہ اُسکے بالوں میں اُنگلیاں اُلجھاتا پوچھ گیا تھا ۔ نہیں آپ لگا تے ہیں مجھے عادت نہیں خود لگا نے کی ! وہ امبر آنکھیں شہد میں گاڑھتی بولی تھی ۔

ہمم یہ تو ہے چلو سوپ یخنی پی لو پھر تمہاری خدمت کرتا ہوں میں گڑیا ! وہ اٹھتا ٹرے لا کر آشنا کے سامنے رکھ گیا تھا ۔ سنیں مجھے نہیں کھانا یہ سب مزید کھایا نہ تو میں پھول کر پورا کا پورا غبارہ بن جاؤنگی ویسے زوئی کہہ کر گئی ہے آشنا بھابھی ابھی یہ نہیں کھانا آپ ابھی اتنی موٹی نہیں ہو ورنہ یہ کھا کر ہو جاؤگی تو سنیں واپس بھجوا دیں یہ سب ،مجھے فگر کا خیال رکھنا ہے آپکے لیے ! وہ بول گئی تھی جو بولنا نہیں تھا یہ بولتے ہی وہ زبان دانتوں تلے دے گئی

تھی ۔ ابراہیم پل میں سمجھا تھا وہ دونوں ہاتھ اُسکے گرد رکھتا محصور کر گیا تھا ۔اچھا تو زوئی سے یہ سیکھ رہی ہو گڑیا !! وہ خمار آلود لہجے میں پوچھ گیا تھا ۔ نہیں میں تو نہیں وہ مجھے مشورہ دے رہی تھی ! وہ اُنگلی لبوں کے بیچ دے گئی تھی ۔ اور یہ تیاری کیوں ! وہ ایک ہاتھ پیچھے لے جاتا ز۔۔پ کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا تھا ۔وہ آپکے لیے زوئی کہتی ہے ایسے حال میں بھی بیویوں کو شوہر کے لیے سجنا چاہیے تو بس ! وہ صاف گوئی کر گئی تھی ۔ہمم ویسے میری دوسری گڑیا پہلی

گڑیا کو کیا کیا سیکھا نے لگی ہے ! وہ چھوٹی سی زوئی کی بھی کلاس لینے کا ارداہ رکھتا تھا لیکن ابراہیم تھا پیار سے سمجھا نے والا تھا ۔

وہ میری ہیلپ کرتی ہے بس اور چھوٹو کی سیکنڈ ماما بھی ہے مجھ سے دونوں ایک ساتھ نہیں سنبھلتے ہیں میں نے تو ایک کا سوچا تھا پر دوسرا تو ایکسٹرا میں آگیا اور مجھے زیادہ بھاؤ بھی نہیں دیتا آشنا نے چھوٹو کی شکایت لگائی تھی ابراہیم کھل کر ہنستا اور ہنستا ہی چلا گیا تھا ۔

آپ کیوں ہنس رہے ہیں ! وہ نمی لیے پوچھ گئی تھی

۔ وہ کچھ نہیں سوچ رہا ہوں میری دونوں گڑیا بہت

ہوشیار ہیں ماشاءاللہ دل ہی دل میں دونوں کی سادگی

اور معصومیت پر وہ رشک کرنے کے سوا کچھ نہیں

کر سکا تھا جب وہ انہیں اتنے سالوں میں سمجھا نہیں

سکا تھا تو اب کیا ہی کلاسز دیتا جیسے زندگی گزر رہی

تھی اچھی گزر رہی تھی ۔ سنیں وہ کر لیں اِس سے

پہلے یہ دونوں اٹھ کر آپکی ملکیت پر قبضہ جما لیں !!

وہ مدھم آواز میں کہتی گھنیری پلکیں سجدہ ریز کر گئی

تھی ۔ابراہیم جسکے ہاتھ پہلے ہی اُسکی پشت پر حق جتا
رہے تھے ۔ اگر وہ بیچ میں ہی اٹھ گئے تو پھر میں کیا
کرونگا کوئی سولوشن ! وہ پوچھتا نرمی سے اُسکی چادر
اپنے ہاتھ میں لے گیا تھا گلا گہرا تھا رعنائ--یاں
آشنا کی جوبن پر تھیں کیونکہ اُسکا اوپری ---پرفیکٹ
ہو گئے تھے ۔آپ منیج کر لینا ! وہ اتنا کہتی خود ہی
لوپ --ڈھیلے کرنے لگی تھی ابراہیم اُسکے ہاتھ پر
ہاتھ رکھتا یہ کرنے سے روک گیا تھا ۔ اُسکی امبر
آنکھیں سوالیہ ہوئی تھیں ۔یہ سب کام میرے ہیں

اگر ایسے ہی قریب کرتی رہی تو پتلی رہو گی نہیں !وہ

کہتا نرمی سے اُسے لٹا گیا تھا قمیض کندھوں سے

کھس۔کی تھی ابراہیم کی آنکھیں اپنی خاص جگہ پر جمی

تھیں جنہیں وہ خود میں محسوس کرنے کے لیے بے

تاب ہوا تھا ۔ مطلب کیا ہے آپکا سردار صاحب ! وہ

اُسکا جھکتا چہرہ نرمی سے پکڑتی پوچھ گئی تھی ۔ جانتی تو

ہو میری گڑیا میاں بیوی کے بار بار پاس آنے سے کیا

ہوتا ہے ابھی تو وہ نہیں کر رہے لیکن جلدی ہو گا تو

پھر کیسے ڈائیٹ کریں گی ورنہ حکم دے دیں پرہیز

کر لیتا ہوں میں آپ سے بڑھ کر تو کوئی نہیں مجھے !

وہ ایک کو ٹٹولتا لبوں سے سل۔گاتا ہوا بولا تھا ۔ ہمم

نہیں مجھے موٹا ہونا منظور ہے لیکن آپ کو خود سے

دور کرنا نہیں ! وہ مزید اُسے جگہ دیتی خود میں کر گئی

تھی ابراہیم مسکراتا ہوا اپنی طلب پوری کرنے لگا تھا

صوابی کا سردار رات کے اِس پہر پورا بچہ ہی بن جاتا

تھا ۔

داہر خان زو فاش کو کچن سے گود میں اٹھا کر باہر آیا تھا اور لاتا صوفے پر بی جان کے ساتھ بیٹھا گیا تھا۔

زو فاش ڈری تھی آگے ہی کچن میں اُسکی اچھی خاصی ڈانٹ لگ چکی تھی داہر خان نے ہزاروں دفعہ منع کیا تھا وہ کچن میں نہیں جائے گی اور کوئی کام نہیں کرے گی سٹل وہ داہر خان کے لیے اُسکا فیورٹ اٹالین فوڈ بنا نے چلی گئی تھی۔

کہا تھا نہ میں نے کچن میں نہیں جانا زو فاش پھر چلی گئی کیسے سمجھاؤں تمہیں ! وہ غُصہ ہوتا سرد لہجے

میں گویا ہوا تھا زو فاش اپنے دوپٹہ کو پکڑتی بی جان
کی طرف دیکھ گئی تھی شاید وہ اُسے اُسکے خان کے
غصے سے بچا لیں! داہر خان بلیک پینٹ کوٹ میں
اِدھر سے اُدھر ٹہلتا زو فاش کو ہی دیکھ رہا تھا جو
رونے لگی ہوئی تھی ۔ صحیح تو بول رہا ہے زو فاش میرا
پوتا سردار تمہیں اِس حال میں خود کی پرواہ زیادہ کرنی
چاہیئے ۔ کوئی میری سائڈ نہیں لیتا! زو فاش میٹھے لہجے
میں شکوہ کر گئی تھی ۔ میں لیتا ہوں نہ تمہاری سائڈ
میرے آگے ہماری بی جان کو بھی اگنو رکھا کرو ! وہ

سنجیدگی سے کہتا زو فاش کے پاس آن بیٹھا تھا اور دونوں ہاتھ صوفے پر پھیلا گیا تھا بی جان کو تو اپنے پوتے کی ہر بات اچھی لگتی تھی اور زو فاش کو بھی لے کر وہ فکر مند نہیں رہتی تھیں جانتی تھیں اُنکا پوتا بیٹھا ہے ۔

اچھا ناراض مت ہو بلکہ مجھے مناؤ ! وہ بھی داہر خان تھا موقع پر الٹی بات کرنے والوں میں سے ! ہمم سنیں خان ناراض مت ہوں میں آئندہ نہیں کرونگی ! وہ کان پکڑ گئی تھی داہر خان اُسکی کمر میں ہاتھ

ڈالتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا وہ اُسکے سینے پر سر رکھ گئی تھی ۔ اپنا خیال رکھا کرو میری جان تمہارا خان بہت پوسیسیو ہے تمہیں لے کر ! جی! اتنا کہتی پیچھے ہوئی تھی ۔ خان ہم کب جائیں گے آشنا کے ٹونز سے ملنے ! بس عقیقہ آرہا ہے اُس میں ! وہ نرمی سے بتا گیا تھا وہ بھی اُن دو دو ڈ و ڈ سے ملنے کو بے تاب تھا ایک الگ رشتہء داہر خان کا ابراہیم کے بعد چھوٹے سردار سے بن گیا تھا ۔ اچھا مجھے جلدی ملنا ہے اُن سے ! وہ پیارا سا چہرہ بنا تی معصومیت

سجائے بولی تھی ۔ روز تو دیکھتی ہو اُن کو ۔۔ زو فاش

ایک دن چھوڑ کر آشنا کو ویڈیو کال کر کے دونوں کو

دیکھتی ضرور تھی اُسکا دل جیسے دونوں سے کنیکٹ سا

ہو گیا تھا اور چھوٹا سردار تو اُسے ویڈیو پر دیکھتا چھوٹا

جنٹلمین بن جاتا تھا ۔ پلز جب جائیں تو رکنا ہے آپ

نے مجھے اُن دونوں کے ساتھ ڈھیر سارا کھیلنا ہے !!

دیکھو میں نہیں چاہتا وہ ٹڈے تمہارے زیادہ قریب

آئیں تمہاری زندگی کا واحد مرد میں ہی رہنا چاہتا ہوں

بلکہ میں تو دعا مانگتا ہوں میری بس بیٹیاں ہوں تاکہ

کوئی مرد بھی میرے بیٹے کی صورت میں بھی تمہارے پاس نہ ہو دس بیٹیاں بھی ہوئیں ہنستے ہنستے اپنے خدا کا شکر ادا کرونگا ! وہ کہتا اُسکے دل کے مقام کو چھو گیا تھا ۔ زو فاش تھوک نگل کر رہ گئی تھی دس بیٹیاں سن کر کوئی شک نہیں تھا جیتنا اُسکا خان جنونی رومانٹک تھا چھ سے اوپر بچے جانے ہی والے تھے ۔

ایک مہینے سے اوپر کے دونوں چھوٹے سردار ہو گئے

تھے پانچ دن بعد دونوں کا عقیقہ تھا جس میں پورا

خاندان شرکت کرنے والا تھا ۔ سردار ابراہیم دورانی

صبح کا اہم کام سے زر خان کے ساتھ نِکلا ہوا تھا

آشنا نے دونوں کو کیوٹ پو والے رومپرز پہنا کر بیڈ پر

لیٹا یا ہوا تھا۔ چھوٹا سردار تو بس اپنی ماما کو دیکھنے

میں مصروف تھا وہیں چھوٹو ٹیڑھے میڑھے منہ بناتا

اپنی زوئی ماما کا ویٹ کر رہا تھا جو ابھی تک ٹپکی نہیں

تھیں ۔آشنا جو خود تھوڑا بہت کام کرنے لگی تھی وہ

بچوں کی چیزیں سمیٹ کر رکھ رہی تھی زوئی ٹائیٹ

بلیک سوٹ پہنے آشنا کے کمرے میں داخل ہوئی تھی

اور چھوٹو کو دیکھتے اُسکی شہد رنگ کی گول آنکھیں مزید

گول ہوتی کھلکھلا گئی تھیں ۔ آشنا بھابھی میں اپنے

بٹر سکوچ کو لینے آئی ہوں ! وہ اپنے بٹر کو گود میں

لے گئی تھی گود میں جانے کی دیر تھی ۔ بٹر زوئی کا

دوپٹہ چھوٹی سی مُٹھی میں بھرتا بچوں والی آوازیں

نکالنے لگا تھا ۔ وہیں چھوٹا سردار پورا کا پورا آشنا کو

دیکھنے میں مصروف تھا وہ آشنا کے لب ہلتے دیکھ بھی

ہنس رہا تھا اُسے ایسا لگ رہا تھا اُسکی ماما اُس سے

باتیں کر رہی ہوں ۔

زوئی بٹر کو گود میں لیے بیٹھتی چھوٹے سردار کو چڑھا

نے لگی تھی ۔ تم بس اپنی ماما کے دیوانے بن کر رہو

چھوٹے سردار دیکھو میرے بٹر کو آشنا بھابھی اؤر

ابراہیم بھائی کو چھوڑ کر ہم جوانوں کے ساتھ کتنا

خوش رہتا ہے ینگ بنو تم بھی، میرا بٹر تو بٹر بھی چکھتا

ہے اور تم تو آشنا بھابھی کو ہی نہیں چھوڑتے

بیچارے بھائی جان کا کیا بنتا ہو گا ۔ یہ سنتے جہاں

بٹر ہنسا تھا وہیں چھوٹا سردار گھوری ڈال گیا تھا اور آشنا تو بوڑھا لفظ سنتی صدمے میں گئی تھی ۔ زوئی کیا کہا میں بوڑھی لگنے لگی ہوں ! اُسے بس یہی سنائی دیا تھا ! دونوں ایک ہی جیسی تھیں ۔ ارے نہیں آشنا بھابھی آپ تو ان دونوں کے بعد آئٹم بمب لگنے لگی ہیں میں تو سوچتی ہوں بھائی جان خود کو قابو کیسے کر رہے ہونگے ! وہ کہتی آنکھ مار گئی تھی آشنا بلش کرنے لگی تھی چھوٹا سردار اپنی ماما کی خوشی دیکھتا ٹھسّہ مار گیا تھا اور بٹر زبان نکالتا زوئی کو دیکھتا چیخ مار

گیا تھا ۔ ہاں کیا ہوا بٹر سکوچ ! وہ پل میں بٹر کو سمجھ گئی تھی جو زوئی کے کمرے میں جا کر کھیلتا بٹر کی لائٹ سی چکھ مارنا چاہتا تھا ۔ اچھا بھابھی میں اپنے بیٹے کو لے کر جا رہی ہوں آپ اپنا والا سمبھا لیں ! وہ بٹر کو چومتی نکل گئی تھی آشنا چھوٹے سردار کے پاس بڑھ گئی تھی ۔

ابراہیم بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا آشنا سامنے آئینے کے آگے کھڑی اپنا گلا ٹھیک کر رہی تھی وہ ابھی

ابھی فارغ ہو کر پیاری سی فروک پہن کر آئینے کے
آگے کھڑی ہوئی تھی اپنے سردار کو گھائل کرنے
کے لیے ابراہیم بظاھر دونوں کو پیار دلا ر کر رہا تھا
لیکن نگاہ آشنا پر ہی تھی وہ پہلو بدل کر رہ گیا تھا وہ
جان کر اُسکا ضبط آزمانے کے لیے ایسی ڈریسنگ کر
کے آئی تھی اور پراپر بھی نہیں کی تھی نیچے سب
ع۔یاں تھا ۔آشنا ٹھنڈ ہے چادر اوڑھ لو ۔ شریف
سردار تھا بیٹوں کے آگے کچھ ایسا ویسا نہیں کرنا
چاہتا تھا لیکن کوئی آشنا سے پوچھتا قربت کے لمحات

میں اُس سے زیادہ بیشرم رومانٹک سردار کوئی نہیں تھا

تب ہی تو دو دو آئے تھے ۔آپ خود پر کنٹرول کریں

میرا قصور نہیں! وہ پیار سے کہتی آنکھوں میں کاجل

لگا تی جھکی تھی اور ابراہیم کا دل رکا تھا سب تو

ن۔ظر آیا تھا جو اُسے پاگل کر دیتا تھا اتنے میں زوئی

دروازہ نوک کر گئی تھی ۔

بھائی جان بھائی جان! زوئی کی آواز سننا تھا بٹر ہاتھ

پاؤں مارنے لگا تھا ۔آشنا ڈھکو خود کو ! وہ کہتا بول گیا

تھا ۔ آجاؤ زوئی !! زوئی اندر آتی بٹر پر جھپٹ پڑی تھی

آشنا مسکرا ئی تھی چھوٹا سردار ابراہیم کو چپکا تھا ۔

آج رات یہ میرے ساتھ سو لئے گا آپ دونوں

چھوٹے سردار کے ساتھ انجوائے کریں یہ والا ٹڈا جاتا

نہیں ورنہ اسکو بھی لے جاتی ! وہ کہتی بٹر کو پکڑے

جانے لگی تھی ۔ آشنا چھوٹے کا فیڈر دو زوئی کو ! جی

۔ آشنا بڑھتے فیڈر پکڑا گئی تھی اور جھکتی بٹر کو چوم

گئی تھی اپنی سیکنڈ ماما کو تنگ مت کرنا ویسے زوئی

اسے خاص پسند نہیں میرا دودھ جب سے تم نے

فیڈر پھیلا یا ہے ! وہ تو ہے آشنا بھابھی آپ دونوں
وقت گزاریں میں چلتی ہوں وہ بٹر کو لیے نکل گئی
تھی ۔

سنیں اسے مجھے دے دیں ! چھوٹا سردار آرام سے
ابراہیم کے پاس تھا ۔ میں سلا رہا ہوں تم ڈریسنگ روم
میں جاؤ میں آتا ہوں ! وہ آنکھ سے ہی بتا گیا تھا ۔
لیکن چھوٹا سردار ! بس بیس منٹ ہی تو لگتے ہیں
سردارنی ۔ وہ ٹائم بتا گیا تھا آشنا چادر صوفے پر رکھتی
ابراہیم کو دیکھتی اندر بڑھ گئی تھی ۔

یار جنا ن مجھے دو اسے یہ آج اپنے زر خان چاچا کے ساتھ سوئے گا ! زر خان بڑ سکاچ کو لیتا بولا تھا ۔ جی نہیں یہ میرے پاس سوئے گا کیوں بڑ ! زوئی بڑ سے پوچھ گئ تھی وُہ بلی آنکھیں پٹپٹا کر جواب دے گیا تھا ۔ اتنے میں کبیر بلیک شلوار قمیض پر بلیک ہی ویس کوٹ پہنے اپنا لیپ ٹاپ کا بیگ پکڑے داخل ہوا تھا سامنے ہی صوفے پر زر خان اور زوئی کی جنگ لڑ رہی تھی ۔ کیا ہو رہا ہے چھوٹے

دورانی اور میری لا ڈلی میں ! وہ اونچی آواز میں پوچھ

گیا تھا کبیر کی آواز آنے کی دیر تھی بٹر سکاچ زوئی

سے بیگانہ ہوتا چیخیں مارنے لگا تھا اُسے اب اپنے پاپا

کی گود میں چڑھنا تھا ۔ یہ دیکھتے کبیر سب رکھتا ٹیبل

پر تیزی کے عالم میں بڑھتا زوئی کی گود سے بٹر کو

لے گیا تھا جو پل میں سکون میں آتا کبیر کو دیکھتا چلا

گیا تھا کبیر کو بھی جیسے ہر کام کی تھکان سے راحت

ملی تھی ۔ لیں کبیر بھائی کیا آئیں اِس نے پارٹی ہی

بدل لی ہے زوئی ہنستی بٹر کو آنکھیں دکھا گئی تھی بٹر

ہنسا تھا اور چھوٹی زبان نکال گیا تھا ۔ لے جائیں کبیر بھائی اصل تو یہ آپکا دیوانہ ہے ! زر خان ہنستا زوئی کے ساتھ اندر بڑھ گیا تھا اور کبیر بٹر کو پیار کرتا اپنے کمرے کی جانب چلا گیا تھا ۔

آدھی رات کا وقت تھا بٹر کھیلتا ہوا کبیر اور ایمل کے درمیان لیٹا تھا وہ روز رات دونوں کے بیچ سوتا تھا ۔کبیر کی اُنگلیاں بٹر کی اُنگلیوں میں پھنسی ہوئی تھیں وہ اُسے دیکھتا ایمل کو دیکھ گیا تھا جسکا نواں

مہینہ شروع ہونے والا تھا اور ویسے بھی اُسے سانس
کی تکلیف ہو گئی تھی ۔

قسط:9

بٹر ایمل کبیر کے بیچ لیٹا تھا اور کبیر بٹر سکاچ سے
کھیل رہا تھا کبیر بلیک ٹر اؤزر پر بلیک ہی ہاف
سلیف شرٹ میں ملبوس تھا لائٹ گولڈن براؤن بال
پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے وہ ایسے لیٹا ہوا بٹر کے
ساتھ دلفریب لگ رہا تھا بٹر کے آنے کے بعد جیسے

کبیر کی زندگی میں ایمل کے بعد ایک اور انسان خاص

شامل ہو گیا تھا انسان نہیں بلکہ چھوٹا سا گول مول

بٹر ابراہیم دورانی! بلی آنکھیں اٹھتی ایمل پر لگی تھیں

جو سیمپل سے گرین گرم سوٹ میں بنا دوپٹہ کے

آدھا بلینکٹ اوڑھے ایک ہاتھ سر پر رکھے لیٹی سیلنگ

کو گھورتی جا رہی تھی وہ جیسے کمرے میں ہو کر بھی

موجود نہیں تھی نواں مہینہ شروع ہونے میں دو سے

تین دن رہ گئے تھے تو بس ایمل کا دل اوپر نیچے سا

ہو رہا تھا۔ وہ ایمل کو گہری نگاہ سے دیکھتا چلا گیا تھا۔

اتنے میں بٹر کی چھوٹی سی ٹانگ اٹھتی کبیر کے ہاتھ
کو لگی تھی ۔ میرا بیٹا بہت ہی شرارتی ہوتا جا رہا ہے !
کبیر اُسکے گول گال چومتا اُسکی اٹھی ہوئی ناک چوم
گیا تھا بٹر زبان نکال کر کھلکھلا گیا تھا ۔ گندا بچہ !! یہ
کہتا کبیر پیار سے اُسکے چہرے کو سہلا گیا تھا جو اپنی
چھوٹی چھوٹی مٹھیاں بند کرتا انگڑائی لیتا ہاتھ پاؤں
مارنے میں مصروف تھا وہ پوری پوری رات کبیر کے
پاس رہتا تھا لیکن ایک لمحے کو بھی تنگ نہیں کرتا تھا
وہیں اپنے اصل ماں باپ کے پاس جاتے ہی بٹر

کے دنیا جہاں کے نکھرے شروع ہو جاتے تھے سب سے زیادہ تنگ وہ اپنی ماما کو کرتا تھا اور بڑے بھائی کی عزت کرتا چھوٹا گارڈ بن جاتا تھا جانتا تھا عنقریب وہ اپنے سردار بھائی کا بازو بننے والا تھا وہ دنیا میں آیا ہی سب کے لاڈ بٹورنے اور گارڈ گری کرنے کے لیے تھا۔

کیا ہوا ایمل ! کبیر بٹر کو تھپکتا سلا رہا تھا کچھ نہیں بس ! وہ کروٹ لیتی خود کا رخ کبیر کی طرف کر گئی تھی کبیر آج محسوس کر رہا تھا وہ کچھ زیادہ ہی

آپسیٹ تھی جب وہ حویلی آیا تھا تب بھی ایمل نے
کچھ خاص بات نہیں کی تھی اُس نے خود ہی کلثوم
سے ڈنر منگوا کر خود اپنے ہاتھ سے کھیلا یا تھا اور
اِس بیچ بھی دونوں کی زیادہ بات چیت نہیں ہوئی تھی
جبکہ بٹر دونوں کی زندگی میں خوشی لایا تھا اور ایسا بھی
نہیں تھا بٹر کے آنے سے کبھی کبیر دورانی نے
ایمل کو نظر انداز کیا ہو یا اُسکے حقوق سے نظر چرا
ئی ہو بلکہ وہ بٹر کو سلانے کے بعد ایمل کو سکون
ضرور دیتا تھا بٹر بیچ میں آشنا اور ابراہیم کے پاس بھی

ہوتا تھا جب وہ کبیر کو دیکھ لیتا تھا تو پھر کسی کے

پاس نہیں جاتا تھا۔

کبیر بٹر کو نرمی سے بستر پر لیٹاتا اُسکا چھوٹا سا کمبل

اوڑھاتا ایمل کے پاس بڑھا تھا۔ ایمل سٹل تکیہ پر سر

رکھے لیٹی تھی کبیر اُسکے پہلُو میں بیٹھتا بولا تھا۔

طبیعت ٹھیک ہے نہ ! وہ کم بولتا تھا لیکن اُسکا دل

جانتا تھا وہ ہر لمحہ ایمل کے لیے فکر مند رہتا تھا۔کچھ

نہیں بس ٹھیک ہوں بلکہ ٹھیک نہیں بھی ہوں ! وہ

کہتی کبیر کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پیٹ پر رکھ گئی تھی

ایمل خود کافی ہیوی ہو رہی تھی اُسکا وزن بڑھتا اُسکے

خوبصورتی میں چار چاند لگا گیا تھا اوپر سے کبیر کی

محنت بھی اُسکے بدن پر ع۔یاں ہونے لگی تھی۔

رات کو ایمل کہاں کبیر کو خود سے دور رہنے دیتی

تھی ۔ سنیں کبیر اِس بچے کو کچھ مت ہونے دے

گا ! وہ پھر سے بتا گئی تھی روز ہزار دفعہ وہ کبیر سے

وعدہ لیتی تھی ۔ ایمل کہا تو ہے تم اور میں دونوں مل

کر اسکا خیال کریں گے جیتنا یہ میرا ہے اتنا تمہارا ہے

! وہ پاس ہوتا اُسے بہتر محسوس کروانے کے لئے

اُسکی قمیض سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا تھا ہاتھ ان۔ر

جاتا ملائم دل پر لگتا ایمل کی سانسیں گہری کر گیا تھا

۔وہ تکیہ پر سر رکھتی مچلنے لگی تھی ۔ کبیر پلز رکیں

وعدہ دے پہلے مجھے ! وہ اُسکا ہاتھ ہٹانے کے بھرپور

کوشش کرنے لگی تھی اُسے ہر سانس میں اس مرد

سے بس اپنے بچے کی خیریت ہی مطلوب تھی ۔ وہ

جھکتا قمی۔ص ہلکی سی او پ -- کرتا پیٹ پر سلگتے

لب رکھنے لگا تھا ایمل جو روکنے میں لگی تھی وہ پل

میں کبیر کے لمس میں کھو تی سسکیاں بھرنے لگی

تھی ۔کبیر ہاتھ بڑھاتا نازک پردہ کھو ۔۔۔ گیا تھا ۔

ایمل اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی تھی ۔ وہ بھی

ان لمحوں میں ڈوبنے لگی تھی کبیر اُسکی گہرائیوں کو

استحقاق بھری نگاہ سے دیکھتا جھکتا جا رہا تھا ایمل اُسے

جگہ دیتی جا رہی تھی کبیر کے پاس آنے سے ہی

اُسے پتہ لگا تھا اُسکے جذبات کو بھی کبیر کے لمس کی

اشد ضرورت تھی کبیر کافی دیر اُسکے کندن جیسے مخملی

نشیب فراز سے لپٹا جہاں ایمل کو سکون دیتا رہا وہیں

خود کو تسکین دینے میں لگا تھا۔ ایک گھنٹہ ہونے کو

آیا تھا وہ ایمل میں گھم تھا اور ایمل خود کے لبوں پر پر
ہاتھ رکھتی اپنی سسکیاں روکنے کی بھرپور کوشش میں
لگی تھی کیونکہ پاس ہی بٹر سکاچ سو رہا تھا یقدم وہ
ان قربت کے لمحات سے باہر نکلتی خود کے دل کے
مقام پر جھکے کبیر سے پوچھ گئی تھی ۔ میرے بچے
کو بھی آپ نے بٹر جیسا پیار دینا ہے کبیر ! وہ گہری
سانسیں لیتی پوچھ گئی تھی۔ کبیر جو ملائی کو پکڑے
شدت دے رہا تھا کبھی ل۔بوں کی تو کبھی ہاتھوں
کی ایمل کے چہرے کی طرح اِس حال میں بھی اُسکی

جسمانی کشش بہت تھی ۔ وہ مصروف سا بولا تھا

دراصل وہ روز ایمل کی ایک ہی بات پوچھنے پر

فرسٹریٹ ہونے لگا تھا ۔وہ تھوڑا سنجیدہ ہوتا چہرہ اوپر

کرتا بولا تھا ۔ کہا نہ ایمل ہم دونوں مل کر اپنے بچے کو

بھرپور خوشی دیں گے ! وہ ایسے بولا تھا اُسکے لہجے میں

چڑ چڑا ہٹ کا عنصر نمایاں تھا ۔ایمل کا دل ٹوٹ

کر بکھرا تھا جو وہ اِس مرد سے سننا چاہتی تھی وہ تو بولا

ہی نہیں تھا دراصل ایمل وہ سننا چاہتی تھی جو اُسکا

دل سننا چاہتا تھا اسکو بس انتظار تھا یہ مرد بولے

ایمل ہمارا بچہ سب سے اوپر ہو گا یہ لڑکی اپنا آپ ہی

دیکھ رہی تھی وہ کبیر کو آج بھی سمجھ نہیں پا رہی

تھی وہ کیا چاہتا تھا وہ یہ جان ہی نہیں سکی تھی

اِس مرد کے لیے وہ سب سے اوپر تھی وُہ مرد پہلے

ہی ڈرا ہوا تھا اُسے کھونے سے اور وہ روز ایسے سوال

کر کے اُسکا ضبط آزما جاتی تھی ۔لگتا ہے آپکو میں اور

یہ عزیز ہی نہیں ! وہ جھنجلا کر کبیر کو خود سے پوری

قوت کے ساتھ دور دکھیلتی اٹھ کر بیٹھتی اونچی آواز

میں بولی تھی ایمل کی آواز پر بٹر ہلکا سا ہلا تھا ۔کبیر

بٹر کو دیکھتا ضبط سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ایمل
کو دیکھنے لگا تھا جو چہرہ پھیرے اپنی قمیض ٹھیک کر
رہی تھی پل میں بال اُسکے الجھ گئے تھے سبز آنکھیں
آنسو سے بھری تھیں وہ دونوں ہاتھ پاؤں کے پاس
باندھ تی بیٹھ گئی تھی ۔ کبیر آنکھیں بند کرتا آئی برو
مسلتا اُسکی آنکھوں کو اپنی انگلیوں کے پور وں سے
صاف کر گیا تھا ایمل کا چہرہ مزید سرخ ہوا تھا اُسکے
نزدیک یہ آدمی اعتبار کرنے کے قابل ہی نہیں تھا

۔پیچھے ہٹیں دور رہیں مجھ سے ! وہ کبیر کا ہاتھ بری
طرح جھٹک گئی تھی ۔ کبیر مٹھیاں بھینچ گیا تھا۔
کیا ہوا ہے ایمل کیوں ایسے ریاکٹ کر رہی ہو روز تم
مجھ سے پوچھتی ہو روز ہی میں وعدہ کرتا ہوں ! وہ بے
بسی کی انتہا پر کرب سے بول گیا تھا کنجی آنکھیں
سرخ نم تھیں پر جانتا تھا اِس عورت کو اب بھی
کوئی فرق نہیں پڑتا تھا بہت ہی ظالم عورت تھی
۔لیکن وہ نہیں بولتے جو میرا دماغ دل آپ سے سننا
چاہتا ہے یہی پوچھ رہی ہوں جس طرح آپ ابراہیم

بھائی کے بیٹے کو پیار دے رہے ہیں تو اپنی اولاد کو کیوں نہیں ! آواز ایمل کی اونچی ہوتی جا رہی تھی وہ ضبط کھو رہی تھی وہیں کبیر بس دیکھتا خود کی پچھلی گردن سہلا کر رہ گیا تھا کیا جواب دیتا کیسے اِس عورت کو ہینڈل کرتا کیا وہ جانتی نہیں تھی وہ بھی باپ تھا جب وہ بٹر کو سینے سے لگائے پھرتا تھا تو اُسکے پیٹ میں تو اُسکا خون پرورش پا رہا تھا ۔دیکھو ایمل میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں ! وہ اُسکے دونوں بازو پکڑتا بولا تھا ۔آپ بس اتنا بتا دیں کیا آپ میرے بچے

کو پیار کریں گے ! وہ ہاتھ جوڑتی سسکتی بے رحم لہجے میں پوچھ گئی تھی ۔ کبیر کا کنٹرول چھوٹ رہا تھا وہ روز روز ایک ہی بات سنتا تنگ آنے لگا تھا ۔ پھر بھی تحمل سے بولا تھا ! بولا نہ جب تم ہو گی تو ہم دونوں مل کر ہمارے بچے کو بے انتہا پیار دیں گے ! یہ سننا تھا ایمل چیخ اٹھی تھی ۔ جانتی تھی میں آپکو کبھی میرا بچہ عزیز نہیں ہو گا!کبیر اُسے دیکھتا چلا گیا تھا ایک تو اُسکی حالت صحیح نہیں تھی اوپر سے ایسے چیخنا چلا نا وہ خود اپنی دشمن بن رہی تھی ۔

Aimal listen !!!

وہ کھڑی ہوتی کبیر کو قہر بھری نِگاہوں سے دیکھ رہی تھی ۔ آپ کبھی اچھے باپ نہیں بن سکتے ہیں میں جان گئی ہوں میرا بچہ کبھی آپکی پریورٹی نہیں ہو گا کیسے ہو گا میں آپکی پہلی جو نہیں ہوں میرا حق اتنے سال پہلے کسی اور عورت کی جھولی میں جو ڈال چکے تھے کاش میرے بابا نے میرا نکاح مرتے وقت آپ جیسے سفاک خود غرض انسان سے نہیں کروایا ہوتا تو آج میں کسی اور کی امانت بن کر بہترین زندگی اُسکے

پہلو میں گزار رہی ہوتی آپ جیسا انسان تو میرا نصیب

نہ بنتا کاش کاش میں اریب ---- کی ہو جا --!!!

اتنا ہی وہ ہزیانی ہائپر ہوتی بہت اونچی آواز میں چلا

کر بولی تھی ۔ ایمل !! وہ دھاڑا تھا اور اٹھتا ہاتھ ہوا

میں ہی ٹھہرا تھا کبیر کی آنکھیں شدت سے نم زدہ

ہوئی تھیں ۔ایمل ہاتھ گال پر رکھتی روتی دیوار کو لگی

تھی یہ مرد اُس پر ہاتھ بھی اٹھا سکتا تھا وہیں کبیر

کے پورے بدن کی رگیں ظاہر ہوئی تھیں ایسا لگا تھا

وہ جہنم میں کھڑا ہو جب اُس کی عورت نا محرم کا نام

لیتی تھی تو کبیر دورانی کا دل سو بار مرنے کو کرتا تھا

اتنا جان چکا تھا یہ عورت کبھی اُسے سکون نہیں

دے سکتی تھی جس پر اُس نے خود کی ہی شخصیت

قربان کر ڈالی تھی تباہی تھی یہ عورت نیری تباہی

!!! اتنے میں بٹر سکاچ کی بلکتی آواز گونجی تھی وہ

ایمل کی چیخ سنتا بلک بلک کر روتا اٹھ گیا تھا بٹر بری

طرح ڈر گیا تھا۔ تم نہ مجھے سمجھ سکتی ہو نہ تمہیں

چھوٹے معصوم بچے کا خیال آیا کان میں بیٹھا لو

بیوی ہو میری کسی اور مرد کا نام بھی لیا تو مج سے برا

کوئی نہیں ہو گا ! وہ سر نفی میں ہلاتا تلخی سے دیکھتا

تیزی سے بٹر کی طرف بڑھتا اُسے گود میں لے گیا تھا

پر وہ سانس روکے روتا جا رہا تھا ایمل کی بھی سانس

اٹکی تھی بیشک وہ غصے میں بول گئی تھی لیکن آشنا

کے دونوں بیٹے اُسے بھی جان سے بڑھ کر عزیز تھے

۔ کبیر مجھے دیں ! وہ بڑھتی بٹر کو لینے لگی تھی جو روتا

جا رہا تھا ۔ کبیر بٹر کو سینے سے لگاتا سرخ آنکھیں

ایمل پر گاڑھ گیا تھا ۔ دور رہو !

I handle him!!!

کہتا بالکونی میں بڑھ گیا تھا ایمل چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیچھے چھپا تی رو دی تھی۔ کچھ دیر بعد کبیر بڑ کو ٹیرس سے چپ کرواتا سینے سے لگائے ہوئے کمرے میں داخل ہوا تھا ایمل جسکو بڑ کی فکر لگی ہوئی تھی وہ اٹھتی پاس بڑھنے لگی تھی پر کبیر اُسے ایک نگاہ دیکھتا کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا ایمل کے دل میں کبیر کو لے کر تلخی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

کبیر کمرے میں داخل ہوا تھا ایمل کر و ٹ لیے لیٹی ہوئی تھی وہ بٹر سکاچ کو ابراہیم کو دے آیا تھا اور جب تک ایمل کی ڈیلیوری خیریت سے نہیں ہو جا نی تھی وہ بٹر کو کمرے میں رات کے وقت سلا نہیں سکتا تھا وہ محض ایک مہینے کا بچہ تھا ایمل کی آواز سے وہ سانس روک گیا تھا کبیر ہی جانتا تھا اُس نے کیسے بٹر کو چپ کروا کر لاڈ کیا تھا ۔

کبیر ایک لمحے کو اُسکی پشت دیکھتا سامنے ٹیبل کی طرف بڑھا تھا دماغ میں دھماکے ہو رہے تھے سگرٹ

کی اشد ضرورت تھی وہ سگرٹ اٹھاتا جلا نے ہی لگا تھا

لیکن پھر سے نگاہ ظالم عورت پر جا لگی تھی جو اُسکا

حال جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتی تھی کیا بتاتا

وہ اُسے کچھ راتوں سے وہ کیسی اذیت سے گزر رہا تھا

اُسکا مضبوط لیکن اِس عورت کے لیے نرم دل ہی

جانتا تھا وہ ایمل کو کھونے سے کتنا ڈرتا تھا یہ عورت

اُسکی زندگی اور چلتی سانس تھی لیکن اپنا مقام ہی آج

تک سمجھ نہیں سکی تھی ۔وہ اپنی آئی برو کے بیچ کی

جگہ کو دونوں اُنگلیوں سے مسلتا اپنی جانا ں کے پاس

بڑھا تھا اِس عورت کو منا نے والا بھی تو وہ ہی تھا۔ وہ شرٹ پھینکتا بلیک ٹراؤزر میں ملبوس آہستگی سے ایمل کے پیچھے کمبل خود پر کرتا جا لیٹا تھا ایمل ویسے ہی لیٹی رہی تھی وہ بیڈ شیٹ مُٹھی میں جکڑ گئی تھی ۔ وہ کچھ پل اُسے دیکھتا اُسکے تکیہ پر بکھرے بالوں کو لبوں سے چومتا ایک ہاتھ اُسکی کمر پر سرا یت کر گیا تھا اور اُسکی سائڈ گردن میں چہرہ چھپا گیا تھا۔ آئی ایم سوری جا نا ں میں زیادہ ہی روڈ ہو گیا تھا لیکن تم بھی تو مجھے جلا کر رکھ دیتی ہو ! وہ ایمل کی

زبان سے نکلے اریب کے نام کو پھر یاد کرتا سیخ پا ہوتا
اپنے ہاتھ کا لمس اندر کی طرف تھوڑا بے رحم کر گیا
تھا اور دل کے م۔قام کو پکڑ گیا تھا ۔ ایمل سسک
اٹھی تھی آنسو گرتا بیڈ شیٹ میں جذب ہو ا تھا ۔ پلز
میری جان ایسا مت کیا کرو ہر بے رخی ہر بدلہ ہر برا
بھلا بس مجھ تک رکھو کسی غیر کو بیچ میں مت لایا کرو
مرنے لگتا ہوں میں ! وہ شد و مد سے اپنے پیار کا
اظہار کر رہا تھا لیکن ایمل سن کر بھی ان سنا کر رہی
تھی ۔ وہ خاموش تھی رخ ابھی تک کبیر کی طرف

نہیں کیا تھا ۔ جان دیکھو تو میری طرف میری جانِ

کبیر پلز تم دونوں مجھے بہت عزیز ہو ! اتنا کبیر کا

کہنا تھا ایمل رخ پلٹ کر اُسے دیکھنے لگی تھی سبز

آنکھیں بلی میں گڑھی تھیں ۔ سچی یہ آپکے لیے

ضروری ہے ! نم آنکھیں بہتی کبیر کی گردن کو گھلا

کر گئی تھیں ۔ تم سے جڑی ہر چیز میں میری جان

ہے ! وہ کہتا پیار سے اُسکے گال چومتا چلا گیا تھا ۔

آپ نے ہاتھ اٹھایا کبیر ! وہ اُسکی غلطی بتا گئی تھی

۔ پر ہوا میں روک گیا تھا سوری تمہاری دل آزاری ہوئی

ہو ! وہ مرد کی طرح اپنی روٹھی بیوی کو منا رہا تھا ۔

معاف کر دو پلز جا نا ں !! ایمل نفی میں سر ہلا گئی

تھی ۔ بتاؤ کیا کرنا پڑے گا مجھے ! وہ اُسکے چہرے کو

نرمی سے تھوڑی سے پکڑتا پوچھ گیا تھا ۔ میٹھا کھیلا نا

ہو گا ورنہ میں نہیں ماننے والی ! وہ بھی منسٹر کی

بیوی بنی تھی ۔ وہ یقدم اٹھنے لگا تھا ۔ٹھیک ہے میں

بنا کر لایا اپنے ہاتھ سے ! ایمل اُسکے گلے میں بازو

حمائل کرتی خود پر کھینچ گئی تھی وہ دونوں ہاتھ اُسکے

اعتراف میں رکھ گیا تھا ۔ کیا چاہیے ! وہ گرم خمار آلود

لہجہ میں طلب کر گیا تھا۔ آپکے لبوں کا جام اور جو
کچھ دیر پہلے کر رہے تھے وہ ! کہتی اپنی قمیض
کندھوں سے نیچ۔ے کھ۔س۔۔۔ گئی تھی کبیر
استحقاق بھری نگاہ سے اوپر سے نیچے دیکھتا جا رہا تھا
کچھ ہی دیر میں کمرے میں کبیر اور ایمل کی معنی
خیز آوازیں گونجنے لگی تھیں وہ اُسے اپنی مٹھاس دیتا
اوپر اوپر سے ہی اپنی جا نا ں کو تسکین دیتا جا رہا تھا۔

دو دن بعد حویلی میں چھوٹے سردار اور بٹر کا عقیقہ تھا تیاریاں زور و شور سے چل رہی تھیں سردار داہر خان بھی زو فاش کے ساتھ شرکت کرنے آنے والا تھا کل سے ہی مہمانوں کی آمد شروع ہونے والی تھی سردار ابراہیم سب تیاریاں خود دیکھ رہا تھا ۔ آشنا کی بھی سب تیاریاں تقریباً کمپلیٹ ہو چکی تھیں ابھی وہ حویلی سے باہر نہیں جا سکتی تھی تو اُسکی ایک ایک چیز ڈریس سب ابراہیم لے کر آیا تھا یہاں تک کہ چھوٹے سردار اور بٹر کی بھی اُس نے خود شاپنگ کی

تھی اور آشنا کو سب چیزیں بہت پسند آئی تھیں اتنا
پتہ لگ چکا تھا اُسکے سردار کی چوائس بیسٹ تھی وہ
پورا کا پورا کسی بھی لڑکی کے خوابوں والا ہسبنڈ میٹریل
مرد تھا ۔ رات کے دو بجے کا وقت تھا آج دونوں ہی
آشنا کے پاس تھے وہ پرپل رنگ کی ماڈرن فٹنگ والی
فروک پہنے بیڈ پر لیٹی تھی ایک طرف چھوٹا سردار تھا
اور دوسری طرف بٹر تھا ۔ کبھی بھی دونوں کو بھوک
لگ جاتی تھی تو وہ اپنی ماما کے سینے سے لپٹتے طلب
پوری کر لیتے تھے ۔ آشنا آج اپنے سردار کا انتظار

کرتی کرتی سو چکی تھی آج دونوں نے اُسے بہت ہی
تھکا دیا تھا چھوٹا سردار جاگ رہا تھا وہ خاموشی سے اپنی
ماما کے سینے کو لگا فیڈ کر رہا تھا وہیں بٹر بھی آشنا کی
طرح تھکا ہارا نیند کی وادیوں میں تھا آج سارا دن وہ
اپنی زوئی ماما کے پاس کھیلتا رہا تھا تو وہ بھی تھکن کا
شکار ٹلی ہوا سو رہا تھا ۔ چھوٹا سردار گھڑی پر آنکھیں
جمائے ہوئے تھا فیڈ کرتے کرتے اور ننھا گول ہاتھ
اپنی ماما کے سینے پر مارتا آشنا کے گولڈ لاکٹ کو ہاتھ
میں پکڑ رہا تھا اُسے بھی اپنے بابا کا انتظار تھا فکر لگی

ہوئی تھی چھوٹے سردار کو اُسکے بابا آخر کہاں رہ گئے
تھے وہ جاگتا اپنے بابا کا انتظار کرنے کے ساتھ ساتھ
اپنی ماما اور چھوٹے شیطان بھائی بٹر کی حفاظت بھی
کر رہا تھا۔اتنے میں دوازہ کھولتے آہستگی سے سردار
ابراہیم دورانی بلیک شلوار قمیض پر بلیک شال ہی
ڈالے کمرے میں داخل ہوا تھا وُہ آج کل قدموں
کی ہلکی دمک لیے ہی آتا تھا جانتا تھا اِس وقت اُسکے
دونوں شہزادے سو رہے ہونگے اگر کوئی بھی اٹھ جاتا
تو اُسکی گڑیا کی ہی جان ہلکان ہونی ہوتی تھی وہ اپنے

دوسرے بچوں کی وجہ سے اپنے پہلے بچے کو تھکانا نہیں چاہتا تھا ہاتھوں میں ڈھیر سارے بیگز تھے روز کا معمول تھا وہ باہر سے بچوں کے لیے لازمی سوفٹ کھلونے اور اپنی آشنا کے لیے کچھ کھانے کو یا ڈریس ضرور لاتا تھا وہ کبھی خالی ہاتھ حویلی آتا ہی نہیں تھا۔

وہ سب بیگز ٹیبل اور صوفے پر رکھتا اپنی شال اتارتا اپنی قمیض کے بٹن کھولتے مسکراتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھا تھا نِگاہیں سب سے پہلے اپنی چھوٹی سی بیوی پر اٹھی تھیں جو پاؤں پر کمبل ڈالے دونوں کو سینے سے

لگائے گہری نیند میں محو تھی ۔ اتنا پیارا نظارہ تھا کہاں

سوچا تھا کبھی ابراہیم نے اُسکی زندگی میں ایسے حسین

پل بھی آئیں گے ۔ وہ پاؤں کے پاس بیٹھتا جھکتا

لب رکھ گیا تھا پورا کمرہ کھل اٹھا تھا ایک عاشق اپنے

محبوب کے دودھیا پاؤں چوم رہا تھا جسکا محبوب کو پتہ

ہی نہیں تھا کیا ہی محبت تھی ابراہیم دورانی کی اپنی

دلبر ا سے ۔ وہ کافی دیر اُسکے پاؤں کو چومتا اُس پر

اپنی شہد رنگ کی نِگاہیں گاڑھ گیا تھا جوان جذبات کی

طلب نِگاہوں سے پوری کرنے لگا تھا وہ اُسکا پور پور

باریکی سے دیکھتا جا رہا تھا پر پل فروک میں آشنا کا

سراپا جوالا لگ رہا تھا نظریں بھٹکتی اپنے خاص پسندیدہ

حصے پر جا لگی تھیں وہ حصہ جو بڑھتے وقت کے ساتھ

ابراہیم دورانی کی جنونیت بنتا جا رہا تھا۔

لیکن اگلے ہی لمحے ابراہیم کی شہد رنگ آنکھیں وہیں

جمی تھیں اور وہ سکون کی اہ بھرتا چھوٹے سے بٹر

کا ماتھا چوم گیا تھا جو پورا کا پورا بے ہوش سو رہا تھا

اُسکا یہی تھا وہ باپ سے زیادہ اپنے چاچا کے پاس

خوش رہتا تھا جب جب ابراہیم اور آشنا کے پاس ہوتا

تھا تو شیطانیاں کرتا دونوں کی ناک میں دم کرتا تھا ۔

دیکھو تو کیسے شریف زادہ بنا سو رہا ہے ! وہ تا سف

سے سر ہلاتا بٹر کو آرام سے اٹھا کر بے بی کوٹ

میں پیار سے لیٹا آیا تھا اور اب باری تھی چھوٹے

سردار کی وہ بیڈ کے دائیں طرف بڑھا تھا اپنے سردار

کو اٹھانے کے لیے لیکن وہی حیران ہوتا دنگ رہ گیا

تھا چھوٹا سردار اپنا دودھیا گول چہرہ آشنا کی دھڑکن

سے باہر نکالتا زبان نکال کر کھلکھلا اٹھا تھا اور اُسکے

گول ننھے گال لال ہوئے تھے کوئی چھوٹے سردار

سے پوچھتا تو وہ بتاتا وہ اپنے بابا سردار سے سب سے زیادہ محبت کرتا تھا اور یہ محبت اُسکی ماما سے اُسے ورثے میں ملی تھی۔ وہ ہنستا پھر آشنا میں چپھتا اپنے بابا سردار کی چیز کو چپکا تھا جس پر دونوں باپ بیٹے ہی حق جتاتے پھرتے تھے ۔ ابراہیم کے لبوں پر مسکان گہری ہوئی تھی وہ ہنستا بیڈ پر بیٹھتا چھوٹے سردار کو گود میں لے گیا تھا اور نگاہ آشنا پر جا ٹھہری تھیں جسکی گہرائ۔یاں دعوت عام بنی ہوئی تھیں وہ پوری بکھری سو رہی پتہ لگ چکا تھا ان دونوں نے

اُسے بہت تنگ کیا تھا تب ہی آج وہ اپنے سردار کی
بھی خوشبو محسوس نہیں کر سکی تھی ۔ چھوٹا سردار با
رعب ادب دار بنا اُسکی گود میں لیٹا ٹکر ٹکر اپنے بابا
کو دیکھتا جا رہا تھا وہ چھوٹا سا ہاتھ اُسکے سینے پر مارنے
لگا تھا اپنے بابا کی توجہ بھی چاہیئے تھی۔ سردار ابراہیم
چھوٹے سردار کو دیکھتا اُسکے گال پر اُنگلی پھیرتا بولا تھا
۔ اتنا اپنی ماما سردارنی کو تھکا دیا ہے اُنہیں بابا کے
آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی ! ابراہیم پوچھ گیا تھا
جس پر چھوٹا سردار نگاہ جھکاتا گول گول مٹھیاں گھما

کر بتا گیا تھا انہیں بھی تو اپنی ماما کی ضرورت تھی

بھلا وہ تھکا تھوڑی رہا تھا وہ تو اپنی ماما کا فیڈ کرتا اُنکی

حفاظت کرنے میں لگا ہوا تھا ۔ ابراہیم پل میں سمجھا

تھا ! اچھا جی تو میرا بیٹا سردار چھوٹا محافظ بنتا جا رہا

ہے بس بیٹا آپ نے ایسے ہی رہنا ہے میں نہ بھی

ہوں اپنی ماما بہن بھائیوں کا خیال رکھنا ہے کیونکہ

میرے بعد سب عہدہ ملکیت آپکی ہے سردار! وہ نام

دے گیا تھا کیونکہ آگے سفید حویلی کا کرتا دھرتا اسی

نے تو بننا تھا ۔ چھوٹا سردار روتا اپنے بابا کی قمیض

مُٹھی میں جکڑ گیا تھا جانے کی بات اُسے اچھی نہیں لگی تھی وہ دل ہی دل میں اپنے بابا کی لمبی عمر کی دعا کر گیا تھا ۔ ابراہیم کافی دیر اُسے لیے بیٹھا لاڈ کرتا رہا تھا بلآخر چھوٹا سردار اپنے بابا کی آغوش میں سو چکا تھا ۔

اُسے بھی لیٹا کر ابراہیم چینج کرتا فریش ہوتا بلیک ٹراؤزر پر بلیک ہی گرم شرٹ پہنے اپنی ملکہ کی طرف بڑھا تھا۔ اور دائیں طرف سے چڑھتا اُسکے پاس لیٹتا ایک لت دیکھنے لگا تھا اُسے بھی ٹھنڈ میں گرمائش کی

ضرورت تھی اِس لیے اپنا ٹھنڈا ہاتھ اُسکی عیاں

دھڑ۔۔۔ ک ۔۔ پر رکھتا گستاخیاں کرنے لگا تھا وہ

انہیں محسوس کیے بنا انکا جام پیے بنا کہاں رہ سکتا

تھا ۔ وہ پاس ہوتا آشنا کے چہرے پر بکھری آوارہ لٹوں

کو سمیٹتا اہیں بھرتا کان کے پاس جھکتا سر گوشی کر

گیا تھا ۔ بیگم صاحبہ اٹھنے کا اِرادہ ہے یا آپکا سردار آج

ڈنر خود کر لے ! لہجہ معنی خیز سے زیادہ شرارتی ہوا تھا

ابراہیم کی آواز کانوں میں جانے کی دیر تھی آشنا کی

امبر آنکھیں کھلتی ابراہیم کو دھندلا سا دیکھنے لگی تھی

اور وہ اُسکی آنکھوں پر واری گیا تھا یہ آنکھیں ہمیشہ اُسکی جان نکال کر رکھ دیتی تھیں ۔ آپ کب آئے ! وہ سوتی اٹھتی آنکھیں مسلتی پوچھ گئی تھی ۔ وہ اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود پر کر گیا تھا دھڑکن ۔ یں ابراہیم کے سینے سے مس ہوئی تھیں آشنا اپنی حالت دیکھتی سرخ پڑی تھی ۔ اتنی دیر میرا بچہ سو گیا تھا ! وہ لوپ کھولتا چلا گیا تھا اب سب اوپر کا عیا ۔۔ ں تھا دونوں کمبل میں تھے ۔ آپکا انتظار کرتے کرتے ! وہ اُسے خود میں ڈوبتا محسوس کر گئی تھی کمبل کے اندر اُسکی

بڑھتی بے تابیاں محسوس کرتی آشنا کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا تھا ۔ویسے میں ناراض نہیں میرا بچہ سو رہا تھا میں تو خوش ہوں وہ دو آپکو تنگ جو بہت کرتے ہیں ۔ وہ گال چومتا چلا گیا تھا ۔ بچے کہاں ہیں ! آشنا کو دو ٹڈ و کا خیال آیا تھا ۔ وہ رہے !! وہ بے بی کوٹ کی جانب اشارہ کر گیا تھا ۔ آشنا دیکھتی سکون لے گئی تھی ویسے بھی دونوں نے اٹھ کر پھر تنگ کرنا تھا !!! تو بتاؤ ڈنر کیا کروں ! ابراہیم اُسے خود پر کرتا چہرہ پکڑ گیا تھا وہ اُسے محسوس کرنا چاہتا تھا ابھی بھی

دونوں کمبل میں ہی غروب تھے ۔ جو آپ کرتے ہیں

! وہ اجازت دے گئی تھی ۔ ہمم کوئی ناراضگی ! وہ

پوچھتا اُسکے لبوں پر انگوٹھا پھیرنے لگا تھا ۔ آپ سے

ناراض ہو سکتی ہوں کیا ! وہ امبر آنکھیں اٹھا کر بتا

گئی تھی ۔ دو دن بعد نیا ملن نئی راتیں ہونگی ! وہ

آنے والے دنوں کی پلاننگ رکھ گیا تھا ۔ آپکی ہوں جو

مرضی کریں ! کہتی اندر چھپ گئی تھی وہ رخ پلٹتا

اپنی کارروائی کرنے لگا تھا ۔ رات بیتتی جا رہی آشنا

ابراہیم کی کہانی امر ہوتی جا رہی تھی ۔

آنیا !!!! کبیر اٹھتا دبی آواز میں چیخ اٹھا تھا وہ گہری نیند میں تھا اچانک وہ پھولتی سانسیں لیے اٹھتا بیٹھا تھا وہ وائٹ ٹراوزر پر بلیک سینڈو پہنے ہوئے تھا ایمل جو واشروم میں شاور لینے گئی تھی ۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتا گھبرا کر اٹھتا واشروم کے پاس گیا تھا آنکھیں سرخ نم زدہ ہو رہی تھیں وہ اُس عورت کی آواز سننے کو بے قرار ہوا تھا۔ ایمل ! کبیر کو اپنی ہی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی وہ ابھی بھی اُس خواب

کے زیر اثر تھا دل ڈر رہا تھا کچھ انہونی ہونے والی

تھی لیکن وہ پھر بھی مضبوط حوصلے کے ساتھ کھڑا

اپنی ظالم عورت کو پکار گیا تھا ۔کبیر میں شاور لے

رہی ہوں آتی ہوں باہر !!! ہمم اتنا کہتا اپنا سگرٹ لیتا

جلاتا بالکونی کی طرف بڑھ گیا تھا سورج نکل رہا تھا

لیکن کبیر دورانی کو پتہ نہیں کیوں ایسے لگ رہا تھا

اُسکی دنیا ویران ہونے والی تھی کوئی اُسے اٹھا کر

کھائی میں پھینکنے والا تھا اُس عورت کے الفاظ بد دعا

کی صورت میں کبیر کے کانوں کا ہار بنے تھے " کبیر

دورانی تم بھی ایک دن ایسے ہی اُجڑ و گے جیسے آج

میرا بچہ مرا ہے تمہاری بیوی کی بھی گود خالی رہ جائے

گی تم اپنی ہی اولاد کا لمس پانے کے لیے ترسو گے

تمہاری محبت کبھی تمہاری نہیں بن سکے گی "آنیا کی

بد دعا پھر سے اُسکا پیچھا کرنے لگی تھی کئی دنوں سے

خوابوں میں جیسے کچھ ہوتا دیکھ رہا تھا اندھیرا ہی اندھیرا

تھا۔ آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی تھیں اور بہتی چلی

گئی تھیں۔

سفید حویلی کی رونق دوبالا ہو چکی تھی پوری حویلی کو
لائٹس سے سجایا گیا تھا حویلی کے باہر لان میں ہی
عقیقہ ہونا تھا کل عقیقہ تھا اور آج دور دراز سے
سب مہمان پہنچ رہے تھے پوری حویلی میں چہل پہل
تھی کبیر کا دوست زیان خان بھی اپنی بیوی ایرہ اور
بچوں کے ساتھ کل عقیقہ میں آرہا تھا وہیں داہر
خان بھی پہنچنے والا تھا وہ اور زو فاش ایک دن پہلے
ہی آنے والے تھے انہوں نے دورانی خاندان کے
ساتھ بہت سارا وقت گزارنا تھا سب لڑکیاں خوش

تھیں وہیں لڑکوں کے پروگرام بن چکے تھے رات کو
مردانہ میں پارٹی بھی رکھی گئی تھی رقاصائیں بلائی گئی
تھیں ابراہیم نے منع کیا تھا پر سلطان دورانی کا حکم
تھا ان موقعوں پر آتی ہیں کیونکہ صد قہ وا رنا ہوتا ہے
جس پر انہیں ممتا ز بیگم سے اچھی خاصی سننے کو ملی
تھیں دادا جان اپنے پوتوں کو لگتا ہے بگاڑنا چاہتے تھے

-

سب حویلی کے بڑے شاندار ہال میں بیٹھے تھے ہال

کے چاروں طرف راہ داریاں اور گول گول شاندار

سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں ۔ ایک صوفے پر سلطان اور

ابراہیم دورانی بیٹھے تھے دوسرے پر زر خان اور دائود

دورانی تیسرے پر کبیر اور صغیر دورانی بیٹھے تھے ایک

طرف حویلی کی سب عورتیں بیٹھی تھیں آشنا ضد کرتی

کچن میں تھی اُسے آج سب کو اپنے ہاتھ کی چائے

پلا نی تھی وہ ہر موقع محل پر بڑی بہو ہونے کا فرض

نہیں بھولتی تھی وہیں زوئی دونوں چھوٹو ں کو لیے

بیٹھی طرح طرح کی باتیں کر رہی تھی سب عورتیں اُسکی بیوقوفی والی باتیں سنتی ہنس رہی تھیں ایمل جو خود میں گم سی تھی یقدم اُسکا فون بجا تھا۔ اریب کا میسج تھا کالز بھی آئی ہوئی تھیں۔

ایمل میں آ چکا ہوں واپس کیا ہم دونوں ایک دفعہ مل سکتے ہیں پلز """ ایمل اِدھر اُدھر دیکھتی میسج ڈیلیٹ کر گئی تھی اور نظر سفاک انسان پر لگی تھیں جو چھوٹے سردار اور بٹر سکاچ کو زوئی سے لیتا پیار کر رہا

تھا ۔ ظالم مرد """ اتنا کہتی میسیج لکھ گئی تھی ۔" میں نہیں آ سکتی """ اور فون بند کر گئی تھی۔

اتنے میں آشنا چائے کی ٹرالی لیے باہر آئی تھی

ابراہیم فون پر لگا اپنے دونوں بیٹوں کو دیکھ رہا تھا جو پورے خاندان کی جان بنے ہوئے تھی دونوں بیلو رمپرز میں تھے پورے کے پورے بھالو لگ رہے تھے

وہ زر خان کے پاس جانے کو تیار ہی نہیں تھے پتہ نہیں کونسی ناراضگی وہ اپنے چھوٹے چاچا پر جتا رہے تھے ۔ آشنا عورتوں کی طرف سب کو چائے دیتی

دوپٹہ صحیح طرح سر پر ڈھکتی حویلی کے مردوں کی طرف بڑھی تھی ابراہیم کی بے اختیار نگاہیں اُس پر اٹھی تھیں وہ ریڈ دوپٹہ کے حالے میں بہت ہی پیاری معصوم سی لگی تھی آشنا نے بہت خوبصورت ریڈ کامدار اسٹائلش سوٹ پہن رکھا تھا ہاتھ اور گلے میں گولڈ کی چیزیں تھیں لائٹ سا میک اپ بھی کیا ہوا تھا۔

دادا جان چائے !! وہ کپ سلطان دورانی کو پکڑا گئی تھی ۔ جیتی رہو ! وہ آشنا کو ڈھیر ساری دعائیں دے

گئے تھے جو اُنکے خاندان کی نسل آگے بڑھا گئی تھی

سب کو چائے دیتی وہ اپنے سردار کی طرف بڑھی تھی

۔ یہ لیں ! ابراہیم اُسے دیکھتا کپ پکڑنے ہی لگا تھا

ہاتھ ٹچ ہوا تھا دونوں کی نگاہیں ایک دوسرے میں جم

گئی تھیں وہیں دونوں ٹڈے کبیر کی گود میں بیٹھے

چیخیں مار رہے تھے اُنہیں پتہ لگ گیا تھا اُنکی ماما بابا

کے پاس کھڑی ہیں !! کبیر زر خان ہنسے تھے ۔ بھائی

یہ تو آشنا بھابھی اور آپکی کاپی ہے چھوٹا سردار لیکن

بڑ تو کبیر بھائی کی کاپی لگتا ہے ایسا لگتا ہے یہ آپکا

بیٹا کم کبیر بھائی کا زیادہ ہے! وہ چھوٹے سردار کو لینے کی کوشش میں لگا تھا جو بلکل چاچا کو بھا و دینے میں انٹرسٹڈ نہیں تھا، زوئی یہ دیکھتی کھل کر ہنسی تھی ۔زر خان سنجیدہ تنبیہہ نگاہ زوئی پر ڈال گیا تھا زوئی کی گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی جانتی تھی سنکی دورانی اُسے کمرے میں نہیں چھوڑے گا اُسکی ہنسی کو تالا لگا تھا ۔ وہیں کبیر بٹر کے گھپے گال چومتا ایمل پر نگاہ ڈال گیا تھا جو فون میں لگی تھی ۔کبیر کا دل زخمی ہوا تھا ۔تو کیا ہوا ایک میرے پر گیا اور

دوسرا اپنی چاچو پر ہو جاتا ہے ایسا ظاہر بات ہے سگا
چاچا ہے کیوں چھوٹے بابا کی جان !ابراہیم بٹر کو
دیکھتا بولا تھا اور چھوٹے سردار کو لے گیا تھا آشنا
مسکرائی تھی ۔ ویسے ان دونوں کا خیال میں نے ہی
نو مہینے رکھا تھا کیوں بھائی جان ! زر خان ٹڈ ی پارٹی
کو بتا گیا تھا جو پوری کی پوری اُسے نو لفٹ کروا رہی
تھی۔ہاں چھوٹے دورانی صحیح بات لیکن وہ آپ ہی
تھے جو میرے معصوم بچے سے ناراض ہوئے پھر
رہے تھے تو میری گڑیا کے دو دو بیٹوں نے اِس چیز

کا بدلہ لینا ہی تھا ! وہ تحمل سے بولا تھا زر خان زبان
دانت تلے دبا گیا تھا اُسے اب سمجھ لگی تھی یہ دونوں
اُس سے ناراض کیوں تھے ماں کا رشتہء ہر رشتے پر
حاوی تھا ۔ آشنا کی آنکھیں بھیگی تھیں ۔ وہ اپنے
بچوں کی نظر اُتار گئی تھی ۔ منا لونگا انہیں بھی بھائی
جیسے آشنا بھابھی کو منایا تھا ۔ ابھی یہی کہنا تھا چھوٹا
سردار ننھے ہاتھ اٹھا گیا تھا اور وہیں بڑا ابھی بھی
سوگ میں بیٹھا تھا اُسے ابھی زر خان سے نہیں کبیر
چاچا سے مطلب تھا وہ بس اُنکی گود میں ہی خوش رہتا

تھا ۔ زر خان چھوٹے سردار کو لیتا چومتا چلا گیا تھا وہ

اپنے چاچا کو بھی دلار کرنے کا بھرپور موقع دے رہا

تھا سب یہ دیکھتے خوش تھے آخر چھوٹے چاچا اور

بھتیجوں کی دوستی ہو ہی گئی تھی۔

داہر خان کی جدید بلیک گاڑی زو فاش اور بی جان

کو لیے سفید حویلی کے کار پورچ میں گارڈز کی گاڑیوں

کے احصار میں آن رکی تھی ۔ انٹرنس دوڑ پر ہی

سلطان اور ابراہیم دورانی کھڑے تھے اِس حویلی کی

ایک اور جان آ چکا تھا ۔ داہر خان بلیک جینز پر وائٹ
شرٹ پہنے بلیک لیدر کی جیکٹ میں ملبوس بلیک ہی
گلاسز لگائے اپنی طرف سے اترتا بی جان اور زو فاش
کو اُتار گیا تھا سلطان دورانی آگے بڑھتے اپنی بڑی بہن
اور اُنکی پوتی کے سر پر ہاتھ رکھ گئے تھے زو فاش
ابراہیم کی طرف بڑھی تھی ۔ مبارک ہو ابراہیم بھائی !
نگاہیں نچی تھیں لہجہ چاشنی جیسا تھا ۔ ! وہ مسکراتا ہوا
زو فاش کے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا ۔وہ مسکراتی ہوئی
داہر خان کی اجازت لیتی بی جان کو لیے اندر بڑھ

گئی تھی جہاں سب اُنکا انتظار کر رہے تھے۔ ابراہیم

باہیں پھیلاتا ہوا داہر خان کی طرف بڑھا تھا دونوں

بلگیر ہوئے تھے ۔ کیسا ہے داہر !! میں ٹھیک تو سنا

دیکھ آگیا تیری محفل کی جان بننے ! وہ بھی مغروریت

سے بولا تھا ۔تیرے بنا میری ہر خوشی ادھُوری ہے !

ایسا ہی ہے ویسے وہ دو کہاں ہے ! داہر خان کی

کبیر سے بنتی بھی نہیں تھی لیکن اُسکے بنا رہتا بھی

نہیں تھا ۔ اندر ہیں چل ! وہ دونوں اندر بڑھ گئے تھے

دو دن دورانی خاندان میں خوشیاں ہی لانے والے

تھے۔

رات کا ٹائم تھا سب ڈنر کر چکے تھے جہاں لڑکیوں

کی محفل اک کمرے میں لگی ہوئی تھی وہیں لڑکوں

کی محفل مردان کی بیٹھک میں جمی ہوئی تھی۔

ویسے زو فاش آپی آپ کو یہ دونوں کیسے لگے ! زوئی جو

چھوٹے سردار کو ریڈ کیپ پہنا چکی تھی جو کارٹون

والی تھی اور اب بٹر کو پہنا رہی تھی جو نہیں پہن رہا

تھا اُسے شدید غُصہ اپنی سیکنڈ ماما پر چڑھا ہوا تھا جو کبھی کچھ کر رہی تھیں تو کبھی کچھ کیا یہ کھلا تضاد نہیں تھا ۔ وہیں چھوٹے سردار کا سارا ٹینشن زوئی ماما نے زو فاش آنٹی کے آگے نکال دیا تھا وہ پوکی لگ رہا تھا مستقبل میں اُسکا گہرا رشتہء زو فاش آنٹی سے ہونے والا تھا اور زوئی ماما اُس کو کارٹون بنا چکی تھی وہ بھی سردار کو ! وہ غُصہ دار امبر آنکھیں گاڑھ گیا تھا زوئی پر گال لال تھے ۔ ماشاءاللہ دونوں ہی بہت پیارے ہیں آشنا ! وہ آشنا کو دیکھ گئی تھی جو بیٹھی

بس ہر پل اپنے دو دو بیٹوں پر واری جاتی تھی سب ہی لڑکیاں ہلکا پھلکا تیار تھیں جانتی تھیں اُنکے شوہر رات کو کہاں چھوڑنے والے تھے ایمل طبیت کے پیش نظر خاموش بیٹھی ہوئی تھی ۔چھوٹا سردار تعریف سنتا خوش ہوا تھا بٹر کو بٹر کی طلب لگی تھی زوئی اُنگلی میں بٹر لگا تی بٹر کا چھوٹا سا منہ تو کھلوا گئی تھی لیکن منہ میں فیڈر دے گئی تھی سب کی ہنسی گونجی تھی ۔

مردان میں لڑکوں کی دوسری باتیں زور و شور سے چل

رہی تھیں ابراہیم بیٹھا ضرور تھا پر شرافت کے مارے

بول کم رہا تھا ایسی باتوں کا کیا ہی جواب دیتا ۔ ویسے

داہر لالہ آپ ہیڑک مار ہی دو ! زر خان داہر خان کو

تنگ کر گیا تھا جو گول تکیہ پر ہاتھ رکھے بیٹھا

دوسرے ہاتھ سے سگرٹ پھونک رہا تھا وہ بلیک

ٹراؤزر اور ہو ڈی میں تھا ۔چھوٹے دورانی شیطانیاں

کم کیا کرو تمہاری شادی کینسل کروا دینی ہے

سلطان دادا میری بہت سنتے ہیں !! ہاں سنیں گے

ہی ایک وقت پر دادا جان تمہاری طرح رنگین مزاج جو
رہے ہیں ! کبیر جلتی آگ میں تیل ڈال گیا تھا
۔داہر خان کے نقوش تنے تھے ۔ زیادہ مت بول
ایسے کر رہا ہے جیسے بہت نیک ہو میری ٹکر کا ہی
ہے تو شریف بندہ بس میرا یار ابراہیم ہے !! داہر
خان ابراہیم کی تعریف کرنا نہیں بھولا تھا ۔ ہاں تب
ہی بھائی جان دو دو لائے ہیں ! زر خان بیچ میں اپنی
بات کر گیا تھا سب کا قہقہ لگا تھا ابراہیم چھوٹے
دورانی کا کان پکڑ گیا تھا ۔ سوری بھائی جان ،!!!

چھوٹے دورانی زبان سنبھا لو اپنی ! وہ پیار سے ڈپٹ
گیا تھا۔ داہر خان جا نہیں رہا رات ہو گئی ہے ! کبیر
سگرٹ کا کش لیتا بولا تھا ۔ کیوں تیری والی نے تُجھے
کمرے سے باہر پھینک ڈالا ہے .جو دوسروں کو کہتا
پھر رہا ہے ! وہ بھی داہر خان تھا موقع پر چوکا مارنے
والا ۔ کبیر کا چہر ہ سرخ ہوا تھا اس سے پہلے کچھ
بولتا زوئی کمرے میں بٹر سکاچ کو لیے داخل ہوئی تھی
باقی سب لڑکیاں باہر کھڑی تھیں اگر وہ جاتی مردان

میں تو ڈانٹ لگنی تھی پر زوئی کو چھوٹے دورانی سے

اُسکے تین بھائی بچا لیتے ۔

زر خان کا چہر ہ غُصہ سے لال ہوا تھا وہیں باقی تین

زوئی کو پیار بھری نگاہ سے دیکھ رہے تھے ۔ کیا ہوا

زوئی گڑیا ! ابراہیم اٹھتا کھڑا ہوا تھا اور بٹر کو لے گیا

تھا جو سینٹا جیسی کیپ میں پیار ا لگا تھا ۔وہ بھائی

جان زوئی سے بولا نہیں جا رہا تھا زر خان کھانے والی

نظروں سے دیکھ رہا تھا ۔ چھوٹے دورانی !! داہر خان

سخت ہوا تھا ۔ سوری لالہ پر یہ یہاں کیوں آئی ہے !

بیٹی ہے اِس گھر کی کہیں بھی آ جا سکتی ہے اپنا
پوسیسیو نیچر کمرے تک رکھا کرو ! کبیر بھی ڈانٹ لگا
گیا تھا ۔ آپ سب کی یہی لاڈلی ہے !! نہیں تم بھی
ہو تینوں بھائی ایک ساتھ بولے تھے زر خان مسکرا گیا
تھا زوئی سے ناراض نہیں رہا تھا ۔ چلیں بھائی جان
باہر !! کیا ہوا زوئی بیٹا ! ابراہیم اُسکا گال سہلا گیا تھا
۔ چلیں نہ پلز بھائی جان سر پرائز ہے سب کے لیے
! وہ زر خان کو دیکھ گئی تھی زر خان کو پلاننگ یاد آئی

تھی ۔ہاں ہاں سب چلیں باہر ! زر خان بھی کہہ گیا تھا ۔

کچھ ہی دیر میں سب لڑکے لڑکیاں باہر تھے باقی بڑھے سو گئے تھے بارہ بجنے والے تھے ۔ جہاں ابراہیم اور آشنا وائٹ میں ساتھ کھڑے تھے چھوٹے سردار کو لے کر ایمل کبیر نے بلیک پہن رکھا تھا زوئی اور زر خان نے لائٹ بلیو اور داہر زو فاش بلیک ریڈ میں تھے ۔

سب اپنی بیویوں کو دیکھ رہے تھے جوان جذبات سر اٹھاتے طغیانی مچا رہے تھے ۔ بہت حسین خانی کمرے میں چلو تمہیں اچھی طرح کھاتا ہوں ! وہ جھکتا کان کو کھینچ گیا تھا ۔ خان سب ہیں ! زو فاش خفت زدہ ہوتی شرمائی تھی ۔ میں تو اور بھی کچھ سب کے سامنے کر سکتا ہوں ! داہر خان آوارہ عمران ہاشمی بنا تھا ۔ خان ! ہاں خان کی خانی ۔

سنیں آپ کمر سے ہاتھ تو ہٹا یں ہم باہر ہیں ! آشنا ابراہیم کا لپٹا ہاتھ دیکھتی بولی تھی ۔ نہیں ہٹاتا ویسے

بھی میچنگ کر کے کھڑی ہو حق دینا تو بنتا ہے !

آنکھیں مخمور تھیں ۔ کیسے ؟؟ وہ بے اختیار پوچھ گئی تھی ۔ جانتی تو ہو سردارنی ! وہ آنکھوں سے بتا گیا تھا آشنا کی پلکیں جھکی تھیں چھوٹا سردار ہنسا تھا۔

سوری جا نا ں پلز ناراضگی ختم کرو ! وہ بٹر کو سینے سے لگاتا نرمی سے کہہ گیا تھا ۔ناراض ہوتی تو آپکے پہلو میں نہ کھڑی ہوتی ! وہ سبز آنکھیں کنجی میں گاڑھ گئی تھی لب ہلکے سے مسکان میں ڈھلے تھے ۔ بیٹھا کھانا ہے ! کبیر اُسکی لٹ پیچھے کرتا گویا تھا ،

ضرور وہ تو روز رات آپ دیتے ہی ہیں ! دونوں کی نگاہ ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔

زوئی تم نے اچھا نہیں کیا ذرا یہاں سے فارغ ہو کر چلو تمہاری جان نکالتا ہوں آج تمہارے ہونٹ نہیں کھاے میرا نام بھی زر خان نہیں ! وہ اُسکی کمر مُٹھی میں بھر گیا تھا ۔ زر خان !! زوئی کی جان نِکلی تھی ۔

اتنے میں بارہ بجے تھے زوئی اور زر خان اونچی آواز میں بولے تھے

Happy new year 2026 happy new year to all o Dilbara family !!!!

یہ کہا ہی تھا آسمان پٹاخوں کی گونج سے چمک اٹھا تھا آشنا اور کبیر بٹر اور چھوٹے سر دار کو خود میں بھینچ گئے تھے سب کی آنکھیں خوشی سے جھوم اٹھی تھیں نمی تھی اور آنے والے سال کے لیے دعائیں تھیں ۔ ابراہیم بڑھتا بیچ میں کھڑا ہوا تھا۔ اور آشنا کو دیکھتے بولا تھا ۔ نیا سال مبارک سب کو اور میری دلبر ا

کو اور اِس دلبر ا کی کہانی پڑھنے والوں کو جنہوں نے

ہماری کہانی کو اتنا پیار دیا اور میرے آشنا اور باقی

سب کے کرداروں کو حقیت بنا ڈالا شکریہ آپ سب

کا نیا سال سب کی زندگی کو نئی خوشیوں اور کامیابیوں

سے بھر دے ! یہ کہتا چھوٹے سردار اور بٹر کو پیار

دیتا آشنا کو سب کے سامنے خود کے سینے سے لگا گیا

تھا پٹاخے بجتے جا رہے تھے اور ۲۰۲۶ کی صبح کا انتظار

تھا۔

قسط: 10

سفید حویلی میں آج دونوں چھوٹے سرداروں کا عقیقہ تھا صبح سے ہی شور و غل شروع ہو چکا تھا ساری حویلی کی عورتیں تیاریوں میں لگی ہوئی تھیں رخسانہ بیگم نے حویلی میں ہی اسلامآباد کی ٹاپ بیوٹیشن بلوا لی تھیں تاکہ سب اپنے اپنے کمرے میں آرام سے تیار

ہو سکیں سب مرد صبح ساتھ بجے ہی صوابی کے لیے نکل گئے تھے وہاں کی حویلی میں چھوٹے سرداروں کے بکرے ذبح کر کے غریبوں میں تقسیم کیے جانے تھے ویسے بھی صوابی کی عوام اپنے چھوٹے سردار کے آنے پر بہت خوش تھی اُنکے علاقے کی سر داری اُنکے رحمدل سردار کے بیٹے سے چلنے والی تھی ۔

انجم شمع پھپھو بھی اپنے اپنے بچوں کے ساتھ حویلی پہنچ چکی تھی شام ہونے کو آئی تھی لیکن مرد

حضرات ابھی تک حویلی نہیں پہنچے تھے رات کی عقیقہ پارٹی رکھی گئی تھی جس میں دونوں بیٹوں کا نا م بھی رکھا جانا تھا اور پھر آدھی رات کو حویلی کے ڈیرا میں ہی ڈانس رکھا گیا تھا۔

سب لڑکیاں اوپر والے ہال میں تیار ہو رہی تھیں ایک طرف آشنا کو بیوٹیشن میک اپ کر رہی تھی اور ایک طرف ایمل زو فاش بیٹھی تھیں اور زوئی کا ابھی اتا پتہ نہیں تھا۔

آشنا نے پنک سلور رنگ کی بہت ہی حسین پاؤں کو
چھو تی لونگ کامدار فروک پہن رکھی تھی وہ پہلی رات
کی دلہن کی طرح لگ رہی تھی بچے رخسانہ بیگم کے
پاس تھے اُس نے تیار ہو کر دونوں کو تیار بھی کرنا
تھا۔وہ اپنا عکس سامنے آئینے میں دیکھتی جا رہی تھی
اور شرم سے آشنا کا برا حال تھا وہ اتنی حسین لگ
رہی تھی اُسے دیکھ کر سردار صاحب نے گھائل ہو
جانا تھا۔ماشاءاللہ میم آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں !
بیوٹیشن اُسکے لک کو آخری ٹچ دیتی بولتی اُسکے ہیر

سٹائل میں چھوٹے چھوٹے جیسمین کے پھول لگا گئی تھی سافٹ ڈول سا میک اپ جس پر آشنا کے بالوں کو کرلز کر کے میسی سا بن بنا یا گیا تھا جس میں سے لٹیں نِکلی ہوئی تھی وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی ماں بننے کے بعد آشنا کے چہرے کی رونق دوبالا ہو چکی تھی ۔

تھینک یو ! اتنا کہتی اپنا فون اٹھا گئی تھی اُسکا سردار ابھی تک نہیں آیا تھا ایک بیوی کی طرح اُسکی ٹینشن بڑھی تھی ۔ پتہ نہیں کہاں رہ گئے چھ بج رہے ہیں

اکیلے ہم اُن دونوں کو کیسے تیار کریں گے اوپر سے

زوئی بھی پتہ نہیں کہاں ہے ! آشنا ٹینشن میں بولتی

اپنے جھمکے پہنتی زو فاش کو دیکھتی مسکرا گئی تھی جو

سی گرین کامدار سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی

وہ بھی آشنا کو جواباً مسکرا کر دیکھنے لگی تھی دونوں

ایک ہی عمر کی معصوم لڑکیاں تھیں بس فرق تھا زو

فاش سمجھدار تھی اور آشنا بیوقوف ۔

زو فاش تو اپنے خان کا سوچتی ہی پاگل ہو رہی تھی جو

خود اُسکے لیے یہ سوٹ لایا تھا جسکا اگلا گلا گہرا اور پچھلا

چھوٹے چھوٹے نازک بٹنوں سے بند تھا اور اوپر سے

خان کا کہنا تھا وہ اِس پر دوپٹہ اچھی طرح کیری

کرے ذرا بھی اُسکی گہرائ۔یاں نظر نہ آئیں ! خود

لائیں ہیں اور مجھ کو ہی بول رہے تھے اچھی طرح

ڈھکنا بھلا کیسے میں کیری کرتی پھروں گی ایک تو خان

بھی نہ بس اپنا سوچ کر ایسا ڈریس لائے ہیں تاکہ

یہاں بھی مجھے رات کو پکڑ سکیں ! وہ دل ہی دل

میں خان سے شکوہ کرتی اپنا نکھرا روپ دیکھ گئ تھی

سموکی آنکھیں ڈارک لپسٹک اور ملائم بال کھلے تھے نیچے

لائٹ سے کرلز ڈالے ہوئے تھے اور لائٹ سی ڈائمنڈ جیو رلی پہن رکھی تھی ۔وہیں ایمل نے نارنجی رنگ کی فروک پہن رکھی تھی جو کافی اسٹائلش تھی اور لائٹ سا کام ہوا تھا دوپٹہ بھی لائٹ تھا اُس نے خود لائٹ سب سیلیکٹ کیا تھا وہ ویسے بھی آجکل زیادہ تیار ہونے کے موڈ میں نہیں ہوتی تھی چڑھتے دنوں کے ساتھ اُسکی طبیعت نا ساز ہونے لگی تھی وزن کافی بڑھ گیا تھا چلنے پھرنے میں پروبلم درپیش آرہی تھی سبز آنکھیں آجکل ہمہ وقت پانی انسکیورٹی اور بے چینی

سے بھری رہتی تھیں وہ خود کا سنگھار دیکھ گئی تھی

۔ سیمپل بال کھلے تھے بہت ہی لائٹ میک اپ تھا

۔صرف آپکے لیے اتنا بھی تیار ہو رہی ہوں کبیر ! وہ

جیسے کبیر کی اہمیت بتا تی پھر بھی شکوہ کن تھی

۔آنسو گرتا گال نم کر گیا تھا لیکن وہ نا محسوس انداز

میں چھپا گئی تھی۔اتنے میں ہال میں شور مچا تھا

کیونکہ اِس حویلی کی شان زو حال لہنگا پہنے بھاگتی ہوئی

آرہی تھی چہرہ غصے سے سرخ تھا لیکن چھوٹے سردار

اور بڑ کے عقیقہ میں اُسے تیار بھی سب سے زیادہ

ہونا تھا زوئی نے گولڈن میکسی پہنی ہوئی تھی اُسے
جلدی سج دھج کر تیار ہونا تھا اور یہ میکسی بھی زر خان
نے ہی کل لا کر دی تھی۔ جو زوئی کے بدن سے
چپکی ہوئی تھی نشیب و فراز دہکتے باہر آنے کو بے
تاب سے تھے ۔آشنا سونے کے کنگھن پہن رہی تھی
وہ زوئی کو دیکھتی اُسکی طرف بڑھی تھی ۔ کہاں رہ گئی
زوئی سات بجنے والے ہیں اور تم نے تیار بھی ہونا
ہے ! آشنا فکرمندی سے پوچھنے لگی ہوئی تھی ۔آشنا
بھابھی آج میں نے انشال کا سر پھوڑ دینا ہے جو

اتنا واحیات ڈریس پہن کر نیچے پھر رہی ہے جانتی

نہیں ہے کیا یہاں میرا جوان شوہر بھی رہتا ہے اُسی

سے منہ مارا ماری کر کے آرہی ہوں اور شمع پھپھو کو

تو میں نے اوپر چھت سے ہی دھکا دے دینا ہے !

زوئی تپتی ہوئی بے ٹوک بولے جا رہی تھی آشنا اور زو

فاش اُسے منہ کھولے دیکھ رہی تھیں جو اپنے شوہر

کے لیے پگھلا ئی پھر رہی تھی ۔ زوئی پلز اتنا ہائپر مت

ہو ! آشنا اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھتی دلاسہ دے گئی

تھی ۔کیسے نہ ہوں آشنا بھابھی آپ سب کے شوہر تو

آپکے پلو سے بندھے ہیں اور آپ سب کے بچے بھی آ
چکے ہیں اور آرہے ہیں پر میرا والا تو ابھی بھی سنگل
ہی ہے اُس انشال کے چنگل میں پھنس گیا تو میں
کنواری رہ جاؤنگی ۔ وہ اپنا راگ سنا رہی تھی آشنا اور زو
فاش کے پاس تو لفظ ہی نہیں تھے وہ دونوں زوئی
کے غم میں برابر کی شریک تھیں۔ اُنہیں بھی اپنے
شوہروں کی فکر لگی تھی جانتی تھیں آجکل کی لڑکیاں
بہت شاطر تھیں اور اُنکے شوہر ہینڈسم تو کوئی بھی
پھنسا سکتا تھا اِس لیے زو فاش اور آشنا نے اندر ہی

خود سے تہیہ کر لیا تھا وہ اپنے ہسبنڈ کے ساتھ آج
چپکی رہے گیں ۔ زوئی رہنے دو زر خان بھائی تو
تمہارے پیچھے پاگل ہوئے پھرتے ہیں کتنی بار رات
کو میں نے خود تمہارے کمرے سے نکلتے دیکھا ہے !
ایمل صاف گوئی کر گئی تھی زوئی کی شکل خفت حیا
سے لال ہوئی تھی ۔ ایمل بھابھی ! زوئی نچلا ہونٹ
نکال گئی تھی ایک ایمل ہی زوئی کو کبھی کبھی ڈپٹ
دیتی تھی اور زوئی بھی کبھی برا نہیں مانتی تھی وہ
جانتی تھی یہاں کے ہر فرد کا اُس پر حق تھا بس وہ

آشنا اور زو فاش کی ہی لیڈر بنی گھومتی تھی ۔ چلو تیار

ہو زوئی اپنے ساتھ تم آشنا اور زو فاش کو بھی تنگ

کر رہی ہو! جی ایمل بھابھی ! وہ کیوٹ سا چہرہ بنا کر

بڑھ گئی تھی آشنا اور زو فاش کو زوئی پر ترس آیا تھا

۔ایمل کیوں ڈانٹ دیا میری زوئی کو ! آشنا افسوس

سے بولی تھی ۔آشنا بھابھی وہ خود بھی نا سمجھ ہے اور

آپ دونوں کو بھی ٹینشن دیتی ہے مجھ سے پوچھیں

اللہ نے آپ سب کو بہترین شوہر سے نوازا ہے ہر

کوئی خوش نصیب نہیں ہوتا ! یہ کہتی غمزدہ اپنے

کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی ۔ ایمل کو کیا ہوا آشنا !

پتہ نہیں بھابھی ! وہ زو فاش کو دیکھتی بولی تھی ۔

میرے خیال سے ایمل کبیر بھائی کو سمجھ نہیں سکی

وہ بھی بہترین انسان ہیں ! سمجھ جائے گی ہمارے

کبیر بھائی ایمل کو اپنا بنا لیں گے ! آشنا سمجھ بوجھ

کر مظاہرہ کر گئی تھی ۔ اتنے میں کلثوم آئی ۔ بھابھی

وہ سب مرد لوگ آگئے ہیں ۔ یہ کہنا تھا کلثوم کا آشنا

اور زو فاش کے گلے میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی

تھی ۔

پچھلے دس منٹ سے ابراہیم آشنا کو باہوں میں

بھرے کھڑا تھا وہ آف وائٹ شلوار قمیض پر آف

وائٹ ویس کوٹ پہنے اور شال مفلر کے انداز میں

گلے میں ڈال رکھی تھی ۔ آشنا پنک لونگ کامدار فروک

میں سجی سنوری دلہن کی طرح اُسکے سینے پر سر رکھے

کھڑی تھی دس منٹ سے دونوں کو اپنے دو عدد بیٹوں

کا بھی خیال نہیں رہا تھا فنکشن اُنکا تھا لیکن اُنکی

آنکھوں کے سامنے اماں ابا کا رومانس ختم ہونے کا

نام ہی نہیں لے رہا تھا ۔ چھوٹا سردار اور بٹر بیڈ پر

کیوٹ سے کپڑوں میں ملبوس ہاتھ پاؤں مار رہے تھے

اُنہیں اپنی ماما کا انتظار تھا کب وہ اُن پر نظر کرم

کرتی تیار کریں گی اُن کو بھی اپنے بابا کی طرح ٹڈے

سردار بننا تھا اور آج کی محفل کی جان بھی بننا تھا

لیکن اُن کا تو کوئی پر سان حال ہی نہیں تھا وہ

اپنے ماں باپ کو تکتے خاموشی کی مورت بنے ہوئے

تھے اُن کو ابھی ماما بابا کو تنگ نہیں کرنا تھا اُن کے

انہیں پیار بھرے لمحات کی وجہ سے تو وہ دنیا میں

آئے تھے تو چھوٹے ڈوڈز ماما بابا کو فل پرائیویسی دے

رہے تھے ۔

بہت حسین سردارنی !! ابراہیم اُسکے بالوں پر ل۔ب

رکھتا بولا تھا ۔ تھینک یو ! آشنا آنکھیں بند کیے مسکراتی

ہوئی اپنی مخروطی نرم اُنگلیاں ابراہیم کے سینے پر سر

سرا گئی تھی ۔ آج یہاں سے فارغ ہو کر چل رہی ہو

تم میرے ساتھ ! ابراہیم اُسکی کمر پر بے باکی سے

ہاتھ پھیر گیا تھا ۔ کہاں ! آشنا سر اٹھا کر امبر آنکھیں

اُسکی آنکھوں میں گاڑھتی سوالیہ ہوئی تھی ۔ صوابی کی

حویلی ! وہ جواب دیتا گال پر ل۔ب رکھ گیا تھا ۔
لیکن کیوں ! آشنا نظریں جھکا گئی تھی ۔ سوا مہینے بعد
اپنا حق لینا ہے اور کیا وجہ ہو سکتی ہے ! ابراہیم
اُسکی ن۔ازکی خود سے مس کرتا چلا گیا تھا ۔ لیکن
بچے ! پلکیں جھکائے ہی دو ٹڈ و کا پوچھا تھا ۔ وہ بھی
ساتھ جائیں گے ! ابراہیم اُسے پیچھے کرتا اوپر سے نیچے
دیکھے گیا تھا لگ ہی اپسرا رہی تھی ۔ پر ان دونوں کی
موجودگی میں سب کیسے ! وہ بہت شرم سے خفت

میں پڑی تھی گالوں سے چنگاریاں اٹھ رہی تھیں

۔ مجھ پر چھوڑ دو

I handle everything !!!

وہ اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا جھکتا عین گلے کے بی۔چ

میں ل۔ب رکھتا چلا گیا تھا ۔ سردار صاحب !وہ

سسکی لیتی بیچ میں اتنا ہی بول سکی تھی نگاہیں

سامنے بیڈ کی طرف اٹھی تھیں جہاں دونوں بیٹے ایک

دوسرے کے ساتھ مست تھے وہ ایک دوسرے کو

دیکھتے کھلکھلا رہے تھے ۔ کیا ہوا ! ابراہیم بھاری

سانسیں لیے جھکتا جا رہا تھا آشنا کی فروک اوپ۔ر سے

سمٹ رہی تھی ۔ بچے ! وہ اُسکے بالوں میں اپنی

اُنگلیاں اُلجھا نے ہی لگی تھی ابراہیم کرنٹ کھاتا پیچھے

ہوا تھا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا بیڈ کی طرف دیکھ گیا

تھا وہ کچھ لمحوں کے لیے اپنے بیٹوں کو ہی بھول

بیٹھا تھا یاد رہی تھی تو بس پہلی گڑیا ! اُوہ سنو اپنا آپ

ٹھیک کرو میں دونوں کو تیار کرتا ہوں ۔!!! جی ! آشنا

شرما تی ہوئی ڈریسنگ ایریا کی طرف بڑھ گئی تھی ۔کچھ

دیر بعد دونوں چھوٹے تیار تھے چھوٹا سردار اور بٹر نے

چھوٹے چھوٹے کرتا پاجاما اور ویس کوٹ پہنی تھی اُن

کو حویلی کے اندر ہی رکھنا تھا پوری حویلی میں جدید

الیکٹرک ہیٹر لگے ہوئے تھے لیکن آشنا کی فرمائش

تھی اُسکے دونوں بیٹے اپنے بابا جیسے تیار ہوں ۔

چھوٹا سردار ابراہیم کی گود میں تھا اور بڑ آشنا کی گود

میں تھا ابراہیم آنکھیں اٹھائے پوچھ گیا تھا ۔ نام سوچ

لیے نہ ! آنکھوں میں گرمی عزت کی حدت ہی تھی ۔

جی ! پلکیں سجدہ ریز ہوئی تھیں ۔ چلو سب انتظار کر

رہے ہونگے ۔کہتا آشنا کو لیے نیچے بڑھ گیا تھا جہاں

سب ہی اُنکا انتظار کر رہے تھے ۔

داہر خان باہر لان سے ہوتا سفید حویلی کے داخلی

دروازہ سے اندر داخل ہو رہا تھا اُس نے بلیک شلوار

قمیض پر بلیک ہی ویس کوٹ پہن رکھی تھی سیاہ

آنکھیں انتہا کی دلفریب لگ رہی تھیں صاف صاف

ان آنکھوں میں ایک ہی عورت کی پرچھائی گھوم رہی

تھی وہ صبح کا نِکلا ہوا تھا اور کچھ دیر پہلے ہی صوابی

کی حویلی سے تیار ہو کر ابراہیم و غیرہ کے ساتھ آیا تھا

کیونکہ اصل جشن سفید حویلی میں تھا۔ وہ با رعب

پرسنلٹی لیے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا یکدم سامنے

لڑکیوں کے بیچ کھڑی اپنی بیس سالہ بیگم پر نظر گئی

تھی جو سی گرین سوٹ میں ایک ہی سیکنڈ میں داہر

خان اور قیامت ڈھا گئی تھی وہ اتنی پیار ی ڈیسنٹ

لگ رہی تھی داہر خان کا دل اچھل کر حلق میں آیا

تھا۔ وہ ابھی کے ابھی زو فاش کے ساتھ کچھ

اینٹین۔س موینٹس گزارنے کا سوچ چکا تھا۔ وہ

اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا ہال سے گزرتا جا رہا تھا بہت سی پاکستان کی جانی مانی فیملیاں آئی ہوئی تھیں اور خاندان کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے بہت سی لڑکیاں بھی موجود تھیں جنکی نگاہ داہر خان پر لگی تھیں اور وہ عش کر اٹھی تھیں ہر لڑکی کا کرش بنا تھا وہ منہ کھولے گلگت بلتستان کے سردار کو دیکھ رہی تھیں لیکن اُس بلا کے مغرور مرد کی نگاہ تو بس ایک عورت کے لیے تھی ۔وہ بلا جھجک زو فاش کے پاس بڑھتا اُسکی کمر میں ہاتھ رکھتا خود کی طرف کھینچ

گیا تھا ۔ سب لڑکیاں پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھنے لگی
تھیں پر داہر خان زو فاش کو دیکھتا جا رہا تھا ۔ خان !
زو فاش تھوک نگلتی اُدھر اُدھر دیکھتی مدھم بولی تھی
پورا ہال گچا گچھ بھرا ہوا تھا لیکن داہر خان سب کے
سامنے پورے حق سے اپنی خانی کو پکڑ گیا تھا ۔ وہ
اُسے بتا دینا چاہتا تھا اُسکے آگے دنیا بھی کچھ نہیں
تھی۔ذرا اِدھر آؤ ! وہ اُسے نرمی سے پکڑے سب کے
سامنے ہی کچن کی طرف بڑھ گیا تھا بی جان تو اپنے
بے باک پوتے کی یہ حرکت شرماتے ہوئے دیکھ گئی

تھیں ۔ جہانگیر خان کا پوتا دس قدم آگے نکلا تھا

۔ لڑکیاں تو غش کھا رہی تھیں ----------

داہر خان منہ میں انگور لیتا زو فاش کے آگے کر گیا

تھا ۔ خان سب باہر ہیں میں نہیں کھا رہی ایسے ! وُہ

با مشکل ہی بول سکی تھی جو آنکھوں سے ہی حکم

دے گیا تھا بلآخر اُسے داہر خان کے منہ سے ہی

فروٹس کھانے پڑے تھے وہ یہاں بھی اپنی بیگم کا

بھرپور خیال رکھ رہا تھا سانس جو تھی اُسکی ۔ خان

چلیں ! زو فاش دوپٹہ صحیح کرنے لگی تھی جو داہر

خان نے فل وقت ہٹا یا ہوا تھا ۔ وہ اُسے کرسی پر
بیٹھا ئے خود اُسکے سامنے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا ایک
لت معائنہ کر رہا تھا ۔ کیوں میرا ضبط آزما رہی ہو خانی
! وہ بھاری لہجہ میں کہتا نرمی سے اُسے پکڑ کر اپنی
گود میں بیٹھا گیا تھا ۔ میں کب آزما رہی آپ ہی یہاں
بیٹھے فنکشن مس کر رہے ہیں ! وہ اُسکی تھوڑی پکڑتا
ل۔ب رکھتا اُس پر حق جتاتا بولا تھا ۔ ختم ہو جائے
خیریت سے فنکشن تمہیں بتاتا ہوں تھوڑی محنت

تمہیں بھی آج کرنی ہو گی! وہ آنکھ مار گیا تھا زو فاش
اُسکے اندر چھپ گئی تھی ۔

زر خان جو ابھی ابھی باہر سے اندر ہی آیا تھا بھائی
جان کو بلا نے اوپر جا ہی رہا تھا پاس دائیں طرف بنی
راہ داری سے کسی کی آوازیں آرہی تھیں ۔ یہ جنا ن
یہاں کیا کر رہی ہے وہ دو سیڑھیوں سے نیچے اُترتا
کوریڈور کی طرف بڑھا تھا اور سر نفی میں ہلا کر رہ گیا
تھا ایک پل کو تو زوئی کا روپ اُسے ہپروٹائز کر گیا تھا

لیکن اسکی عالیشان لڑائی سنتا وہ سر پیٹھ گیا تھا زر خان نے کیمل رنگ کی شلوار قمیض اور ہم رنگ ہی ویس کوٹ پہن رکھی تھی وہ بھی آج لڑکیوں کا ہارٹ تھروب بنا ہوا تھا اور خاص کر اریبہ اور انشال کی نظر زر خان سے ہٹ نہیں رہی تھی انہی میں سے ایک سے زوئی کی لڑائی زور و شور سے چل رہی تھی ۔

دیکھو انشال پھپھو کی بیٹی ہو وہی بن کر رہو خبردار جو پھر اِس والی کھڑکی سے میرے اکلوتے شوہر کو دیکھا ! وہ گولڈن میکسی میں سجی ہوئی انشال کا قیمہ بنا

رہی تھی زر خان کا قہقہ رکا ہوا تھا وہ اٹھارہ سال کی شیرنی لگ رہی تھی زوئی نے بال کھول کر آگے سے مانگ نکال کر دونوں جانب چھوٹی بریڈز بنوائی تھیں وہ پوری ڈورا لگ رہی تھی ۔

دیکھو زوئی تم نہ زیادہ بن رہی ہو ! انشال بھی تعیش میں آئی تھی اس سے پہلے بڑی جنگ ہوتی زر خان اُسے پیچھے سے پکڑتا گود میں اٹھا گیا تھا وہ اُسکی باہوں میں جھو ل رہی تھی ۔ اور سرخ تنبیہہ آنکھیں انشال پر گاڑھ گیا تھا جو ایک سیکنڈ میں رفو چکر ہوئی تھی ۔

کیا پیس ہو تم ڈورا !! زر خان پیچھے سے ہی اُسکی ڈو
ریوں سے بندھی کمر پر سلگتے ل۔ب رکھ گیا تھا۔کیا
مطلب میں سینڈوچ کا پیس بھی بن گئی آپکو نہ مجھ
میں کوئی انٹرسٹ نہیں رہا زر خان میرا سہارا بس بٹر
ہی رہ گیا ہے ! زوئی کی بات سنتے ہی زر خان کا دل
کیا تھا دیوار پر سر ٹکرا دے کوئی شاندار بے وقوف
بیوی ہی نصیب ہوئی تھی ۔وہ اُسے نیچے اتارتا اُسکا رخ
خود کی طرف کر گیا تھا ۔ جیتنا تم سے پیار کرتا ہوں
شاید ہی کبھی ماں باپ کے سوا کسی سے کیا ہو اس

لیے اِس چھوٹے سے دماغ کو ٹینشن کم دیا کرو تمہارا فیصلہ رات کو کرتا ہوں تیار رہنا کمرے میں ! یہ کہتا اُسکے گال کو دانت سے کھی۔ نچتا نکل گیا تھا ۔ زوئی حیا سے لال ہوتی اپنا گال ملنے لگی تھی ۔ دیکھو تو سہی میرا میک اپ ہی بگاڑ گئے ہیں ! وہ پاؤں پٹھکتی بڑھ گئی تھی ۔

ایمل نارنجی رنگ کی فروک پہنے دوپٹہ سلیقے سے لیے تبا نہ بیگم کے پیچھے پیچھے لان کی طرف جا رہی تھی

ابراہیم آشنا سب باہر لان میں تھے نام کی تقریب

ہونے والی تھی بس کچھ لوگوں کا انتظار رہ گیا تھا تبا

نہ بیگم نے بتایا تھا لاہور سے اُسکی دادی جان اور کچھ

فیملی ممبرز پہنچ چکے تھے تو ایمل خوشی خوشی باہر جا

رہی تھی ۔ یکدم قدم ٹھہرے تھے سامنے سے ہی کبیر

فون پر بات کرتا بلیک شلوار قمیض ویس کوٹ پہنے

اندر داخل ہو رہا تھا ۔ زیان کہاں رہ گیا یار سب تیرا

ہی انتظار کر رہے ہیں اوکے اوکے آجا!! وہ زیان

خان کا فون رکھتا نظر اٹھا گیا تھا اور دل جیسے پتہ

نہیں کیوں خفا سا ہوا تھا ایمل روز کے جیسے ہی تیار تھی کوئی تیاری اُس نے ایکسٹرا نہیں کی تھی بلکہ جو ڈریس کبیر اُسکے لیے لایا تھا وہ بھی نہیں پہنا تھا۔ وہ اُسکی طرف بڑھ رہا تھا اچانک سے اُسکے پیچھے سے ہی اریب نکلتا آگے کو آیا تھا۔ کیسی ہو ایمل! وہ بلیک سوٹ میں ملبوس تھا اریب کاظمی نہیں بدلا تھا۔ کبیر اُسکی پشت دیکھتا مٹھیاں بھینچ گیا تھا خود کو کنٹرول کیا تھا ابراہیم کے بیٹوں کا فنکشن تھا وہ کچھ بھی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہیں ایمل کی آنکھیں

نم ہوئی تھیں آنکھیں اریب کو دیکھتی پیچھے کھڑے

سفاک مرد پر جا لگی تھیں جسکا چہرہ لہو جھلکا رہا تھا

۔اُس سے کیا پوچھتے ہو اُسکے شوہر سے پوچھو مسٹر

اریب ! وہ بڑھتا ایمل کی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود سے لگا

گیا تھا اریب اُسکی کمر پر کبیر کا ہاتھ دیکھتا سلگ اٹھا

تھا ۔اپنی کزن سے پوچھ رہا ہوں تم سے نہیں !

اریب ڈھٹائی قائم کیے ہوئے تھا ۔تمہاری کزن سے

پہلے یہ میری بیوی ہے سمجھے دو فٹ نہیں دس فٹ

کے فاصلے پر رہنا اور بن بلائے مہمان کی طرح کیوں

آگئے ! کبیر طنز مارتا لال آنکھیں اُس پر گاڑھے ہوئے

تھا ایک اسی مرد سے اُسکا حسد کا جذبہ تھا کیونکہ پہلو

میں کھڑی عورت کبھی سامنے کھڑے مرد کی باہوں

میں ہوتی تھی وہ لمحات سوچ کر آج بھی کبیر اذیّت

میں جلتا تھا ۔ کبیر !

He is my cousin don't treat

him like that !!!

ایمل ہاتھ ہٹا تی کبیر سے دور ہوئی تھی ۔ وہ پھر سے

کمر پر ہاتھ لپیٹتا اُسے خود کے قریب کر گیا تھا ۔ دور

مت جانا بیوی ہو میری عارضی رشتہء نہیں تم سے

اور بن بلائے لوگوں کو میں ایسے ہی ٹریٹ کرتا ہوں

تمہارے لیے بدلہ ہوں دنیا کے لیے نہیں! وہ جنون

بتا گیا تھا وہیں اریب مٹھیاں بھینچتا باہر چلا گیا تھا۔

جو وہ کرنے آیا تھا وہ اُسے کر کے ہی جانا تھا وہیں

کبیر ایمل کے کان کے پاس جھکتا انتہائی نرمی سے

بولا تھا۔ نمی میرے لیے ہے تو ٹھیک ہے لیکن اُس

کمینے کے لیے ہے تو اُسے میں اگ لگا دونگا ! وہ دھمکی

دے گیا تھا ایمل بے یقینی سے اُسے دیکھتی چلی گئی

تھی ۔ چلو باہر میرا دوست اُسکی بیوی بچے آرہے ہیں

! یہ کہتا ایمل کا ہاتھ پکڑے باہر بڑھ گیا تھا ۔

مین لان میں پاکستان کے ٹاپ بزنس مین پولیٹیکل

پارٹی کے لوگ قبیلوں کے سردار آئے ہوئے تھے

مردوں کی طرف میڈیا بھی بلائی گئی تھی عورتیں

چھوٹے لان میں تھیں مردوں نے یہاں سب سے

فارغ ہو کر عورتوں کے پاس جانا تھا چھوٹے لان میں

خاندان کی ہی عورتیں تھیں ۔

ابراہیم اور کبیر دورانی چھوٹے سردار اور بٹر کو لیے کھڑے تھے سب باری باری اکر صوابی کے چھوٹے سردار اور اُسکے چھوٹے بھائی سے ملتے مبارکباد دے رہے تھے ۔چھوٹا سردار اور بٹر کو آف وائٹ چھوٹے گرم کوٹ آشنا نے پہنا دیے تھے چھوٹا سردار ادب کے ساتھ سب سے مل رہا تھا وہیں بٹر زبان دکھا رہا تھا ۔ اتنے میں زیان خان لان میں اپنی ازل خوبرو پرسنلٹی کے ساتھ داخل ہوا تھا کبیر بٹر کو زر خان کو دیتا اُسکی طرف بڑھا تھا ۔

کیسے ہو کبیر !! وہ گلے ملتا اپنے دوست کی خیریت

طلب کر گیا تھا ۔

I am absolutely fine minister

sahab!!

وہ ہنستا اپنے جگری دوست زیان کو لیے اپنے بھائیوں

کی طرف بڑھ گیا تھا ہمسائے تو تھے خان اور دورانی

فیملی مارگلہ میں تو رہتی تھی ۔

Congratulations ibraheem

Thank you Mr zyan khan

وہ کافی گرم جوشی سے زیان سے ملا تھا۔ٹماٹر تو چھوٹے سردار اور بٹر کو دیکھنے میں لگا ہوا تھا جو اُسے دیکھتے ہنس رہے تھے -- بابا مدے انچ چے تھیلنا ہے (بابا مجھے ان سے کھیلنا ہے) ٹماٹر کو وہ کیوٹ ٹیڈی لگے تھے زائرہ ایرہ کے پاس تھی ۔

جی کھیل لینا ٹماٹر لیکن احترام میں رہنا ہے ! زیان خان کا آج بھی اپنے بچوں پر رعب بر قرار تھا ۔ ابراہیم ٹماٹر کو پیار کر گیا تھا۔ زیان خان سب سے مل کر بہت خوش ہوا تھا ۔ داہر ایک انویسٹر کے

ساتھ بات چیت میں لگا ہوا تھا وہ کبیر کے پاس

بڑھتا بولا تھا ۔ آج تو مجھے کاپی نہ کرتا یار ! وہ اُسکے اور

اپنے بلیک سوٹ کی طرف اشارہ کر گیا تھا ۔ کیا

کروں تیرے ساتھ میچنگ ہو جاتی ہے لیکن دوستی

کبھی نہیں ہو سکتی ! ہاں صحیح کہا کہاں ہینڈسم داہر

خان اور کہاں تو ! وہ بھی کبیر کو آڑے ہاتھوں لے

گیا تھا ۔ ہینڈسم تو کم میں بھی نہیں! وہ بھی کندھے

اچکا کر جتا گیا تھا ۔ ہمم دیکھتے ہیں ! داہر خان چہرے

پر ہاتھ پھیرتا ابراہیم کی طرف بڑھ گیا تھا ۔

دوسری طرف لڑکیاں ایرہ سے بہت اچھے طریقے سے
مل رہی تھیں ایرہ کی گود میں چھوٹی سی زائرہ تھی جو
شرمائی ہوئی اُس سے ہی لپٹی ہوئی تھی باقی دو بیٹوں
کو زیان خان ادریس خان کے پاس چھوڑ کر آیا تھا
۔اتنے میں زوئی بھاگتی ہوئی آئی تھی آشنا بھابھی
بھائی جان نے دونوں کے ناموں کا اعلان کر دیا ہے
۔ کیا رکھا نام ! آشنا کو پتہ تھے لیکن وہ سُننا چاہتی
تھی ۔ ہمارے چھوٹے سردار کا نام ابراش اور بڑ کا
اشیر رکھا ہے ۔ ماشاءاللہ کتنے پیارے نام رکھے ہیں

میرے ابراہیم نے ! رخسانہ بیگم چہکتی ہوئی بولی تھیں

سب بہت خوش تھے آشنا بے اختیار بولی تھی ۔

میرے ابراش اور اشیر ابراہیم دورانی !!! آشنا نے بولا

تھا مارگلہ اور صوابی کی پہاڑیاں پٹاخے اور فائرنگ سے

گونج اٹھی تھیں خوشیوں کا سماں تھا کہانیاں

اختتام پر پہنچ رہی تھیں ۔ لیکن کچھ کا اختتام ہونا

باقی تھا

قسط:۱۱

عقیقہ ہو چکا تھا پورے پاکستان میں سردار ابراہیم
کے بیٹوں کی خبر چل رہی تھی ہر کوئی دیکھتا دعائیں
دینے کے ساتھ ساتھ اُنہیں سوشل سائٹس پر پیار
بھی دے رہا تھے ۔ سفید حویلی میں اِس وقت بس
قریبی رشتے دار دوست احباب ہی رہ گئے تھے ۔داہر
خان زو فاش کو لیے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا
کیونکہ اُس سے زیادہ دیر بیٹھا نہیں جا رہا تھا اوپر سے
اُس نے خود کے اندر کی تڑپ بھی اپنی چھوٹی سی
جان سے پوری کرنی تھی ۔ وہ مزید باہر لڑکا بن کر رکتا

مزید اپنا وقت دوستوں بھائیو ں میں ضائع نہیں کر
سکتا تھا اُسے اتنی ٹھنڈ میں گرمائش چاہیے تھے اور زو
فاش سے بہتر مسکن اُسکا تھا نہیں ۔

خان رہنے دیں میں کر لونگی !وہ داہر خان کا ہاتھ
اپنے پاؤں سے ہٹا نے میں لگی ہوئی تھی جو کریم لگا
تا ہاتھ بے باکی سے پھیر رہا تھا گرم گہری نِگاہیں زو
فاش کے حسین سرا۔۔پے پر اٹکی ہوئی تھیں ۔میں
کر رہا ہوں نہ باہر موسٹ ہینڈسم مرد اور اندر اپنی

عورت کا پرائیویٹ خادم ! اُس نے اپنی مغرور پرسنلٹی ایک طرف رکھتے اپنی خانی کو پھر الفاظوں سے ہی ساتویں آسمان پر پہنچا یا تھا ۔ زو فاش کی گھنیری پلکیں جھکی تھیں شرم حیا چہرے پر آن ٹھہری تھی اتنی بار اِس مرد کی قربت میں رہ چکی تھی لیکن آج بھی ایسا لگتا تھا جیسے وہ پہلی دفعہ دیکھ رہا ہو اور چھو رہا ہو ۔ کیوں میر ی گرمی کو بڑھا دیتی ہو خانی ! وہ شکوہ کرتا مسرور کن مسکان سجائے زو فاش کے پاس ہوتا اُسکے کانوں میں سے بھاری جھمکے اُتار گیا تھا ۔

میں کہاں ظلم کرتی ہوں میں تو بس آپکے لائے

ہوئے لباس میں تیار ہی ہوئی ہوں ! شہد رنگ کی

آنکھیں سیاہ میں گڑھتی ہی داہر خان کا قتل عام کر

گئی تھیں مزید داہر خان کا رکنا مشکل ہوا تھا بیشک

پورا نہیں کچھ کچھ تو وہ اپنا حق لینے کا ارداہ رکھتا تھا ۔

تمہیں کھا لوں خانی ! وہ پوچھتا ہاتھوں کی چوڑیاں نکالتا

چلا گیا تھا وہ بس سی گرین تنگ سے سوٹ میں اپنی

تمام تر رعنائ۔۔یاں لیے بیٹھی ہوئی تھی کھانا ضروری

نہیں تھا جیتنا اُسکے خان کے لیے اُسکے پاس آنا

ضروری تھا۔کھا لیں آپکی ہی ہوں ! کہتی اُسے قمیص
سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچ گئی تھی داہر خان مسکرا یا
تھا وہ دونوں ہاتھ اُسکے ارد گرد رکھتا آنکھوں سے ہی اگلا
حکم جاری کر گیا تھا ۔ زو فاش بٹن کھولتی اپنے
ہاتھوں کو بڑھا گئی تھی داہر خان کی بھاری آواز
گونجنے لگی تھی کچھ ہی دیر میں دونوں کمبل میں تھے
اور داہر خان اُس پر ٹوٹ کر برستا اپنی طلب پوری
کرنے میں لگا ہوا تھا زو فاش کی سانسیں پھولی ہوئی
تھیں لبوں پر محرم کی قربت پر مسکراہٹ تھی

گالوں پر داہر خان کی شدت چمک رہی تھی آنکھیں

نم تھیں اور ٹھنڈ ی رات میں دو وجود پسینے میں

ڈوبتے ایک دوسرے کو مکمل کرتے جا رہے تھے ۔

زر خان سب مہما نو ں کو چھوڑتا تھکا ہارا کچن کی

طرف بڑھا تھا تاکہ کلثوم کو بول سکے اُسکے لیے بلیک

اسٹرونگ کافی بنا دے لیکن وہاں فریج میں گھسی زوئی

کو دیکھتا وہ حیران ہوا تھا وہ بڑھتا عین اُسکے پیچھے جا

کھڑا ہوا تھا زوئی پورا حسین گول چہرہ دیے ابرا ش اور

اشیر کا عقیقہ کا چاکلیٹ کیک کھا رہی تھی ۔ زر خان

سر نفی میں ہلا کر رہ گیا تھا ۔ سمجھ نہیں آیا تھا اس

لڑکی کو ایسے کیک کھانے کی کیا ضرورت پیش آئی

تھی اوپر سے ڈورا اُسکی ناک بھی کٹوا رہی تھی وہ ایسے

بھوکوں کی طرح لگی ہوئی تھی جیسے سفید حویلی والے یا

اُسکا شوہر اُسکی کوئی فرمائیش پوری نہیں کرتا تھا وہ

دل ہی دل جلدی رخصتی کرنے کا عہد کر چکا تھا

ایک تو بڑے مان نہیں رہے تھے سب کو ڈورا کی

ان حرکتوں کی وجہ سے لگتا تھا ابھی وہ چھوٹی ہے

رخصتی کے بعد کی ذمے داریاں اٹھا نہیں سکے گی زر

خان پوری کوشش میں لگا تھا اِس سال تو اُسکی

شادی ہو ہی جائے کب تک نکاح کا ٹیگ لگاتا

کنواروں کی طرح پھرتا رہے گا۔ کیا کر رہی ہو مسز زر

خان کوئی وقت نہ چھوڑا کرو مجھے ذلیل کروانے کا!

وہ بے باکی سے اپنا ہاتھ پیٹ پر لپیٹ کر اند۔

ر کر گیا تھا اُسکی میکسی بے ترتیب ہوئی تھی ڈورا کی

آنکھیں کھلی تھیں چاکلیٹ کیک لبوں پر لگا ہوا تھا۔

آپ زر خان میں تو بس چکھ رہی تھی کھانا نہیں کھایا

اُس کمینی انشال کے چکر میں ! وہ بات رکھتی ادھر
اُدھر دیکھتی زر خان کا ہاتھ پیچھے کرنے میں لگی ہوئی
تھی اگر کوئی آجاتا تو شرم سے ڈورا پانچ دن کمرے
سے نہیں نکل سکتی تھی ۔ یہ تم چکھ رہی ہو وہ
گہری گستاخی کرتا ڈورا کے حواس گم کر گیا تھا اور رخ
خود کی طرف کرتا اُسکی گول نازکی خود کے ساتھ لگا گیا
تھا ابھی بھی ہاتھ اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے ڈورا
کے ہونٹ دیکھتا زر خان دانت پیستا وقتی ہنسی کنٹرول
کر گیا تھا ۔ کب سدھرو گی ! وہ اُسکی لٹوں کو ٹھیک

کرتا آنکھوں میں آنکھیں ڈال گیا تھا خود کو بھی کیک
کھانے کی کرویںگ بڑھی تھی لیکن اُسکا طریقہ الگ
ہونے والا تھا ۔ میں سدھڑی ہوئی ہوں بگڑی تو کبھی
تھی نہ ہاں انشا ل کو چھت سے پھینک کر گنڈی
بننے کا ضرور اِرادہ ہے ۔ وہ دھواں دار بولتی پھر ماؤس
بنی تھی اپنے سنکی سے ڈرنا تو اُسکا بنتا تھا کب کیا
سزا دے دے وہ بھی دوسری والی ۔ ہمم صحیح بگڑ تو
سکتی ہو نہیں شوہر جو میں ہوں تمہارا میرا بھی دل کر
رہا ہے میٹھا کھانے کو

Can I taste my beautiful wifey

my only rare piece !!!!

ڈورا جو سب سمجھتی ہی اِس سے پہلے ہی زر خان اُسکے

لبوں کا جام پینے لگا تھا نازک گلابی پنکھڑیا ں لال

ہوتی حسین لگنے لگی تھیں وہ کافی دیر ایسے ہی

مٹھاس لیتا پیچھے ہوا تھا ۔ بہت برے ہیں آپ میں

موٹی ہو گئی تو ! وہ پتہ نہیں کیا بولی تھی خود بھی ڈورا

خاموش ہوتی اپنی بولی ہوئی لائن پر غور و فکر میں لگی

تھی ۔ہاں تمہیں میں مزید موٹا کرونگا ایک دفعہ میری

ریاست میں تو آجاؤ وہ موٹاپا نہیں ہو گا میرا پیار ہو گا !

اُسکی ناک پر لب رکھتا اُسکا دوپٹہ ٹھیک کر گیا تھا ۔

اور جانے لگا تھا ۔ کہاں جا رہے ہیں ! ڈورا اُنگلیاں

ایک دوسرے میں پھنسا تی حیا سے پوچھ گئی تھی ۔

اپنی ریاست میں اور ہاں گرما گرم بلیک کافی لے کر

میرے کمرے میں پہنچو آج صحیح والی تمہاری ٹیوننگ

کرتا ہوں ! وہ نکل گیا تھا ڈورا تھوک نگل کر رہ گئی

تھی ۔

وہیں آشنا ابراہیم سب کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتے
صوابی حویلی کے لیے نکل گئے تھے اُنہیں کسی نے
بھی روکا نہیں تھا سب چاہتے تھے وہ دونوں کچھ پل
بچوں کے ساتھ وقت گزاریں وہیں ایمل کی دادیا ل
بس لاہور جانے کو نکل رہی تھی کبیر کا لندن سے
خاص دوست آیا ہوا تھا وہ اُسکے ساتھ مردان میں بیٹھا
ہوا تھا۔ ایمل اپنی دادی جان کو ملتی کچھ چیزیں لینے
کے لیے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی وہ اُنکے لیے
شال اور کچھ شاپنگ کر کے لائی تھی تو وہ بس دینی

تھیں ۔وہ سیڑھیوں چڑھنے ہی لگی تھی یقدم دو مردا نہ ہاتھ اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے کھینچتے اُسے سیڑھیوں کے نیچے چھپی ہوئی جگہ بنی تھی وہاں لے گیا تھا ۔ کون ہے پلز چھوڑو !!! وہ ایمل کے لبوں پر ہاتھ رکھتا اُسے دیوار پر محصور کر گیا تھا ۔ اریب آپ !! سبز آنکھیں پھیلتی کشمکش کا شکار ہوئی تھیں وہیں آنکھیں خوف سے بھی بڑی ہوئی تھیں اگر کبیر ایسے دیکھ لیتا تو کیا ہوتا آج پہلی بار ایمل کے دل میں یہ بات اُتری تھی ۔وہ خوفزدہ آنکھیں اِدھر اُدھر گھما تی

اریب کو دیکھ گئی تھی دونوں کے بیچ کم ہی فاصلہ تھا

اور اریب اُسکے اوپر جھکا ہوا تھا ۔ وہیں کبیر دورانی

اپنے دوست کو سی آف کرتا اندر بڑھا تھا وہ شال

جھٹکتا سیڑھیاں چڑھنے ہی لگا تھا یقدم اُسکے پاؤں جمعے

تھے بے یقینی ہی بے یقینی تھی ۔ ہاتھ لرز اٹھے تھے

آنکھوں میں دہشت سفاکی کا ڈیرا ہوا تھا وہ آہستگی سے

اترتا نیچے بڑھا تھا اور سامنے کا منظر اور ایمل کی کی

گئی بات اُسے دس سال پیچھے لے گئی تھی جب بھی

تو یہ لڑکی ایسی ہی خود غرض تھی کہاں ایک لمحے کو

بھی اُسے دیکھتی تھی کاش دیکھ لیتی تو پتہ لگتا یہ اکتیس سالہ مرد تو کب سے خود کو اُس پر ہار چکا تھا کبیر دورانی نے گھاٹے کا سودا کیا تھا لیکن وہ سبز آنکھوں والی لڑکی پر خود کو خاموشی سے بھی تباہ کر سکتا تھا ۔ ہاتھوں میں کپکپاہٹ بڑھی تھی اریب کا چہرہ اُس پر جھکا تھا دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ایمل اُسے دھکا دیتی بولی تھی ۔ """ لڑتا تھا نہ میرے لیے تب اب یہ باتیں کر کے خود کو اور مجھے کیوں تکلیف دے رہے ہو """""" وہ آگے مزید

بولتی نظر پیچھے کھڑے کبیر پر گئی تھی وہ کھڑا مر رہا تھا آگے شاید خاموشی ہی خاموشی تھی سامنے کھڑی عورت اُسکا عشق تھی وُہ کبھی کسی غیر کیا خود کی نگاہوں میں بھی اُسے گرا کر بے رحم نہیں ہو سکتا تھا لیکن دل ٹوٹ کر بکھرا تھا لفظ ہی نہیں بچے تھے۔ کبیر ! ایمل ہکلا تی ہوئی بول ہی رہی تھی اُس سے پہلے ہی کبیر اریب کا گلا شہ رگ سے پکڑ گیا تھا ایمل منہ پر ہاتھ رکھتی خود کی آواز اندر ہی گھونٹ گئی تھی ۔ جانتی تھی وہ نہیں رکے گا کبیر دورانی غصے

کا تیز تھا لیکن گھٹنے ایک ہی عورت کے آگے ٹیکتا تھا

۔ کبیر !! اریب کی جان نکلنے والی ہوئی تھی وہ بری

طرح اُسکے چہرے پر مکا مارتا غرا گیا تھا ۔ خبردار جو

میری بیوی کے پاس اسکے بعد دکھا تو سچ کہتا ہوں

اریب تیرا جنازہ پڑھنے والا بھی کوئی نہیں ہو گا تو

چاہتا کیا ہے میری عورت کو سر عام ذلیل کرنا لیکن

اُسکا شوہر مرا نہیں ہے زندہ بیٹھا ہے تما شا نہیں

لگاؤں گا کیونکہ تو بچ کر نکل جائے گا حرف اِس

عورت پر آئے گا !! وہ سرد بولتا مزید اریب کا ٹیٹوا

دبانے لگا تھا ایمل کے کانوں میں بس یہی لفظ گونج

رہا تھا یہ عورت """ وہ اپنے دل میں ایک اور کیل

گاڑھ گئی تھی ۔ اسکا مطلب کبیر کے لیے ابھی بھی

میرا کوئی مقام نہیں ! آنکھیں ہر جذبے سے آری

ہوئی تھیں بس رشتہء نبھانا تھا دل کا تعلق اِس مرد

سے ٹوٹ چکا تھا ۔ وہ نم آنکھیں لیے مسکرا گئی تھی ۔

چھوڑ کبیر تیرے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں !! کبیر اُسے

زمین پر دھکا دے گیا تھا دفا ہو جا یہاں سے ورنہ اِس

دنیا سے ہی تُجھے فنا کر دونگا یاد رکھ یہ تیری کزن نہیں

ایک شادی شدہ عورت ہے ۔ اریب خود کی سانسیں ہموار کرتا بھاگ نِکلا تھا ۔ ایمل کبیر کو دیکھتی جا رہی تھی جو پاس بڑھتا اُسکا دوپٹہ سینے پر پھیلا گیا تھا ۔ کچھ پوچھیں گے نہیں اس عورت سے ! اِس عورت پر وہ خاص زور دے گئی تھی ۔ نہیں بیوی ہو میری تم پر میں خود سے زیادہ یقین کرتا ہوں اور میرا عشق اپنی محبوبہ سے کچھ بھی پوچھنے کی اجازت نہیں دیتا ہے ! وہ اُسے محصور کرتا جھکتا اُسکی پیشا نی لبوں سے سلگا گیا تھا ۔ ایمل خاموشی کی مورت بنے اُسے

دیکھتی جا رہی تھی سبز آنکھیں ٹھنڈ ی تھیں اور بلی آنکھیں جذبات سے بھری ہوئی تھیں ایک اپنے عشق کو لے کر سفاک خاموش تھا اور دوسری خود غرض اپنے دل سے بھی زیادہ خود کو اوپر رکھنے والی ۔ چلو آرام کر لو ! اُسکا ملائم ہاتھ پکڑتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا ایمل بھی اُسکے پیچھے پیچھے چل دی تھی ۔

ابراہیم آشنا اور بچوں کے ساتھ صوابی کی حویلی پہنچ چکا تھا ۔پوری حویلی گواہ ہو رہی تھی اپنی سردارنی کی خوشبو

اور اپنے مستقبل کے سردار اور اُسکے چھوٹے بھائی
کی ننھی منی حرکتوں سے پہلی دفعہ تھا آشنا ابراہیم کے
ساتھ یہاں ایک ہفتہ رکنے کے لیے آئی تھی یہ حویلی
سردار ابراہیم کی ذاتی حویلی تھی جو اُس نے اپنی
سرداری میں بنوائی تھی اور نتھیا گلی کا بنگلہ خاص
اپنی دلبر ا کے لیے بنوایا تھا۔آشنا نے جیسے تیسے کر
کے چھوٹے سردار کو سلا دیا تھا اُس نے زیادہ تنگ
نہیں کیا تھا وہ سمجھ چکا تھا اُسکی ماما اور بابا سردار کو
آج پرائیویٹ ٹائم چاہیے تھا لیکن بڑ اشیر ابراہیم

سونے کا نام نہیں لے رہے تھے آشنا ہیوی فروک
میں ابھی تک ملبوس تھی ابراہیم کا حکم تھا وہ اسے
آج خود سے جدا نہیں کرے گی بلکہ وہ ان سب میں
اُسکی مدد کرے گا۔ تب ہی سے آشنا ایسی ہی سجی
سنوری دو بیٹوں کی ماما بنی عالیشان کمرے کے بیڈ پر
چڑھی بیٹھی ہوئی تھی جو پورا کا پورا گلاب کے پھولوں
اور لائٹس سے سجایا گیا تھا۔ابراہیم نیچے مردان میں
تھا صوابی کا کوئی چھوٹا سا کیس آگیا تھا وہی بیٹھا حل
کر رہا تھا وہ خود اپنے ہاتھوں سے آشنا کو کھانا کھیلا کر

گیا تھا ۔ اور کہا تھا ان دونوں کو فیڈ کروا کر سلا دے لیکن بٹر ہڈی بنا اپنی ماما کو تنگ کرنے میں لگا ہوا تھا اُسے اچھا نہیں لگا تھا اُسکے ماما بابا اُسکے پاپا کبیر سے اُسے دور لے آئے تھے وہ آج رات نہ خود سونے والا تھا نہ ماما بابا کو سونے دے سکتا تھا وہ ٹڈا لٹل محاذ پر نکلا تھا ۔

سو جاؤ اشیر بٹر بیٹا بابا آتے ہونگے آپکے بابا ماما کے بنا نہیں رہ سکتے ہیں !! وہ طرح طرح کی باتیں کرتی بٹر کو سلانے کی تگ و دو میں لگی تھی لیکن بٹر بلی

آنکھوں سے ٹکر ٹکر دیکھتا مسکرا رہا تھا مشن کمپلیٹ

ہوتا نظر آرہا تھا ۔ سو جاؤ نہ پلز ماما کی بات سنتے ہیں

اشیر !! وہ اُسے سمجھا رہی تھی پر بڑ بڑ ہاتھ مارتا پھر سے

فیڈ کرنے لگا تھا آشنا زبان دانتوں تلے دبا گئی تھی

کیا ہی بولتی کیا ہی لوریاں دیتی ٹڈا بڑ کچھ ماننے کو تیار

نہیں تھا وہ رونے سی ہوئی تھی ۔ مجھے حکم دے کر

خود سرداری کرنے چلے گئے یہ نہیں اِس کو ہینڈل

کر لیتے !! آشنا اپنے سردار سے دل ہی دل میں شکوہ

کن ہوئی تھی ۔

دیکھو سو گیا! ابراہیم اشیر کو تھپکی دیتا آشنا کی طرف دیکھ گیا تھا جو آئینے کے آگے کھڑی زیور اُتار رہی تھی اُسکی بس ہوئی تھی اتنا ہیوی پہن کر وہ روٹھ کر دیکھتی چہرہ پھیر گئی تھی ابراہیم کی تو جان نِکلی تھی اِس انداز پر وہ اور زیادہ جوان جذبات کی اونچائی پر جا پہنچا تھا۔اشیر کو بیڈ پر ہی ابراہیم نے لیٹا دیا تھا وہ اُسے ہلانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا ورنہ اُس نے اٹھ جانا تھا۔کہہ رہے تھے آپ ہیلپ کریں گے

اور اپنے بیٹے کو ہی نہیں چھوڑ رہے ہیں ! آشنا

کیوٹ سا چہرہ بنا کر آئینے سے دیکھ رہی تھی ۔ آتا

ہوں گڑیا کیا کروں ہمارا یہ گڈا چھوڑ ہی نہیں رہا۔

یہی تو بہت ہی گندا بچہ ہے یہ ،میرا چھوٹا سردار سنتا

ہے لیکن یہ بٹر بلکل نہیں سنتا ہے ! وہ شکایت لگا

گئی تھی ۔ وہ پوری چھوٹی معصوم ماما بنی ہوئی تھی جسے

اُسکے بچوں نے پریشان ہی کر ڈالا تھا ۔یہ سب چھوڑو

پاس آؤ میرے آج رات یہیں مینج کرنا ہو گا ! وہ پیار

سے بلاتا ہوا آشنا کو گہری نگاہ کے احصار میں رکھتا

اپنی پچھلی گردن سہلا گیا تھا ۔لیکن بٹر !! آشنا کو اشیر
کی فکر لگی تھی۔ نہیں اٹھتا یہ آؤ میرے پاس سکون
چاہیے سردارنی ! اُسکا لہجہ ملائمت بھرا ہوا تھا وہیں آشنا
کی دھڑکن چار سو چالیس والٹ پر چل پڑی تھیں ۔
آنکھیں جھکی تھیں ملائم اُنگلیاں ایک دوسرے میں
اُلجھا گئی تھی وہ بھی سردار کی باہوں میں سما تی
پوری دنیا بھولنا چاہتی تھی ۔ وہ آہستگی سے اُسکی
جانب بڑھ گئی تھی ۔وہ ہاتھ بڑھاتا ایک تکیہ بٹر کے
گرد رکھتا آشنا کو خود پر کھینچ گیا تھا ۔آشنا کی دھڑکنیں

بری طرح ابراہیم کو لگتی اُسے مزید بہکا گئی تھیں ۔

آشنا امبر آنکھیں جھکا گئی تھی ۔۔ سنیں لائٹ بند کر

دیں بٹر کہیں دیکھ نہ لے ! وہ جھجھک رہی تھی ۔

نہیں دیکھتا ویسے آج سب سے زیادہ یہیں پیار کرونگا !

وہ کہتا آشنا کے گالوں کو باری باری چومتا چلا گیا

تھا۔کہاں کریں گے ! وہ پوچھ گئی تھی۔ یہاں ! وہ

ایک کو پکڑتا جھکتا آنکھیں امبر میں ہی لگائے اُسکا اوپر

اوپر سے جام پینے لگا تھا آشنا پیچھے کو سر ڈھلکا گئی

تھی ۔وہ مزید اُسکے نشیب و فراز میں اُلجھتا چلا گیا تھا

ابراہیم ایک ہاتھ سے کمبل کھینچتا دونوں پر کرتا چلا گیا

تھا پردے بیڈ کے پاس زمین بوس ہوتے گئے تھے

سانسوں اور دھڑک۔۔نوں پر ابراہیم کا لمس بڑھتا چلا

گیا تھا بچے سو رہے تھے لیکن باپ اپنا حق وصول رہا

تھا وہ اُسکی ٹان۔۔گیں احتیاط سے خود کے گرد لپیٹ

گیا تھا اور اُسکے لبوں کو چھوڑتا پوچھ گیا تھا۔ٹھیک ہو

نہ تو آگے کر۔۔!!! لہجہ معنی خیز سے زیادہ فکر مند

تھا۔جی میں ٹھیک ہوں آپ اپنا حق لے سکتے ہیں

سردار صاحب !! اجازت ملی تھی وہ ہلکا سا اُسکی روح

میں گھلا تھا آشنا ترپ اٹھی تھی نمی نِکلی تھی جنہیں

وہ لبوں سے چن گیا تھا ۔ وہ اپنے ہاتھوں کا گھیرا

اُسکی کمر پر باندھ گئی تھی ابراہیم مسکراتا اُس میں

پھوار کی طرح شامل ہوتا جا رہا تھاآشنا کی س۔سکیاں

گونجتی اُسکے کان کو پر سکون کرنے لگی تھیں بڑھتے

وقت کے ساتھ دونوں ایک ہوتے ان لمحات کو پھر

سے جی رہے تھے کمرہ ابراہیم کی شدت سے لرزنے

لگا تھا اور آشنا کی آوازوں سے کمرہ مہکنے لگا تھا ۔ آدھی

رات سے زیادہ کا وقت ہو چلا تھا ابراہیم رک نہیں رہا

تھا بلآخر آشنا کا ہاتھ کمر پر رینگتا محسوس کرتے وہ رکا

تھا۔ کیا ہوا ! وہ اُسکا گال سہلا کر پوچھ گیا تھا۔ وہ

دیکھیں میں نے کہا تھا نہ آپکا دوسرا بیٹا بہت شیطان

ہے وہ گردن ترچھی کر کے بائیں جانب دیکھنے لگی

تھی بٹر دیکھتا مٹھیاں گھما رہا تھا اور چہرہ رونے والا بنا

تھا ویسے اُسے مطلب نہیں تھا اپنی ماما کے فیڈ سے

لیکن اُسے ابھی دونوں کو تنگ کرنا تھا۔ابراہیم کمبل

کرتا سائڈ ہوا تھا اور بٹر کو گود میں لے گیا تھا جو

خاموشی سے بابا سردار کو تک رہا تھا آشنا جھکتی ابراہیم

کی پاس پڑی شرٹ اٹھا گئی تھی وہ کمبل سائڈ کرتی
بیٹھی تھی اِس وقت وہ بلیک شرٹ میں ملبوس تھی ۔
غلط بات اشیر بیٹا ماما کو تنگ نہیں کرتے دیکھو آپکا
بڑا بھائی کتنے آرام سے سو رہا ہے ۔ وہ پیار سے ڈپٹ
رہا تھا لیکن وہ باپ کی طرح سمجھا رہا تھا بٹر سر ہلاتا
حامی بھر گیا تھا آشنا کی ہنسی نِکلی تھی سردارنی اسے
فیڈ کروائیں آپکو میں بعد میں پکڑتا ہوں وہ گہری آنکھیں
آشنا کے نازک شدت میں رنگے وجود کو دیکھتا بولا تھا ۔
وہ اپنی لٹ کان کے پیچھے کرتی بٹر کو خود میں بھینچ

گئی تھی وہ فیڈ کرنے لگا تھا اور ابراہیم ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھتا اپنے جنونی حصہ کو دیکھتا ابیں بھر رہا تھا یہ حصہ اُسکے بیٹوں کی بھی ضرورت بن چکا تھا۔ آشنا کے گال دہک کر انار بنے تھے حویلی کا کونا کونا مسکرا رہا تھا یہ حویلی سردار اور اُسکی فیملی سے آباد ہو چکی تھی۔

ایک ہفتہ سے زیادہ گزر چکا تھا سب اپنی اپنی زندگیوں میں خوش تھے پر وہیں سفید حویلی کے سب سے

حسین جوڑی کی زندگی میں مشکلوں کا طوفان آنے
والا تھا سب بکھرنے والا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے
کبیر ایمل کو لے کر اسلامآباد اپنے بنگلے آیا ہوا تھا جو
اُس نے کچھ مہینے پہلے ہی ایمل کے لیے خریدا تھا
اُس دن کے بعد سے دونوں میں زیادہ بات چیت
نہیں ہوئی تھی لیکن اُسکے نویں مہینے میں کبیر اُسکی
طبیعت کے پیش نظر پر سکون ماحول میں لے آیا تھا
جہاں کوئی نہیں تھا بنگلے میں بس کبیر اور ایمل ہی

تھے اور ملازم تھے وہ ایمل کو زمین پر بھی پاؤں رکھنے نہیں دے رہا تھا۔

رات کا وقت تھا کبیر اِس ایک ہفتے میں زیادہ تر بنگلو میں ہی رہا تھا لیکن آج اُسے اہم پارلیمنٹ میٹنگ کے لیے جانا پڑا تھا وہ تھکا ہارا آیا تھا اور ایمل کو ڈنر کروا کر سونے چلا گیا تھا۔

رات کا ایک بج رہا تھا اِس بنگلے کے شاندار کمرے میں ایک ہفتے سے خاموشی اور مایوسی کا ڈیرا تھا دو لوگ رہ تو رہے تھے پر ضرورت کے تحت ہی دونوں

میں بات چیت تھی اِس سے نہ زیادہ نہ کم۔۔ ایمل
کبیر کی پشت گھورتی جا رہی تھی آنکھیں نم ہوتی تکیہ
بھگونے لگی تھیں وہ پشت اُسکی طرف کیے گہری نیند
سو رہا تھا ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ آنے والے وقت میں
پل پل جیتا مرنے والا تھا شاید ہی نیند کیا سکون
بھی اُسے میسر ہونے والا تھا وہ لمبا چوڑا مرد جلد ہی
سب ہارنے والا تھا کوئی نہیں تھا جو اُسکا دل پڑھ کر
دیکھ لیتا ۔ ظالم میں نہیں ظالم آپ ہیں کبیر ایسا
روندھوں گی کبھی اٹھ نہیں سکیں گے ! وہ تکلیف

دہ الفاظ نکالتی خود بھی رخ پلٹ کر آنکھیں بند کر گئی تھی اُسے اس مرد کی ذرا پرواہ نہیں رہی تھی۔ لیکن عنقریب ایمل خود کی خود غرضی پر بہت کچھ بھگتنے والی تھی ۔

کبیر سگرٹ کا گہرا کش چھوڑتا اضطرب کی کیفیت میں بلیک جینز پر لائٹ بلیو شرٹ پہنے اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا ساری رات وہ سو نہیں سکا تھا کیونکہ ساری رات آنیا کے الفاظ اُسکی بد دعا اُسے پاگل

کرتے کھائی میں دکھیل رہے تھے وہ بار بار دل مسلتا

واشروم کے دروازے کی طرف دیکھتا ایمل شاور لینے

گئی تھی ۔ یکدم وہ فون اٹھاتا مینیجر کو کال کرنے لگا

تھا آج اُسکی ساری میٹنگ کینسل کر دے وہ زیادہ

وقت ایمل کے ساتھ آج گزارنے کا اِرادہ رکھتا تھا

ویسے بھی آخری دن چل رہے تھے ایمل کو اُسکی

ضرورت تھی ۔

وہ فون آن کر گیا تھا لیکن پانچ سال پرانی میموری

سامنے آئی تھی جس میں وٹس آپ پر آئی پرانی

تصویر نمودار ہوئی تھی وہ دیکھتے کبیر کا دل رکا تھا جس سے وہ دور بھاگ رہا تھا وہی چیز بار بار سامنے آرہی تھی ۔ وہ سرخ آنکھیں لیے زور سے فون زمین پر پٹخ گیا تھا ایمل جو پینک سوٹ میں ملبوس اپنے گھلے سلجھے ہوئے بالوں کو ہاتھوں سے ٹھیک کرتی باہر آرہی تھی وہ ڈرتی زرد چہرہ لیے کبیر کو دیکھتی اپنے پاؤں میں پڑے کبیر کے فون کو دیکھ گئی تھی اور دل جیسے رکا تھا یہ مرد پرایا ہوا تھا دل سے اُترا تھا کوئی جگہ نہیں رہی تھی آج سے وہ اِس مرد کو خود

کے وجود سے آری کی طرح کاٹ کر پھینک گئی تھی

۔ کبیر کا چہرہ مردہ ہوا تھا سب رنگ اس عورت کے

برفیلے تاثرات کے آگے پھیکے پر گئے تھے جانتا تھا مزید

سزا بڑھ گئی تھی یہ عورت اُسکی سننے والی نہیں تھی

لیکن آج وہ اِس عورت کو بتا دینا چاہتا تھا جو وہ دیکھ

چکی ہے ایسا کچھ نہیں ہے ایمل کے گرد پھر بیوفائی

کی آگ پھیل چکی تھی زخمی ٹھنڈی نگاہ کبیر پر ڈالی

تھی ۔ کبیر کی دنیا لٹ گئی تھی وہ جان چکا تھا یہ

عورت سفاکی خود غرضی کی ہر حد سے گزر جانے والی

تھی ۔ وہ استہزایا ہنستی ہوئی اپنے پیٹ کو پکڑ کر وہ

فون اٹھا گئی تھی تصویر میں آنیا اپنے بچے کا

الٹراساؤنڈ دیکھا رہی تھی تصویر کھلی تھی پر میسج چھپ

گیا تھا ۔اور اِس تصویر کے پیچھے کی حقیقت ایمل پر

عیاں نہیں ہونے والی تھی کیونکہ وہ اس تصویر کو

سچ مانتی فیصلہ سنا گئی تھی ۔ ایمل ایسا کچھ نہیں

ہے جو تم سوچ رہی ہو ! کبیر بڑھتا وضاحت دینے لگا

تھا ۔ وہیں رک جائیں ورنہ خود کو ختم کر ڈالوں گی !

وہ ہزیانی چیختی بے تحاشا رو دی تھی کبیر کا دل پھٹا

تھا لیکن اُسکی کم گو سنجیدہ فطرت نے اُسے خود ہی

اِس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا ۔ نہ کوئی وضاحت رہ گئی

تھی نہ رشتہء بچا تھا اندھیرا ہی اندھیرا تھا ۔دیکھو جو تم

سوچ رہی ہو دیکھ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ! وہ بے بسی

کی انتہا پر بڑھنے لگا تھا اُسے خود میں سمیٹتا سب بتا

دینا چاہتا تھا لیکن یہ نہیں جانتا تھا سامنے کھڑی

عورت بھی سفاکی کی ہر حد پار کرتی ہر انتہا سے

گزرنے والی تھی ۔

پاس مت آئے گا وہ چیختی فون زمین پر مار کر توڑ گئی
تھی ۔ایمل پلز اپنی حالت دیکھو ! کبیر پینک ہوا تھا ۔
جو بھی ہو حالت آپکو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے آج
پتہ لگا آپکے لیے میرا بچہ ضروری کیوں نہیں تھا کیونکہ
اِس عورت سے آپ اپنا بچہ بھی پیدا کر رہے تھے
میں ہی پاگل تھی جو آپکے پاس اپنا سب لٹا کر خود کو
برباد کر ڈالا ! وہ چہرے پر ہاتھ رکھتی ہزیانی رو دی
تھی کبیر کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے .جو وُہ سوچ
رہی تھی ایسا نہیں تھا ۔ جائیں آج سے آپ میرے

کوئی نہیں میں آپکو اپنا شوہر نہیں مانتی آج سے ہر

رشتہء ہر پرواہ ختم ہوتی ہے ایمل خان خود کی زندگی

سے کبیر دورانی کا جنازہ پڑھتی ہے ! وہ سخت الفاظ

بولتی میاں بیوی کے رشتے پر تھوکتی کمرے سے نکل

گئی تھی کبیر گم سم کھڑا تھا اگلے سیکنڈ وہ ہوش میں

آتا آنسو کو پیتا ایمل کے پیچھے بھاگا تھا جو تیزی سے

روتی سیڑھیاں اُتر رہی تھی یقدم اُسکا پاؤں پھسلا تھا اور

وہ تین سے چار سیڑھیوں سے گرتی پیٹ کے بل زمین

پر آئی تھی ۔ کبیر کے پاؤں جمعے تھے وہ چلا اٹھا تھا ۔

ایمل ---- ایمل زمین پر تڑپتی بولی تھی کبیر ہمارا بچہ

وہ بد حواس ہوتا اُس کے پاس پہنچتا اُسے گود میں اٹھا

گیا تھا کچھ ہی دیر میں وہ ایمل کو لیے پاس کے

ہاسپٹل پہنچ گیا تھا --

جلدی فیصلہ کریں مسٹر کبیر پہلے ہی بچہ کمزور تھا ہم

نے مسز ایمل کو بتا یا تھا اُنکا بچہ کریٹیکل ہے اِس

لیے خود کا خیال رکھیں لیکن اب یہ حادثہ ہو گیا ہے

ہم بچے کو بچائیں یا ماں کو !! ڈاکٹر غزا لہ پوچھ گئی

تھیں کبیر آپریشن تھیٹر میں ہی ایمل کے سر ہانے کھڑا اُسے دیوانوں کی طرح دیکھتا جا رہا تھا۔

وہ آنسو بازو سے پوچھتا ہوا ڈاکٹر کے سامنے تھا ایمل جو بے ہوشی میں جا رہی تھی جلد از ڈاکٹر کو کوئی فیصلہ چاہیے تھا تاکہ وہ دونوں میں سے ایک کو محفوظ رکھ سکیں --

آپ میری بیوی ایمل کبیر دورانی کو بچائیں گی ! وہ سنجیدگی سے کہتا آنکھیں بند کر گیا تھا۔ ایمل کا آنسو

گرا تھا فیصلہ ہو چکا تھا اپنے ہی الفاظ کانوں میں

گونجے تھے

"کبیر آپ ہمارا بچہ بچائیں گے ہر حال میں """ جب

وہ کبیر دورانی سے وعدہ لے رہی تھی ۔ وہ جان چکی

تھی یہ مرد وفادار نہیں تھا اُسکی آنکھیں بند ہوئی تھی

اندھیرا چھا یا تھا اور ان کی کہانی وقت کی نظر ہو چکی

تھی جہاں ایک اپنی بیوی کے آگے اپنی اولاد قربان کر

چکا تھا وہیں وہ عورت اپنی اولاد کے لیے سب سے

پاکیزہ رشتہء تھوک چکی تھی جُدائیاں ہی جُدائیاں رہ گئی تھیں ۔

دو سال بعد----

قسط:12

آج بھی پاکستان کا موسم ویسا ہی تھا بہار خزاں، موسم گرما موسم سرما گزرتے جا رہے تھے اور ساتھ ساتھ گلگت بلتستان اور مارگلہ کی پہاڑیوں کے بیچ میں رہنے

والوں کی زندگیاں بھی بدلتی جا رہی تھیں آج بھی ٹھنڈ

اپنے عروج پر تھی ٹھٹر تی یخ ٹھنڈ میں گلگت

بلتستان میں جلدی شام کے ڈیرے گہرے ہو چکے

تھے لیکن نور جہاں حویلی آج بھی اپنی شان و شوکت

لیے پورے مان سے کھڑی تھی اور آج تو اِس حویلی

کی نیوین اور زیادہ مضبوط ہو چکی تھیں کیونکہ اِس

حویلی کو اُسکا سردار سنبھا ل رہا تھا۔

نور جہاں حویلی کے لمبے ڈرائیو وے سے ہوتی بلیک

چمچماتی ہوئی مرسیڈیز انٹرنس کے پاس آکر رکی تھی

بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس اپنے بالوں کو

آگے سے ایک ہاتھ سے اوپر کرتا داہر خان دروازہ

کھولتا نیچے اُترا تھا اور اندر سے پھولوں کا گلدستہ جس

میں کینڈی اور چاکلیٹس بھی لگی ہوئی تھیں وہ اور بڑا

سا باکس اور کچھ شاپنگ بیگز اٹھایت دلکشی سے

مسکراتا ہوا اندر بڑھا تھا وہ کل سے اسلامآباد تھا ضروری

بزنس میٹنگ میں پھنسا ہوا تھا وہ آج جلدی جلدی اپنا

سارا کام ختم کرتا گلگت پہنچا تھا اُسکے پاس آنا ضروری

تھا جو دھڑکن بن کر رہتی تھی داہر خان کے ایک بازو

میں اُسکا کوٹ لٹکا تھا اور دوسرے میں چیزیں تھیں

وہ آج بھی بلا کا ہینڈسم چھتیس سالہ خان تھا سیاہ

مقناطیسی آنکھیں مزید چمک اٹھی تھیں اور بڑھتی عمر

کے ساتھ اُسکی پرسنلٹی اور جان لیوا ہونے لگی تھی وہ

روز ٹائم نکال کر ایکسرسائز ضرور کرتا تھا۔اُسکے مسلز

مزید تنگ شرٹ میں سے نمایاں ہوتے داہر خان کو

پورا خوبرو ماڈل والا لک دے رہے تھے۔

وُہ اندر بڑھتا جا رہا تھا اپنے دل اور دل کی دھڑکن کو

دیکھنے کے لیے تڑپ رہا تھا۔میرا جہان !!!

I am coming princess!!!!!

زو فاش داہر آیا نہیں ابھی تک ! بی جان شام کی چائے کی سپ لیتی پوچھ گئی تھیں زو فاش جو ابھی ابھی گرما گرم پیاز آلو کے پکوڑے فرائے کر کے لائی تھی وہ لمبی پر پل پنک مکس ملائم فروک میں ملبوس تھی بال کھلے پشت پر پڑے تھے آگے سے بالوں کو مانگ نکال کر بیچ میں سے دونوں طرف چھوٹی چھوٹی بریڈز کرا ہوا تھا اور آگے سے آوارہ لٹ نکلتی اُسکے

چہرے کو چھو رہی تھیں۔نکلنا بھی ہے سفید حویلی
کے لیے ! بی جان مزید بات کر گئی تھیں ۔ جی بی
جان شاید آتے ہی ہونگے کہہ تو رہے تھے اسلاآباد
سے نکل گیا ہوں ! وہ دھیما مٹھاس لہجے میں کہتی
ایک لٹ کان کے پیچھے ارس گئی تھی وہ وہی والی
پیاری زو فاش بن چکی تھی جسکی زندگی اُسکا خان اور
اُسکی چھوٹی سی فیملی تھی وہی جانتی تھی بڑھتے ٹائم
کے ساتھ داہر خان کی محبت اور لمس جنونیت بھرا
ہوتا جا رہا تھا ۔وہ پرسو کی رات یاد کرتی سرخ ہوئی تھی

آنکھیں خود با خود جھکی تھیں بی جان پل میں سمجھی تھیں اُنکا پوتا کتنا بے باک تھا ۔ وہ بی جان میں اپنی کافی بنا کر لائی اور اُنکے لیے کھانا تیار کر رہی ہوں وہ بھی دیکھ لوں ! ہمم ٹھیک ہے جاؤ۔ زو فاش مسکراتی ہوئی بلش کرتی کچن کی طرف بڑھ ہی رہی تھی شہد رنگ کی آنکھیں اپنے مرد پر اٹھی تھیں جو لبوں پر مسکراہٹ لیے اندر ہی آرہا تھا وہ

Submissive wife

کی طرح دوپٹہ ٹھیک کرتی داہر خان کی طرف بڑھی تھی ۔ وہ پل میں رکا تھا اُسکا دل سامنے آن کھڑا ہوا تھا ۔ خان آپ آگئے ! وہ اُسکے ہاتھ سے کوٹ لیتی پیار سے خیریت پوچھنے لگی تھی جانتی تھی وہ کہاں تیزی کے عالم میں جا رہا تھا اور زو فاش یہ دیکھتی اور زیادہ معتبر ہوتی تھی وہ بھی تو اُسی کے وجود کا حصہ تھا اور اپنے پسندیدہ مرد کو اپنے وجود کے ساتھ دیکھنا کتنا خوبصورت تھا کوئی زو فاش سے پوچھتا ۔

وہ بولے بنا اُسکی کمر میں ایک ہاتھ ڈالتا خود کی طرف کھینچتا پیار بھرا بوسا اُسکے ماتھے پر سجا گیا تھا۔کھانا لگا تی ہوں خان فریش ہو کر آجائیں ! وہ پیار سے داہر خان کے سینے پر ہاتھ لہرا گئی تھی ۔یہ سب چھوڑو خانی کہاں ہے وہ ! بے تابی سے پوچھتا ادھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔جانتے تو ہیں کہاں ہو گی ! وہ مختصر سا کہتی کچن کی طرف بڑھنے لگی تھی ۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا رکا تھا ۔ زو فاش !!! جی !! وہ چہرے پر مسکان سجائے اُسکے پکارنے پر رکی تھی ۔ تمہیں بعد میں دیکھتا

ہوں -- جی ویسے جسکے پاس جا رہے ہیں وہ بھی تو
میرا ہی حصہ ہے ! کہتی اندر بڑھ گئی تھی جانتی تھی
مارگلہ جانے سے پہلے اُسکا شوہر کہیں نہ کہیں اپنا
حق ضرور وصول کرے گا ۔ داہر خان سیڑھیاں چڑھتا
اپنے کمرے کے ساتھ والے شاندار عالیشان بے بی
پنک بار بی روم میں داخل ہوا تھا اور سیاہ آنکھیں نم
ہوتی مزید شائنی ہوئی تھیں سامنے ہی اُسکی دھڑکن
اُسکی ننھی سی جان اُسکی چودہ ماہ کی بیٹی اُسکی پرنسز
بیڈ پر سو رہی تھی ۔ وہ گہرا مسکرایا تھا ۔میری شہزادی

میری بیٹی !!! وہ جب جب کام سے آتا تھا تو ایسے ہی اپنی بیٹی کے پاس پہلے آتا دیدار کرتا تھا کیونکہ خدا نے اُسے اتنا حسین تحفہ جو دے دیا تھا ۔ جیسے ہی وہ سب چیزیں لیتا بیڈ کی طرف بڑھا پاس آنے کی ہی دیر تھی اُسکی بیٹی پل میں اپنے ڈیڈا کی خوشبو محسوس کرتی آہستگی سے اپنی سیاہ چمکتی طلسم باندھنے والی آنکھیں کھول گئی تھی جیسے اپنے ڈیڈا سردار کو دیکھا۔ وہ ہلکا سا رخ پلٹ کر تکیہ میں چہرہ چھپا گئی تھی ۔ داہر خان اُسکے سامنے بیٹھتا اپنی چھوٹی سی شرمیلی

بیٹی کو دیکھنے لگا تھا جو اپنی ماما سے بھی زیادہ حیا شرم والی تھی اور اتنی بھولی خوبصورت تھی کوئی دیکھتا تھا تو دیکھتا رہ جاتا تھا حسن باپ سے لیا تھا اور سیرت ماں کی تھی اور زو فاش اُسکی تربیت بہت ہی مٹھاس سے کر رہی تھی شکل پوری داہر خان جیسی تھی لیکن دل حیا اور آواز میں چاشنی زو فاش سے لی تھی ۔ میری جہان !

Look dedda is here!!!!

وہ پاس ہوتا تکیہ میں چہرہ چھپا ئی ہوئی جہان کو نرمی سے جنٹلی پکڑتا بیڈ پر بیٹھا گیا تھا جہان کو ابھی چلنا نہیں آتا تھا وہ سٹل کرال کرتی تھی۔وہ پیار سے اپنی بیٹی اپنے جسم کے حصے کو دیکھتا جا رہا تھا جو سیاہ پر کشش آنکھیں جھکائے شرما تی ہوئی اپنے دونوں نازک دودھیا مُٹھی بنا کر گالوں پر رکھتی بلش کر رہی تھی اُسکا جسم بہت نازک ڈیلیکیٹ تھا داہر خان روئی کے گالے کی طرح اُسے اٹھاتا تھا۔

My shy princess my jahan!!!!

وہ پیار سے اُسے اٹھاتا اوپر بیڈ پر ہوتا اپنی گود میں بٹھا گیا تھا ۔ جہان نے یہ سنتے ہی مزید بلش کیا تھا اُسکے سرخ دودھیا گال مزید سیب بنے تھے ۔وہ اپنی حسین آنکھیں جھکائے ہی داہر خان کے چوڑے سینے میں چہرہ دے گئی تھی اتنی احساس اور پیاری تھی ذرا سی آواز سے بھی ڈر جایا کرتی تھی اور یہاں تو اُسکے ڈیڈ ا اُسے پیار دے رہے تھے اُسکا شرم سے برا حال تھا ۔دیکھ بھی لو ڈیڈ ا کی جان بابا کب سے آپکی پر کشش آنکھیں دیکھنے کے لیے پاگل ہو رہے ہیں وہ اُسکے

ڈارک براؤن ملائم بالوں کو چومتا بولا تھا ۔ وہ اپنے ڈیڈ ا کی التجا سنتی چہرہ نکال کر ایک ادا سے دیکھنے لگی تھی پوری شہزادی تھی جسکے لیے صرف شہزادہ ہی بنا تھا۔

سو بار قربان تمہارا ڈیڈ ا ان آنکھوں پر ! وہ باری باری اُسکی آنکھیں چوم گیا تھا وہ سوفٹ سا ہنسی تھی اور اپنے بابا کی شرٹ مُٹھی میں جکڑ گئی تھی چھوٹی سی جہان کے لیے سب اُسکے بابا تھے وہ داہر خان کی باہوں میں خود کو سب سے زیادہ سیف محسوس کرتی تھی ۔پتہ ہے جہان آپ خدا کا دیا ہوا انعام ہو جب

آپ آئیں بابا کو پتہ لگ گیا تھا اللہ نے بابا کی عرضی
اپنے دربار میں سن لی ہے اور آپکو دِ ے کر مجھے
معاف کر دیا ہے آپ رحمت ہو آپکے آنے کے بعد
بابا کو پتہ لگا باپ بننا کیا ہوتا اور خاص کر اتنی انمول
بیٹی کا ،جب سے آپ ہوئی ہو بابا کو کسی بھی میدان
میں کوئی نا کامی نہیں ہوئی کیونکہ بابا کے لیے دو دو
پیاری لڑکیاں جو دعا کرتی ہیں ایک داہر کی زو فاش
اور دوسری داہر کی جہان !! یہ سنتے ہی جہان کی
آنکھوں میں نمی کا ڈیرا ہوا تھا وہ بہت احساس بچی

تھی جب سے پیدا ہوئی تھی ایک دن بھی اُس نے

اپنے ماما بابا کو تنگ نہیں کیا تھا جہاں داہر خان

اُسے مضبوط بناتا تھا وہیں زو فاش کوئی کثر نہیں

چھوڑتی تی اُسکی تربیت کرنے میں وہ ابھی سے ہی

اُسے ہر بچوں والے میز سیکھانے لگی تھی ۔ یہاں

تک کہ اُسے دن میں زیادہ تر اُسکے ڈول کمرے میں

سلاتی تھی اور رات کو وہ زیادہ تر داہر زو فاش کے

بیچ میں سوتی تھی ۔

U loves baba more jahan!!!!

وہ سوال کر گیا تھا وہیں

جہان موٹے موٹے آنسو لیے داہر خان کے سینے سے لپٹی ہوئی تھی وہ بہت حسین بچی تھی اور ادائیں تو ایسی تھیں واللہ !!!

میری جہان بابا کو سنتی ہے میرا بچہ میری بیٹی داہر خان کی جہان !! اتنے میں زو فاش مسکراتی ہوئی بڑی سی پلیٹ لے کر اندر داخل ہوئی تھی جانتی تھی جہان کے بابا اُسکے لیے کیک لائیں ہونگے کیونکہ ہر مہینے جہان کی سالگرہ منائی جاتی تھی اللہ نے بہت

ہی دعاؤں سے اُسے بیٹی دِ ی تھی وہ بھی ہر مہینے

رب کا شکر ادا کرتے خوشیاں مناتا تھا۔

خان !!! وہ دونوں باپ بیٹی کا پیار دیکھتی چھوٹی ٹیبل

بیڈ کے پاس رکھتی کیک نکال کر رکھ گئی تھی داہر

خان پل میں گہری نگاہ اپنی چھوٹی سی جان پر ڈال

گیا تھا جہاں وہ جہان کے لیے الگ تھا وہیں زو فاش

کے لیے ابھی بھی بیشرم خان ہی تھا۔ جہان آؤ ما ما

کے پاس زو فاش داہر خان کی گرم نگاہوں کا احصار

توڑتی باہیں پھیلا گئی تھی جہان خاموشی لیے مزید داہر
کو چپکی تھی جہاں بابا وہاں ما ما دکھتی ہی نہیں تھیں ۔

She was daddy's girl!!!!!

داہر خان اُسے خود میں سمیٹتا مزید پیار کرنے لگا تھا
۔ خانی نہیں آئے گی تمہارے پاس ! داہر خان زو
فاش کو چڑا گیا تھا ۔ سارا دن یہ میرے پاس ہوتی
ہے خان اور آپکے آتے ہی ماما اسے یاد ہی نہیں رہتی
ہیں ! زو فاش نقلی سا ناراض ہوتی پاس ہی بیٹھی تھی
وہ اپنی بیٹی کا پیار دیکھنا چاہتی تھی ۔ماما کی ناراضگی

محسوس کرتے جہان سر اٹھا کر اپنے ڈیڈ ا کو موٹے
موٹے آنسو لیے دیکھنے لگی تھی اور دو چھوٹی گول
مٹھیاں آنکھوں کی طرف بڑھی تھیں ۔ بالآخر اتنا ہی
بولی تھی ۔ ڈیڈ -- مم !! داہر خان سکون کی سانس
خارج کر گیا تھا اتنی پیاری آواز تھی داہر خان پہلے زو
فاش کو ہی سنتا رہتا تھا اب ایک اور چاشنی کا اضافہ
ہو گیا تھا ۔اپنی جہان کو روتا دیکھ زو فاش کی آنکھیں
بھی گھلی ہوئی تھیں ۔ خانی تم بھی !!! وہ ایک ہاتھ
زو فاش کی کمر پر لپیٹتا اُسے سینے سے لگا گیا تھا

دونوں ماں بیٹی داہر خان کے سینے میں چھپی تھیں۔

دونوں ایک ہی جیسی معصوم دل والی اور سمجھدار

دماغ والی لڑکیاں ہوں! وہ تعریف کر گیا تھا۔

خان جب یہ رخصت ہو گی تب میرا کیا ہو گا! زو

فاش کے اشک رواں تھے وہ روز رات اپنی بیٹی کا خود

سے جدا ہونے کا سوچتی ہی ترپ اٹھتی تھی داہر خان

کی آنکھیں نم ہوئی تھیں لیکن وہ اندر پی گیا تھا وہ

کبھی ظاہر نہیں ہونے دِے سکتا تھا۔ میں کبھی

اسے اس محل سے جانے نہیں دونگا جو بھی آئے گا

یہیں آئے گا گھر داماد بن کر لیکن داہر خان کو کیا

معلوم تھا اُسکی جہان کے لیے پیارا سا سردار ہی بنا

تھا جو اُسے پھولوں کی طرح رکھنے والا تھا ۔

جہان دیکھو ماما رو پڑی ہیں ! داہر خان بتا رہا تھا اور

جہان کے آنسو ٹپکے تھے وہ ننھا سا ہاتھ بڑھا کر زو

فاش کی آنکھوں پر لے گئی تھی اور اپنے جانے میں

آنسو صاف کرنے کی کوشش کر رہی تھی ۔

My princess u have so

beautiful and pure heart!!!

یہ سننا تھا جہان کے دونوں ہاتھ آنکھوں کے آگے
آئے تھے وہ اپنے جانے میں ہاتھ رکھتی شرما گئی تھی
۔ یہ سچی میں خانی تم پر ہی گئی ہے !! میں اتنا
بھی نہیں شرما تی خان ! زو فاش خود کا نیچر بتا رہی
تھی۔ اچھا ابھی سیشن سٹارٹ کروں تمہاری
گہرا۔۔۔ئیوں کو نچوڑ وں تم شرم سے بس خان خان
ہی کہتی رہو گی ! وہ معنی خیز بات کر گیا تھا ۔ نہ
کریں خان جہان ہے ! وہ بتا گئی تھی کیونکہ داہر خان

کا ہاتھ زو فاش کے دل کے مقام پر گ۔۔ستاخیاں کر رہا تھا۔

I know my limits Mrs dahir khan!

آپ تھوڑی دیر بعد کی فکر کریں زر خان اور زوئی کی مہندی پر نکلنے سے پہلے اپنا حق ضرور وصول کرونگا۔وہ بتا گیا تھا زو فاش کچھ بول نہیں سکی تھی وہ بھی کبھی اپنے خان کا جائز حق بھولے سے بھی منع نہیں کر سکتی تھی۔

جہان اپنے ڈیڈ ا کی گھڑی سے کھیل رہی تھی اور اگلا جو لمحہ ہوا تھا اُس پر داہر زو فاش دل ہی دل میں اتنی پیاری بیٹی کے ماں باپ بننے پر شکر گزار تھے وہ جھکتی داہر خان کا ہاتھ اپنے نرم چھوٹے ہونٹوں سے چو م گئی تھی ۔ میری جہان میری گڑیا ! زو فاش کے آنسو نکلتے گال میں جذب ہونے لگے تھے ۔ داہر خان اُسے اوپر اٹھاتا ہوا میں کرتا گال چومتا چلا گیا تھا ۔

زو فاش اور داہر خان جہان کی برتھڈے منا رہے تھے داہر خان ڈزنی ڈول والا کیک لایا تھا دونوں نے جہان کا ننھا سا ہاتھ پکڑا تھا اور کیک کٹ کیا۔

Happy 14 month birthday jahan!!!!

دونوں نے تالیاں بجائی تھیں اور داہر زو فاش کو دیکھتے جہان نے بھی کلاپنگ کی تھی وہ دونوں اُسکے گال چوم گئے تھے۔ یہ میری جہان کا گفٹ ! داہر خان ڈائمنڈ کے دو چھوٹے بنگلز پہنا گیا تھا جہان

مسکرائی تھی ۔ خان یہ زیادہ دیر نہیں پہنے گی! وہ پنک فروک میں ملبوس جہان کو اٹھا گئی تھی ۔ تو کیا ہوا میں پھر بھی اپنی بیٹی کے لیے دنیا کی ہر قیمتی چیز لاتا رہوں گا ! وہ پھر سے اُسکا گال چوم گیا تھا جہان کا تو شرم سے ہی برا حال تھا ۔لو پرنسز بابا کے ہاتھ سے کیک ! وہ کیک کھلا گیا تھا جہان خوشی خوشی کیک ٹیسٹ کر گئی تھی اور زو فاش دونوں کو دیکھتی بس دل ہی دل میں بلائیں اُتار رہی تھی ۔

رات کا وقت تھا زو فاش جہان کو بی جان کے پاس
سلا کر جب سے کمرے میں آئی تھی داہر خان اُسے
ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھائے ہی اپنی ش۔دت ڈھا رہا تھا
وہ پچھلے ڈیڑھ گھنٹے سے رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا
کمبل دونوں پر لپٹا ہوا تھا۔ سارے پردے ہیٹر کے
پاس پڑے تھے اور وہ اُس کی ٹانگ۔یں لپ
یٹ کر اُس میں اترا ہوا تھا اور اُسکی گول گول گہرا
۔ئیاں کا پورا پورا رس پیتا خود کو سیراب کر رہا تھا ماں
بننے کے بعد اور زیادہ زو فاش کا ب۔دن خوبصورت

ہو گیا تھا اور اُسکا جام داہر خان کے سر سے اترتا ہی نہیں تھا داہر خان کہاں ایک رات بھی محرم کی قربت بنا رہنے والے مردوں میں سے نہیں تھا۔

خان جانا بھی ہے زر خان بھائی اور زو حال کی شادی میں !! وہ اُسکے کندھے پر ہاتھ رکھتی روکنے لگی ہوئی تھی ۔چلیں جائیں گے ابھی بس مجھے خود میں محسوس کرتی مجھے پورا کرو وہ مزید بہکتا اُسے گود میں اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگا گیا تھا پورا کمرہ دونوں کے لمحات سے رنگین ہوتا جا رہا تھا۔

سفید حویلی مارگلہ ہلز کو پورا کا پورا دلہن کی طرح سجا یا گیا تھا کیونکہ اس حویلی کے دو چھوٹے فردوں کی شادی ہونے جا رہی تھی زو حال دورانی بالآخر اپنے پیا یعنی سنکی کی ملکیت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جانے والی تھیں۔ آج دونوں کی مایوں کی رسم ہوئی تھی اور کل دونوں کی مہندی تھی آج سے زوئی پردے میں بیٹھ چکی تھی زر خان کو تبا نہ بیگم نے سختی سے منع

کیا تھا وہ شادی والے دن سے پہلے زوئی سے ملنا جھلنا نہیں کرے گا۔

پوری شادی کا انتظام ابراہیم اور آشنا نے بڑے بھائی بھابھی ہونے کے ناطے سنبھال رکھا تھا وہ الگ بات تھی آشنا کے دو ٹڈ و خاص کر بٹر اشیر ابراہیم نے پوری حویلی میں سب کی ناک میں دم کیا ہوا تھا ۔وہ چھوٹا گنڈا بنا پھر رہا تھا اور آشنا کے بلکل کنٹرو ل سے باہر تھا۔

آشنا یلو اورنج فروک میں ملبوس بالوں کو لائیٹ سے

بن میں کیا ہوا تھا وہ چھوٹے سردار کو گود میں لیے

زوئی کے لیے ایک ہاتھ میں دودھ کا گلاس پکڑے

داخل ہوئی تھی چھوٹا سردار بلکل ابراہیم کی کاپی بنتا

جا رہا تھا کیونکہ اُسکی ٹریننگ ابراہیم کر رہا تھا آخر اُس

نے ہی آگے چل کر حویلی کا راج اور سرداری سمبھا

لنی تھی۔ زوئی چہرے پر ہلکا سا دوپٹہ ڈالے ہوئے

بیٹھی تھی ہلدی لگی تھی ہاتھ پاؤں میں رخسانہ بیگم

نے بھی سختی سے کہا تھا وہ کوئی اچھل کود نہیں

کرے گی بلکہ شرمیلی دلہن کی طرح کمرے میں
بیٹھی رہے گئی کھانا پینا چاکلیٹ و غیرہ سب اُس
تک پہنچ جایا کرے گا ۔ وہ آشنا کو دیکھتی دوپٹہ اوپر
کرتی فوراً سے چھوٹے سردار کو گود میں لے گئی تھی
جو ایک مہینے تک ڈھائی سال کا ہونے والا تھا ۔وہ
آشنا کی نازک پسلی پر بیٹھا گود میں لٹکا ہوا تھا چھوٹا
سردار گول مٹول تھا لیکن بٹر نے تو گول بننے کے
سب ریکارڈ توڑ ڈالے تھے چھوٹا سردار یلو کرتا پاجاما
پہنے ہوئے تھا پر بٹر موقع واردات سے غائب تھا

۔آشنا بھابھی مجھے اسے دے دیں !وہ چھوٹے سردار
کو پکڑنے لگی تھی جو مزید آشنا سے لپٹا تھا۔ ابراش بیٹا
زوئی پھپھو کے پاس جاؤ ! آشنا کے بولنے کی دیر چھوٹا
سردار حکم کی تعمیل کرتا زوئی کی گود میں چلا گیا تھا
وہ پیار سے زوئی کے ہاتھ کو چوم گیا تھا جو بابا سردار
اور ماما سردارنی نے حکم دے دیا وہ اُسکے لیے لفظ آخیر
ہوتا تھا ۔زوئی دودھ پیو ضرورت ہے تمہیں کمزور لگ
رہی ہو ! آشنا زوئی کے گال کو سہلا کر دودھ کا
گلاس تھما گئی تھی ۔ زوئی اشیر کہاں ہے ماما نے بولا

وہ تمہارے پاس ہے ! وہ آشنا بھابھی اشیر ! وہ ہونٹ

دانت تلے دبا تی بیڈ کے اُس پار دیکھنے لگی تھی ۔

چھوٹا سردار بھی اپنے شیطان بھائی کو دیکھنے لگا تھا جو

صبح اُس سے لڑ کر کمرہ چھوڑ کر نکل گیا تھا ۔ بٹر !!

آشنا کا غُصہ بڑھا تھا بٹر ایک کونے میں چھپا بیٹھا

چاکلیٹ کھا رہا تھا کپڑے منہ سب گندا ہوا تھا وہ

گول گپے گال پھولا گیا تھا وہ بغاوت پر اترا تھا ۔ اشیر

یہ کیا ہے بیٹا آج تمہارے بابا کو تمہاری شکایت لگا تی

ہوں ۔ وہ کان سے پکڑ کر ڈپٹ گئی تھی لیکن بٹر

کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا وہ اٹھتا اپنی چھوٹی شال بچہ

انداز میں جھٹکتا پاپا پاپا کرتا بھاگ کھڑا ہوا تھا ایک وہی

مرد تھا جو اُسے بلکل ڈانٹ نہیں لگاتا تھا بلکہ سر پر

چڑھا کر رکھتا تھا ۔وہ اُسی مرد کے پاس پیار بٹورنے

بھاگ گیا تھا آشنا دیکھتی حیران تھی اُسکا چھوٹا بس

ایک کا دیوانہ تھا بعض دفعہ اُسے ایسا لگتا تھا جیسے

اُس انسان کا بیٹا غلطی سے اُنکے گھر میں پیدا ہو گیا

ہو ۔ بھابھی آپ نہ میرے بٹر کو بہت ڈانٹ لگا تی

ہیں زوئی چھوٹے سردار کے گال چومتی شکوہ کر گئی

تھی ۔ جوئی! وہ پیار سے کہتا اُسکے کندھے پر سر رکھ گیا تھا ۔ میں کہاں ڈانٹ لگا تی ہوں تم نے اور بھائی نے اُسے بگاڑ کر رکھا ہے ! وہ معصوم چہرہ بنا گئی تھی آشنا کو اُسکے ٹڈے نے واقعی پاگل کر کے رکھا ہوا تھا ۔۔ ماما ! چھوٹا سردار آشنا کے پاس آنا چاہتا تھا اُسے بھوک بھی لگی تھی اور بابا سردار کے پاس بھی جانا تھا ۔ وہ بڑھتی عمر کے ساتھ سمجھدار ہوتا جا رہا تھا وہ جلدی بڑ کو سمجھا نے کا ارادہ رکھتا تھا ۔آشنا اُسے پکڑتی زوئی کو دروازہ بند رکھنے کی صلاح دیتی نکل

گئی تھی کیونکہ اُسکی ماما نے کہا تھا آشنا تمہاری ذمے داری ہے زر خان کسی صورت شادی والی رات سے پہلے زوئی کے پاس نہیں جائے ۔ زوئی مایوس ہوئی تھی اُسے بھی اپنے سنکی کو دیکھنا تھا وہ آج کیسا لگ رہا تھا ۔

جہاں پوری حویلی خوشیوں کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی وہیں کبیر دورانی کا کمرہ پچھلے دو سال سے خوشیوں سے بے رنگ تھا ۔ لیکن اُسکا کمرہ ایک چھوٹے سے

مرد نے آباد کر رکھا تھا ۔ کبیر بلیک شرٹ ٹراوزر میں

بیڈ پر نیم دراز تھا اور اُسکے اوپر بٹر بیٹھا ایک اور

چاکلیٹ کھا رہا تھا دو سال سے اشیر ابراہیم کا پورا سا

زو سا مان کبیر کے کمرے میں شفٹ ہو چکا تھا وہ

اپنے بابا ماما کو چھوڑ کر اپنے پاپا کے پاس رہتا اُنکا راج

دلارا بن چکا تھا کبیر دورانی کی زندگی کا بھی تو یہی بازو

رہ گیا تھا جو ہر پل اُسے دیکھتا خوش ہوتا تھا اور وہ بھی

اِس کے لیے ہی جی رہا تھا ورنہ زندگی میں سے ساری

خوشیاں دو سال پہلے ہی ختم ہو چکی تھیں وہ بس بٹر

کے لیے جی رہا تھا ورنہ کبیر دورانی زندہ لاش بن چکا تھا پورے کمرے میں بٹر کے کھلونے اُسکی الماری کا ایک پورا کارنر بٹر کے کپڑوں سے بھرا ہوا تھا وہ حویلی بھی بس اس ننھی سی جان کے لیے آتا تھا۔ وہ اشیر کو دیکھتے اُسکے گال سہلا گیا تھا وہ اُسکے پیٹ پر بیٹھا اپنے باز و باڈی بلڈرز کی طرح دکھا گیا تھا۔ کیا دکھا رہے ہی ہو اشیر ! وہ اپنی پیشانی دونوں انگلیوں سے مسلتا پیار سے پوچھ گیا تھا۔ پاپا اتیر آپ تی تلا تنتم بنے گا بدیش کرے گا (پاپا اشیر آپکی طرح

ہینڈسم بنے گا اور ورزش کرے گا) وہ اپنی توتلی

زبان میں اعلان کر گیا تھا ۔کبیر جو مسکرانا کب کا

بھول چکا تھا لیکن اس ننھے کے لیے مسکرا جاتا تھا ۔

بلی آنکھیں چھوٹی بلی میں گڑھی ہوئی تھیں ۔ ضرور بڑ

پاپا آپکو ٹریننگ دیں گے ! کہتا پیشانی مل گیا تھا ۔بڑ

دیکھ رہا تھا وہ اور زیادہ کبیر کے سینے پر بیٹھتا ہاتھ بڑھا

کر اُسکا سر دبانے لگا تھا کبیر دورانی ابراہیم کے بیٹے

کو دیکھتا چلا گیا تھا جو واقعی بہت پیارا تھا دونوں بیٹے

ہی اِس حویلی کی جان تھیں چھوٹا سردار اپنے بابا

سردار کا کندھا بن رہا تھا اور بٹر اشیر کبیر کا ۔ وہ کافی دیر کبیر کا سر دباتا رہا ۔ کبیر اُسے نرمی سے پکڑ تا اٹھتا گود میں بٹھا گیا تھا ۔ بٹر ماما بابا کے پاس بھی رہا کرو اوکے کیونکہ پاپا جلدی باہر جانے والے ہیں ! وہ اُسکے بالوں پر لب رکھتا بتا رہا تھا ۔نو ٹٹر بت پاپا تے پات رہے دا (بٹر بس پاپا کے پاس رہے گا) وہ فیصلہ سنا گیا تھا کبیر اُسے خود کے سینے میں بھینچ گیا تھا وہ کب کا یہاں سے دور چلا جاتا کوئی بچا ہی نہیں تھا یہاں اُسکا ایک بٹر تھا جو روز رات اُسکا انتظار

کرتا تھا اور وہ بھی بٹر کے لیے ہی آتا تھا زندگی خالی اور کانٹوں سے بھری تھی سکون تھا ہی نہیں۔ وہ بٹر کو گود میں بٹھائے سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھ گیا تھا جہاں بٹر اور اُسکا فوٹو فریم رکھا ہوا تھا۔ بٹر آپکو پاپا کے بنا رہنا ہی ہو گا میں یہاں مزید نہیں رک سکتا اُسکی یادیں پاگل کرتی ہیں نمی پھر سے اُسکی آنکھوں کا مسکن بنی تھی دل گرفتہ ہوا تھا۔بٹر کبیر کو ہگ کر گیا تھا اپنے پاپا کا غم دور کرنے کے لیے وہ تھا تو

ڈورا ہلکے سے دوپٹہ سر پر اوڑھے بیڈ پر ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی تھی ۔ اسلا ایک دفعہ زر خان کی جھلک دکھا دیں آج اُن کو سارا دن میں نے نہیں دیکھا ! وہ خود سے ہی باتوں میں لگی ہوئی تھی یقدم اُسکے ٹیرس کا سلائڈنگ دوڑ بجا تھا ۔ ڈورا دل پر ہاتھ رکھتی اُٹھ کھڑی ہوئی تھی یا خدا یا شادی والی حویلی میں ہمارے ہی ذاتی کمرے میں زیور لوٹنے کونسا چور آگیا ہے ! وہ بیوقوفی والی باتیں کرتی خود سے ہی گویا تھی بیس سال کی ہو چکی تھی لیکن دماغ اتنا ہی تھا ۔ جنا ن دروازہ

کھولو تمہیں کیا میں چور لگتا ہوں ایک دن پردے میں

کیا بیٹھ گئی ہزاروں فضول باتیں کرنے لگی ہو ! وہ

تپتا پھر سے دوڑ بجا گیا تھا ۔ زوئی گھونگھٹ کر گئی

تھی اپنی ماما کی پڑھائی پٹیاں یاد آئی تھیں جو دلہن

مایوں کے بعد پردہ نہیں کرتی نہ اُس پر روپ نہیں

چڑھتا ہے !! ایک تو میرے شوہر مجھے شادی والے

دن ہی بد صورت بنا دینا چاہتے ہیں اگر یہ ایسے ہی

دیکھتے رہے تو میں شادی والے دن کتنی کوجی لگوں

گی ۔ وہ پریشان ہوئی تھی ۔ ڈورا کھول رہی ہے ہو یا

پھر سب کے سامنے ڈائریکٹ دروازے سے آؤں میرا
کہنا مانو اچھی بیوی کی طرح ورنہ سہاگ رات والے دن
حال کچھ اچھا نہیں ہو گا ! وہ دو ٹوک بات رکھ گیا تھا
زر خان وائٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھا اُسے اوبٹن
اپنی ڈورا سے ہی لگوانا تھا اِس لڑکی کی انہیں حرکتوں
کی وجہ سے اُسکی شادی دِ و سال ڈ یلے ہوئی تھی وہ
اٹھائیس سے تیس کا ہو چکا تھا مجال ہے یہ لڑکی
سدھر ی ہو ۔ سنیں زر خان ماما نے دیکھا تو ڈانٹ
سخت لگے گی میری اور پتہ نہیں کہیں میں بھیانک

دلہن ہی نہ بن جاؤں ! وہ کچھ بھی بول رہی تھی۔

کھول رہی ہو یا کچھ اور کروں ! وہ دھمکی لگا ہی رہا تھا

دوڑ کھل چکا تھا اور ڈورا اپنا نہ ہونے کے برابر

گھونگھٹ اوڑھ چکی تھی ۔

وہ سامنے ہی بیلو سوٹ پہنے کھڑی تھی اور بیلو دوپٹہ

پورا کا پورا چہرے پر آیا ہوا تھا ۔وہ اُنگلیاں الجھائے ڈر

ی شرمائی سی کھڑی تھی وہ ڈورا کو گہری نگاہ سے

دیکھتا بڑھتا جا رہا تھا دل رکا تھا وہ ابٹن میں رنگی اُسکی

دلہن بنی کھڑی تھی وہ پاس ہوتا دیوار کے ساتھ لگا گیا

تھا ایک ہاتھ کمر پر سر ایت تھا اور دوسرا ڈورا کے

دوپٹہ پر آن ٹھہرا تھا ۔

زر خان !!! دیکھیں وہ بول ہی رہی تھی اُس سے پہلے

ہی زر خان اُسکا گھونگھٹ اوپر کر گیا تھا ڈورا کا دل

تھم سا گیا تھا ۔اُسکا دورانی وائٹ شلوار قمیض میں

خوبرو بلا کا ہینڈسم لگ رہا تھا گلے میں وہ زوئی کا دوپٹہ

کھینچ کر ڈال چکا تھا ۔اور خود کو اُس سے لگا یا تھا

ایسے لگا یا تھا ڈورا کو پتہ لگ گیا تھا وہ خود کو کافی

کنٹر و ل کرے ہوئے تھا ۔ خود اوبٹن لگا آئی مجھے

کون لگائے گا !!وہ جنونی بے تاب ہوتا خود کا بیئر ڈ

والا گال اُسکے نرم گال سے لگا گیا تھا ۔اور خود کو

بھی اوبٹن کا رنگ لگا گیا تھا۔ زوئی کی شہد رنگ کی

آنکھیں جھکی تھیں وہ بلش کرنے لگی تھی ۔ بتاؤ پھر

پرسو سہاگ رات میں مجھے کیسے خود کا غلام بنا نے

والی ہو! اُسکے دونوں ہاتھ پکڑتا خود کی قمیض پر رگڑ گیا

تھا ۔زر خان آپ اپنے آپکو کیوں رنگ رہے ہیں ۔

شوہر ہوں بیوی کے رنگ میں رنگنے کو تیار ہوں تم

بس جلدی میری باہوں میں آجاؤ بیڈ ضرور تو۔ڑ کر نام

کرونگا ! وہ آنکھ مار گیا تھا وہیں زو حال کی بتی گل ہوئی تھی ۔ وہ جھکتا اُسکی شرٹ کھسکا ۔۔۔ وہاں لب رکھتا سیاہ ۔۔ کھینچ گیا تھا ۔ زر خان ! ہاں دونگا پرسو یہ نام بھرپور لینے کا موقع کہتا اُسکے گال سلگا گیا تھا ۔ چلتا ہوں پرسو آرہا ہوں تمہیں لینے بینڈ باجا بارات کے ساتھ اُسے باہوں میں سمیٹتا جہاں سے آیا تھا وہیں سے چلا گیا تھا۔

قسط: 13

باہر ابھی بھی اندھیرا چھایا ہوا تھا پوری رات بٹر نے

آشنا ابراہیم کو سونے نہیں دیا تھا وہ پوری رات

کمرے میں اودھم مچاتا رہا تھا کبیر اُسے رات کو یہاں

چھوڑ گیا تھا وہ اپنے بٹر کو عادت ڈال رہا تھا اُسکے بغیر

رہنے کی کیونکہ جلدی وہ یہ ملک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے

چھوڑ کر جانے والا تھا اور ویسے بھی اُسے صبح صبح لاہور

کے لیے نکلنا تھا پنجاب اسمبلی میں اُسکی اہم اسپیچ

تھی ۔ سو جاؤ بٹر میرے بیٹے میرے اشیر ! آشنا اُسے

تھپکی لگا رہی تھی وہ اُسے بیڈ پر گود میں لیے بیٹھی ہوئی تھی اور وہ کب سے اُسکے لاکٹ سے کھیلتا شیطانیاں کر رہا تھا وہ بلیک گرم کپڑوں میں ملبوس تھا۔ نو ماما ٹتر نہیں ٹوئے دا ٹٹر بابا ترادرا تے مل تے نینی ترے دا(نو ماما بٹر نہیں سوئے گا بٹر بابا سردار سے مل کے نینی کرے گا) ابراہیم کو رات گئے صوابی کے لیے نکلنا پڑا تھا اور وہ آشنا کو بول کر گیا تھا وہ صبح صبح آجائے گا لیکن پانچ بج رہے تھے ابھی تک سردار صاحب کی آمد نہیں ہوئی تھی ویسے بھی

رات کو زوئی کی مہندی کا فنکشن تھا اور داہر خان
بھی اپنی فیملی کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔

پلز بیٹا سو جاؤ دیکھو آپکا بڑا بھائی ذرا تنگ نہیں کرتا وہ
بابا سردار کی طرح ذمے دار بنتا جا رہا ہے لیکن آپ
کس پر چلے گئے ہو ! وہ اپنا سر نرمی سے پیٹتی بڑ
سے گویا تھی جو اُسکا ہی خون تھا لیکن آشنا کو کبھی
کبھی ایسا لگتا تھا وہ کہیں اور سے ہی آگیا تھا کوئی
کوالٹی اُس نے اپنے بابا سے نہیں لی تھی پاپا کبیر پر
بس گیا تھا لیکن شاید ساری تربیت اپنی سیکنڈ ماما

زوئی سے لی تھی۔ آشنا بے حال سی باریک سیاہ
قمیض پہنے اپنے اور بٹر کے اوپر کمبل ڈالے بیٹھی
ہوئی تھی وہ تین بجے سے اُسے سلانے میں لگی ہوئی
تھی پر مجال ہے بٹر نے آنکھیں بھی بند کی ہوں۔
بٹر ہنستا ہوا آشنا کے سینے میں چھپ گیا تھا۔ آنے
دو بابا کو تمہاری شکایت کرتی ہوں بٹر ابراہیم! وہ
دھمکی لگا گئی تھی بٹر اور ہنسا تھا جانتا تھا اُسکے بابا
بہت ہی سوفٹ ہارٹ تھے وہ کبھی دونوں کو ڈانٹ
نہیں لگاتے تھے بس پیار سے سمجھا دیا کرتے تھے

وہ صلاح چھوٹا سردار سن لیتا تھا لیکن بٹر بلکل نہیں سنتا تھا ۔ بس اپنے دادا دائود دورانی سے ڈرتا تھا وہ ذرا سختی رکھتے تھے اُنکا ماننا تھا بیٹوں پر خاص سختی اور نظر رکھنی چاہیے ۔

وہ زبان چڑھا گیا تھا آشنا کا پارہ چڑھا تھا ایک تو مایوں کی رسم میں وہ تھک گئی تھی اوپر سے ساری رات اِس نے سونے نہیں دیا تھا ۔ بٹر ! وہ ہلکا سا ہاتھ اٹھا گئی تھی بٹر دھارے مارتا رونے لگا تھا وہ غصے سے اُسے سامنے بیٹھا گئی تھی گول مٹول بٹر روتا بہت

کیوٹ لگ رہا تھا ۔ بہت شیطان ہو گئے ہو تم بلکل
میری نہیں سنتے ہو تم ! وہ پھر سے مارنے ہی لگی
تھی چھوٹا سردار جو پاس ہی سو رہا تھا وہ اٹھتا بٹر کے
آگے آن بیٹھا تھا ۔ابر ا ش پیچھے ہٹو بیٹا ابھی میں
اسے بتا تی ہوں ! پر ابرا ش اپنی ماما کا ہاتھ پکڑتا
اپنے لبوں پر رکھ گیا تھا اور چومتا بولا تھا ۔ پلز ماما بٹر تو
کچھ نہیں بولیں !! چھوٹے سردار کی زبان صاف تھی
بس زوئی کو وہ جوئی بولتا تھا وہیں بٹر اپنے بڑے بھائی
کے پیچھے چھپ گیا تھا ۔آشنا کو احساس ہوا تھا وہ

زیادہ ہی مار گئی تھی اُسکی آنکھیں بھیگی تھیں اپنے ابراہیم کے بغیر یہ بچے کہاں سنبھالے جاتے تھے ویسے بھی ان دونوں کو اُس سے زیادہ پورا دورانی خاندان پال رہا تھا وہ تو رات کو بچوں کی طرح اپنے سردار کی باہوں میں ہوتی تھی ۔

ٹٹر دلدی کمرہ تھوڑ کا دا رہا ہے ماما ! بٹر کمرہ چھوڑ کر جا رہا ہے ماما ! یہ کہتا بیڈ سے اُترا تھا چھوٹا سردار بھی اترتا ہاتھ پکڑ گیا تھا ۔ نو بٹر تم اِس کمرے میں رہو گے ماما بابا پاس تم ماما تنگ کیا نہ ماما اِس لیے مارا !

چھوٹا سردار اپنے بابا کی غیر موجودگی میں اُسے سمجھا رہا تھا ۔ اتا پھر ٹُر کھانے کو ملے دا تد ہی ٹُر مانے دا (اچھا بٹر کھانے کو ملے گا تب ہی بٹر مانے گا) وہ بھی اپنی بات رکھ گیا تھا آشنا تو حیران تھی اُسکے دونوں بیٹے کیا ہی بولے ماشاءاللہ تھے ۔۔۔

بٹر اِدھر آؤ ماما کے پاس ! آشنا باہیں پھیلا گئی تھی ۔ بٹر نفی میں سر ہلا گیا تھا وہ ابھی ناراض تھا تھپڑ کھایا تھا اُسکی عزت نفس مجروح ہوئی تھی کیا اتنا پروٹسٹ کرنا نہیں بنتا تھا ! وہ اپنے گول گال پھولا گیا تھا ۔

آشنا کو پھر غُصہ آیا تھا یہ ٹڈا تو بلکل ہی اُسکے ہاتھ

سے باہر نکلتا جا رہا تھا وہ اسکے دادا کو بھی شکایت

لگانے والی تھی ۔ بٹر نو بتا میزی ماما ساتھ ! چھوٹا

سردار ڈپٹ گیا تھا۔ بٹر اپنے بھائی سے بھی غُصہ ہوا

تھا وہ زمین سے اپنا ٹو ا ے بیگ اٹھاتا ڈریسنگ روم

گیا تھا ۔ آشنا اور چھوٹا سردار اُسے دیکھ رہے تھے وہ

اندر کیا کرنے گیا تھا پر آشنا سے رہا نہیں گیا وہ

پیچھے بڑھی تھی جیسا بھی تھا اُسکے جگر کا ٹکڑا تھا اور پتہ

نہیں کیا کرنے گیا تھا ایک تو زوئی کی بھی شادی ہو
رہی تھی ورنہ وہ بٹر کو ہینڈل کر لیتی تھی ۔
وہ جیسے اندر گئی دل رکا تھا اور آشنا دیکھتی رہ گئی تھی
اُسکے پیچھے چھوٹا سردار بھی داخل ہوا تھا ۔ بٹر بیگ
میں ایک پاجا ما ڈالے کھڑا تھا کمرہ چھوڑنے کو ۔ کہا
جا رہے ہو ! آشنا نیچے بیٹھتی اُسے بازو سے پکڑ کر نرمی
سے طلب کر گئی تھی ۔ کہاں جا رہے بٹر ! چھوٹا
سردار بھی فکرمند ہوا تھا ۔دا رہا ہوں ! وہ غُصہ کرتا
نکل رہا تھا اتنے میں ابراہیم کھدر کی شلوار قمیص پر

سیاہ شال ڈالے اندر داخل ہوا تھا ۔ جیسے داخل ہوا
پاؤں بٹر کی کار سے ٹکرایا تھا وہ نیچے دیکھتا کمرہ دیکھ
گیا تھا پورے کمرے میں کھلونے ہی بکھرے ہوئے
تھے وہ اپنی پیشا نی ملتا گہرا مسکرایا تھا ابراہیم کا
ڈمپل بھی نمایاں ہوا تھا ۔وہ جانتا تھا اِس وقت اُسکی
چھوٹی سی فیملی کہاں ہو گی آوازیں اُسکے کانوں تک
پہنچ چکی تھیں اور اپنی گڑیا پر بھی ترس آیا تھا اُسکا بڑا
بیٹا تو سمجھدار تھا پر چھوٹا ناک میں دم کیے رکھتا تھا ۔

دیکھو بٹر ماما سوری بول رہی ہیں نہ مان بھی جاؤ ! آشنا

بٹر کو گود میں لیے دلار کر رہی تھی اور چھوٹا سردار

اپنی ماما کی قمیض پکڑے کھڑا ہوا تھا ۔ پر بٹر ماننے کو

تیار نہیں تھا اُس نے پانچ چاکلیٹس کی ڈیمانڈ رکھ دی

تھی ۔کیا ہو رہا ہے یہاں ! ابراہیم کی بلند مردانہ آواز

گونجی تھی بٹر شرافت میں آیا تھا وہ بلی آنکھوں سے

ٹکر ٹکر ابراہیم کو دیکھنے لگا تھا چھوٹا سردار بابا بابا کرتا

ابراہیم کی گود میں چڑھ گیا تھا ۔ ابراہیم کے گال کو

چوم گیا تھا اور بٹر بھی تڑپا تھا جانے کو باپ تھا محبت

تو ہونی ہی تھی ۔ماما بابا !! وہ اپنے ننھے گول ہاتھ

پھیلا گیا تھا ابراہیم اُسے بھی گود میں لیتا گہری گرم

نگاہ آشنا پر ڈال گیا تھا جو روٹھی ہوئی کھڑی تھی ۔کیا

ہوا ! وہ دونوں بیٹوں کو دیکھتا اُنکی ماں سے پوچھ گیا

تھا ۔ خود ہی پوچھ لیں اِس چھوٹے سے ! وہ جواب

دیتی کمرے میں جانے لگی تھی ۔ ان سے تو میں

پوچھتا ہوں آپ سردارنی ذرا میرے کپڑے نکال دیں

اور خود کے بھی کچھ سکون کے پل آپکے ساتھ پانی

کے نیچے لینے ہیں جانتا ہوں سوئی نہیں ہیں آپ

کوئی نہیں مجھے خود میں برداشت کر لیں سکون کی

نیند ضرور آئے گی! وہ ایسے بولا تھا بٹر اور ابرا ش کو

سمجھ ہی نہیں لگے ۔ لیکن سردار صاحب !! آشنا پیارا

سا چہرہ بنا گئی تھی ۔ اتنا باریک پہننے کی ضرورت تھی

کیا بہکا چکی ہیں تو جھیلیں بھی ! آشنا کی امبر آنکھیں

جھکی تھیں وہ منع کر ہی نہیں سکتی تھی اسے بھی تو

یہ سردار پل پل اپنی سانسوں کے قریب چاہیے ہوتا

تھا ۔وہ کپڑے لیتی شاور لینے بڑھ گئی تھی کچھ دیر

بعد بچوں کو سلا نے کے بعد ابراہیم بھی پیچھے پیچھے

بڑھ گیا تھا دروازہ بند ہوا تھا پانی گرتا جا رہا تھا پردے

زمین بوس ہوتے جا رہے تھے اور وہ اُسے خود سے

لپیٹ کر نرم گرم شدت کا اضافہ پانی کی پھوار کی

طرح کرتا جا رہا تھا آشنا کی دبی س۔سکیاں عروج پر

تھیں وہ اپنے سردار اور بیٹوں کے بنا کہاں رہ سکتی

تھی ۔

بلیک چمچا تی ہوئی بی ایم ڈبلیو موٹروے پر پولیس

کی گاڑیوں اور پورے پرو ٹوکول کے ساتھ رواں دواں

تھیں ! کبیر دورانی اپنی ذاتی بی ایم ڈبلیو میں پیچھے
سیٹ پر بیٹھا تھا وہ کم ہی سرکاری گاڑی استعمال
کرتا تھا ۔ ڈرائیور گاڑی چلا رہا تھا وہ لاہور جا رہا تھا
پنجاب اسمبلی کا اہم اجلاس میں شرکت کرنے ۔ وہ
پیچھے لیپٹاپ کھولے سیٹ پر جیسے نیم دراز سا تھا سر
کا درد سے زیادہ دل کا درد بڑھتا جا رہا تھا ایک ہاتھ میں
جلتا سگرٹ دبا ہوا تھا وہ ان دو سالوں میں مزید چین
سموکر بن گیا تھا نہ اُسکی طلب مٹتی تھی نہ اِس
عارضی سے نشے کی،وہ سگرٹ کا گہرا کش لیے جا رہا

تھا اور ساتھ ساتھ اُنگلیاں لیپٹاپ کے کی بورڈ پر تھرا

تھرا رہی تھیں وہ سر سیٹ پر گرائے آنکھیں بند کیے

ہی لکھے جا رہا تھا جیسے ہاتھوں کو بھی اُسکے حال کا پتہ

تھا اور جیسے یہ مضبوط اُنگلیاں عرصے سے یہ کام سر

انجام دیتی آرہی تھیں وہ لکھتا جا رہا تھا آنکھیں بند نم

تھیں دماغ میں الفاظ چل رہے تھے اور اُنگلیاں وہ

تحریر لکھتی جا رہی تھیں جو عنقریب عشق کی گلیوں

کی دنیا بدل دینے والی تھی اور اِس تحریر کے قصے ہر

زبان پر زد و عام ہونے والے تھے اور بیوفاوں کی ہستی تباہ ہوتی خاک ہونے والی تھی ۔

آج پورے دو سال ہو گئے ہیں اپنی جانا ں سے دور ہوئے جب بھی وہ کال کرتی ہے تب ہی اُسکے پاس جاتا ہوں اُسی کا فیصلہ تھا وہ مجھے چار سال سزا دیں گی اور اُسکے بعد اِس رشتے سے آزادی اور اُسی کا فیصلہ تھا میں اُس سے دور رہوں وہ میری شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور ابھی بھی نہیں چاہتی ہے

اُسی کے ہی یہ الفاظ تھے جو آخری دفعہ جدائی سے

پہلے اُس نے مجھ سے بولے تھے

"کیسے آپ نے میرے بیٹے کو نہیں چنا کیسے

میرے آگے آپ باپ کہلانے کے بھی لائق نہیں

ہیں جب میرے بیٹے کو نہیں چنا تو میں بھی اپنے

بیٹے کو آپ جیسے ظالم خود غرض سنگدل مرد کے پاس

رہنے نہیں دونگی کبھی آپکو اپنے بیٹے کے قریب بھی

نہیں آنے دونگی اُسکا پیار آپ تک کبھی نہیں پہنچے گا

کبیر جیتنے سفاک آپ ہیں نہ میں آپ سے دو قدم

زیادہ ہوں آپکو بتاؤں گی جب ایمل خان کی انا پر آتی ہے تو پہاڑ ہی کیوں نہ ہوں ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ہو جاتے ہیں """

وہ اُسکے خود پسند الفاظ یاد کرتا اپنا دل مل گیا تھا اور پھر سے سگرٹ کا کش لیتا لکھنے لگا تھا آنکھیں بند ہی تھیں ۔

" جاناں یہ کیسے بھول گئی میں باپ ہونے سے پہلے اپنی جاناں کا شوہر تھا کیسے میں اپنی جاناں کے لیے موت چن سکتا تھا میرا سب کچھ میری جانا

ں تھی ۔ کیسے مجھے پھر سے اتنی بڑی سزا دِ ے دِ ی
کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا پتہ ہے تمہاری جدائی
میں روز مرتا ہوں دل نکا رہ ہوتا جا رہا ہے عشق کا درد
بڑھتا جا رہا ہے اور ابھی بھی اتنا بڑا ظلم کر رہی ہو
پہلی اولاد کو محسوس کرنے نہیں دیا دوسری آرہی
ہے اُسے بھی نہیں کرنے دِ و گی شاید ،پانچ مہینے ہو
گئے ہیں تمہیں دیکھے ہوئے اور یہ پتہ لگے میں پھر
سے باپ بننے والا ہوں مجھے تو اِس عشق میں اپنی
کرنے کی اجازت ہی نہیں ملی ایک گناہ کیا تھا شرا

کت کر ڈالی تھی کسی کو کچھ لمحوں کے لیے اپنا نام دِ

ے کر شاید میرا رب بھی مجھ سے ناراض ہو گیا تھا وہ

جانتا تھا میرے عشق کی پاکیزگی کو اُسے بھی گوارہ

نہیں ہوا کیسے میں نے اپنے پاک عشق میں شرا

کت کر ڈالی تب ہی تمہارا دل پتھر کا بن گیا تھا جا نا

ں ، مانتا ہوں میں تمہارا گناہ گار تھا اور ہوں لیکن

میں سچی میں تمہارا شوہر اور اپنے بیٹے کا باپ ہوں

میرے سینے میں بھی باپ کا دل دھڑکتا ہے کیا

کرے یہ باپ لفظوں کو بولنے کا محتاج ہے ورنہ میرا

سینہ چاک کر کے دیکھ لو روز تمہارے لیے اور اپنی
اولاد کے لیے تڑپتا ہوں سی ایم کی کرسی پر بھی
تمہاری دِ ی ہوئی قسم کی وجہ سے اب تک بیٹھا ہوں
ورنہ ان عہدوں سے کبھی میرا لگاؤ نہیں رہا تھا کیا
میں اتنا برا تھا جو میں یہ سزا ڈیسرو کرتا تھا آج میں
اپنے بچوں اور اپنی جانا ں سے بہت دور ہوں اتنا بد
نصیب باپ تھا اپنے بیٹے کی خوش بو بھی محسوس
نہیں کر سکا کیا اِس دُنیا میں ان کہی محبت کا انجام
ایسا ہوتا ہے " مجھے پیار ہوا تھا """گاڑی رکی تھی وہ

لیپٹاپ بند کر گیا تھا آنکھیں کھلی تھیں نمی اندر پی گیا تھا۔ ختم ہوئی وہ کہانی جو آج سے بارہ سال پہلے شروع کی تھی۔ سر ہم اسمبلی ہال پہنچ چکے ہیں -- ہمم یہ کہتا بلیک گلاسز لگا گیا تھا کبیر دورانی بلیک شلوار قمیض پر بلیک ہی ویس کوٹ پہنے تھا وہ اُترا تھا پورا میڈیا جمع ہو گیا تھا اُسکے قدردان بہت تھے لیکن جس کو وہ چاہتا تھا وہ اُسکی قدر نہیں کرتی تھی۔

داہر خان کی فیملی سفید حویلی پہنچ چکی تھی شام کا

وقت ہو چلا تھا مہندی کی تیاریاں عروج پر تھیں بس

اِس خاندان کا ایک بیٹا اور بہو موجود نہیں تھے اور

سب کو وجہ معلوم تھی کیونکہ جب ایمل کبیر کو چھوڑ

کر گئی تھی تو خوب شور کرتی چیخ چیخ کر کبیر دورانی کا

گریبان پکڑتی اُسکے کردار کی دھجیاں اوڑھا کر گئی تھی

سب کو بتایا تھا کیسے اُسکا شوہر اُسکا پہلے ابور شن کروا

رہا تھا اور کیسے وہ اُسکی اولاد کو مار دینا چاہتا تھا لیکن

کبیر کچھ نہیں بولا تھا اُسکے بھائی اُس کو جانتے تھے

لیکن کبیر ہی اُنہیں روک گیا تھا پر ایمل کی بات پر وہ صغیر دورانی سے کافی کچھ سن چکا تھا اور ابھی بھی وہ کبیر سے ناراض تھے بات نہیں کرتے تھے تبا نہ بیگم کا دل روز کبیر کو ایسے دیکھ کر خون کے آنسو روتا تھا بیٹی بھی جدا ہوئی جسے ایک دن کی تھی تب سے پالا تھا اور بیٹا بھی جیسے پورا کا پورا خاموش ہو چکا تھا۔

آشنا حویلی کی سب خواتین باہر لان میں موجود تھیں

جہاں لڑکیوں کی مہندی کا انتظام کیا ہوا تھا زوئی

ابھی اپنے کمرے میں تیار ہو رہی تھی ۔زر خان

ابراہیم داہر سب لان کے دوسرے حصے میں موجود

تھے جہاں آدمیوں کا انتظام کیا گیا تھا وہاں آج رات

رقص کی پارٹی بھی رکھی گئی تھی ۔ لیکن لڑکیوں کو

ابھی اس کا علم نہیں تھا ۔ سب ہی لڑکیوں نے

گرین پہن رکھا تھا وہیں زوئی کو گرین اورنج اور پنک

ملٹی شیڈ کا لہنگا پہنایا گیا تھا اور چھوٹی سی سفید حویلی

کی بچہ گینگ بٹر اور چھوٹا سردار داہر خان کی جہان کے پاس بیٹھے تھے جہاں چھوٹا سردار اُسے دیکھتے ہی دیکھتا رہ گیا تھا اور گنڈا بٹر اشیر ابراہیم اُسکے سر پر ہاتھ رکھتا بہن بنا گیا تھا ۔

چھوٹی سی جہان نے گرین رنگ کا چھوٹا سا لہنگا پہن رکھا تھا وہ باہر لان میں زو فاش کے پاس بیٹھی تھی وہ انتہا کی نازک بچی تھی زو فاش نے بہت ہی حسین گرین لہنگا پہن رکھا تھا اور جہان کا بھی اپنی ماما جیسا تھا تھا دونوں کا ہیئر سٹائل بھی ایک جیسا تھا

میسی بریڈز والا بن بنا رکھا تھا کیونکہ ماں بیٹی کے بال
ایک جیسے ملائی والے تھے ۔ وہیں آشنا نے فل
گھیرے دار لہنگا پہنا ہوا تھا بال کرلز ڈال کر کھولے
ہوئے تھے اور بالوں میں پھولوں والے کلپس لگائے
ہوئے تھے آج دورانی خاندان کی عورتوں نے خاندانی
زیورات پہن رکھے تھے ۔ آشنا لہنگا پکڑتی چلتی آئی تھی
اُسے زو فاش کی بیٹی بہت پیاری لگی تھی اتنی
معصوم ڈیسنٹ بچی تھی اور حیا تو اُس میں کوٹ
کوٹ کر بھری ہوئی تھی سب ہی جہان کو بہت پیار

سے پکڑ رہے تھے لیکن اُسے بس اپنی ماما اور ڈیڈ ا کے

پاس ہی رہنا تھا۔ زو فاش تمہاری بیٹی بہت پیاری

ہے میرا تو دل آگیا ہے ! وہ جہان کو گود میں بھر تی

پیار کر گئی تھی ۔ انشاءاللہ اللہ تمہیں بھی ایسی بیٹی

دے گا آشنا ! وہ کھڑی ہوتی مسکراتی ہوئی دعا دے

گئی تھی اور جہان مسکان سجائے اپنی سیاہ پر کشش

آنکھیں جھکا گئی تھی ۔ ویسے چھوٹی سی جہان بہت

شرمیلی بچی ہی لیکن زو فاش مجھے بیٹی نہیں چاہیے !

آشنا کہتی جہان کو پیار دینے لگی تھی پتہ نہیں اس

بچی سے اُسکا الگ کنکشن بن گیا تھا ۔ کیوں نہیں
چاہیے آشنا ! زو فاش پوچھنا چا ہ رہی تھی آخر آشنا بیٹی
کیوں نہیں چاہتی تھی ۔ دراصل مجھے سردار صاحب
کی ہمیشہ اکلوتی گڑیا بن کر رہنا ہے مجھے اچھا نہیں
لگے گا میری بیٹی یہ جگہ لے لے میرے لیے وہ دو
شیطان ہی کافی ہیں ! وہ اپنے بیٹوں کا ذکر کرتی اُنکی
شیطانیاں یاد کرنے لگی تھی اور فکر لگی تھی پتہ
نہیں مردوں کے لان میں کیا قہر برپا کر رہے ہونگے
زو فاش ہنس ہی سکی تھی جانتی تھی آشنا دل کی

صاف اور انتہا کی معصوم لڑکی تھی جو کچھ بھی سوچتی تھی ۔

وہیں دوسری جانب داہر خان اور ابراہیم اوپر اسٹیج پر بیٹھے زر خان کو مہندی لگا رہے تھے ان رسموں کے بعد ناچ گانا پیسے لٹانا بھی کرنا تھا لیکن سب بھائیوں کو کبیر کی بھی غیر موجودگی کھا رہی تھی ابراہیم دس بار فون کر چکا تھا پر وہ اٹھا ہی نہیں رہا تھا اور داہر خان کو تو بلکل بھی مزہ نہیں آرہا تھا اُسکا کرائم پارٹنر یار غائب تھا جب تک اُس پر طعنہ کشی نہیں کر لیتا

تھا کہاں داہر خان کا وقت گزرتا تھا لیکن ابھی
ابراہیم کا چھوٹا بیٹا اُسکے لیے فل انٹرٹینمنٹ بنا ہوا تھا
۔زر خان نے ڈارک گرین کرتا پاجاما پہن رکھا تھا اور
اُس پر گرین ہی شال مفلر کی طرح ڈالے ایک طرف
کی ہوئی تھی بال جیل سے سیٹ کیے گئے تھے وہ
بہت ہی ہینڈسم لگ رہا تھا وہیں ابراہیم نے بلیک
بٹن والی پاکستان کے ٹاپ برانڈ کی شلوار قمیض پہن
رکھی تھی اور اُس پر براؤن شال لی ہوئی تھی جو ایک
کندھے سے دوسرے کندھے پر ڈالی ہوئی تھی چھوٹا

سردار اور بٹر نے بھی اپنے بابا سردار کی میچنگ والے
کپڑے پہن رکھے تھے اور چھوٹی چھوٹی شال لی ہوئی
تھیں اور داہر خان نے بھی اُسی برانڈ کا کیمل رنگ
میں شلوار قمیص پہن رکھی تھی اور آف وائٹ شال
مفلر کی طرح ڈالی ہوئی تھی دونوں ہی اسٹیج پر زر خان
کے پاس بیٹھے تھے ۔ ویسے چھوٹے دورانی کل تم
بھی بیچلر نہیں رہو گے ! داہر خان آنکھ مار گیا تھا ۔
جی لالہ آپکے نقش قدم پر چلنے کی بھرپور کوشش
کرونگا ! وہ بھی دو بدو جواب دے گیا تھا ابراہیم

مسکراتا ہوا اُنہیں دیکھ رہا تھا داہر خان کا کچھ نہیں

ہو سکتا تھا عاشق مزاج سے زیادہ بے باک خان تھا۔

اتنے میں ابر ا ش اسٹیج پر آیا تھا۔ بابا میں بھی چاچو

کو مہندی لگاؤں گا ! وہ احترام سے پوچھ گیا تھا داہر

خان کا دل جیسے چھوٹا سردار جیت رہا تھا وہ پورا کا پورا

ابراہیم کا عکس تھا اور چھوٹا تو چلتا پھرتا ڈراما تھا۔ ضرور

چھوٹے سردار ! ابراہیم نے اجازت ہی دی تھی۔ وہ

ننھے قدموں سے بڑھتا اپنی شال جھٹکتا اپنے زر چاچا کو

مہندی لگا گیا تھا اور زر خان اُسے خود کی باہوں میں

بھرتا پیار کر گیا تھا میرا بھتیجا ویسے وہ دوسرا بد ماش

کہاں ہے ! ابراہیم کو بھی تجسس ہوا تھا اِس محفل

کی جان کہا تھا ۔ وہ رہا بٹر چاچو ! چھوٹا سردار اشارہ کر

گیا تھا سامنے سے بٹر دو باڈی گارڈز کو پیچھے اپنے چلاتا

رحمان ڈکیت گانے پر اپنی طرح کا ڈانس کرتا آرہا تھا

اور پورا چہرہ چاکلیٹس سے بھرا تھا پانچ چاکلیٹس جو

کھائی تھیں جو آشنا نے مار لگانے کے بعد سوری کی

صورت میں دِ ی تھیں ۔ واللہ کیا بیٹا ہے تیرا ابراہیم

یہ مجھے بھی مات دے گا کہاں تو سیدھا بندہ اور یہ تو

دس قدم مجھ سے بھی آگے ہے! اُسکی سیاہ آنکھیں بٹر پر ہی لگی تھیں جو ڈانس کرتا مہندی کی رونق دوبالا کر رہا تھا سب کے قہقہے گونجے تھے ابراہیم بس سر نفی میں ہلا کر رہ گیا تھا سمجھ نہیں آرہا تھا اِس بٹر کی کیسے تربیت کرے ----------

تلو بھائی لتیو ٹائڈ تلیں ! وہ چھوٹے سردار کو کھینچتا لے کر جا رہا تھا ۔ نہیں بٹر گندی بات ہم مرد لوگ ہیں ایسے نہیں جاتے ! ابرا ش سمجھ بوجھ دکھا گیا تھا ۔ دونوں لڑکیوں کے لان کی طرف جا رہے تھے جہاں

زوئی کی مہندی کی رسم چل رہی تھی وہ بڑھ رہے تھے جہان جو زمین پر کرال کرتی صوفے کو پکڑ کر کھڑی ہونے والی تھی وہ ہلکا ہلکا چلنا سیکھ رہی تھی لیکن ابھی بھی لڑکھڑا کر گر جاتی تھی زو فاش کا ذرا دھیان اِدھر اُدھر ہوا تھا وہ گرتی ہی چھوٹا سردار بڑھتا اُسے پکڑ گیا تھا چھوٹی سی جہان ابرا ش کے ہولڈ میں تھی بڑ بھی پیچھے بھاگا تھا۔ جہان کے موٹے موٹے آنسو چمکے تھے وہ ابرا ش کو دیکھتی پلکیں جھکا گئی تھی ۔ ابرا ش کے دل میں ننھی جہان جگہ بنا گئی تھی وہ

اُسے سردارنی بنانے کا عہد کر چکا تھا بچہ خود ہی رشتہِ بنا گیا تھا ۔ ڈول ٹھیک ہو ! جہان رونے لگی تھی وہ بچی اتنی صبر والی تھی کبھی روتی بھی تو آواز نہیں نکلتی تھی ۔ نہیں رو تمہارا سردار ہے ! امبر آنکھیں سیاہ آنکھوں کو خاموش کرا رہی تھیں وہ چپ ہوئی تھی لیکن بڑ بڑ کرنے لگا تھا۔ تا ہوا دہا ن کو اچ دمین نے مارا (کیا ہوا جہان کو اِس زمین نے مارا !) وہ بیٹھتا زمین کو مارنے لگا تھا ۔ زو فاش یہ دیکھتی مسکرائی تھی اور ہاتھوں سے واری گئی تھی کتنے

پیارے لگ رہے تھے بچے ساتھ ۔ میری دہنا دونا

مت (میری بہنا رونا مت) وہ آنسو پوچھ گیا تھا اور

چھوٹا سردار پہلے ہی اُسے مضبوطی سے پکڑے بیٹھا تھا

وہ اِس ڈول پر کبھی کوئی آنچ آنے نہیں دِے سکتا

تھا ۔

رات ہو گئی تھی کبیر اسمبلی ہال سے نکل رہا تھا وہ

جیسے ہی گاڑی میں بیٹھا اس سے پہلے گاڑی وزیر

اعلیٰ پنجاب ہاؤس کی طرف بڑھتی ہی اُسکا فون رنگ ہوا

تھا وہ فون کی ایک بیل پر ہی سمجھ گیا تھا کون تھی

وہی عورت جس نے پانچ مہینے بعد اُسے بلا یا تھا یاد تو

نہیں کیا تھا بس بلا یا تھا اور وہ عورت کبیر دورانی

کے نکاح میں تھی وہ اُسکی ضروریات اور حق سے

مرتے دم تک نظریں چرا نہیں سکتا تھا۔ ظالم عورت

دو سال ہو گئے ہیں بس بیل کرتی ہے اپنی آواز بھی

سنا نا ضروری نہیں سمجھتی ۔وہ سر گرا گیا تھا قمیض

کے اوپری دو بٹن کھول گیا تھا سانسوں کی روانی کم

ہوئی تھی یہ دو سال کی سزا ایک کی نہیں تھی

دونوں کی تھی عشق میں شراکت کی ایک واقف تھا

اور ایک جلدی واقف ہونے والی تھی ۔

سلیم گاڑی ایمل ویلا کی طرف موڑ لو !! گاڑی ایمل

ویلا کی طرف رواں دواں ہو گئی تھی وہ ویلا جو آج

سے دو سال پہلے کبیر نے ایمل کے لیے خریدا تھا وہ

کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا اُسکی بیوی اور بیٹا

کسی اور کی زمین پر جا کر پلیں بیشک وہ اُسکے پاپا کا

گھر تھا لیکن وہ اُسکا شوہر تھا یہاں تک کہ سارا خرچہ

بھی کبیر ہی بھیجتا تھا ہر ضرورت کی چیز ایمل ویلا

میں موجود ہوتی تھی وہ کبھی اپنی جا نا ں اپنی اولاد کو
کسی چیز کی کمی ہونے نہیں دِ ے سکتا تھا اُسکے زندہ
ہوتے تو یہ سب نا ممکن تھا اوپر سے ایمل کی
آٹھویں مہینے کی پریگننسی چل رہی تھی وہ یہ بھی
جان چکا تھا اُس نے کیوں بلایا تھا اُسے اپنی ضرورت
بھی پوری کرنی تھی اور زو حال کی کال بھی بلکہ تبا
نہ بیگم صغیر دورانی دادا جان آشنا سب کی کال اُسے
پہنچ چکی تھی سب کو ایمل اور کبیر کے بیٹے کا
شادی پر انتظار تھا کبیر کو تو اُسے خود سے کال

کرنے کی کیا بچے کی خیریت طلب کرنے کی بھی

اجازت نہیں تھی ۔

وہ ایمل ویلا میں داخل ہوا تھا یہاں خاموشی کا ڈیرا تھا

ویلا بہت ہی شاندار طرز کا بنا ہوا تھا وہ اپنی با رعب

سنجیدہ پرسنلٹی کے ساتھ ویلا کے مین ہال میں داخل

ہوا تھا سامنے ہی ایمل نیچے اسٹڈی روم سے نکل رہی

تھی اُس نے سیمپل لونگ سیاہ فروک پہن رکھی تھی

جو بہت ہی زیادہ ٹائیٹ تھی ایمل کبیر سے الگ

ہونے کے بعد اپنا بہت خیال کرنے لگی تھی اُس
نے دوبارہ پریگننٹ ہونے سے پہلے ویلا میں ہی گرلز
ٹرینر رکھ کر روز جم کرتی تھی اور اپنی آگے کی پڑھائی
بھی سٹارٹ کر دی تھی اِس حال میں بھی وہ روز
یونیورسٹی جاتی تھی ۔ کبیر کے قدم رکے تھے ایمل
بھی وہیں رکی تھی پانچ مہینے بعد بلی آنکھوں نے سبز
آنکھوں کا دیدار کیا تھا ۔کبیر کا دل آج بھی بے قابو
تھا لیکن سامنے کھڑی عورت آج بھی انا میں چور تھی
وہ ضد کی بہت پکی تھی جو ٹھان لیا وہ ٹھان لیا ! وہ

اُسے دیکھتی نظر انداز کرتی آنکھوں سے ہی اشارہ کرتی
کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی کبیر لمبی سانس کھینچ
کر رہ گیا تھا۔ وہ بھی اپنی قمیض مزید کھولتا پیچھے بڑھ
گیا تھا وہ دینا تھا جو وہ چاہتی تھی اِس عورت کا دیدار
تو ہو گیا تھا لیکن وہ رہ گیا تھا جسے دیکھنا تھا۔وہ لاک
کھولتا اندر داخل ہوا تھا ایمل اپنے بال سنوار رہی تھی
اور چھوٹا سا دو سال سے اوپر کا عمل سامنے صوفے
پر بیٹھا ہوا تھا وہ بالکل ایمل کی کاپی تھا آنکھیں بھی
سبز ایمل سے لی تھیں لیکن قد قدامت اور بالوں کا

رنگ کبیر پر تھا۔ کبیر کی آنکھیں نمی سے سرخ ہوئی تھیں لیکن وہ اِس احساس کو چھپا گیا تھا۔ چھوٹا سا عمل اپنے بابا کو دیکھتا اُنکی طرف بڑھنے ہی لگا تھا۔ یقدم ایمل روک گئی تھی۔ عمل بس سلام کرو بابا کو اور اپنے کمرے میں جاؤ! عمل گھبرا کر ایمل کو دیکھنے لگا تھا چھوٹا سا بچہ ڈرا سہما تھا ایمل سختی کرتی تھی وہ عمل کو کبھی کبیر سے لپٹنے ہی نہیں دیتی تھی جس وجہ سے وہ ننھا سا عمل ماں باپ دونوں سے ہی دور ہو گیا تھا وہ بروکن چائلڈ بن گیا تھا دو

سال کا تھا لیکن ہر وقت ڈرے رہنا نہ اپنی ماں سے
کوئی فرمائش کرنا اور باپ تو آتا ہی کتنے مہینوں بعد تھا
ماں کی ضد نے عمل سے جیسے اُسکا بچپن چھین لیا
تھا اور یہ سب دیکھتے وہ بہت صابر بچہ بن چکا تھا۔
سلام بابا! کبیر بڑھتا اُسکے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا اپنا
خون تھا جوش تو مارنا ہی تھا وہ گول مٹول پیارا سا
عمل پیار سے بولتا اپنی ماما کو دیکھتا ننھے قدموں سے
باہر چلا گیا تھا۔ کبیر کے پاس تو حق ہی نہیں تھا
بیٹے کو بیٹا بولنے کا بھی وہ ٹھنڈی اہ بھرتا بیڈ پر بیٹھ

گیا تھا اور بے حس عورت کا انتظار کرنے لگا تھا۔

وہ اکیلا سوئے گا کیا ! اتنا ہی سوال کیا تھا۔ نینی

ہے اُسکے پاس اور ویسے بھی ایسے بچوں کو پہلے ہی

عادت لگ جانی چاہیے جنکے ماں باپ کا رشتہ زیادہ

دیر کا نہ ہو ! مختصر بول گئی تھی اور اپنی فروک کی

ڈوریاں کھولتی ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے کبیر کی

طرف بڑھی تھی فروک میں اُسکی بھاری رعنائیاں اور

پیٹ واضح تھا۔ پانی ! وہ گلاس بڑھا گئی تھی کبیر پیتا

اُسے خود پر کھینچ گیا تھا اور وہ کرنے لگا تھا جسکے لیے

اِس ظالم عورت نے حق سے بلا یا تھا رات کی خاموشی سے زیادہ اِس عورت کی بے حسی ان قربت کے لمحات میں کبیر دورانی کو نیم مردہ کر رہی تھی ۔

قسط: 14

سفید حویلی میں زر خان اور ڈورا کی مہندی کا فنکشن عروج پر چل رہا تھا مرد حضرات مردانہ لان میں تھے

وہیں عورتیں ابھی بھی زوئی کی رسمیں کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

بس کریں آشنا بھابھی اتنی مٹھائی نہیں ! زوئی آشنا کو روکتی معصومیت سے گال پھولا کر دیکھنے لگی تھی

اُسکا منہ موتی چور لڈو سے بھرا ہوا تھا ۔ ساری خواتین اُسے کتنی مٹھایاں کھلا چکی تھیں یہ وہی جانتی تھی ۔

زوئی سے مزید میٹھا نگلنا بھی مشکل ہوا تھا ۔ اور اوپر سے آشنا نے بھی دو لڈو زبردستی اُسکے منہ میں بھر دیے تھے ۔ کھا لو زوئی آج کا ہی دن ہے کل سے

شادی شدہ بن کر اپنے شوہر اور اُسکے کمرے کو

سمجھا لنا شادی سے پہلے کی زندگی بہترین ہوتی ہے اور

بعد کی بھی اچھی ہوتی ہے لیکن ذمے داریاں بڑھ

جاتی ہیں ! وہ بڑی بھابھی اور بہن ہونے کے ناطے

زوئی کو مشورے دینے میں لگی ہوئی تھی۔آشنا

بھابھی ایسی باتیں کر کے ڈرائیں تو مت اور ویسے

بھی کون سا دور جا رہی ہوں ایک کمرے کو چھوڑ کر

دوسرے کمرے میں ہی تو شفٹ ہونا ہے اور کرے

ذرا زر خان کچھ میرے ساتھ ایک سیکنڈ میں اپنے

میکے آ بیٹھوں گی ۔ وہ سب کو بلند آواز میں بتا گئی
تھی ۔ زیادہ مت بنو زوئی تمہیں ہمارے زر خان بھائی
بتائیں گے اور میں جانتی ہوں تمہاری اُنکے آگے کتنی
چلتی ہے ! آشنا اُسکا کان پکڑ کر جتلا تی ہنستی ہوئی
مہندی لگا گئی تھی اور کئی پانچ ہزار کے نوٹ وار کر
ملازمہ کو پکڑا دیے تھے ۔ زوئی منہ پھولا کر بیٹھ گئی
تھی پتہ نہیں کب تک اُسے ایسے بیٹھنا تھا اُسے بھی
بڑ اور چھوٹے سردار کی طرح اپنی ہی شادی میں
عیاشیاں کرنی تھیں لیکن یہاں تو وہ دلہن کی طرح

ہی بن کر بیٹھتی پردہ نشین ہو بیٹھی تھی۔۔زو فاش
ہنس دی تھی اُنکی چھوٹی سی لیڈر پوری کی پوری
شرارتی اور آفت تھی کوئی شک نہیں تھا بٹر زوئی سے
ہی تعلیم لے رہا تھا۔

آشنا لہنگا اٹھائے رخسانہ بیگم کے پاس آئی تھی ۔ ماما
یہ دونوں کہاں ہیں اپنے دو لالو ں کی فکر ستائی تھی
اور خاص کر بٹر کی فکر لگی ہوئی تھی کہیں وہ کسی
شیطانی میں نہ لگا ہو ۔ آشنا وہ دونوں کلثوم کی گود

میں چڑھ کر مردوں کے لان میں گئے ہیں بولتے ہم
بابا سردار کے پاس جا رہے ہیں لڑکیوں کی محفل میں
ہمارا کیا کام! وہ پیار سے اپنے پوتوں کی کیوٹ باتیں
بتا رہی تھیں رخسانہ بیگم تو سارا دن اُن پر واری واری
پھرتی تھیں اُنکے لیے تو اُنکے پوتے سب سے بہترین
تھے ۔ لیکن ماما اُن کو کیوں جانے دیا آپ نے آپ
جانتی ہیں نہ اشیر کتنا شیطان ہوتا جا رہا ہے وہ اُنہیں
بھی تنگ کرے گا اُنکے دوست آئے ہوئے ہیں وہ
کیسے ہینڈل کریں گے اپنے سردار کی فکر ہوئی تھی ۔

ارے کچھ نہیں کرتے بیٹی میرے پوتے بہت

سمجھدار ہیں اور اشیر تو محفل کی جان ہے ! وہ اپنے

پوتوں کا سائڈ لیتی مسکرا گئی تھی سامنے سے آشنا کو

کلثوم آتی دکھی تھی۔ لڑکیوں کا فنکشن ختم ہو چکا تھا

۔ چھوڑ آئی دونوں کو کلثوم ! آشنا اُسکے پاس پہنچتی

دریافت کر گئی تھی ۔کلثوم جو شرما رہی تھی ۔ کیا ہوا

تمہیں کلثوم ! آشنا نے اُس سے پوچھا تھا ۔ وہ آشنا

بی بی مردوں کی طرف تو ڈانسرز گرلز آئی ہوئی ہیں

اور ایک تو بہت ہی حسین ہے ! ہمیں تو اُن ڈانسرز

کا ہماری حویلی کے مردوں کے آگے ناچنے کا سوچتے
ہی شرم آرہی ہے یہاں کے بھائی لوگ سب کتنے
ہینڈسم ہیں ۔ وہ شرما رہی تھی وہیں آشنا کو دھچکا لگا
تھا وہ پل میں حسد جیلسی کا شکار ہوئی تھی وہ باہر
کی ڈانسرز سے بھی جل اٹھی تھی لیکن دل میں یقین
تھا اُسکا سردار کبھی اُن لڑکیوں کو نظر اٹھا کر بھی
نہیں دیکھے گا وہ مسکرائی تھی اور اپنے ابراہیم پر خود
سے زیادہ یقین تھا ۔لیکن پیچھے کھڑی زو فاش تھوڑا
پریشان ہوئی تھی لیکن اگلے ہی سیکنڈ اُسکا عشق اُس

پر حاوی ہوا تھا وہ جانتی تھی ایسی پارٹیاں خانزادہ

خاندانوں میں ازل سے رکھی جاتی رہی تھیں اِس لیے

زو فاش کو زیادہ فرق نہیں پڑا تھا وہیں آشنا کے ہاتھ

پاؤں پھولے تھے وہ تلملا رہی تھی لیکن دل اطمینان

میں تھا اُسکا سردار کبھی کسی بھی لڑکی کو نظر اٹھا کر

نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن معصوم آشنا کو کیا معلوم تھا

اُسکی زندگی میں دو ٹڈے بھی تھے اور چھوٹا بٹر تو آیا

ہی تھا سفید حویلی میں اودھم مچانے کے لیے ۔آشنا

فکر نہیں کرو ایسے ڈانس رکھا جاتا ہے شادی و غیرہ پر

دل میں زو فاش بھی مر رہی تھی لیکن آشنا کو حو
صلہ دے رہی تھی ۔ ہمم ! وہ اتنا کہتی زوئی کو لیے
اندر بڑھ گئی تھی ۔

دوسری جانب مردوں کے لان ایریا میں جشن کا
سماں تھا ۔اسلامآباد کی سب سے حسین ڈانسر گرل
آئی ہوئی تھی اور آج ڈانسرز کو زر خان کے دوستوں
نے بنا بتائے بلا یا تھا ۔ جب ابراہیم کو پتہ لگا تو وہ

پہلی دفعہ زر خان پر غُصہ ہوا لیکن زر خان کے

دوستوں کی وجہ سے چپ ہو گیا تھا۔

دونوں طرف لگژری صوفے لگے ہوئے تھے ایک طرف

سردار ابراہیم دورانی اور داہر خان بیٹھا تھا اؤر ایک

طرف زر خان اور اُسکے دوست تھے سارے پورا لان کچا

کچ بھرا ہوا تھا سب مرد اُس لڑکی کا ڈانس دیکھتے خوش

ہو رہے تھے زر خان اور داہر خان بھی انجوئے کر

رہے تھے جہاں زر خان کے نزدیک یہ شادی سے

پہلے والی بیچلر پارٹی تھی وہیں داہر خان پہلے ہی ایسی

جگہ سے آیا تھا جہاں یہ سب عام تھا تو اُسے دیکھنے

میں کوئی مسئلہ نہیں ہو رہا تھا لیکن وہیں ساتھ بیٹھا

رحمدل سردار کی آنکھیں اٹھ ہی نہیں رہی تھیں

داہر خان نے زبردستی ابراہیم کو اِس ڈانس پارٹی میں

بٹھایا تھا ۔ یار میں جا رہا ہوں داہر ! وہ اِدھر اُدھر نظر

کرتا اٹھنے ہی لگا تھا سامنے ہی ڈانسر "رات کا نشہ

ابھی "" اس گانے پر ڈانس کرتی جھوم رہی تھی زر

خان سے بھی دیکھا نہیں جا رہا تھا لیکن اُسکے دوست

یار شوگل میلہ میں لگے ہوئے تھے ۔ بیٹھ ابراہیم

خبردار جو تو اٹھا بھلا یہ سب تو یہاں شادیوں میں عام

ہے ہم کونسا اپنی بیویوں کو دھوکہ دے رہے ہیں ! وہ

اپنی ٹشن والی شخصیت دیکھا گیا تھا لیکن داہر خان

ہی جانتا تھا وہ ان ڈانسرز کو آنکھ بھر کر بھی نہیں

دیکھ رہا تھا زو فاش سے عشق سے پہلے وہ نیو یارک

میں بہت وثوق سے کلبز و غیرہ میں ڈانس دیکھا کرتا

تھا لیکن جب سے وہ خا نی کا خان بنا تھا اُسکے علاوہ

کوئی دکھتا ہی نہیں تھا یہاں بھی ابھی وہ اِس وجہ

سے بیٹھا تھا کیونکہ وہ ز ر خان کے دوستوں سے شر

ط لگا چکا تھا ایسی بیچلر پارٹیاں وہ انجوائے کرتا رہتا ہے
لیکن آج پہلی بار اپنی خانی کی فکر لگی تھی کہیں وہ
ایسے دیکھ نہ لیں کیونکہ ڈانسر بہت زیادہ اُسکے اور
ابراہیم کے پاس آرہی تھی شاید اُسکا دل دونوں پر آگیا
تھا۔یار تو بیٹھ داہر مجھ جیسے مرد کا یہاں کوئی کام
نہیں ہے ! وہ پھر سے اٹھ رہا تھا وہ ڈانسر داہر خان
اور ابراہیم کے صوفے پر چڑھتی جھومنے لگی تھی سب
کی نگاہیں وہیں گئی تھیں لڑکے شور مچا گئے تھے
داہر خان ابراہیم کو دیکھتا ہنسا تھا لیکن اُسکی بھی بینڈ

بجی تھی داہر کے گلے میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی ۔وہیں ابراہیم پہلو بدل کر رہ گیا تھا وہ دل ہی دل عہد کر گیا تھا آئندہ وہ اپنے بھائیوں کے کہنے پر بھی ایسی پارٹی میں نہیں ٹھہرے گا۔

وہیں دو چھوٹے مردوں کا قافلہ یہیں آرہا تھا وہ کلثوم کی گود سے اتر کر خود ہی یہاں آرہے تھے بٹر نے اُتر کر کلثوم کو بولا تھا ۔ تم داؤ اور ترم ترو تردو تے بیت نہیں داتے (تم جاؤ اور شرم کرو مردوں کے بیچ نہیں جاتے ہیں) وہ کلثوم کو ڈپٹ کر چھوٹے

سردار کو لیتا مرد بنتا لان میں گھسا تھا اور چھوٹا سردار کچھ نہیں بولا تھا جانتا تھا اُسکے بھائی نے کہاں اُسکی سننی تھی ۔ تلو بھائی آد میں تمال دال دوندا) چلو بھائی آج میں دھمال ڈال دونگا ! وہ کہتا بڑھ رہا تھا ہاتھ میں اپنی زوئی سیکنڈ ماما کا فون پکڑا تھا بٹر کو پتہ لگا تھا کوئی کیک پارٹی چل رہی ہے جیسے دونوں داخل ہوئے چھوٹا بٹر ہنستا کیمرہ کھول گیا تھا وہ سارا دن زوئی کے فون میں کیمرہ آن کرتا طرح طرح کی اپنی تصویریں لیتا رہتا تھا۔ ابراہیم سے بیٹھا نہیں جا رہا

تھا وہ ڈانسر داہر اور اُسکے بیچ ڈانس کرتی یقدم آدھی

ابراہیم پر گری تھی بٹر دھرا ڈھر تصویریں بنا گیا تھا

اِس سے پہلے وہ ابراہیم کی گود میں ہوتی ابراہیم پیچھے

کرتا اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن بٹر بہت کچھ قید کر گیا تھا

۔ چھوٹا سردار اپنے بابا کی طرف بڑھ گیا تھا وہیں بٹر

رخ موڑتا مردوں کے لان سے نکلتا اپنی ماما کے پاس

بڑھ گیا تھا۔

آشنا سر پکڑے بیٹھی تھی اور بٹر فون سامنے کرے کھڑا تھا ۔ کہاں سے لائے ہو تم یہ تصویریں ! وہ فون دیکھتی ٹوٹی ہوئی پوچھ رہی تھی بٹر اپنی واردات سر انجام دے چکا تھا ۔ ماما ٹٹر بابا تی دندی تانٹی تاتھ تطویر دایا ماما یہ تون ہیں دوتر ی ما ما تا (ماما بٹر بابا کی گندی آنٹی ساتھ تصویر لایا ہے ماما یہ کون ہیں دوسری ماما کیا) بٹر نے یہ کہا ہی تھا آشنا کے آنسو نکلے تھے وہ اپنے سردار سے ناراض ہو چکی تھی وہ بٹر کو زوئی کو دیتی کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی ۔

آئندہ سے ایسی ڈانسرز پارٹیاں مت رکھنا زر خان ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ! ابراہیم زر خان کو کونے میں لے جا کر ڈانٹ لگا رہا تھا چھوٹا سردار داہر کے پاس تھا ۔ سوری بھائی جان یہ سب میرے دوستوں کا کام ہے ! زر خان کو بھی اچھا نہیں لگا تھا وہ بھائی جس نے کبھی کسی نا محرم عورت کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا اور آج ایک ڈانسر اُنکے اوپر ہی گرنے والی تھی ۔ مت ڈانٹ بچے کو میرا چھوٹا

دورانی ہے یہ ! داہر خان چھوٹے سردار کو گود میں
اٹھائے ہی آیا تھا ۔ شہد رنگ کی آنکھیں سیاہ کو گھور
گئی تھیں ۔ مت گھور کیا ہوا اُسکی مہندی میں یہ
فنکشن ہونا ہی تھا ! داہر خان دیشنگ کول خان بنا
تھا لیکن وہی جانتا تھا وہ زو فاش کو کیا بولے گا ابھی
تک تو عورتوں تک یہ خبر پہنچ چکی ہو گی لیکن اُسے
کیا پتہ تھا بٹر وہ فون لیتا زو فاش کے پاس بھی پہنچ
چکا تھا آج وہ اِس حویلی میں کسی کو سونے دینا
نہیں چاہتا تھا ۔ ہاں لالہ نے انجوا ے جو بہت کیا

ہے ویسے زو فاش بھابھی کو پتہ لگا تو لالہ کیا آپکی

انٹری ہو گی ! زر خان داہر خان کو چھیڑ گیا تھا داہر

خان اُسکا کان پکڑ کر کھینچ گیا تھا بہت آگے نکل

رہے ہو تم چھوٹے دورانی ! یہ دیکھتا چھوٹا سردار بھی

ہنس پڑا تھا وہ اپنے بٹر کے ساتھ بھی ایسا ہی تا

حیات بھائی چارہ رکھنا چاہتا تھا لیکن پتہ نہیں اُسکا

بھائی کسی کارروائی پر نکلا تھا ۔اب تو بھی تو ڈانٹ رہا

ہے اسے ۔ابراہیم سنجیدگی سے شکوہ کر گیا تھا ۔ہاں

میرا حق بنتا ہے !! داہر خان اترا کر بولا تھا ۔اچھا

سہی !! تینوں کا قہقہ گونجا تھا ۔

زو فاش جہان کو سلا چکی تھی لیکن اُس نے ابھی

تک کپڑے چینج نہیں کیے تھے وہ کب سے ٹھٹر تی

ہوئی ٹھنڈ میں کمرے کی بالکونی میں کھڑی ہوئی تھی

پیچھے سے داہر خان اپنی شال اُسکے نازک وجود پر ڈال

گیا تھا ۔آگئے خان آپ ! وہ بنا رخ پلٹے ہی پوچھ گئی

تھی ہونٹوں پر مسکان تھی لیکن پھر بھی ایک بیوی

تھی دل تو جل رہا تھا لیکن وہ کبھی اُسے چہرے پر
ظاہر نہیں کر سکتی تھی ۔ پر اگلے لمحے جو ہوا تھا اُس
پر زو فاش ششدر ہوتی اُسکی آنکھیں بھیگی تھیں کیا
اُسکا خان اُسے اتنا سمجھنے لگا تھا ۔

ڈانسر نے تمہارے ہینڈسم خان کو بھاؤ دینے کی بہت
کوشش کی یہاں تک کہ میری توجہ بھی اُس نے خود
پر ساری کرنی چاہی لیکن یقین مانو خان کی طرح اِس
پرانی روایت کو انجوائے ضرور کیا لیکن تم سے ایک
سیکنڈ کو بھی بیوفائی نہیں کی بولا تھا اُسے دور رہو

بہن میری حسین بیوی اور ایک پیاری سی بیٹی بھی
ہے ! وہ اپنے انداز میں ہی اپنی جیلس ہوتی خانی کو
بہلا رہا تھا اور ہاتھ بے باکی سے اُسکے نشیب و فراز
سے لپٹے ہوئے تھے وہ سوئی ہوئی جہان کو بہت سارا
پیار دے کر آیا تھا ۔زو فاش نم سا مسکرائی تھی
بہن لفظ سنتے جیسے دل کو ٹھنڈک ملی تھی ۔ خان
میں آپ پر خود سے زیادہ یقین کرتی ہوں کچھ بھی بتا
نے کی مجھے ضرورت نہیں تھی ۔ وہ پیچھے سے مزید
اُس سے لپٹتا اُسکے ملائم بالوں کو آگے کرتا سائڈ

گردن کو سلگانے لگا تھا ۔ جانتا ہوں تمہیں پتہ چلا ہو
گا اور ایک بیوی کی طرح جلی بھی ہو گی ! وہ پچھلے
گہرے گلے کو مزید لال کرتا جا رہا تھا ۔ ظاہر بات ہے
عورت ہوں میں یہ جذبات بس شوہر کے لیے ہی
ہوتے ہیں اور خاص کر پسندیدہ مرد کے لیے ہوتے
ہیں ۔ بلکل اور تمہارا پسندیدہ مرد تم میں گھلنے کے
لیے تیار بیٹھا ہے اِس لیے اپنے خان کے ابلتے
جذبات کو راحت دے دو ! وہ معنی خیز بولتا زو فاش
کو گود میں اٹھا گیا تھا ۔ خان جہان !! بس ایک گھنٹہ

دو مجھے سب پورا کر دونگا !! کہتا زو فاش کو لیے ڈریسنگ روم کے صوفے کی طرف بڑھ گیا تھا دروازہ کھلا ہی رکھا تھا تاکہ جہان پر بھی نظر رہے ۔

زوئی کال نہیں اٹھا رہی تھی وہ بٹر کو باہوں میں لیے موٹے موٹے گال پھولا کر بیٹھی ہوئی تھی بٹر نے چاچو کی بھی شکایتیں لگا دی تھیں ۔ سوچ رہی ہوں بٹر تمھارے چاچو سے شادی کینسل ہی کر دوں بول دونگی جا کر اُسی ڈانسر سے شادی کر لیں ! وہ بٹر کو

گود میں بٹھائے زر خان کی شکایتیں لگا رہی تھی ۔

سیکنڈ ماما آپ تاتو تو توڑ دو میں ہوں نہ ! وہ بڑا بنا تھا

ہر جگہ ٹڈ ا آگ لگا کر آیا تھا اور کل صبح سب سے

اُسکی بھرپور ڈانٹ لگنے والی تھی ۔۔اتنے میں زر خان

کی کال بجی تھی ۔ میں نہیں اٹھا رہی لیکن بٹر اٹھا

لوں کیا ! چھوٹے چاچو ہے تمھارے ۔ اوکے ماما ! وہ

کہتا رضامندی دے گیا تھا وہ سونے کی تیاری میں لگا

تھا کل چاچو کی بارات تھی ہنگامہ کرنا تھا ۔

سنو زوئی اِس بٹر کی تو ! زر خان غُصہ ہوا تھا وہ دانت پیس کر رہ گیا تھا ڈانسر والی بات بتانے میں بٹر کا ہاتھ تھا ۔ خبردار آپ نے میرے بٹر کو کچھ بولا ہو اتنی وہ ڈانسر پسند آگئی تھی تو کل شادی بھی اُس سے کر لیں ! وہ کچھ بھی بولی تھی ۔ ڈورا ! وہ فون پر سختی کر گیا تھا ڈورا پل بھر میں ہی سیدھی ہوئی تھی ۔ سوری زر خان ! آواز کم ہوئی تھی بلکہ نکل ہی نہیں رہی تھی ۔ کل آؤ میرے کمرے میں بستر پر تمہاری جان نکالوں گا ویسے بھی بہت سال انتظار کیا کل ساری

گرمی پیاس تمھارے اند -- ہی نکلے گی ! وہ زو معنی

بات کرتا فون رکھ گیا تھا ڈورا کی جان اٹکی تھی اور

گال بلش کرنے لگے تھے ۔

ابراہیم دروازے پر کھڑا تھا وہ کب سے بجا رہا تھا پر

آشنا کھول نہیں رہی تھی بلکہ اندر سے ہی رونا دھونا کر

رہی تھی ۔اور چھوٹے سردار کو ابراہیم پہلے ہی رخسانہ

بیگم کو دے آیا تھا کیونکہ وہ سو گیا تھا اور چھوٹا موقع

سے غائب تھا اور اُسے اب پتہ لگ رہا تھا ان سب

میں اُسکے اشیر کا ہاتھ تھا وہ آگے بچوں کو فون دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا جب تک وہ سمجھدار نہیں ہو جانے تھے ورنہ معصوم رحمدل سردار کی بٹر نے ایسے ہی بینڈ بجوائے رکھنی تھی ۔

آشنا میری گڑیا دروازہ کھولو میں تمہیں سب سمجھاتا ہوں جیسا تم نے دیکھا ویسا کچھ نہیں تھا تم ہی پہلی اور آخری عورت ہو میری زندگی کی تمہارا سردار تو کسی بھی عورت کو ایک نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھتا ہے ! وہ بول رہا تھا دروازہ کھلا تھا وہ گہرا سانس لیتے اندر گیا

تھا آشنا بیڈ کے ایک طرف ٹانگیں نیچے لٹکائے بیٹھی تھی وہ اپنے سردار پر آنکھ بند کر کے بھی بھروسہ کر سکتی تھی لیکن اُس ڈانسر کا انجانے میں بھی سردار پر گرنا آشنا کو آگ کی لپیٹ میں لے رہا تھا۔

وہ اُسکا سجا سنورا روپ دیکھتا پاس جا بیٹھا تھا۔اور ہاتھ اُسکا اپنے مضبوط ہاتھ میں لے گیا تھا۔ تمہارا ہی ہوں بس ! وہ یقین دیلا رہا تھا اور ساتھ ساتھ آشنا کو گہری نگاہ سے دیکھتا جا رہا تھا وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی۔آئندہ آپ کسی ایسی ڈانس پارٹی میں شرکت

نہیں کریں گے ! وہ سو سو کرتی جواب کی منتظر ہوئی تھی ۔ کبھی نہیں ! وہ کہتا اُسکے چہرے پر جھکتا لبوں کو گرفت میں لے گیا تھا آشنا کی سانسیں رکی تھیں

وہ پورا کا پورا اُس سے لپٹ گیا تھا پردے پاس گرتے کمرے کو بکھرا ہوا کر گئے تھے اور دو وجود کمبل میں لپٹے ایک دوسرے کو تسکین دیتے جا رہے تھے ۔

صبح کے سات کا وقت تھا کبیر اٹھتا شاور لے کر بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا وہ سفید شلوار قمیص پہنے نیم دراز تھا سر میں شدت کا درد اٹھ رہا تھا ظالم عورت نے سونے نہیں دیا تھا وہ اُس سے بار بار لپٹتی رہی تھی ۔ایمل کب سے شاور لے کر کپڑے پہن کر عمل کے کمرے میں جا چکی تھی ۔ وہ سامنے گھڑی پر وقت دیکھتا اٹھ کر بیٹھا تھا اور پاس پڑی اپنی شال مفلر کی طرح لے گیا تھا کبیر کا رخ اُسکے بیٹے کے کمرے کی طرف تھا کیونکہ آدھے گھنٹے

تک دونوں کو عمل کے ساتھ سفید حویلی نکلنا تھا ایمل
صرف زوئی اور صغیر دورانی کی وجہ سے شادی میں
شرکت کرنے جا رہی تھی ولیمہ کر کے اُسکا واپس
آنے کا ارادہ تھا ۔وہ کمرہ کا ڈور کھولتا اندر داخل ہوا
تھا ایمل اپنی نگرانی میں عمل کی نینی سے اُسکے دو
دن کے کپڑے پیک کروا رہی تھی اور عمل ایک
طرف بیڈ پر بیٹھا فیڈر پی رہا تھا اُسکی سبز چھوٹی سی
آنکھیں اپنے بابا کی طرف اٹھی تھیں ۔ دل چھوٹے
سے عمل کا کیا تھا وہ اپنے بابا کے پاس جائے لیکن

ایمل کبیر کو دیکھتی عمل کو آنکھوں سے ہی اشارہ کر گئی تھی وہ ذرا سا بھی اٹھے گا نہیں ! چھوٹا سا عمل ڈرا تھا اور آنکھیں جھکا کر دودھ پینے لگا تھا ۔ جاؤ شمائلہ میں باقی خود کر لونگی ویسے بھی دو دن بعد آرہی ہوں ! وہ کبیر کو دیکھتی بے رحمی سے جتلا گئی تھی وُہ سر ہلکا سا نفی میں ہلا گیا تھا یہ عورت اُسے ہر طریقے سے چوٹ دینا جانتی تھی ۔اسے یہاں اکیلا نینی کے ساتھ کیوں سلا تی ہو ابھی دو سال کا ہے اتنا چھوٹا بچہ ہے ڈر جاتا ہو گا ماں کی ضرورت پڑتی ہو گی

! وہ عمل کے پاس بڑھتا اُسکے سر پر شفقت بھرا ہاتھ

رکھ گیا تھا ۔ چھوٹا سا عمل سر اٹھا کر اپنے بابا کو

دیکھنے لگا تھا آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اُترے

تھے کبیر کی بھی آنکھیں جھلک اٹھی تھیں جنہیں وہ

مہارت سے چھپا گیا تھا اُسکے بیٹے نے وہی آنکھیں لی

تھیں جن پر وہ اپنی زندگی بھی بنا کچھ بولے نثار کر

سکتا تھا ۔ایمل یہ دیکھتی آنکھیں پھیر گئی تھی اِس

خالی ویلا میں اُس سے بھی کہاں رہا جاتا تھا لیکن انا

ضد کی وہ پکی عورت تھی۔وہ بڑھتی عمل کو پکڑ کر

نیچے اتار گئی تھی ۔ عمل صوفے پر جا کر بیٹھو ! وہ
سختی سے کہتی زبردستی عمل کو صوفے پر بیٹھا گئی
تھی عمل کا چہرہ رونے والا ہوا تھا وہ بچہ کانپ رہا تھا
۔ کیا کر رہی ہو ایمل بچہ ہے وہ اتنی سختی ٹھیک
نہیں ! کبیر سے رہا نہیں گیا تھا وہ عمل کی طرف
بڑھا تھا ۔ خبردار آپ پاس آئے اسکے ایسے بد قسمت
بچوں کو سختی کی عادت ہونی چاہیے جسکا باپ اُس کو
اس دنیا میں لانا نہیں چاہتا تھا اور اُسے بچانا بھی
نہیں چاہتا تھا وہ تلخئ سے کہتی عمل کو بری طرح

جھنجوڑ گئی تھی ۔ رو مت اور ڈرنا بند کرو تم جیسے بچوں
کو ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ مضبوط بنو!۔ کبیر اُسے دیکھتا
رہ گیا تھا یہ وہ ایمل تھی ہی نہیں یہ تو کوئی عجیب
سی لڑکی لگ رہی تھی جسے اپنا بچہ بھی دکھ نہیں رہا تھا
عمل زور سے رونے لگا تھا وہ بری طرح ڈر گیا تھا ۔
ماں باپ کے بیچ کی لڑائی چھوٹے سے عمل کو
کھوکھلا کرتی جا رہی تھی وہ بچہ کھو رہا تھا ۔ کبیر سے رہا
نہیں گیا وہ بے چینی سے اپنے خون کی طرف بڑھا
تھا ۔ دور رہیں پاس مت آئے گا اسکے اسکی سب

میں ہوں بس سنا آپ نے ! وہ چیختی کبیر کو روکتی
عمل کی طرف متوجہ ہوئی تھی ۔ خاموش رونا بند کرو !
وہ اپنے دوپٹہ سے اُسکے آنسو پہنچ گئی تھی عمل پل
میں خاموش ہوتا اور سہم گیا تھا ۔کبیر ہی جانتا تھا وہ
یہ سب دیکھتے بھی ضبط کی کڑیاں خود کو ڈالے
ہوئے تھا کیونکہ اس عورت سے دو سال پہلے وعدہ
کیا تھا وہ اُسکے اور اپنے بیٹے کے بیچ کبھی مداخلت
نہیں کرے گا کیونکہ ایمل اُس سے باپ ہونے کا
سارا حق چھین چکی تھی ۔میں باہر گاڑی میں ہوں

جلدی آؤ عمل کو لے کر ! وہ کہتا اپنے بیٹے سے نظر

چر اتا آنسو پیتا باہر بڑھ گیا تھا۔

کبیر دورانی کی مرسیڈیز موٹروے پر گارڈز کی گاڑیوں

کے احصار میں سفید حویلی مارگلہ ہلز کی طرف رواں

دواں تھی ۔وہ خود ڈرائیو کر رہا تھا کیونکہ ایمل اور عمل

اُسکے ساتھ تھے ایمل آگے تھی اور عمل پیچھے خاموش

بیٹھا تھا کچھ دیر بعد وہ بس فیڈر پیتا باہر دیکھتا چلا جاتا

کبیر کی نگاہیں بیک ویو مر ر سے بس اپنے لخت جگر

پر لگی ہوئی تھیں وہی جانتا تھا وہ اپنے بیٹے کو سینے

سے لگانے کے لیے تڑپ رہا تھا ۔ وہیں ایمل

خوبصورت پنک سوٹ پر بڑی گرم شال اوڑھے بیٹھی

تھی وہ پریگننسی میں اپنا خیال خود بہت رکھ رہی تھی ۔

وہ گاڑی موٹروے کے ہوٹل پر روک چکا تھا ایمل

خاموش باہر دیکھنے لگی تھی ۔ کبیر ایمل کو دیکھتا پیچھے

دیکھ گیا تھا عمل اُسے ہی دیکھ رہا تھا ۔ کچھ کھاؤ

گے آئس کریم لے کر آؤں ! وہ بد نصیب باپ تو یہ

بھی نہیں جانتا تھا اُسکے بیٹے کو کیا کیا پسند تھا

پورے راستے اُسکا دل کر رہا تھا وہ عمل کو اپنی گود میں بٹھا کر ڈرائیو کرے لیکن نہیں کر سکا تھا کیونکہ اُسے کوئی حق ہی حاصل نہیں تھا یہ ظالم بے حس اُسکی بہن کی شادی میں جا رہی تھی یہی بہت تھا۔

نہیں وہ نہیں کھائے گا بس دودھ پیتا ہے زیادہ ! یہ کہتی فون میں لگی تھی انسٹا و غیرہ دیکھنے۔

Yech baba I am not hungry!!

چھوٹا عمل اتنا سا کہتا فیڈر منہ کو لگا کر آنکھیں بند کر گیا تھا۔ کبیر سر کچھ سیکنڈز گراتا پھر سے گاڑی

سٹارٹ کر گیا تھا پھر سے دماغ میں شدت کا درد اٹھا تھا یہ درد کبیر دورانی کے لیے نا قابل برداشت ہوتے جا رہا تھا۔

قسط: 15

سفید حویلی میں بارات کی تیاریاں چل رہی تھیں پوری حویلی کو مزید تازہ گلاب اور گیندے کے پھولوں سے سجا دیا گیا تھا۔پورا خاندان حویلی کے مین ہال میں

بیٹھا ہوا تھا کبیر اور ایمل عمل کے ساتھ ابھی ابھی
پہنچے تھے سب نے بھرپور ایمل اور چھوٹے سے عمل
کا استقبال کیا تھا۔جب سے عمل ایمل کبیر کے
ساتھ حویلی پہنچا تھے حویلی کا فی فی بندہ عمل کو پیار
دے رہا تھا ایمل نے بس آشنا زو فاش سے بات کی
تھی تبا نہ بیگم سے دعا سلام کر کے اُسکے علاوہ کوئی
مزید بات نہیں کی تھی حویلی کے سب مردوں نے
اُسکے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔جہاں کبیر مردوں کے بیچ
بیٹھا تھا اور ایمل خواتین کے ساتھ بیٹھی تھی اور

عمل کو تبا نہ بیگم اپنی گود میں لیے بیٹھی دنیا جہاں

کا پیار دے رہی تھیں سب جانتے تھے دونوں کے بیچ

ابھی بھی کچھ ٹھیک نہیں تھا اور سب کی دعا تھی

اِس بار دونوں میں سب ٹھیک ہو جائے ۔

کیسا ہے میرا عمل ! ! تبا نہ بیگم اُسکے گول گول

دودھیا گال چومتی پیار لُٹا رہی تھیں عمل اُن سے پیار

لیتا اُنکے سینے پر سر رکھ گیا تھا کہاں چھوٹے سے

عمل کو کبھی ماں کا پیار بھی سہی طرح مل سکا تھا

۔ایمل جوئس کا سپ لیتی دونوں دادی پوتے کی

طرف دیکھ گئی تھی وہ کچھ نہیں بولی تھی جانتی تھی

بس دو دن ہی اُس نے یہاں رہنا تھا تو پھر کیا برائی

تھی اُسکے بیٹے کو سب کا پیار ملنے میں اِس لیے وہ

خاموش بیٹھی رہی ۔ آشنا سب کو فریش اورنج جوئس

دیتی ایمل کے پاس آن بیٹھی تھی اُس نے گرم

بلیک سوٹ اور اوپر گرم شال اوڑھ رکھی تھی ہاتھوں

اور گلے میں چھوٹی چھوٹی گولڈ کی چیزیں ڈال رکھی

تھیں ۔

کیسی ہو ایمل اور ہم سب کو بہت خوشی ہوئی تھی

جب پتہ لگا تم پھر سے اُمید سے ہو ! وہ خوشی خوشی

ایمل سے بات کرنے لگی تھی ۔ہمم یہ بچہ بھی صرف

اِس مرد کی سزا ہے یہ میرے سے بچہ نہیں چاہتا

تھا نہ جب تک اسکے نکاح میں ہوں کوشش رہے

گی مزید بچے پیدا کر سکوں ! وہ تلخی سے کہتی کسی

غیر مرئی نقطہ کو گھورنے لگی تھی آشنا اُسکا ایسا جواب

سنتی سوچنے پر مجبور ہوئی تھی یہ والی ایمل الگ ہی

بن چکی تھی جسکی فطرت میں ظالم پنہ کر وا ہٹ

شامل ہو چکی تھی وہ ایمل کے حال پر افسوس کرتی دل ہی دل میں اِس جوڑی کے لیے دعا کر گئی تھی جو جتنی حسین تھی اتنی ہی غموں کی ماری ہوئی بھی تھی۔

ویسے تو آگیا کبیر تیرا بہت انتظار کر رہا تھا میں اتنا بھی جورو کا غلام مت بن اپنے بھائی لوگوں کو ہی بھول بیٹھے ! داہر خان کبیر کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے اُسے باتوں میں لگا گیا تھا۔ میرے لیے میرے

بھائی بہت عزیز ہیں ! وہ ابراہیم اور زر خان کی طرف دیکھتا بتا گیا تھا داہر خان کی سیاہ آنکھیں اُس پر اور گڑھی تھیں کیا یہ اُسے بھائیوں میں بھی نہیں گنتا تھا وہ سوچنے لگا تھا اور چہرے پر ہاتھ پھیر گیا تھا ۔ لیکن تو بھی میری جان ہے داہر خان لاکھ اختلافات لیکن تیرے بغیر میں نہیں رہ سکتا ہوں ! وہ ہلکا سا مسکراتا ہوا بولا تھا ۔ سب کے چہرے پر مسکان نے گھیرا آن ڈالا تھا ۔

ابھی بھی سب ہال میں تھے سب نے مل کر ناشتہ کرنا تھا اور پھر اپنے اپنے کمروں میں جا کر تھوڑا آرام کرنے کے بعد بارات کے لیے تیار ہونا تھا آشنا کچن دیکھ رہی تھی باقی سب عورتیں بچوں کی شیطانیاں دیکھتی ہنس رہی تھیں مرد لوگ مردان میں چلے گئے تھے ۔ عمل جو تبا نہ بیگم کی گود میں بیٹھا تھا بڑ ابھی ابھی سو کر اٹھتا بیلو ٹراؤزر اور بلیک چھوٹی سی ہو ڈ ی پہن کر کلثوم کی گود میں چڑھتا نیچے ہی آیا تھا

چھوٹا سردار ابھی بھی سو رہا تھا اوپر کمرے میں بٹر کو خبر مل چکی تھی اسکے پاپا حویلی آگئے ہیں۔

وہ چھوٹا سا رومال گلے میں گنڈ و ں کی طرح ڈالے کلثوم کی گود سے اترتا عمل کی طرف بڑھا تھا۔ سبز چھوٹی سی آنکھیں بلی آنکھوں کو دیکھ رہی تھیں ۔

چھوٹا سا بھو لا معصوم عمل جو رشتوں سے دور تھا اُس معصوم کو رشتوں کی اہمیت اور ان رشتوں سے ملنے والے پیار کا پتہ ہی نہیں تھا ۔بٹر اپنے انداز میں چلتا عمل کے پاس آن کھڑا ہوا تھا۔ رخسانہ بیگم ، تبا

نہ بیگم انجم شمع دادی جان اور بھی خاندان کی

عورتیں دیکھ رہی تھیں ایمل کچھ دیر کے لیے نیچے

والے ریسٹ روم کی طرف بڑھ گئی تھی اُسے کچھ پل

سکون چاہیے تھا۔

کیچے ہو تمل میں تفید حولی تھا ٹون ٹنٹن مت ٹینا توئی

ٹوتھ بولے بٹر تو بولنا اُت تو اوڑھ دوندا (کیسے ہو

عمل میں سفید حویلی کا ڈون ٹینشن مت لینا کوئی

کچھ بولے بٹر کو بولنا اُس کو میں اوڑھا دونگا)

بٹر اپنی پانی والی پسٹل نکالتا شمع اور انجم پر پانی فائر کر گیا تھا رخسانہ بیگم تبا نہ بیگم بٹر پر واری نیاری گئی تھیں زو فاش بٹر کو چھوٹا سا گال چومتی بی جان سے اجازت لیتی آشنا کی مدد کرنے کچن کی طرف بڑھ گئی تھی اور بٹر کا سویگ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ارے رخسانہ بھابھی یہ آشنا اس بٹر کی تربیت کیوں نہیں کرتی ہے کھلے سانڈ کی طرح سارا دن پھرتا رہتا ہے ۔ انجم غُصہ ہوئی تھی ۔ رہنے دو انجم اسکی یہی ادائیں تو اس حویلی کی جان ہیں نظر

مت لگاؤ میرے پوتے کو یہ شیطانیاں نہیں کرے

گا تو پھر کون کرے گا ! وہ پھر سے بڑ پر واری گئی

تھیں بڑ ساتویں آسمان پر پہنچا تھا ۔ ٹڑ سے پندا مت

دینا تمل بیتا ٹوٹا بھائی ہے ات تو ٹوتھ بولا میں تولی طلا

دونندا (بڑ سے پنگا مت لینا عمل میرا چھوٹا بھائی ہے

اِس کو کچھ بولا میں گولی چلا دونگا)

بڑ دھمکی لگا گیا تھا پہلی بار چھوٹے سے عمل کے

گال مسکرانے کی وجہ سے ہلکے سے لال بلش میں

بدلے تھے ۔ عمل سائز اور عمر میں بڑ اور چھوٹے

سردار سے چھوٹا تھا۔تبا نہ بیگم مسکراتی ہوئی عمل کو نیچے اتار کر بڑ کے قریب کھڑا کر گئی تھیں ۔

عمل بیٹا یہ آپکا بڑا بھائی اشیر ابراہیم !! عمل جھکتا اپنا سر بڑ کے آگے کر گیا تھا بڑ اُسکے سر پر ہاتھ رکھنے کی جگہ ننھے ہاتھوں سے پکڑ کر گلے لگ گیا تھا بچوں والا ہگ کیا تھا ۔میں ڈرا نہیں توتا ہوں (میں بڑا نہیں چھوٹا ہوں عمل) وہی بتا رہا تھا اپنی زبان میں کیونکہ عمل نے احترام میں سر جھکا کر بڑ کو بوڑھا بنا ڈالا

تھا سب کی ہنسی گونجی تھی وہیں انجم شمع حسد میں جلی تھیں ۔

سب مرد اور عورتیں ڈائننگ ہال اور مین ہال میں بیٹھے ہوئے تھے آشنا اور زو فاش ناشتہ لگوا رہی تھیں ایمل ریسٹ روم سے نکل کر عمل کو اُسکی دادی کے پاس چھوڑتی سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی کبیر بٹر کو گود میں لیے کھڑا تھا کیونکہ اپنے بیٹے کو تو گود میں لینے کی بھی اجازت نہیں تھی اور ویسے بھی بٹر

اُسکے لیے اپنی اولاد جیسا ہی تھا وہ جب تھا اُسکے پاس

جب کوئی بھی نہیں تھا اُسکے پاس ،، وہ ایمل کو

سیڑھیوں کی طرف بڑھتا دیکھ بٹر کو کرسی پر آرام سے

بیٹھاتا ہوا پیچھے بڑھا تھا ۔

کہاں جا رہی ہو ناشتہ تو کر لو !! ! وہ پیچھے سے روک

گیا تھا ایمل عمل کا چھوٹا سا ہاتھ پکڑے اوپر اپنے

کمرے میں جا رہی تھی وہ کمرہ جو شادی سے پہلے اُسکا

تھا ۔میں مزید یہاں ٹھہر نہیں سکتی زوئی کی وجہ سے

آئی ہوں تو زیادہ میرے سے کوئی امیدیں نہ رکھے چلو

عمل ! وہ عمل کو لیے ایک سیڑھی ہی چڑھی تھی

چھوٹا سا عمل جو بار بار پیچھے کبھی اپنے بابا کو دیکھتا تو

کبھی سامنے ٹیبل پر بیٹھے سب بچوں کو اُسکا ننھا سا

دل سب کے ساتھ بیٹھنے کا تھا لیکن اپنی ماما کے

آگے وہ بلکل بھی نہیں بولتا تھا شاید یہ خصلت اُس

نے اپنے بابا سے لی تھی وہ بھی کہاں ایمل جیسی خود

پسند مغرور لڑکی کے آگے بول سکتا تھا فقط اِس لڑکی

کے آگے کبیر دورانی نے اپنی ذات کو ختم کر کے

رکھ دیا تھا ۔

کبیر کچھ بولتا ابراہیم پیچھے ہی آیا تھا ۔ عمل اپنے

بڑے پاپا کے پاس آؤ ! ایمل ابراہیم کی وجہ سے

عمل کا ہاتھ چھوڑ گئی تھی ۔ جاؤ عمل بڑے پاپا کے

پاس لیکن تنگ مت کرنا ! وہ سختی کر گئی تھی جیسے

عمل کو اشارہ کر گئی تھی وہ کوئی ضد و غیرہ نہیں

کرے گا اُسکی زندگی میں ضد اور گرنے کی کوئی جگہ

نہیں تھی وہ چھوٹے سے عمل کو سخت انسان بنا

دینا چاہتی تھی ۔اوتے ماما ! یہ کہتا ابراہیم کی گود میں

چڑھ گیا تھا ۔ کبیر آجا تو بھی !! ابراہیم یہ کہتا عمل

کو لیے ڈائننگ ایریا کی طرف بڑھ گیا تھا کبیر نفی میں
سر ہلا کر رہ گیا تھا راحت سکون کا شاید ہی اُسکی
زندگی سے کوئی لینا دینا تھا۔ تم نہیں کرو گی ! وہ
پھر خود کو ایک طرف رکھتا اِس بے حس عورت سے
پوچھ گیا تھا۔ میرا دل نہیں جب کرے گا منگوا
لونگی اور زیادہ شوہر بننے کی ضرورت نہیں شوہر آپ
بس میری ضرورت تک ہیں جلدی رہائی مل جائے گی
اور میرے عمل سے دور رہے گا بلا وجہ اُسے چھو
نے کی ضرورت نہیں! کاٹ دار حکم دیتی آرام سے

اوپر بڑھ گئی تھی کبیر سر جھکا کر زمین کو گھورتا چلا گیا تھا آنکھیں لال سرخ پانی زدہ تھیں جنہیں وہ مہارت سے پھر چھپا گیا تھا۔

ڈائننگ حال میں سب کا شور گونج رہا تھا جہاں ابراہیم چھوٹے سردار کو خود اپنے ہاتھوں سے کھیلا رہا تھا اور داہر خان اپنی ننھی گڑیا جہان کو زر خان جلدی سے ناشتہ کرتا باہر بڑھ گیا تھا کچھ انتظامات تھے جو دیکھنے

تھی زوئی اپنے کمرے میں تھی ۔ آشنا زو فاش سب
کو سرو کرنے میں لگی ہوئی تھیں ۔

پاپا اور تھیلا و ! بٹر کبیر کے ہاتھ سے کھا رہا تھا اور
عمل جو خود بیٹھا اپنے ننھے ہاتھوں سے کھا رہا تھا
اُسکی ننھی سبز آنکھیں اپنے بابا پر لگی ہوئی تھیں
چھوٹی سی آنکھیں غمزدہ تھیں وہ رحم کی تفسیر بنی
ہوئی تھیں وہ بچہ جیسکا پورا اتنا بڑا خاندان تھا لیکن وہ
ایسے زندگی گزار رہا تھا جیسے اُسکے پیچھے کوئی نہیں ہو
۔کبیر بٹر کو خود ہاتھوں سے کھیلا رہا تھا وہ اپنے بیٹے

کی آنکھیں خود کی طرف محسوس کر گیا تھا لیکن وہ مجبور تھا اُس عورت کی قسم میں جکڑا ہوا تھا جو سانسوں سے زیادہ مطلوب تھی ۔ چھوٹا سردار بلیک شلوار قمیض پہنے ٹیبل پر بیٹھا تھا اور ابراہیم اُسے کھیلا رہا تھا وہ عمل کو بہت غور سے امبر آنکھوں سے دیکھے جا رہا تھا وہ ٹیبل پر ہی کھسکتا ہوا عمل کے سامنے آن بیٹھا تھا سب کی توجہ دونوں پر ہوئی تھی جہان چھوٹے سردار کو دیکھتی نظریں جھکا گئی تھی چھوٹے ملائم گال لال ہوتے بلش کرنے لگے تھے ۔

عمل اپنے بابا کو دیکھتا چھوٹے سردار کو دیکھنے لگا تھا
جو پراٹھا کا چھوٹا سا لقمہ بنا کر عمل کے آگے کر گیا
تھا۔ کھاؤ عمل میں تمہارا سب سے بڑا بھائی ہوں! وہ
اُسے بتا رہا تھا وہ اکیلا نہیں ہے۔ عمل کو پتہ نہیں
چھوٹے سردار سے بھائیوں سے زیادہ ایک بڑے سر
پرست اور باپ جیسی فیلنگز آئی تھیں وہ اُسکے ایک
حکم پر منہ کھول گیا تھا اور لقمہ کھانے لگا تھا۔جہاں
ابراہیم مسکرایا تھا وہیں کبیر کی آنکھیں شدت سے
بھیگی تھیں اگر کبھی وہ اِس دُنیا میں نہ بھی رہا تو اُسکا

پیارا خاندان تھا جو اُسکے بچے کو سنبھال سکتے تھے اور ابراہیم کے بچوں کی تربیت پر تو سب عش عش کر اٹھے تھے کوئی شک نہیں تھا یہ رحمدل سردار اور معصوم آشنا کی بچے تھے جو بنا کہے سب سمجھ جاتے تھے ۔

آشنا زو فاش زوئی کے کمرے میں تھیں شام ہونے جا رہی تھی جہان بی جان کے پاس تھی بیوٹیشن حویلی ہی پہنچ گئی تھیں رات کو اٹھ بجے بارات نکلنی

تھی اُس سے پہلے سب لڑکیوں کو تیار ہو کر زوئی کے

ساتھ وینیو نکلنا تھا۔

زوئی اپنا لہنگا لیے کھڑی تھی وہ ابھی سیمپل تھی۔

آشنا بھابھی یہ میرا بلاؤز کچھ زیادہ ہی فٹیڈ نہیں ہو گیا

آشنا جو زوئی کی ایک ایک چیز نکال کر رکھ رہی تھی اور

زو فاش بھی ساتھ مدد کر رہی تھی بچے سب رخسانہ

تبا نہ بیگم اور بی جان کے پاس تھے بڑ اپنی نیچے

سائیکل چلاتا عمل کو پیچھے بیٹھا کر گھوم رہا تھا۔

زوئی ایسا بلاوز پہننا پڑتا ہے سمجھا کرو ! آشنا پتے کی باتیں بتا رہی تھی زو فاش دونوں کی سادگی معصومیت پر ہنس رہی تھی ۔ارے بھابھی آپ ایسے بول رہی ہیں جیسے بڑا ایکسپرینس ہو ! وہ روٹھی ہوئی چہرہ پھیر گئی تھی ۔۔زوئی تمہیں میری اب سننی ہو گی میں بڑی ہوں اور ایکسپرینس بھی زیادہ ہے ! وہ تیزی تیزی میں بولتی پھر شرمانے لگی تھی

کیا بول رہی ہے آشنا زبان کو لگام دے ! خود سے ہی آشنا گویا ہوئی تھی ۔دیکھ رہی ہیں زو فاش بھابھی

بولتی خود ہیں اور پھر شرما نے بھی بیٹھ جاتی ہیں ویسے
ان کی بھائی جان سے شادی کے بعد میرا ہی ہاتھ تھا
تب ہی دو سردار آئے ہیں ورنہ انہوں نے بھائی
جان کے آگے بے رنگ کپڑے پہنے ہی شرماتے
رہنا تھا ۔ زوئی آشنا کی ٹانگ کھینچ گئی تھی ۔ زو فاش
دونوں کی کھٹی میٹھی تکرار سن رہی تھی ۔ ابھی ملا تی
ہوں اپنے زر خان بھائی کو کال بتا تی ہوں آپکی
بیوی آپکے لیے تیار نہیں ہونا چاہتی ہے ! آشنا بھی
لڑاکا بنی تھی ۔ پلز آشنا زوئی بس کرو اور زوئی تیار ہو

پھر ہم نے بھی ہونا ہے تین گھنٹے ہی بچے ہیں ! !

زو فاش سمجھانے لگی تھی ۔ چلو زوئی شاباش خود کو

اندر سے بھی اچھی طرح تیار کرو وہی پہننا جو میرے

ساتھ لے کر آئی تھی سہاگ رات ہے تمہاری آج ۔

آشنا پھر سے مشورے دینے لگی تھی زوئی کا تو شرم

سے ہی برا حال ہوا تھا ۔ تم دونوں باتیں کرو میں ذرا

جہان کو دیکھ آؤں !! ! زو فاش ایکسکیوز کرتی سیڑھیاں

اُترتی سیٹنگ ایریا کی طرف بڑھی تھی جہاں بچے کھیل

رہے تھے ۔

زو فاش کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے جہان پیار سے بی جان کی گود میں بیٹھی ہوئی تھی اور بٹر عمل کو چھوٹی سی سائیکل پر بیٹھا کر گھوما رہا تھا اور چھوٹا سردار

اپنے بابا سردار کے پاس تھا۔

جہان نے جیسے زو فاش کو دیکھا وہ اپنی دونوں نازک کلائیاں گھوما تی ہوئی بی جان کو بولنے لگی اُسے نیچے اتار دیں۔ بی جان اپنی پر پوتی کی بات سمجھتی نیچے چھوڑ گئی تھیں وہ کرال کرتی زو فاش کی طرف

بڑھ رہی تھی زو فاش بھی نیچے بیٹھتی ہاتھ پھیلا گئی تھی ۔اُسکی چھوٹی چھوٹی چوریوں کی آوازیں گونج رہی تھی ۔

ایک خاندان کی بوڑھی خاتون دادی جان کی دوست بیٹھی تھیں وہ زو فاش اور پھر جہان کو دیکھتی بولی تھیں لیکن اُنکا لہجہ طنزیہ زیادہ تھا بی جان سے انکی بنتی نہیں تھی اور ماضی میں ایک دفعہ انہوں نے اپنی پوتی کا رشتہِ داہر خان کے لیے بھیجا تھا جسے بی جان نے ٹکھرا دیا تھا ۔

باپ پر شکل گئی ہے اس بچی کی شکر ہے نور جہان

ویسے تمہاری پوتی سے بس سادگی لی ہے ورنہ تمہاری

پوتی زو فاش جو عام شکل و صورت کی حامل لڑکی ہے

اُسکی بیٹی اتنی حسین چلو داہر خان سے شادی کا کچھ

تو فائدہ ہوا بیٹی حسین پیدا ہوئی ۔

وہ عورت زو فاش کو گھورتی ہنس ہنس کر طنزیہ بول

رہی تھیں ۔ زو فاش خود کی برائی اگنو ر کرتی اپنی جہان

کو گود میں اٹھا تی اُسکا گال چومتی بلند آواز میں

ماشااللہ بول گئی تھی اُسکے لیے تو اُسکے خان کی ہم

شکل بیٹی رب کا دیا ہوا انعام تھی وُہ اپنی بیٹی کی

تعریف سنتی مسکرا رہی تھی ۔

اتنے میں داہر خان کی آواز گونجی تھی ۔ جو چلتا ہوا

کر کڑا تی ہوئی براؤن شلوار قمیض میں ملبوس اندر ہی

آرہا تھا وہ اتنی دقیانوس سوچ سنتا رکا تھا ۔

اور سب سے حسین میری بیٹی کی خاصیت کیا ہے

! ۔ وہ بڑھتا زو فاش کی گود سے جہان کو لے گیا تھا

۔ اور زو فاش کو سب کے سامنے ایک ہاتھ اُسکی کمر

میں ڈالتا اپنے سینے سے لگا گیا تھا زو فاش شرما تی

نگاہیں جھکا گئی تھی جہان بھی اپنے ڈیڈا کے سینے سے لگی ہوئی تھی ۔

جو چیز میری جہان کو مزید حسین بنا تی ہے وہ ہے میری بیٹی کی بولتی معصوم آنکھیں اُسکی حیا اُسکی ادائیں جو سب اُس نے اپنی ماں سے لی ہیں یہی نزاکت تو میری زو فاش میں ہے ۔ تب ہی تو میری جہان کوہ نور بن کر پیدا ہوئی حور سے کم نہیں میری بیوی اور بیٹی ! وہ زو فاش کو اپنی باہوں سے آزاد کرتا کئی پانچ ہزار کے نوٹ پہلے زو فاش پر سے اور پھر

جہان پر سے وار گیا تھا زو فاش کی آنکھیں بھیگی

تھیں وہیں وہ عورت حیران پریشان اور پشیمان ہوتی

سر جھکا گئی تھیں ۔ وہ زو فاش کی پیشانی چوم گیا تھا

۔ چلو کمرے میں اور خود بھی تیار ہو اور ہم باپ بیٹی

کو بھی کرو ! وہ بیشرم خان بنا تھا نور جہان اپنے پوتے

کی حرکتیں دیکھتی مسکرائی تھیں جو سچے دل سے انکی

زو فاش کا بن چکا تھا ۔

بٹر عمل کا ہاتھ پکڑتا مردان میں پہنچا تھا اُسے مرد بننے کا شوق چڑھا تھا عمل خاموشی سے اُسکے پیچھے پیچھے چل دیا تھا۔ جیسے ہی دونوں داخل ہوئے کبیر کی نظریں اپنے بیٹے پر لگی تھیں جو ڈرا ہوا کھڑا تھا۔

تلو تمل)(چلو عمل)

بٹر عمل کو کھینچتا چل رہا تھا کبیر یہ دیکھتا خوش تھا یہاں اُسکا بیٹا کچھ پل آزادی سے گھوم تو رہا تھا بچوں میں کھیل تو رہا تھا۔

سامنے ہی ابراہیم کا قریبی دوست بیٹھا تھا۔ ایک صوفے پر سردار صاحب بیٹھے تھے ایک پر کبیر ایک پر ابراہیم کا دوست اور سامنے ہیڈ چیئر پر سلطان دورانی بیٹھے تھے ساتھ ہی دائود دورانی بھی دوسری چیئر پر بیٹھے تھے۔

خلیل بٹر اور عمل کو اپنے پاس بلا گیا تھا۔وہ دونوں کو کھڑا کرتا پوچھنے لگا تھا۔ جبکہ وہ جانتا تھا ایک کبیر اور ایک ابراہیم کا بیٹا تھا۔چھوٹا سردار بھی صوفے سے اترتا پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔

وہ عمل جو بلکل خاموش افسردہ سبز آنکھیں لیے کھڑا تھا اُسے نرمی سے آگے کرتا پوچھ گیا تھا ۔ آپکا کیا نام ہے پورا بیٹا ! سب دلچسپی سے دیکھ رہے تھے ۔

میرا تام عمل ایمل خان تے) (میرا نام عمل ایمل خان ہے ! یہ سنتے ہی خلیل نے کبیر کو دیکھا تھا جو آنکھیں پھیر گیا تھا ابراہیم اپنے بھائی کے درد کو دل سے سمجھتا اُسکے غم میں برابر کا شریک تھا کیا ہی بولتا وہ بھلا میاں بیوی کے ذاتی معاملات میں کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا لیکن اپنے بھائی کے لیے اُسکا دل

بہت غمگین ہوا تھا کبیر آنکھیں بند کرتا جلتا دل بند آنکھوں کے پیچھے ہی فگار کرنے لگا تھا اُس ظالم عورت نے تو عمل کے پیدا ہوتے ہی اُسکے ساتھ اُسکے نام کا حق بھی چھین لیا تھا ۔

خلیل ماحول کو ٹھیک کرنے کے لیے اشیر سے پوچھنے لگا تھا ۔ آپکا پورا نام کیا ہے ۔ میتا طور اتام اتیر ٹٹر تبیر ابراہیم دوانی تے (میرا پورا نام اشیر بٹر کبیر ابراہیم دورانی ہے)

یہ بٹر کا کہنا تھا کبیر کی بند آنکھیں نم ہوئی تھیں

ابراہیم کی آنکھیں بھی جھلک اٹھی تھیں بٹر فخر سے

کبیر کا نام خود کے ساتھ لگا رہا تھا وہیں اُسکی اپنی

اولاد کو اُسکا نام بھی ساتھ جوڑنے نہیں دیا گیا تھا۔

وہ تلخی سے اندر ہی اندر ہنسا تھا اور پیشانی مل گیا تھا

"لگتا ہے کبیر دورانی تیرے جنازے کو بھی تیرا بیٹا

کندھا نہیں دے گا تیرے نصیب میں ہی نہیں

عمل کے ساتھ خود کو کھڑا کرنا)

بڑ کبیر کی گود میں چڑھ کر بیٹھا ہوا تھا اور عمل

سلطان دورانی کے پاس تھا لیکن وہ بس اپنے بابا کو

دیکھتا جا رہا تھا وہ جلنے لگا تھا اُسے اپنے بابا کے پاس

جانا تھا لیکن ایسا کوئی راستہ دونوں باپ بیٹے کے بیچ

بن ہی نہیں پا رہا تھا ایک کو بیوی کی قسم نے جکڑ

رکھا تھا تو ایک اپنی ماما کے خوف سے اپنے باپ کی

طرف قدم نہیں بڑھا پا رہا تھا۔دونوں باپ بیٹے بے

بسی کی مثال بن کر رہ گئے تھے ۔

اشیر بیٹا اب اٹھو اور اپنی ماما کے پاس جاؤ تمہیں تیار

بھی ہونا ہے ! کبیر اشیر کو سمجھا رہا تھا جو اُسکی گود

سے اُترنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا ۔پاپا اتیر تولہ

تولی ہے وہ توتا تو ہیں (پاپا اشیر دولہا تھوڑی ہے وہ تو

چاچو ہیں ۔ سب اُسکی باتیں سنتے ہنسے تھے اور عمل

اپنے بابا کو دیکھتا جا رہا تھا اُسے اپنے بابا کا پیار چاہیے

تھا ۔ ابراہیم شال جھٹکتا پاس بڑھتا عمل کو سلطان

دورانی سے لیتا گود میں اٹھا گیا تھا اور اُسکے گال چومتا

بولا تھا ۔ میں ہوں تمہارا بڑا پاپا کچھ چاہیے ہو ضد کرنی

ہو نکھر ا اٹھوا نا ہو میں ہوں نہ ! عمل ابراہیم کو

دیکھتا اُسکی گردن میں ننھے بازو حمائل کرتا اپنا چھوٹا سا

چہرہ چھپا گیا تھا ۔ یہ دورانی خاندان کے بیٹے تھے اور

اُن کو خاندا نی پیار محبت اور اتفاق کا ورثہ لے کر

خوب چلنا آتا تھا حسد رقابت دورانی خاندان کے خون

میں موجود نہیں تھی ۔

زر خان آف وائٹ شیروانی پہنے تیار آئینے کے آگے

کھڑا تھا ابراہیم ابھی ابھی اپنے کمرے میں تیار ہونے

بڑھا تھا داہر خان بلیک کرتا شلوار پہنے اور اُس پر
بلیک گولڈ کڑاہی والا بڑے برانڈ کا کوٹ پہن رکھا تھا
زر خان کے علاوہ سب بھائیوں نے ایک ہی برانڈ سے
آج بارات کا آؤٹ فٹ سیلیکٹ کیا تھا وہ اپنی خوبرو
پرسنلٹی آئینے میں دیکھتا زر خان کے پیچھے کھڑا اُسکا کلا
ٹھیک کرنے لگا ہوا تھا جو آف وائٹ اور گولڈ رنگ
میں تھا زر خان کی شیروانی کے گلے میں گولڈن
نقشینی باریک کام ہوا تھا ۔۔چھوٹے دورانی آج خوش
تو بہت ہو گے تم ویسے کچھ ٹپس چاہیے ہوں تو میں

دے سکتا ہوں ! وہ آنکھ مارتا اپنا کوٹ جھٹکتا مغر و

رانہ انداز میں بولا تھا ۔ بلکل لالہ آپ سے ہی کلاسز

لونگا آپ جیسا بے باک یہاں کوئی نہیں لیکن آپ

مجھے ہلکے میں لے رہے ہیں میں آپ سے بھی اوپر

کی چیز ہوں ! وہ بھی آنکھ مارتا سنکی دورانی کی طرح

جواب دے گیا تھا ۔ دیکھتا ہوں کتنے جھنڈے گاڑھتے

ہو تم لیکن اتحاز کے پنو ں میں بیشرم خان میں میرا

نام سحر فہرست ہو گا ! داہر خان خود پسند ی میں آیا

تھا ۔ جی لالہ آپ جیسے عاشق خان کا کیا مقابلہ ! وہ

قہقہ لگا گیا تھا ۔ چھوٹے دورانی ! داہر خان ڈپٹ گیا تھا ۔

ایمل فریش ہو کر خود سے ہی تیار ہو رہی تھی اُس نے بیوٹیشن کو منع کر دیا تھا اور تبا نہ بیگم کو بھی بول دیا تھا وہ زوئی کی وجہ سے یہاں ہے تو اُسے کسی کا کوئی احسان نہیں چاہیے تھا ۔

وہ لونگ گھیرے دار ریڈ ڈارک گرین گولڈن مکس کام کی فروک پہنے آئینے کے آگے سٹول پر بیٹھی تیار ہو

رہی تھی عمل پیچھے ہی اپنی چھوٹی چھوٹی گاڑیوں سے نیچے کارپیٹ پر بیٹھا کھیل رہا تھا ایمل اپنے پہلے والے کمرے میں ہی موجود تھی ۔

وہ اپنے بالوں کو بہت ہی حسین میسی بن میں کرتی آگے آئی ہوئی لٹوں کو کرلز ڈال رہی تھی میک اپ کر چکی تھی ہونٹوں پر ڈارک ریڈ لپسٹک لگائی تھی بس پیچھے کی دوڑیاں کھلی چھوڑ دی تھیں۔ وہ خود کو دیکھتی اپنے سراپے پر ہاتھ پھیر گئی تھی ایمل کا بدن عمل کی پیدائش کے بعد اور زیادہ حسین ہو گیا

تھا ویسے بھی وہ خود کا بہت خیال رکھتی تھی عمل کو بھی اُس نے چار ماہ تک ہی اپنا فیڈ کروایا تھا اُسکے بعد اُسے دوسرے دودھ کی عادت ڈال دی تھی وہ اپنے فگر کو زیادہ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی ۔

ایمل رخ پلٹتی عمل کو دیکھ گئی جو خاموشی سے بنا آواز کیے اپنی گاڑیوں سے کھیل رہا تھا ۔

عمل اٹھو اپنا فیڈر لو وہ رکھا ہے اور دودھ پیو !! وہ اکّھر انداز میں عمل سے گویا ہوئی تھی ماں کا دل تھا اندر لیکن اس دل پر ظالم عورت کا دل حاوی ہو چکا تھا

۔ عمل ربورٹ کی طرح اٹھتا اپنا فیڈر لیتا صوفے پر

لیٹ کر پینے لگا تھا وہ بچہ اُف تک نہیں بولتا تھا ۔

وہ فون اٹھا تی مس بیل کر گئی تھی اگلے پانچ منٹ

کے اندر اندر ہی کبیر دورانی بلیک کرتا شلوار پر بلیک

گولڈن مکس کوٹ پہنے اندر داخل ہوا تھا اُسکی پرسنلٹی

بڑھتی عمر کے ساتھ اور خوبرو ہو چکی تھی اور سب

سے اترایکٹو کبیر دورانی کی آنکھیں تھیں جو اتنی گہری

سنجیدہ تھیں کوئی دیکھتا تھا تو دیکھتا ہی چلا جاتا تھا ۔

ایمل کا دل رکا تھا سبز آنکھیں اُس پر سے ہٹنے سے

انکاری ہوئی تھیں وہ پورے استحقاق سے کبیر کو نیچے سے اوپر دیکھ گئی تھی کبیر اپنے عمل کو دیکھ رہا تھا جو خاموش بچہ بن کر فیڈر پی رہا تھا۔

پل میں بے حسی کا چوگا اوڑھ گئی تھی ۔اُدھر کیا دیکھ رہے ہیں ادھر آئیں اور دوڑ یا ں لگائیں ! حق سے بولتی ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئی کمرے میں عمل تھا وہ اُسکے سامنے یہ سب نہیں کرنا چاہتی تھی ۔ کبیر عمل کو دیکھتا بھاری قدم لیے پیچھے پیچھے بڑھا تھا دروازہ بند ہوا تھا ۔

وہ دوڑ یا ں باندھ رہا تھا اور ایمل اپنی پشت مزید اُس سے لگا گئی تھی وہ اُسکا رخ خود کی طرف کرتا ایک لت بنا آنکھیں جھپکے دیکھا گیا تھا اِس عورت کے آگے سب مٹی تھا ایسا تھا کبیر دورانی کا عشق !!! وہ اُسکے کرتے کے بٹنوں میں ہاتھ اُلجھا گئی تھی کبیر جھکتا اُسکا چہرہ پکڑے اُسکے ل --بوں کو خود میں دبا گیا تھا اور ایک ہاتھ کمر پر ٹھہرا تھا اور دوسرا ہاتھ ایمل کی ڈھر ---کن پر محور قس تھا وہ دبا ---تا اور زیادہ شدت سے اُسکی پنکھڑیوں کو لپٹا تھا ایمل بھی اُسکے

بالوں میں ہاتھ اُلجھا کر مزید اُسے خود میں کر گئی تھی

کبیر کے آنسو ایمل کے حلق میں اُترے تھے وہ

آنکھیں کھولتی دیکھنے لگی تھی وہ آنکھیں بند کیے اُسے

چو ۔۔متا ہی جا رہا تھا ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اُسے

پیچھے کر گئی تھی تنفس دونوں کا بگڑا ہوا تھا وہ بڑھتا

کمر پر ہاتھ رکھتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا ایمل کی گہرا

۔۔۔بری طرح اُس سے لگی تھیں ۔وہ آنکھوں سے التجا

کر رہا تھا وہ پھر سے اُسکی التجائیں ٹکھرا گئی تھی ۔

پیچھے ہٹیں نیچے جانا ہے ! بے رخی سے کہتی آئینے کی

طرف رخ کرتی اپنی لپسٹک صحیح کرنے لگی تھی کبیر
اُسے کچھ سیکنڈز دیکھتا کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا
۔ عمل کہاں ہے! وہ بے چین ہوا تھا ۔ کہیں بھی
نہیں جاتا میرا بیٹا ہے یہیں کہیں حویلی میں ہو گا وہ
پیچھے پیچھے آتی بولی تھی ! ایک ماں کی طرح دل فکر مند
ہوا تھا لیکن پتہ تھا اُسکا بیٹا باہر کہیں بھی نہیں
جائے گا ۔ اُس نے ابھی تیار بھی ہونا ہے !پتہ ہے
کلثوم کو بھیجتی ہوں وہ لے کر آتی ہے اتنا بولتی کبیر
کو نظر انداز کرتی زیورات پہننے لگی تھی ۔

عمل بٹر اور چھوٹے سردار ابرا ش کی تلاش میں باہر نکل آیا تھا اُسکے اندر کا چھوٹا سا بچہ جاگنے لگا تھا وہ کھیلنا چاہتا تھا عمل جو بہت ہی پیارا انتہا کا گول مٹول بچہ تھا وہ چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتا ابراہیم کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا اِس کمرے کا تعارف کچھ دیر پہلے بٹر نے ہی کروایا تھا ۔ وہ دروازے پر آن رکا تھا اور باہر کھڑا چھپ چھپ کر اندر جھانکے لگا تھا اُسکی ماما نے اُسے بتایا تھا کبھی

کسی کی اجازت کے بغیر اُسکے کمرے میں داخل

نہیں ہونا ہے ۔

اندر کا ماحول دیکھتا چھوٹا سا عمل اپنا ننھا ہاتھ ہونٹوں

پر رکھتا ہنسا تھا ۔ بٹر کو آشنا سے خوب ڈانٹ لگ رہی

تھی وہ اپنی بلیک شیروانی پہننے کو تیار نہیں تھا بٹر

چھوٹا سردار اور عمل زر خان کے شبالے بنے تھے

۔ابراہیم جلدی جلدی چھوٹے سردار کو تیار کر رہا تھا

آشنا نے پستہ رنگ کا لہنگا پہن رکھا تھا اور بالوں کا

بریڈز میں بہت ہی پیارا سٹائل بنایا ہوا تھا ۔

ابراہیم بھی تیار تھا بس بچے رہ گئے تھے تیار ہونے کو

نیچے بینڈ باجا بجنے لگا تھا ڈھول بھی بج رہا تھا۔ سب

لڑکیوں کو زوئی کے ساتھ روانہ کرنا تھا سب جلدی

جلدی لگے ہوئے تھے۔

بٹر ایک کھاؤ گے میرے سے تیار کیوں نہیں ہو

رہے۔ آشنا پاگل ہوئی تھی بٹر قابو میں آنے کا نام

نہیں لے رہا تھا۔ اشیر بیٹا تیار ہو جاؤ بابا ناراض ہو

جائیں گے۔ ابراہیم نرمی سے وارن کر گیا تھا بٹر فوراً

جی حضوری میں آیا تھا۔ یقدم آشنا کی بٹر کو تیار

کرتے امبر آنکھیں دروازے پر اٹھی تھیں عمل کھڑا
اپنی حسین آنکھوں سے اُنہیں ہی دیکھ رہا تھا آشنا کا
دل بیٹھا تھا اُسکی آنکھوں میں محرومی ہی محرومی نظر
آئی تھی ۔ وہ بٹر کو بیڈ پر بیٹھا تی آنسو لیے عمل کی
طرف بڑھتی اُسے گود میں لے گئی تھی جو ننھا سا
فرشتہ تھا اور اپنے سینے سے لگا لیا تھا ۔ ابراہیم بھی
عمل کو آشنا کی گود میں دیکھتا دکھی ہوا تھا وہ سمجھ
گیا تھا عمل یہاں کیوں کھڑا تھا ۔

کیسا ہے میرا بیٹا ! وہ پیار سے پچکارتی ہوئی اُسے گود میں لیے ڈھیر پیار کرتی بیڈ کی طرف بڑھی تھی ۔ اشیر اور چھوٹا سردار بھی عمل کو دیکھتے خوش ہوئے تھے ۔بابا تمل !! اشیر ڈانس کرنے لگا تھا ۔ اشیر ! ابراہیم کی سخت آواز پر بٹر بھی انسان بن کر بیٹھا تھا ۔

آشنا عمل کو دولا ر دے رہی تھی ۔ دودھ پیا میرے عمل نے ! عمل جو تھوڑا فیڈر پی کر آیا تھا لیکن آشنا کا پیار دیکھتا نفی میں سر ہلا گیا تھا ۔ یہ لو آشنا اسے پیلاؤ ! ۔ ابراہیم فیڈر پکڑا گیا تھا جب سے سنا تھا عمل

آرہا ہے تب سے آشنا ابراہیم نے اپنے روم میں بھی اُسکی ضرورت کی ہر چیز رکھی ہوئی تھی۔

آشنا بیڈ پر بیٹھتی اُسے گود میں لیٹا گئی تھی اور پیاری پیاری باتیں کرتی خود فیڈر پیلا رہی تھی وُہ بھی آشنا کو سنتا پیارا سا مسکرا نے لگا تھا۔

آشنا نہ صرف دل کی معصوم تھی بلکہ اُسکا کردار بھی بہت ہی خالص معصوم تھا یتیمی دیکھی تھی اس لیے اپنے بچے کے علاوہ دوسرے کے بچوں کا بھی درد نہیں دیکھ سکتی تھی وہ جانتی تھی عمل ماں باپ

کے ہوتے ہوئے بھی یتیم کی طرح پل رہا تھا وہ

جلدی ایمل سے بات کرنے والی تھی وُہ اِس پیارے

بچے کو اُسکے ہوتے ہوئے ایسے پلنے نہیں دے سکتی

تھی ابراہیم بھی سمجھ گیا تھا آشنا کیا سوچ رہی تھی وہ

بھی اپنی گڑیا کا پورا ساتھ دینے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمل اٹھتا ابراہیم کی طرف بڑھا تھا

کیونکہ ابراش بٹر ابراہیم کی گود میں چڑھے شیطانیاں

کر رہے تھے ابراہیم ہاتھ آگے کر گیا تھا عمل وہ

ہاتھ پکڑتا خود سے بولا تھا۔ بدے پاپا !!!! بڑے پاپا۔

ہاں بڑے پاپا کی جان ۔ وہ اُسے انتہائی نرمی سے خود کی طرف بڑھا گیا تھا ۔ تمل بابا تے گود تے بیت داؤ (عمل بابا کی گود میں بیٹھ جاؤ) بٹر بھی بلا گیا تھا اور چھوٹا سردار بس اپنے چھوٹے بھائیوں کو پیار بھری نگاہ سے دیکھ رہا تھا ۔ عمل ابراہیم کی گود میں بیٹھتا پہلی بار کھلکھلا کر ہنسا تھا پورا کمرہ تین ٹڈ و کی آوازوں سے گونج اٹھا تھا ۔

سب مرد لوگ نیچے ہال میں کھڑے تھے لڑکیوں کے آنے کا انتظار ہو رہا تھا زر خان کی سیرہ بندی شروع ہونی تھی پھر لڑکیوں نے نکل جانا تھا۔

زر خان کے چہرے پر بہت روپ چڑھا تھا اُسکے چہرے سے ہی خوشی جھلک رہی تھی داہر خان ابراہیم کبیر سب باری باری کتنے لاکھوں اُس پر سے وار چکے تھے۔ اتنے میں کلثوم چھوٹی سی جہان کو لے کر داہر خان کو دینے آئی تھی زو فاش کی تھوڑی سی تیاری رہ گئی تھی۔ جیسے ہی جہان آئی

سب اُسے دیکھتے رہ گئے تھے وہ چھوٹے سے

راجستھانی سٹائل کے لہنگا چولی میں چھوٹی سی دلہن

لگ رہی تھی داہر خان بڑھتا اُسے گود میں لے گیا تھا

دل جیسے تھما تھا اور سوچ آئی تھی بیٹیاں پرایا دھن

ہوتی ہیں ۔ ماشاءاللہ ہماری جہان تو بہت پیاری لگ

رہی ہے زر خان بولا تھا کبیر اور ابراہیم بھی جہان کو

سرہا گئے تھے ۔

میری بیٹی ڈیڈ ا

Loves you More Jahan !!!

جہان داہر خان کے کندھے پر سر رکھ گئی تھی ۔

چھوٹا سردار بلیک شیروانی میں جہان کی طرف بڑھا تھا

جو راجستھانی لہنگا پہنے صوفے پر بی جان کے پاس

بیٹھی تھی ۔ وہ بڑھتا اُسکا چھوٹا سا دوپٹہ سر پر اوڑھا

گیا تھا ۔ جہان کی سیاہ مقناطیسی آنکھیں امبر پر رکتی

جھٹ سے سجدہ ریز ہوئی تھیں حیا کے مارے اُسکی

آنکھیں اٹھ ہی نہیں رہی تھیں

چھوٹے سردار کی چھوٹی سردارنی ہو دوپٹہ اوڑھا کرو !

یہ کہتا نکل گیا تھا جہان کے پھولے گال مزید

پھولے تھے ۔

جہان نیچے اُترتی کرال کر رہی تھی سامنے ہی زر خان

کی سیرا بندی کی رسم چل رہی تھی ۔ سب جوڑیاں ایک

ساتھ اُسے دعائیں اور پیار دیتی نوٹوں کا ہار ڈالتی

تصویریں بنوا رہے تھے بس کبیر اور ایمل دور دور تھے

عمل ابراہیم کی گود میں چڑھا تھا ایمل نے بھی نہیں روکا تھا وہ سردار ابراہیم کی دل سے عزت کرتی تھی ۔

وہیں چھوٹا سردار جہان کو دیکھتا اُسکی طرف جا رہا تھا اُسکی امبر نگاہیں جہان سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں وہ جا ہی رہا تھا ایک دم چھوٹا سردار لڑکھڑا کر گرا تھا اور کرسی کا کونا لگا تھا جہان جو کرال کر رہی تھی وہ ابھی چیزیں پکڑ پکڑ کر چلتی تھی وہ چھوٹے سردار کو گرتا دیکھ چوٹ لگتا دیکھ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے ٹیبل پکڑ کر کھڑی ہوئی تھی اور اپنے پہلے

قدم ابرا ش کی طرف بڑھ گئی تھی داہر خان دیکھتا

حیران ہوا تھا اُسکی بیٹی چلی بھی تھی تو کس کے لیے

ابراہیم کے بیٹے چھوٹے سردار کے لیے ۔

ابر ا چ سر --دار --وہ بولتی اُسکے پاس پہنچی تھی اور

چھوٹے سردار کا ہاتھ پکڑ کر اُس پر ننھی سی پیشا نی

ٹکا گئی تھی سب دیکھ کر حیران ہوئے تھے ۔ داہر

خان کی بلند آواز گونج گئی تھی ۔ مٹھایاں تقسیم کرو

رحیم میری بیٹی چل پڑی ہے اور ابراہیم تیرے بیٹے

سے میری جہان کا رشتہِ میں خود طے کرتا ہوں آشنا

زو فاش سختے میں گئی تھیں یہاں زر خان بھائی کی

بارات نکل رہی تھی اور چھوٹے سردار اور جہان کی

جوڑی بن گئی تھی ۔ بچوں کو بظاھر کچھ سمجھ نہیں

آیا تھا پر بڑ سب کو خوش دیکھتا جھوم اٹھا تھا ۔ داہر

لالہ زیادہ جلدی نہیں کر دی آپ نے بچے ہیں ابھی

یہ !! زر خان پریشان ہوا تھا ۔ ابراہیم تو خود خوش تھا

جانتا تھا اِس عمر کی محبت کتنی گہری ہوتی تھی ۔

چھوٹے دورانی تم کیا جانو اِس عمر کے پیار کو وہ زو

فاش کی طرف دیکھ گیا تھا جو جہان کو سینے سے

لگائے کھڑی تھی ماں تھی رشتہِ پکا ہونے پر آنسو

جھلک گئے تھے ۔

پر اسی حویلی میں دو لوگوں کی زندگی ابھی بھی ویران

اور غموں میں لپٹی ہوئی تھی جلدی انکی زندگی کا بھی

فیصلہ ہونے والا تھا ۔

ایمل نم آنکھیں کبیر کی طرف سے پھیر گئی تھی جو

کسی اُجڑے عاشق کی طرح اُسے دیکھنے میں مصروف

تھا ----

قسط:16

بارات نکلنے والی تھی سرما لگائی کی رسم ہو رہی تھی
سب حویلی کی عورتیں ایک طرف کھڑی تھیں اور مرد
ایک طرف دوڑا کو نیچے دادی جان کے کمرے میں
بیٹھا دیا تھا وہ پیو ر ریڈ برانڈ کے لہنگے میں بہت ہی
حسین لگ رہی تھی اور ریڈ کے ساتھ اُس نے
سارے زیورات گرین میں پہنے تھے رخسانہ بیگم کئی
دفعہ اُسکی نظر اُتار چکی تھیں اور دائود دورانی کی
آنکھوں سے نمی جا ہی نہیں رہی تھی ۔اُنکی لا ڈلی آخر

اپنے پیا کے دیش مستقل جانے والی تھی ایک باپ ایسا ہی ہوتا ہے ساری زندگی وہ اپنی بیٹی کو پھولوں کی طرح رکھتا ہے لیکن وقت آنے پر اُسے اُسکا ہاتھ کسی غیر کے ہاتھ میں دینا ہی پڑتا ہے یہی تو ریت تھی جو صدیوں سے چلتی آرہی تھی ۔

ابراہیم بڑھتا دائود دورانی کے کندھے پر ہاتھ رکھ گیا تھا ۔بابا ہمارا زر خان شہزادے سے کم نہیں اور آپکی منجلی شہزادی کو بس وہی سمبھال سکتا ہے ۔دائود دورانی اپنے بیٹے کی آنکھوں میں دیکھتے مسکان لیے

ہاں میں سر ہلا گئے تھے ۔ کوئی شک نہیں میرا زر خان سب سے پیارا ہے اور ذمے دار بھی بہت ہے۔ وہ اپنے داماد کی تعریف کر گئے تھے جو داماد سے زیادہ بیٹا تھا ۔

آشنا آؤ زر خان کو سرما لگاؤ تم اِس حویلی کی سب سے بڑی بہو ہو بلکہ زو فاش بھی لگائے گی تم دونوں کے عہدے میں کوئی فرق نہیں ! تبا نہ بیگم آشنا کے ساتھ زو فاش کو بھی بلا گئی تھیں ۔

زو فاش اور آشنا مسکراتی ہوئی ساتھ بڑھی تھیں ابراہیم
اور داہر خان کی گہری گرم تپش زدہ نگاہیں اپنی اپنی
بیویوں پر سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ۔
زر خان بہت ہی لگژری دیوان صوفے پر بیٹھا تھا اُسکے
دائیں بائیں جانب چھوٹا سردار اور بڑ بیٹھے تھے اور گود
میں عمل تھا تینوں ہی شبالہ بنے ہوئے تھے جہان
داہر خان کی گود میں چڑھی ہوئی تھی اُسکی نظریں
چھوٹے سردار پر جا تی اور پھر شرم حیا کے مارے
جھک جاتیں ۔ وہ ایسے ہی دیکھنے میں لگی ہوئی تھی ۔

آشنا نے سرما لگائی کی پھر زو فاش نے ایمل جو سائڈ

پر کھڑی دیکھ رہی تھی کبیر پلر کے پاس کھڑا ایک

ٹک بلی آنکھیں اپنی جان کبیر پر گاڑھے ہوئے تھا جو

دوسری دفعہ ماں بننے کے بعد اور زیادہ خوبصورت ہو

گئی تھی لیکن اُسکی نِگاہیں خاموشی اور اکیلے کھڑے

ہو کر ہی اِس خود سر عورت کو سر ہا سکتی تھیں ۔

جس نے نگاہ بھر کا بھی اُسے دیکھا نہیں تھا ۔ وہ یہ

سوچتا نظریں اپنے چمکتے سیاہ بوٹوں پر گاڑھتا ہنسا تھا

۔پھر سے کنجی آنکھیں اٹھی تھیں دیدار یار کی طلب

میں اور وہ بے حس عورت بھی اپنی سبز آنکھیں اٹھا گئی تھی نظروں کی تکرار ہوئی تھی ایک کی آنکھوں میں دنیا جہاں کی محبت اُسی عورت سے منسلک تھی اور وہیں سبز آنکھیں بیگانہ تھیں اُنکا ان جذبات سے کوئی لینا دینا نہیں تھا وہ آنکھیں پھیر کر کھڑی ہو گئی تھی ۔ اُف ظالم میرا یار دیکھتا بھی ہے اور نگاہ پھیرتا بھی ہے وہ ہنستا ہوا گنگنا گیا تھا ۔

"نہیں مشکل وفا ذرا دیکھو یہاں

تیری آنکھوں میں بستا ہے میرا جہان "

وہ جیب میں ایک ہاتھ ڈالتا دوسرے میں جلتا سگرٹ پکڑتا سرخ مائل نم زدہ آنکھیں لیے باہر بڑھ گیا تھا۔ وہ نکلا تھا ایمل کی سبز آنکھیں بے اختیار پلر کی طرف اٹھی تھیں اور ڈھونڈنے لگی تھیں پر وہ نہیں تھا۔

" ظالم مرد بیوفا مرد سفاک کہیں کا "جیتنے القابات تھے وہ کبیر کو دے گئی تھی۔

زر خان بھائی یہ کیا اتنے کم ! آشنا اپنے ہاتھ میں دس لاکھ دیکھتی چلا اٹھی تھی ۔اُسے زر خان سے

پچاس لاکھ چاہیے تھے ۔آشنا بھابھی ابھی اتنی رسمیں ہیں آگے سب دے دونگا ابھی تو میری بارات نکلنے دیں رحم کھائیں مجھ پر ۔ زر خان کو بس جلدی لگی تھی جلدی سے ڈورا کی اُسکے ساتھ رخصتی ہو اور پھر وہ رات منائے جیسکا کب سے انتظار کر رہا تھا ۔مجھے نہیں پتہ یہ بہت کم ہیں ! آشنا کی باتیں سب سن رہے تھے اور وہ خوش ہو رہے تھے زوئی کے بعد آشنا تو اس حویلی کی رونق تھی ۔ آشنا میرے خیال سے اتنے ٹھیک ہیں ! زو فاش اُسے روکنے لگی تھی ۔

کیسے ٹھیک ہے میرا چھوٹا دورانی اتنا بھی کنگلا نہیں

ہے زو فاش اور مانگو اس سے اتنا بڑا ایمپائر سنبھال

رہا ہے آج اپنی جیب بہنوں کے لیے خالی کر دے گا

غریب تو نہیں ہو جائے گا یہ ! داہر خان آشنا کی

حمایت میں آگے بڑھا تھا ۔ لالہ آپ بھی بھابھی کی

سائڈ ہو گئے ۔زر خان ناراض ہوا تھا داہر خان سے ۔

زیادہ چہرے مت بناؤ چھوٹے دورانی ایک لگاؤں گا

تمہیں سب منہ ٹھیک ہو جائے گا اپنے لالہ کی سنو

اور اپنی بہنوں کو خوش کرو ۔ داہر خان اِس رسم میں

آگے آگے ہوا تھا آشنا خوش ہوئی تھی اُسکا لالہ اُسکی

ساڑھ لے رہا تھا ۔ خان رہنے دیں بارات بھی نکلنی

ہے ۔ تم خاموش رہو خانی ! صحیح بول رہی ہے زو

فاش اور آشنا بس کرو دیری ہو رہی ہے تم عورتیں

نکلو گی تو یہاں سے بارات نکلے گی ۔ ابراہیم آگے بڑھتا

آشنا کو روک گیا تھا ۔ سردار صاحب ابھی سن رہی

ہوں پر دودھ پلائی میں ایک نہیں سننے والی ہوں وہ

کیوٹ سا چہرہ بنا تی پیچھے ہوئی تھی ۔ تا تو ات تام ترو

تارا پیتا مدے دے دو ماما تو بات میں پڑا ڈوندا (چاچو

ایک کام کرو سارا پیسہ مجھے دے دو میں ماما کو بعد
میں پکڑا دونگا) ابراہیم بٹر کی ڈیمانڈ سنتا بولا تھا ۔ اشیر
بیٹا ! بابا تا تو میری تیل تل رہی ہے اپنی سیکنڈ ماما تو
آت تند نہیں تروں دا بت ٹٹر تو پیتا تائے (بابا چاچو
میری ڈیل چل رہی ہے میں اپنی سیکنڈ ماما کو آج
تنگ نہیں کرونگا لیکن بٹر کو پیسہ چاہیے) بٹر کی بات
سنتے جہاں چھوٹا سردار اپنا چھوٹا ہاتھ پیشانی پر مار گیا
تھا اُسکا بھائی سدھرنے والا نہیں تھا عمل سمجھنے کی
کوشش میں لگا تھا آخر ماجرہ کیا چل رہا تھا ابراہیم

سر نفی میں ہلاتا آشنا کو دیکھ گیا تھا جو انگلی دانتوں
کے بیچ دیے ابراہیم کو دیکھتی اپنے بٹر کی باتوں پر لا
جواب تھی جو پتہ نہیں کیا کیا بولتا تھا ۔ داہر خان کا
قہقہ گونجا تھا ۔ یار ابراہیم یہ کس پر گیا ہے تیرا بیٹا
بلکل نہیں لگتا ایسا لگتا ہے اسکے اندر میری روح آ چکی
ہے ۔ جس پر بٹر نے اتفاق کیا تھا ۔ اچ تا تا دان (
یس تا یا جان) بٹر کی چھوٹے دانت نکلے تھے پورا
خاندان بٹر کی باتیں سنتا ہنس رہا تھا ۔ میں تا یا جان
نہیں مجھے بس داہر بولو لٹل ڈو ڈ بوڑھا نہیں ہوں

میں ابھی بھی نوجوان ہینڈسم ہوں ۔ وہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دے گیا تھا۔ خانی کی شہد رنگ آنکھیں جھکی تھیں ۔ جی جی لالہ ہم سب تو بوڑھے ہو گئے ہیں ۔ زر خان داہر خان کے اس انکشاف پر واہ وا ہی کر گیا تھا سب داہر خان اور زر خان کی اِس نوک جھوک کو دیکھ کر خوش تھے ۔ زر خان ایمل کے پاس بڑھا تھا ۔ ایمل بھابھی ! ہمم -- وہ اتنا ہی بولی تھی ۔ یہ آپکی دس لاکھ کی گدی ایمل کے ہاتھ پر رکھ گیا تھا وہ بے یقینی سے اُسے دیکھتی جا رہی تھی ۔آپ میری

بہن ہیں بھابھی کا رشتہِ آپ پر آتا ہی نہیں کیونکہ

مام نے ہم سب کو پالا ہے پلز لینے سے منع مت

کرے گا ! ایمل بھی آگے سے کچھ نہیں بولی تھی اور

خاموشی سے رکھ گئی تھی زر خان کو بھی اُس نے

ہمیشہ چھوٹا بھائی ہی مانا تھا بیشک وہ عمر میں بڑا تھا

لیکن رشتے میں ایمل بڑی تھی ۔

لڑکیاں تم سب زوئی کو لے کر نکلو وینیو تک بس ہم

بھی پیچھے بارات لے کر نکلتے ہیں ۔ سلطان دورانی

آگے بڑھتے رخسانہ بیگم کو حکم دے گئے تھے ۔ جی

ابو جان لیکن خاندان کے سب لڑکوں کو مٹھائی

کھیلا نے

کی رسم رہ گئی ہے ۔ رحیم بابا جائیں کبیر کو بھی بلا

لائیں

لڑکیاں زوئی کے پاس بڑھ گئی تھیں بس حال میں

حویلی کے مرد آشنا اور ایمل کھڑی تھیں رخسانہ بیگم

مٹھائی کا ڈبہ آگے کر گئی تھیں ۔ وہ سب کو مٹھائی

دے رہی تھیں زر خان صغیر دورانی داہر ابراہیم اور

دائود دورانی کو دے گئی تھیں کبیر بیٹھو تم بھی ۔
رخسانہ بیگم اُسے بیٹھنے کا بول گئی تھیں ۔ بٹر دیکھتا
جھٹ سے کبیر کی طرف بڑھنے لگا تھا لیکن یقدم رکتا
اپنے بابا کی طرف نگاہیں ڈورا گیا تھا اُسکا بڑا بھائی
ابراہیم کی گود میں چڑھا مٹھائی کھیلا رہا تھا وہ اپنے پاپا
کی جگہ بابا کے پاس بڑھا تھا ۔ بابا اُتر لو ٹر میتھا ئی
تلانی ہے بچہ تھا اپنے بھائی کو دیکھتا ابراہیم کو پہلے
مٹھائی کھیلا نے بڑھ گیا تھا ۔ آجا و میرا بیٹا ابراہیم بٹر
کو بھی گود میں لے گیا تھا دونوں بھائی ابراہیم کے

منہ میں مٹھائی ڈال رہے تھے بالآخر بٹر تھا تو ابراہیم

کا ہی بیٹا خون ہر بنائے رشتے پر حاوی ہوا تھا کبیر جو

خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا لبوں پر مسکان جہاں

گہری ہوئی تھی وہیں دل میں اپنے بیٹے کے ساتھ

ایسے جینے کی تمنا جاگی تھی ۔اتنے میں اُسکے گھٹنے پر

چھوٹا سا ہاتھ آیا تھا

۔ بلی آنکھیں گھٹنے سے ہوتی چھوٹے عمل پر جا ٹکی

تھیں جو اُسکے بہت پاس کھڑا اپنا ننھا سا ہاتھ اُسکے

ہونٹوں تک لے گیا تھا ۔ بابا ٹھٹا ئی (بابا مٹھائی)!

اُسکی ننھی سی مُٹھی برفی سے بھری تھی سبز آنکھیں

درد کی تفسیر کے ساتھ اپنے بابا کا پیار لینے کی بھی

خواہش مند تھیں۔ دونوں باپ بیٹے کی آنکھیں ایک

دوسرے میں ملی تھیں لمحہ رکا تھا قدرت بھی اِس

منظر کو قید کر گئی تھی ۔ تھا و بابا (کھاؤ بابا) وہ اور

زیادہ اپنی ننھی مُٹھی قریب کر گیا تھا ۔ کبیر اُسکا ننھا

ہاتھ پکڑتا وہ مٹھائی کھانے لگا تھا جو اُسکے بدن کا

حصہ اُسکا اپنا خون لایا تھا اُسکا عمل لایا تھا ۔ کبیر کا

آنسو آنکھوں سے آج ٹوٹتا چھوٹے سے عمل کی مُٹھی

کا حصہ بن بیٹھا تھا آج عمل نے بتا دیا تھا اپنا خون
اپنا ہوتا ہے وہ کبیر کا حصہ تھا اُسے کھیلا نے پہنچ
گیا تھا بیشک بٹر نے کبیر کو جب پیار دیا جب اُسکے
پاس کوئی نہیں تھا لیکن جب اپنے بابا اور کبیر کے
درمیان چننا پڑا تو وہ اپنے بابا کی طرف بھاگا خون کی
کشش تھی جو دونوں بچوں کو اپنے اپنے باپ کی طرف
کھینچ گئی تھی ۔ ایمل یہ منظر دیکھتی خاموش کھڑی
تھی آنکھیں بھیگی تھیں جنہیں وہ ہمیشہ کی طرح چھپا
گئی تھی ۔ کبیر عمل کو اٹھاتا گود میں بیٹھا گیا تھا اور

اُسکے گال کو پہلی دفعہ چوم گیا تھا الفاظ نکل نہیں
رہے تھے لیکن اُسکی نم چمکتی آنکھیں اس پل اور
اِس احساس کی خوشی کو صاف واضح کر رہے تھے ۔
وہ بھی آج ایک بیٹے کا باپ بن کر بیٹھا تھا ۔پیچھے
سے آشنا بولی تھی ۔ ایمل دل بڑا کرو اور کبیر بھائی کو
معاف کر دو دیکھو دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کے
قریب کتنا خوش لگ رہے ہیں ۔میں کبھی انہیں
معاف نہیں کرونگی اتنا اختیار دے دیا اِس سے زیادہ
نہیں آخر میں عمل میرا ہی بیٹا رہے گا ۔ یہ کہتی اپنا

دوپٹہ سنبھالتی باہر نکل گئی تھی ۔ آشنا خاموشی سے کھڑی اُسے جاتا دیکھتی رہ گئی تھی عمل پر ترس آیا تھا وہ بچہ ماں باپ کی لڑائی میں پس رہا تھا ۔

سب لڑکیاں وینیو پہنچ چکی تھیں آشنا زو فاش اور ایمل زو حال کے ساتھ تھیں ۔ چلو زوئی تمھارے وہ آگئے ہیں ! آشنا اپنا لہنگا پکڑے ریسٹ روم کی طرف آئی تھی وُہ کھڑکی سے بارات کو جھانک کر آئی تھی زو فاش جہان کو گود میں لیے کھڑی تھی ۔ زوئی خود کی

بارات کو دیکھنے کے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ بھابھی زر خان آگئے کیا ! زوئی کھڑی ہوتی لہنگا پکڑے ہلکا سا اچھلی تھی ۔ پاگل ہو گئی ہو زوئی گر جاؤ گی اپنی ہیلز دیکھو ! زو فاش سمجھا گئی تھی ۔ وہ بھابھی نکاح کے اتنے سالوں بعد بارات آرہی ہے تو خوشی تو ہونی ہی ہے ! وہ مسکرا کر کہتی ایک ادا سے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں کے پیچھے چھپا گئی تھی ۔ارے یہ سب چھوڑو چلو ونڈو پر چلتے ہیں ایسے اپنے اپنے شوہر کو دیکھنے کا مزہ ہی الگ ہوتا ہے ۔ جی صحیح بولا میری آشنا بھابھی

نے ۔ زوئی لہنگا پکڑتی تیزی سے باہر نکل گئی تھی زو فاش اور آشنا اُسکی پھورتی پر حیران ہو کر رہ گئی تھیں ۔

وینیو کے باہر زر خان کی بی ایم ڈبلیو سجی کھڑی تھی اور اُسکی گاڑی کے پیچھے سب دورانی منسٹر ز پولیٹیشن بزنس مین کی گاڑیاں ہی گاڑیاں تھیں گارڈز کی گاڑیوں کی تعداد الگ تھی ایسا لگ رہا تھا پورا پاکستان چھوٹے دورانی کی شادی میں آمد کیا گیا تھا ۔ سب

اپنی گاڑیوں سے اترتے ڈھول کی تھاپ پر ناچنے لگے

تھے ابراہیم چھوٹے سردار کو گود میں لیے کھڑا تھا

ایمل کبیر کے ساتھ ہی پہنچی تھی عمل اُسکے پاس

تھا وہ مزید عمل کو کبیر کے قریب جانے نہیں دے

سکتی تھی ۔ بڑ تو قابو میں آنے کا نام نہیں لے رہا

تھا ۔ وہ چھوٹے بھنگڑے ڈالتا زر خان کے کندھے پر

چڑھا ہوا تھا داہر خان نوٹوں کی بارش کر رہا تھا رحمان

ڈکیت گانے پر دورانی خاندان اور اُنکے دوستوں کا

ڈانس چل رہا تھا ۔ تم جاؤ اندر ! کبیر ایمل کو بھیڑ

سے نکالتا انٹرنس پر لایا تھا عمل ساتھ ساتھ تھا۔

ہمم ! اتنا کہتی اندر بڑھنے لگی تھی عمل کا ننھا سا ہاتھ

ایمل کے ہاتھ میں تھا وہ ایک جگہ رکا تھا۔ کبیر رخ

پلٹتا اپنے بھائیوں کے پاس جانے لگا تھا۔ ماما بابا

پات۔ لڑکا تھا دل کیا تھا وہ بھی مردوں کے بیچ خاص

کر اپنے بابا کے ساتھ رکے اور انجوائے کرے۔ چلو

عمل بہت ضدی ہوتے جا رہے ہو تم یہاں آکر۔

ایمل عمل کو دبی آواز میں ڈانٹ لگا گئی تھی۔ عمل

کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو اُترے تھے۔ مت

ڈانٹ لگاؤ بچہ ہے ۔ کبیر عمل کو پکڑنے لگا تھا لیکن ایمل اُسے ہاتھ سے گھسیٹ کر پیچھے کر گئی تھی ۔ آج کے دن تو اسے جی لینے دو ! کبیر التجا ہ کر گیا تھا کیونکہ وہ خود گلٹ میں ڈوبا ہوا مرد بن چکا تھا وہ اِس عورت کے آگے ہار چکا تھا اپنی کی گئی غلطی نہیں گناہ پر آج بھی وہ روز مرتا تھا ۔ ایمل آگے کچھ نہیں بولی تھی وہ عمل کا ہاتھ چھوڑتی کبیر کو گھورتی اندر بڑھ گئی تھی ۔ چلو بیٹا ۔ وہ اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑتا بڑھ گیا تھا ۔

بھائی جان داہر لالہ کو روکیں لگتا ہے یہ میری بارات

اندر جانے نہیں دیں گے ! زر خان ابراہیم کو بولا تھا

کیونکہ داہر خان گاڑی کے بو نٹ پر کھڑا ہوائی فائر

۔۔کے ساتھ بھنگڑا ڈالتا پیسہ اوڑھا رہا تھا وہ پورا لڑکا بنا

ہوا تھا ۔ وہیں لڑکیاں اوپر سے دیکھتی شرما رہی تھیں

۔ زو حال کا تو شرم سے برا حال ہی تھا اُس سے زر

خان کو دیکھا بھی نہیں جا رہا تھا زو فاش اپنے خان کو

دیکھتی کیا ہی بولتی جو پورا ہینڈسم بے باک بیشرم خان

بنا ہوا تھا اور آشنا تو بس گال پھولا کر کھڑی تھی

اُسکی نِگاہیں اِدھر اُدھر تھیں کہیں کوئی عورت اُسکے

سردار کو دیکھ نہ رہی ہو اتنا ہینڈسم سردار تھا لڑکیوں کا

آل ٹائم کرش آرام سے بن جاتا تھا ۔

داہر بس کر یار میرا چھوٹا دورانی یہیں کھڑا کھڑا سوکھ

جائے گا رحم کر میرے دورانی پر آجا اب نیچے ابراہیم

اُسے نیچے بلا گیا تھا ۔ بہت ہی بورنگ ہے ابراہیم تو

میں ذرا تھوڑی آتش بازی کروا لوں پورے پاکستان کو

پتہ لگنا چاہیے چھوٹے دورانی کی بارات میں اُسکے

بڑے ہینڈسم بھائی لوگ بھی آئے ہیں ! یہ سنتے

ابراہیم سر نفی میں ہلا گیا تھا کبیر کے لب مسکان
میں ڈھلے تھے داہر خان کا سوگ کبھی ختم نہیں ہو
سکتا تھا پھر سے بھنگڑے ڈانس پیسہ بازی شروع ہو
چکی تھی چھوٹا سردار بٹر عمل سب دیکھتے تالیاں بجا
رہے تھے عمل اپنے بابا کے پاس ہی کھڑا تھا وہ بٹر
کو ابرہیم کی گود میں دیکھتا اپنے بابا کی طرف دیکھنے لگا
تھا چھوٹے سے عمل کے دل میں بھی پھر سے
اپنے بابا کا پیار لینے کی خواہش بڑھی تھی اتنے میں
بارات کے پاس غبارے والا آیا تھا وہ دیکھتے بٹر نے

شور مچا ڈالا تھا ابراہیم اُسے لیے غبارے والے کی طرف بڑھا تھا چھوٹا سردار بھی پیچھے پیچھے تھا۔ عمل اپنے بابا کی قمیض کھینچ گیا تھا پیار اور نرمی سے کبیر اُسکے لیول پر پنجوں کے بل بیٹھتا پوچھ گیا تھا۔ کیا ہوا عمل بیٹا۔ بابا طبارہ تا لیے (بابا غبارہ چاہیے) وہ فنگر اٹھاتا بتا گیا تھا اُسکے کہنے کی دیر تھی کبیر اُسے پہلی بار اپنی گود میں اٹھا گیا تھا اور اُسے غبارے والے سے ڈھیر غبارے دلا گیا تھا اب بڑ اور عمل دونوں کبیر کی گود میں چڑھے تھے اور داہر خان نیچے سے ہی

اپنی بیٹی اور بیوی کو کسز پاس کر رہا تھا زو فاش کا
بس نہیں چل رہا تھا وہ کہیں چھپ کر بیٹھ جائے
جانتی تھی آج کی رات دلہن دولہا کی سہاگرات کے
ساتھ اُسکے خان نے خود کی بھی کرنی تھی ۔

سب اسٹیج پر تھے ڈورا کو زر خان کے پہلو میں بیٹھا
دیا گیا تھا دودھ پلائی کی رسم ہونے والی تھی ابراہیم
نے آشنا کو پہلے ہی سمجھا دیا تھا وہ پیسوں پر روئے

گی نہیں جب اُسکے سردار کا سارا اکاؤنٹ بیلنس سب اُسکا تھا ۔

زر خان دورانی اپنی آن بان شان کے ساتھ بیٹھا تھا اور ڈورا ساتھ ہی تھی لیکن اسٹیج پر بٹر ڈورا کو چپک گیا تھا اور چھوٹا سردار اور عمل پیارے خاموش شا با لے بنے بیٹھے تھے ۔

جنا ن آج تمہارا سارا روپ اور سب دیکھوں گا آج کی رات تمہیں چھوڑنے والا نہیں ۔۔ وہ زوئی کے ساتھ

بیٹھے بیٹھے تصویروں کا پوز دیتا اُسکے کان پر جھکتا سر

گوشی کر گیا تھا۔

زر خان کوئی سن لے گا میرا بٹر بھی یہیں ہے ۔ وہ

اُسے روکتی بولی تھی اور بٹر جو دونوں کی باتیں سننے

کے لیے اپنا چھوٹا سا کان لگا گیا تھا۔ یہ بٹر کا بچہ

کیا آج تمھارے ساتھ ہمارے کمرے میں آنے والا

ہے کیا۔ زر خان کو آج بٹر بلکل اپنے بستر پر منظور

نہیں تھا ساری جوانی اپنی ڈورا کا انتظار کرتے کرتے

نکال دی تھی آج بھی یہ چھوٹا آدمی اُسکی جنا ن کو

چپک گیا تھا ۔ ہاں اگر یہ میرے ساتھ آئے گا تو
میں ضرور لے کر آؤنگی چھوٹی ماما ہوں اسکی ۔ زوئی
اپنے شیطان بٹر کو دلار کر گئی تھی وہ بھی چھوٹا
شریف زادہ بنا تھا ۔دیکھو بٹر بیٹا تم اپنی والی ڈھونڈ لو یا
خاندان کی ہی کوئی لڑکی دیکھ لو میں تمہارا رشتہِ فکس
کرواتا ہوں لیکن آج کی رات اپنی پاگل سیکنڈ ماما کو
چھوڑ دو ! زر خان ملائمت بھرے لہجے میں بٹر اشیر
سے التجا ہ کر رہا تھا ۔ تاتو میتي ٹینٹند ماما تے اور پٹر
تھندان تھی نہیں بتے طاھر تی لتی تے تادی ترے

دا پہلے تو چڑ تلائے دا) چاچو یہ میری سیکنڈ ماما ہیں
اور بڑ خاندان میں نہیں بلکہ باہر کی لڑکی سے شادی
کرے گا اور پہلے چکر چلائے گا باہر،)

بڑ اپنی آپ بیتی سنا گیا تھا ۔ زر خان ڈورا اُسے
حیرانگی سے دیکھ رہے تھے ۔ واہ میرا شیر ! داہر خان
بڑ کو گود میں لیتا اُسکے گال چوم گیا تھا ۔ داہر لالہ
اسے سر پر نہ چڑھائیں ! زر خان غُصہ ہوا تھا اُسکا بڑ
ہاتھ سے نکل رہا تھا ۔ چھوٹے دورانی جل کیوں رہے
ہو میرا اشیر بے باک بن رہا ہے پسند کی شادی کی

بات کر رہا ہے میں اسکے ساتھ ہوں لیکن بٹر جس کو دل دو تا عمر وفا کرنی ہے ! داہر خان اُسے بڑھے بوڑھوں کی طرح سمجھا رہا تھا ۔ لالہ آپ سے مجھے ابھی بوڑھوں والی کیوں فیلنگز آرہی ہیں ! زر خان داہر کی ٹانگ کھینچتا بولا تھا ۔ چھوٹے دورانی ! داہر خان اسٹیج پر بیٹھا نقلی غُصہ دکھا گیا تھا پر جو بٹر بولا تھا اُس پر اسٹیج پر چڑھتا ابراہیم آشنا بھی دنگ رہ گئے تھے اور باقی سب کا قہقہ گونجا تھا ۔ ات اوتے داہر برو

It's okay dahir bro

سچ میں تو میرے پر ہی گیا ہے میری جان ۔ داہر خان اُسکے گال چومتا بولا تھا ۔

تبا نہ بیگم دودھ پلائی کی رسم آخر میں کرنے کو بولی تھیں اُس سے پہلے کھانا شروع ہو چکا تھا پچاس ڈشیز رکھی گئی تھیں زو فاش جہان کو لیے شاندار دیوان پر بیٹھی تھی زو فاش مرچ مسالہ کم چکھتی تھی اُسے چاکلیٹس میٹھا کھانا زیادہ پسند تھا وہ ہاتھوں میں چاکلیٹ لے کر بیٹھی تھی پر کھا نہیں رہی تھی ۔ زو

فاش جسے اپنے خان کی فکر لگی ہوئی تھی ۔ پتہ نہیں

جہان آپکے ڈیڈ ا کہاں ہیں صحیح طرح ڈنر کر رہے

ہونگے یا نہیں آپ یہیں بیٹھو میری جان اٹھنا نہیں

ماما بابا کو کھیلا کر آئیں ! جہان ہاں میں سر ہلا تی

سما ئل کر گئی تھی وہ اپنے ماما بابا کے رشتے کو بہت

غور سے دیکھتی آئی تھی کیسے اُسکی ماما اُسکے بابا کے

پیچھے

Submissive wife

بن کر گھومتی تھیں ۔ زو فاش داہر خان کو ڈھونڈھے

بڑھی تھی وہیں چھوٹی سی جہان کی سیاہ چمکتی پر

کشش آنکھیں سامنے چھوٹے سردار پر اٹھی تھیں ۔جو

اپنی چھوٹی سی شیروانی پہنے اپنے ڈارک براؤن بالوں

کو اوپر کرتا یہیں آرہا تھا ۔جہان بلش کرتی نیچے اُتری

تھی اور چھوٹے چھوٹے قدم لیتی چھوٹے سردار کے

سامنے آئی تھی ۔ وہ رکا تھا اور اُسکا چھوٹا سا دل بھی

رکا تھا ۔

یہاں کیا کر رہی ہو چھوٹی سردارنی ! وہ صاف زبان

میں پوچھ گیا تھا اُسکا رعب اور پرسنلٹی پوری ابراہیم پر

تھی اور وہیں جہان نزاکت میں زو فاش کی کاپی تھی

۔ ابرا ۔۔چ چر دار! اتنا کہتی پیارا سا مسکراتی ہوئی

نگاہیں جھکا کر ہی اپنا ننھا ہاتھ آگے کر گئی تھی جس

میں چاکلیٹ تھی ۔ میرے لیے سردارنی !! ابر اش

پوچھ گیا تھا اور ساتھ اُسکا ننھا سا دوپٹہ سر پر کیا تھا ۔

وہ بلش کرتی جواب دے گئی تھی جہان کو ماما ڈیڈ ا

اور ابر ا ش سردار بولنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا تھا ۔

وہ چاکلیٹ کی بائٹ لیتا وہی چاکلیٹ جہان کے ہونٹوں کے پاس کر گیا تھا۔ وہ چھوٹی سی بائٹ لے گئی تھی چاکلیٹ ہونٹوں پر لگی تھی ابرا ش اپنی چھوٹی شال سے صاف کر گیا تھا۔ اپنا دوپٹہ اوڑھا کرو چھوٹی سردارنی اوکے ! وہ عاشق کی طرح حکم دے گیا تھا اور جہان مان گئی تھی۔

داہر خان جو زو فاش کو خاموش کاریڈور میں لیے دیوار کے ساتھ لگائے کھڑا تھا اور اُسکی نتھ کو چومتا

ہلکا سا دوپٹہ سا --یڈ کرتا گردن میں گھم ہوا تھا ۔

خان کوئی آجائے گا جہان کو چھوڑ کر آئی ہوں میں !

وہ بے بسی سے حیا میں لال ہوتی بولتی جا رہی تھی پر

اگلے ہی لمحے جو داہر خان نے کیا تھا زو فاش کے

چاروں طبق روشن ہوئے تھے وہ خود پر اُسکا بھاری

دوپٹہ ڈالتا اندر دل کے مقام پر گھس ---ا تھا دوپٹہ

ڈلا ہوا تھا اور گہری بے باک گستاخیاں شروع کر دی

تھیں ۔وُہ پورا بچہ بنا تھا جیسے جہان لپٹتی تھی ویسے

ہی لپٹا ہوا تھا ، سسکنا مت خانی یہ ہمارا کمرہ نہیں

جو کروں لب کا ۔۔ٹو یا مجھے کاٹ لو پر آواز نہیں

نکلے وہ حکم دے گیا تھا اور وہ خان کی خانی تھی

چپ چاپ مان گئی تھی کافی دیر وہ ایسے ہی لپٹا

رہا تھا ۔ کچھ دیر بعد کسی کی آواز آنے پر داہر خان

پیچھے ہٹتا اپنا کوٹ ٹھیک کر گیا تھا زو فاش اپنا دوپٹہ

صحیح کرنے میں لگی ہوئی تھی ۔ ڈنر تو اب پورا ہوا

لیکن یہ بس سٹارٹر تھا باقی اچھی طرح رات کو وصول

کرونگا کوئی رہائی نہیں تمہاری خانی! وہ پاس ہوتا اُسکا

دہکتا روپ دیکھتا پھر سے دیوار پر لاک کرتا بولا تھا ۔ پر

خان جہان ! فکر نہیں کرو میرا چھوٹا سردار میری پرنسز کے پاس بیٹھا ہے ! وہ آنکھ مارتا اُسکے لبو۔۔ں کو قید کر گیا تھا داہر خان خانی کی قربت کا دیوانہ بن چکا تھا ۔

آشنا بٹر اور چھوٹے سردار کو تلاش کرنے کے لیے مردانہ ہال کی طرف بڑھ رہی تھی اُسکا سردار تو جیسے مہمانوں کا ہی ہو کر رہ گیا تھا ۔ وُہ اپنا پستہ لہنگا پکڑے چل رہی تھی آج بھی آشنا کو کوئی دیکھتا تھا تو

پہلے ہی بول دیتا تھا وہ آج بھی دو بچوں کی ماما نہیں لگتی تھی اُسکا چہرہ ابھی بھی اٹھارہ سترہ سال کی آشنا والا لگتا تھا۔ وہ بھاگتی بڑھ رہی تھی اُسکے جگر کے ٹکڑے کہیں بھی نظر نہیں آرہے تھے یکدم کوئی اُسکا ہاتھ پکڑتا راہ داری میں کھینچ گیا تھا آشنا کی چیخ نکلتی وہ اُسکے لبوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا امبر آنکھیں پھٹی تھیں اُسکا سردار ایک ہاتھ اُسکی کمر پر رکھتا دوسرے ہاتھ سے اُسکی آوارہ لٹ کو کان کے پیچھے کر رہا تھا چہرہ سنجیدہ ہوا تھا ۔ آپ ! وہ تھوک نگل کر رہ گئی تھی

اُسکا سردار اُسکی سانسوں سے بھی زیادہ قریب کھڑا تھا

۔ مردانہ ہال کی طرف کیوں بڑھ رہی تھیں سردرانی !

آنکھیں سرد سنجیدہ تھیں وہ ایک آشنا کے پردے کو

لے کر کبھی کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا ۔وہ آپکے

بیٹوں کو ہی ڈھونڈنے نکلی تھی جو نظر نہیں آرہے

تھے آپ تو بس بابا سردار بن کر بیٹھ گئے ہیں شوہر

سردار بن جائے گے تو کیا ہی ہو جائے گا ۔ لہجہ

شکوہ کن تھا ۔ ابراہیم کو اُسکی معصوم ناراضگی اچھی

لگی تھی ۔ کیا چاہتی ہو بھرے مجمعے میں پیار کروں

وہ تو میں کرتا ہوں بس انداز دوسروں سے الگ ہوتا

ہے یہاں ہوتے ہوئے بھی ایک لمحے کو بھی اپنی

گڑیا کا خیال دل سے جاتا ہی نہیں تم تو مجھے آج بھی

چودہ سال والی چھوٹی سی آشنا ہی لگتی ہو جو اپنی

معصومیت سے اِس دل پر وار کرتی اپنی گرفت میں

لیتی اِس سردار کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا دلبر بنا

گئی تھی کیوں میری دلبر ا! وہ اُسکے گال پر لب رکھتا

سوال کر گیا تھا آشنا کی گھنیری پلکیں سجدہ ریز ہوئی

تھیں دل اپنی جگہ سے ہلتا دو سو کی سپیڈ پر دوڑنے

لگا تھا ۔ وہ جواب دیتی ہی بٹر کی کوئی واردات کی آواز آئی تھی کوئی لڑکی چیخیں مارتی رو رہی تھی ۔ کیا کر دیا آپکے بیٹے نے آشنا ! میرا بیٹا بس کیا آشنا ناراض ہوئی تھی ۔ نہیں نہیں ہمارا چلیں دیکھیں اُسے ۔ ابراہیم بھول جاتا تھا اُسکی گڑیا بھی تو ابھی بچی ہی تھی ۔

بٹر ایک چھوٹی سی دو سال کی لڑکی کو پکڑے اُسکے ہو نٹو ۔۔۔ پر لب رکھنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا وہ بچی رو رہی تھی اتنے میں آشنا ابراہیم وہاں پہنچتے اور وہ

منظر دیکھتے رہ گئے تھے بٹر عمران ہاشمی کا رول نبھا
رہا تھا اِس سے پہلے وہ کس کرتا اُس لڑکی کا تین
سالہ بھائی اُسے دھکا دے گیا تھا ۔ اوئے اشیر پاس
نہ آنا میری بہن کے ! بٹر منہ پر ہاتھ پھیر گیا تھا ۔
تیتے تو پٹر تودے دا نہیں) تیرے کو بٹر چھوڑے گا
نہیں ۔ وہ دھمکی لگاتا پیچھے بڑھنے لگا تھا آشنا اُسے
پکڑتی ایک لگا گئی تھی بٹر گال پکڑتا موٹے موٹے
آنسو بہانے لگا تھا ۔ بہت ہی بتا میز ہو گئے تم بٹر !
آشنا کا بس نہیں چل رہا تھا دو تین اور لگا دیتی ۔ آشنا

اسے کیوں مار رہی ہیں کتنی دفعہ میں نے آپکو بولا

ہے اسے فیڈر دیتے وقت بھی فون نہیں دیا کریں

آپ میری سنتی نہیں ہیں ! ابراہیم آج پہلی بار غُصہ

ہوا تھا اُسے بٹر کی حرکت پسند نہیں آئی تھی بٹر

معصوم بنا کھڑا تھا ۔ جیسے صاحب زادہ نے کوئی حرکت

کی ہی نہ ہو ۔ آشنا کو ایسا لگا تھا اُسکا سردار اُس سے

ناراض ہو چکا ہے وہ بٹر کو دیکھتی جانے لگی تھی ۔

اسے لے کر جاؤ ساتھ آشنا ! ابراہیم سختی کر گیا تھا ۔

آپکا بھی بیٹا ہے خود ہینڈل کریں اور میں اِس سے

بات نہیں کر رہی یہ اپنی ماما کو بابا سے ڈانٹ
پڑھوانے کی وجہ بن رہا ہے ۔ یہ کہتی چلی گئی تھی
ابراہیم بٹر کے پاس پنجوں کے بل بیٹھا تھا جو اُس
لڑکی کے بھائی کو قہر بار نگاہ سے دیکھ رہا تھا بٹر کا
انتقام لینے کا ارادہ تھا جس نے اُسکی رومانٹک ڈیٹ
برباد کر دی تھی ۔
اشیر کہاں سے سیکھی آپ نے یہ حرکت ! ابراہیم
سانس چھوڑتا تحمل سے سوال کر گیا تھا وہ اشیر پر
ابھی سختی نہیں کرنا چاہتا تھا پہلے ہی آشنا ایک لگا کر

گئی تھی ۔وہ زرتا تو تو دیتا سیکنڈ ماما توتت ترتے

مدے بھی ترنی تی میں ترتا ہوں (وہ زر خان چاچو کو

دیکھا تھا سیکنڈ ماما کو کس کرتے مجھے بھی کرنی تھی

میں بھی لڑکا ہوں)

یہ سنتے ابراہیم لب بھینچ کر رہ گیا تھا وہ زر خان کی

کلاس لینے کا ارادہ رکھتا تھا جو بچے کے آگے یہ سب

کر رہا تھا اوپر سے سردارنی کو بھی منانا تھا جو روٹھ کر

بھاگ چکی تھی ۔جاؤ آئندہ ایسی حرکت دیکھی میں نے

بابا کبھی آپ سے بات نہیں کریں گے سوری بول

کر آؤ اُس بے بی گرل کو ! وہ سمجھا رہا تھا ۔ میں نہیں مندوں دا وہ بیتی بیتی ہے پر اُتے بھائی تو نہیں توروں دا (میں نہیں مانگوں گا وہ میری بیوی ہے پر اُسکے بھائی کو نہیں چھوڑوں گا) وہ کہتا گنڈا بنا بھاگ گیا تھا ابراہیم پیشانی مل کر رہ گیا تھا ۔کیسے ہینڈل کرے بیوی اور بیٹے کو ایک چھوٹا سردار تھا جو اُسکی سنتا تھا ۔

ایمل ریسٹ روم میں ہی کھانا کھا رہی تھی عمل باہر
تبا نہ بیگم کے پاس تھا کبیر جان کبیر کی تلاش میں
یہاں نِکل آیا تھا اِس عورت کو دیکھے بنا کہاں اُسکے
رات دن کٹتے تھے جب مہینوں مہینوں وہ اُسکی
نگاہوں سے اوجھل ہوتی تھی تو وہ اُسکی تصویر جو دل
میں بسائے ہوئے تھا اُس سے گزارہ کر لیتا تھا۔
جیسے ہی وہ ریسٹ روم کے دروازے پر پہنچا تھا ایمل
کو پھندا لگا تھا کھا تے ہوئے وہ تیزی سے بڑھتا ہر بڑا
تا ہوا گلاس میں پانی ڈال گیا تھا ایمل بری طرح کھا

نس رہی تھی پھندا لگا ہی اتنا برا تھا آنکھوں سے نمی
گرنے لگی تھی وُہ کھانستی جا رہی تھی کبیر اُسکے پہلو
میں بیٹھتا ایک ہاتھ پیچھے اُسکی پشت پر مسلتا ہوا
پانی کا گلاس اُسکے لبوں سے لگا گیا تھا ایمل غصے
سے دیکھتی نمی ساتھ گلاس دور کرنے لگی ہوئی تھی
۔ پی لو ایمل پلز کیوں خود پر ظلم کرنے کے ساتھ
اِس پر بھی کر رہی ہو ! وہ پیٹ کی طرف اشارہ کر
گیا تھا ایمل بلی آنکھوں میں دیکھتی پانی پینے لگی تھی
جب سانس ٹھیک ہوئی تو وہ گلاس پیچھے کرتی بے

رخی سے رخ پھیرتی ہی کبیر کا ہاتھ اُسکے بھرے

بھرے سراپے پر لہرانے لگا تھا ایمل کی سانسیں

گہری ہوئی تھیں وہ پاس ہوتا اپنا سر اُسکے کندھے پر

رکھتا آہستگی سے بولا تھا جو صرف ایمل ہی سن سکتی

تھی ۔ کیوں اتنا امتحان لے رہی ہو میری دشمن جان

کبھی ایسے بھی بلا لیا کرو اپنے کوچے میں تمہارا سر

پھرا عاشق ہی ہوں سر پھرا تو رہا نہیں ہاں فقیر ہی

سمجھ لو ! وہ فروک ہلکی سی ۔۔ کرتا وہاں لب رکھ گیا

تھا ایمل پیچھے کرنے میں لگی ہوئی تھی وُہ اُسے دونوں

کندھوں سے پکڑتا اُسکے رسیلے لپسٹک سے سجے لبوں کو

قید کر گیا تھا اور لمحہ بھر لمحہ اُسکی سانسیں پینے لگا تھا

ایک ہاتھ گال پر رکھا تھا اور دوسرا وہ پیٹ پر لے

جانے لگا تھا ایمل اُسکے لب کو کاٹتی دونوں ہاتھوں

سے پیچھے دھکا دے گئی تھی ۔ کبیر نا سمجھی سے

اُسے دیکھتا اپنی آئی برو مسل کر رہ گیا تھا ۔دور رہیں

اور خبردار میرے بچوں پر حق جتایا ہو خود سے آپکو

میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں اتنا حق نہیں دیا

آپکو خود سے آنے کا ، وہ تنک کر بولتی اپنا دوپٹہ

ٹھیک کرتی ریسٹ روم سے نکل گئی تھی اور کبیر
ہنستا ہوا سگرٹ سلگا کر صوفے پر سر گرا گیا تھا اُسکی
عورت ہی اتنی خود سر تھی کہاں کچھ سمجھنے کو تیار
تھی خود کی اولاد کہتی پھرتی تھی کیا وُہ بھول گئی تھی
اِس اولاد کو لانے میں اُسکا بھی عمل دخل شامل تھا

-

یہ کیا بات ہوئی زر خان بھائی ایک کروڑ کا چیک ہی
دے ڈالا اپنی بہنوں بھابیوں کو بھلا کچھ تو ہمیں

یہاں لڑتے جھگڑتے مانگنے دیتے آشنا چیک پکڑے
دیکھ رہی تھی ابراہیم اپنی گڑیا کی عجیب غریب باتوں
پر سر پکڑ گیا تھا جو آج زوئی اور خود کا پورا رول ادا کر
رہی تھی ۔ وہ ابراہیم کو دیکھتی منہ بنا گئی تھی اپنے
سردار سے کٹی کر بیٹھی تھی ۔ منا لونگا تمہیں سردارنی
! ! اور چھوٹے سردار کو گود میں بیٹھا گیا تھا بٹر سب
سے آگے بیٹھا تھا دودھ پلائی لینے کو ۔ زر خان نے
اُسے سو روپے کا نوٹ پکڑا دیا تھا جسے وہ شان کے
ساتھ اپنی پاکٹ میں ڈالتا پاکستان کا امیر ترین بچہ بن

گیا تھا ۔ بس کریں آشنا بھابھی آپ لوگوں کی رسمیں
ختم ہونے کا نام نہیں لے رہیں مجھے اور زو حال کو
اجازت دیں اگر نہیں دیتے تو ہم خود ہی رخصت ہو
کر جا رہے ہیں ! وہ پریشان حال بیٹھا تھا اُسکا بس
نہیں چل رہا تھا جلد از جلد اپنے کمرے میں ڈورا کو
اٹھاتا پہنچ جائے ۔ دیکھ رہو ہو ابراہیم چھوٹے دورانی
کی بے تابیاں ! داہر خان مونچھوں کو تاؤ دیتا زو فاش
پر نگاہ ڈال گیا تھا جو آنکھیں نیچی کر گئی تھی اُسکا
خان تو آج نیا نیا عاشق بنا گھوم رہا تھا ۔ گاڑیاں تیار

کرو زو حال کی رخصتی کا وقت ہوا جاتا ہے ! ابراہیم دل پر پتھر رکھتا بولا تھا اپنی بچی اپنی بہن کو رخصت کرنے جا رہا تھا دل بوجھل ہوا تھا۔ عجب سا درد اُترا تھا کبھی اللہ نے اُسے بیٹی دی تو رحمدل سردار کیسے اُسے رخصت کرے گا۔

ڈورا اپنے ماما بابا سے ملتی ابراہیم کے سینے سے لگی تھی ۔ بھائی جان ! شش رو مت میرا بچہ اگر زر خان تنگ کرے اپنے میکے آجانا لیکن میں جانتا ہوں میرا

چھوٹا میرا ہی عکس ہے وہ تمہیں پھولوں کی طرح رکھے گا ! وہ زو حال کے سر پر ہاتھ رکھتا رخصت کر گیا تھا ۔ گاڑیاں سفید حویلی نکل گئی تھیں وہاں جا کر سسرال کی طرح زو حال زر خان کا ویلکم بھی کرنا تھا

قسط: 17

زر خان اپنا ہاتھ آگے کر گیا تھا وہ خود اپنی بی ایم ڈبلیو ڈرائیو کرتا ڈورا کو لیے کر سفید حویلی پہنچا تھا

ساتھ ہی ایمل کبیر دورانی داہر خان زو فاش اور باقی

پورا خاندان اپنی اپنی گاڑیوں سے اترتے حویلی کے

بڑے شیشے کے دروازے کے پاس آن کھڑے

ہوئے تھے مین انٹرنس دوڑ پر ابراہیم آشنا کھڑے

تھے ویلکم کرنے کے لیے زر خان اپنی طرف کا

دروازہ کھولتا باہر نکلا تھا اور زو حال کی طرف بڑھتا

اُسکی طرف کا دروازہ اوپن کرتا اپنا ہاتھ آگے کر گیا

تھا زو حال آج پورا کا پورا چاند لگ رہی تھی وہ پیو ر ریڈ

لہنگے میں ان چھو ئی کلی لگ رہی تھی ویسے بھی

شادی کے لیے اُس نے اچھی خاصی ڈائٹنگ کی تھی

جس سے اُسکے بدن کے خطوط ایک لہر کی مانند ڈھلے

ہوئے تھے وہ بہت ڈیلیکیٹ دلہن لگ رہی تھی ۔ وہ

حیا میں ڈوبی ہوئی تھی آج اُسکا سنکی پورا کا پورا اُسکا

آفیشل شوہر بن چکا تھا وہ نگاہیں اٹھا گئی تھی شہد

رنگ کی آنکھیں شہد رنگ میں ہی گڑھی تھیں ۔ آ

ئیے بیگم صاحبہ آپکے شوہر کا آشیانہ آگیا ہے ۔ وہ

گہری گرم حق بھری نگاہ سے دیکھتا جا رہا تھا ۔ وہ لبوں

پر مسکان سجائے گھنیری پلکیں جھکا تی باہر نکلی

تھی ۔ وہ ہاتھ میں ہاتھ لیتا بیچ میں کھڑا ہو گیا تھا اور
اپنے بھائیوں کی طرف دیکھا تھا ۔ ابراہیم مسکراتا ہوا
حکیم کو حکم دے گیا تھا اتنے میں پوری حویلی میں
آتش بازی شروع ہوئی تھی ایسا لگ رہا تھا سفید حویلی
بھی اِس حویلی کی جان دو چھوٹے لوگوں کی خوشی
میں برابر کی شریک تھی ڈورا کی آنکھیں نم ہوتی مزید
وہ زر خان کا ہاتھ مضبوطی سے تھام گئی تھی بیس
سال کی عمر میں اُسکی زندگی کا حسین اور مکمل سفر
شروع ہوا تھا جو مزید حسین ہوتا فیری ٹیل لکھنے والا

تھا زر خان اُسکی دودھیا انگلیوں کو خود کی انگلیوں میں

اُلجھا گیا تھا دونوں کی نگاہوں کا تبادلہ ہوا تھا ۔ وہ

جھکتا کان کے پاس مدھم سا پوچھ گیا تھا ۔ کیسا لگ

رہا ہے پورا کا پورا میری دسترس میں آکر مسز زر خان

دورانی ۔ بہت اچھا ایسا لگ رہا ہے جیسے آج میں

ساری کی ساری آپکی ہو گئی ہوں ۔ پھر چلیں اپنی

نئی گھر ستی کی طرف ۔ آنکھوں سے ہی آخری دفعہ

حامی لینی چا ہی تھی ۔ ہمم ! ڈورا نے حامی بھری تھی

پٹاخوں کی گونج بھی بڑھی تھی ۔ اور اُو دلبر ا کہانی

کے سب سے پیارے چھوٹے کپل کی نئی زندگی کا

آغاز شروع ہو گیا تھا ۔

سب مین سیٹنگ ہال میں بیٹھے تھے جہاں سے

چاروں طرف راہ داریاں اور گول گول اوپر جاتی جدید

سیڑھیاں نظر آتی تھیں ۔ ڈورا زر خان کو آمنے سامنے

نیچے ریڈ مخملی گدو ں پر بٹھایا ہوا تھا اور کھیر چٹائی کی

رسم چل رہی تھی ۔ سب لڑکے لڑکیاں بڑھے بوڑھے

موجود تھے دونوں کے بیچ ایک طرف زو فاش اور ایک

طرف آشنا بیٹھی ہوئی تھی زر خان کی طرف داہر خان
تھا وہیں ڈورا کے پیچھے ہی صوفے پر اُسکا بڑا بھائی
ابراہیم بیٹھا تھا سلطان دورانی تھکا و ٹ کی وجہ سے
ریسٹ کرنے چلے گئے تھے لیکن باقی سب موجود تھے
۔ تو بھی آ جا کبیر نیچے میرے ساتھ شغل لگا تے ہیں
زن مرید کم بن ۔ داہر خان بیٹھا بیٹھا مزے لے گیا
تھا ۔ کبیر پانی کا گلاس بھرتا ایمل کو پکڑا رہا تھا
ایمل یہ سنتی خفگی چہرے پر سجائے کبیر دورانی کو
دیکھنے لگی تھی ۔ میں کم ہی ہوں تو اپنی بتا داہر خان

پورے گلگت میں تیری زن مرید ی کے چر چے
بڑے ہی ذوق سے گونج رہے ہیں اور یہاں بھی زد و
عام ہو چکے ہیں ۔ وہ ہنستا جواب دے گیا تھا ۔ کتنے
مہینوں بعد کبیر اپنے جگری یار کی بات پر مسکراتا
جواب دے گیا تھا ۔ زو فاش کا رنگ لال ہوا تھا اُسکا
خان ایسی ویسی باتیں کرتا اُسے ہی شرما نے پر مجبور
کر جایا کرتا تھا ۔ چل آ بھی جا بیٹھ یہاں ۔ داہر خان
آنکھ مارتا بلا گیا تھا جب تک کبیر پر طعنے تشنے نہیں
کر لیتا تھا اُسے روٹی ہضم نہیں ہوتی تھی ۔ آرہا ہوں

انتظار کر نہیں نہیں بلکہ آپ سب شروع کریں ۔ وہ مختصر کہتا ایمل کے پاس جھکا تھا ۔ جان کبیر آرام کر لیں تھک جائیں گی ۔ آواز میں انتہا کی محبت اور خلوص تھا وہ اِس لڑکی کے آگے بارہ سال پہلے ہی ہار چکا تھا ۔مجھے نہیں جانا میں یہیں بیٹھی ہوں اور کتنی دفعہ بولا ہے حق کم جتایا کریں ۔وہ اکھر مزاج میں کہتی سبز آنکھیں پھیر گئی تھی اور عمل پر نظر گئی تھی جو بڑ اشیر کے ساتھ بیٹھا تھا ۔ کبیر بھّی پاس لیکن فاصلے پر بیٹھتا سر ہلکا پیچھے گرا گیا تھا یہ سب

اُس نے ہی چنا تھا اِس بے حس لڑکی کو دل دینا

بھی اُسکے بس میں نہیں تھا اور نہ ہی اُس وقت

ٹوٹے دل کے ساتھ کسی لڑکی کو اپنے نکاح میں لینا

اُسکے بس میں تھا وہ ہر طرف سے ہارا ہوا مرد تھا۔

میری زوئی جیت گئی آشنا اچھلتی تالیاں بجا گئی تھی

کھیر سے سب سے زیادہ زو حال نے ہی زر خان کا

چہرہ گندا کیا تھا۔ ابراہیم اپنی شہد رنگ کی آنکھیں اپنی

سردارنی پر لگائے ہوئے تھا جو کھیر کی رسم کرتی بھی

چھوٹی بچی بنی تھی ۔ بڑ بھی ڈانس کرنے لگا تھا ۔

کیا کیا چھوٹے دورانی مت بن اتنا جورو کا غلام آج تو

جیت جاتا بیشک اندر جا کر سب ہار جاتا ۔ داہر خان

کو یہ رسم بھی جیتنی ہی تھی ۔ زو فاش اپنے خان کے

کام دیکھ رہی تھی جو زر خان سے زیادہ خود اِس رسم کو

سیریس لیے بیٹھا ہوا تھا ۔لالہ پلز بس کر دیں ابھی

شادی ہوئی ہے میری اپنے کمرے کا تو ہونے دیں

بعد میں تیس سال بعد آپکی ہر خواہش پوری کرتا ہر

رسم جیت جاؤنگا ۔ زر خان خود سب ہارا تھا اُسے بس

جلدی کمرے میں جانا تھا اور اپنی ڈورا کا اچھی طرح

دیدار کرنا تھا ۔ کیا کہنا چاہتے ہو میں بوڑھا ہو جاؤں وہ

تمہاری سوچ ہے چھوٹے دورانی داہر خان جب تک

ہے اپنی پرسنلٹی کبھی مانند پڑنے نہیں دے گا ۔ وہ

مونچھوں کو تاؤ دے گیا تھا سب داہر خان کی بات

پر واہ وا وا ہی کر گئے تھے ۔

آشنا زو حال کو اُسکے کمرے میں چھوڑتی چھوٹے سردار

کو گود میں اٹھا گئی تھی وہ آشنا کی کمر پر لٹکا ہوا تھا

بٹر جو پیچھے پیچھے چہرہ لٹکائے چل رہا تھا لڑکی کو کس کرنے والے انسیڈنٹ کے بعد اُسکی ماما نے اُسے بلکل پیار نہیں دیا تھا ۔ اور بٹر کا اُس باہری لڑکی پر دل آگیا تھا جو ابھی بھی اُسکے سفید محل میں موجود تھی بٹر اوڑھتے آوارہ بھورے کی طرح ابھی پھر اُسکا نظارہ کر کے آیا تھا اور اُسکے بھائی کے لیے تو صاحب زادے نے الگ ہی پلیننگ کر رکھی تھی ۔وہ پیچھے سے پیارا معصوم بنتا آشنا کو پکار گیا تھا ۔۔ماما دی پیٹ پٹر ٹوری (ماما جی پلز بٹر سوری

وہ اتنا کیوٹ بولا تھا ابراہیم جو اپنے کوٹ کو ایک ہاتھ
میں پکڑتا پیچھے ہی آرہا تھا وہ بٹر کی معافی تلافی سنتا
خوش ہوا تھا اُسکا بیٹا بڑا ہو رہا تھا مانا حد درجے کا
شیطان تھا لیکن رشتے بھی نبھا نہ نہیں بھولتا تھا
۔جاؤ بٹر اپنے بابا کے پاس ماما آج تو آپ سے بلکل
بھی بات نہیں کر رہی ہیں ۔ وہ شکوہ کن ہوتی
سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی بٹر وہیں کھڑا چہرہ جھکا گیا تھا
ابراہیم کو پسند نہیں آیا تھا آشنا اپنے بیٹے سے ناراض
ہو ۔ آشنا ۔ وہ اُسے پکارتا پیچھے بڑھا تھا اور ننھے بٹر کو

گود میں اٹھا گیا تھا ۔آشنا رکی تھی پر اپنے سردار کو نہیں دیکھا تھا ۔ خود ہی ہینڈل کریں اپنے بیٹے کو جسکی وجہ سے آپ بس مجھ پر آجکل چلا رہے ہیں سردار صاحب ۔ وہ نم لہجے میں اپنی ناراضگی جتا تی اوپر بڑھنے لگی تھی ۔ سنیں آشنا ۔ وہ مزید بولتا آشنا بیچ میں کچھ ایسا بول گئی تھی ابراہیم کو احساس ہوا تھا اُسکی سردارنی چھوٹی سی ڈانٹ پر روٹھ گئی تھی اُسے گڑیا کی طرح پالنے والا بھی تو وہی تھا تو روٹھنا ناز نکھرا کرنا بنتا تھا ۔ وہ بس ہلکا سا مسکرا گیا تھا اور

ڈمپل نمایاں ہوا تھا ۔ آپکی گڑیا نہیں رہی نہ اِس لیے

ڈانٹ لگا رہے ہیں جائیں اپنی سرداری ذمے داریاں

سنبھالے ۔ وہ چہرہ پیچھے موڑ تی بولی تھی امبر آنکھیں

جھلک رہی تھیں ابراہیم لمبا سانس لے گیا تھا وہ

بڑھتا اُسے مناتا اُس سے پہلے ہی دائود دورانی آئے

تھے ۔ ابراہیم ۔ جی بابا وہ آشنا کو دیکھتا اپنے بابا کی

طرف متوجہ ہوا تھا وہیں آشنا کمرے کی طرف بڑھ

گئی تھی ۔ بیٹا سارے انتظامات دیکھنے ہیں جانتے ہو

نہ کل ولیمہ میں بہت ہی بڑی معزز شخصیت گلگت

بلتستان کے سردار بھی آرہے ہیں داہر خان کے
دوست و غیرہ ۔ وہ کہتے بٹر کا گال کھینچ گئے تھے جو
ابراہیم کی گود میں معصوم شہزادہ بن کر چڑھا ہوا تھا
۔ جی بابا میں سب دیکھ لونگا ۔ ٹھیک ہے میں تمہاری
مام کو سر درد کی ٹیبلٹ دے دوں بیٹی کی رخصتی
کے بعد روتی رہی ہیں ۔اپنی مام کا سنتے ابراہیم فکر
مند ہوتا جانے لگا تھا ۔ میں دیکھتا ہوں بابا ۔ نہیں تم
ایک دفعہ انتظامات دیکھ لو میں تمہاری مام کو دیکھتا
ہوں وہ بٹر کو پیار کرتے اپنے کمرے کی طرف قدم

بڑھا گئے تھے ۔ چلو بٹر تم بابا کے ساتھ ورنہ مزید تمہاری ماما تمہیں ڈانٹ لگائے گیں کیوں ایسے کام کرتے ہو ماما بابا سے بھی ناراض ہو گیئں ۔ وہ پیار سے اُسے احساس دلا رہا تھا ۔ ٹوری بابا (سوری بابا) وہ معافی مانگتا ابراہیم کے کندھے پر سر رکھ گیا تھا ۔ وہ اُسکے بالوں پر لب رکھتا مردان کی طرف بڑھ گیا تھا

۔

ایمل اپنے کمرے میں چلی گئی تھی عمل بھی ساتھ ہی تھا وہ مزید نیچے بیٹھ نہیں سکتی تھی کیونکہ زیادہ دیر بیٹھنے سے کمر کا درد بڑھ جاتا تھا اِس پریگننسی میں ایمل کا وزن زیادہ نہیں بڑھا تھا اور پیٹ بھی اتنا نمایاں نہیں ہوتا تھا جب وہ لوز کپڑے پہنتی تھی اِس بار ایمل کی طبیعت اللہ کے حکم سے ٹھیک تھی وُہ اپنی ڈاکٹر کے پاس منتھلی چیک اپ پر تھی ۔ وہ کمرے میں جاتی عمل کو بیڈ پر بیٹھا گئی تھی ۔ عمل اپنی ماما کو معصومانہ انداز میں دیکھ رہا تھا وہ بھی ایمل

کا ویسا پیار چاہتا تھا جیسے آشنا بڑ اشیر کو دیتی تھی اور

زو فاش جہان کو ۔رکو میں کپڑے نکال کر دیتی ہوں

چینج کرو اور اچھے بچوں کی طرح فیڈر پی کر سو جاؤ اور

کوئی شیطانی نہیں عمل ۔ وہ ایک ربوٹک ماں کی طرح

بول رہی تھی ۔ وہ الماری کی طرف بڑھتی عمل اُسکا

دوپٹہ پکڑ گیا تھا ۔ کیا ہوا عمل ۔ماما آپ تے پات

تونا ۔ وہ ڈر ڈر کر کہہ گیا تھا ۔ میرے پاس ہی سو گے

۔ ماما تود میں تونا) ماما گود میں سونا ۔ وہ چھوٹے سے

دل کی خواہش بتا گیا تھا پر ایمل ایسا نہیں چاہتی

تھی وہ شروع سے عمل کو ایسے بڑا کر رہی تھی وہ

خود پر انحصار کرے اُسے کسی بھی رشتے کی ضرورت

نہیں پڑے کیونکہ اُسکی سوچ یہی تھی وہ جلدی کبیر

سے آزادی لے لے گی پھر وہ اپنے بچوں کو سنگل

مام بن کر بڑا کرے گی اور باہر شفٹ ہو جائے گی

اور پھر بس خود کے لیے جیے گی ۔

عمل ماما نے کتنی دفعہ سمجھایا ہے ایسے ضد مت کیا

کرو

U are a strong boy..

تو اکیلے سب کرنا سیکھنا ہو گا وہ اُسکے گال پر نرمی سے ہاتھ رکھ گئی تھی ۔ عمل جو محض دو سال کا معصوم بچہ تھا اُسے یہ سب باتیں سمجھ نہیں آتی تھیں اُسے بس اپنی ماما بابا کا پیار چاہیے تھا اور بچوں جیسا۔

Ok you are not a mummy dadda baby !

وہ خود کی آزاد سوچ رکھ گئی تھی ایمل شروع سے ہی آزاد خیال تھی وُہ بدلی تھی تو محض کبیر کے لیے ورنہ

وہ تبا نہ بیگم کی تربیت لینے کے با وجود بھی ایلیٹ کلاس کی ماڈرن لڑکی کی طرح جیتی آئی تھی۔

پر عمل کو آج اپنی ماما چاہیے تھیں اور بٹر کو آج وہ کافی مرتبہ ضد کرتا دیکھ چکا تھا اور وہ اُس سے کافی کچھ سیکھ چکا تھا ۔ ماما پیت عمل آپ تے پات توئے گا ٹوٹا بے بی بن تر (ماما پلز عمل آپکے پاس سوئے گا چھوٹا بے بی بن کر) عمل کے اتنا کہنے پر ایمل کی ممتا جاگ اٹھی تھی ۔اچھا ماما پھر چینج کر کے آتی ہیں پھر عمل کو سلا تی ہیں وہ اُسکا گال

چومتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی آج اُسکا کوئی ارادہ نہیں تھا کبیر سے حق لینے کا۔ عمل کا ننھا دل خوش ہوا تھا اتنے میں بٹر چلتا عمل کے پاس آیا تھا ۔ تمل تلو !! تحا ں پٹر ماما اند دئی ہیں (کہاں بٹر ماما اندر گئی ہیں) ۔ اتے تم تلو تمل کتی تا بینڈ بتانا ہے (ارے تم چلو عمل کسی کا بینڈ بجا نا ہے (

وہ اُسکا ننھا سا ہاتھ پکڑتا کمرے سے نکل رہا تھا ایمل بلیو شلوار قمیض میں ملبوس ایسے ہی باہر آتی دونوں

کو جاتا دیکھتی آواز لگا گئی تھی ۔ بٹر عمل بیٹا کہاں جا رہے ہو ۔ عمل اور بٹر رکتے ایمل کی طرف مڑے تھے ۔ چھوٹی ماما میں تمل تے تا ت مٹن پر دا رہا ہوں خدا حافظ (چھوٹی ماما میں عمل کے ساتھ مشن پر جا رہا ہوں خدا حافظ) کہتا نکل گیا تھا ایمل بٹر کے آگے کچھ بول ہی نہیں سکی تھی ۔وہ لا جواب تھی بٹر ڈھائی سال کا تھا پر الگ ہی لیول کا تھا ۔

کبیر کب سے مردان میں بیٹھا سگرٹ پر سگرٹ پیے

جا رہا تھا ۔ سردار ابرا ہیم سامنے صوفے پر بیٹھا تھا ۔

کمرے میں نہیں جانا کیا ۔ کون ہے جو میرا انتظار کر

رہا ہو گا ۔ وہ سر گراتا آنکھوں پر ہاتھ رکھتا مدھم سا

ہنسا تھا ۔ کبیر فیصلہ لو لیکن عمل کی طرف ضرور

دیکھنا ہم سب نہیں چاہتے عمل دونوں ماں باپ کے

پیار سے دور رہے ۔ وہ بڑے بھائی کی طرح سمجھا رہا

تھا ۔ جانتا ہوں لیکن وہ نہیں سمجھتی کیا کروں ۔ وہ

سیدھا بیٹھتا زمین پر نگاہیں گاڑھے ہی بولا تھا ۔ آگے

سے ابراہیم خاموش رہا تھا جانتا تھا آگے ہی اُسکا بھائی بہت تکلیف سے گزر رہا تھا ۔

زو فاش سوئی ہوئی جہان کو گود میں لیے اوپر جا رہی تھی وہ ابھی ابھی بی جان کے کمرے سے نکلی تھی ڈورا کو آشنا اور زو فاش دس منٹ پہلے ہی زر خان کے کمرے میں بیٹھا کر آگئی تھیں ۔

خانی ۔ داہر خان فون پر لگا تھا اُسکے سردار دوست کل آرہے تھے مارگلہ تو وہ بھی کافی انتظامات دیکھتا

ابھی ابھی باہر سے اندر داخل ہوا تھا۔جي خان ۔۔ وہ رکتی مٹھاس بھرے لہجے میں کہتی آنکھیں جھکا گئی تھی ۔ اُف یہ ادائیں نزاکت ۔ یہی تو ادائیں داہر خان کو پاگل کرتی تھیں ۔ میں آتا ہوں کمرے میں لیکن آج رات کی تیاری تمہاری جانب سے ہونی چاہیے ۔ وہ سوئی ہوئی جہان کے بالوں کو چومتا زو فاش کے کندھے پر لب رکھتا اپنی سیاہ مقناطیسی آنکھوں سے ہی بہت کچھ بتا گیا تھا ۔ وہ ہاں میں سر ہلا تی تیاری کرنے بڑھ گئی تھی آج رات زو فاش ہی سب

کرنے والی تھی اور یہ رات دونوں کے بیچ بہت ہی خوبصورت ہونے والی تھی ----------

پٹر در داو دے بابا ادائے دیں (بٹر گر جاؤ گے بابا آجائیں گے) -- عمل نیچے کھڑا بٹر کو بتا رہا تھا جو کبیر پاپا کے ڈریسنگ روم میں چھوٹے سے سٹول پر چڑھا ٹریمر اُتار رہا تھا اُس نے کئی دفعہ کبیر کو اِس سے اپنی بیئرڈ ٹرم کرتے دیکھا تھا اپنے بابا سردار کی بھی لا سکتا تھا لیکن وہ اپنے والدین کے کمرے میں

نہیں گیا تھا اُسکی اکلوتی ماما نے بول چال بند کی
ہوئی تھی ۔

مل دیا ۔ وہ ٹریبر ہاتھ میں پکڑتا خوشی خوشی بتا گیا تھا
عمل نے بھی تالی بجانا فرض سمجھا تھا ۔ وہ بھی سفید
حویلی آکر بچوں کی طرح خوش ہوتا کھیل رہا تھا اور زندگی
جی رہا تھا ۔دونوں ہاتھ پکڑ کر کسی محاذ پر نکل گئے
تھے ----------

زر خان دورانی کا پورا کمرہ گلاب کے پھولوں سے
مہک رہا تھا اور چھوٹی چھوٹی مرچی لائٹس سے سجایا

گیا تھا زو حال کا لہنگا بیڈ پر پھیلا ہوا تھا اور وہ بیچ میں
بیٹھی تھی حسین چہرے پر گھونگھٹ پڑا ہوا تھا اُسکا
دل دھڑک رہا تھا وہ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں ایک
دوسرے میں پیوست کرتی چیخ رہی تھی نظر اٹھتی اور
سامنے کمرے کے دروازے پر جا لگتی لیکن اُسکا سنکی
ابھی تک نہیں آیا تھا پندرہ منٹ ہو چکے تھے ۔
وہ اپنے دل کو مُٹھی میں بھر تی سانسیں لے گئی
تھی پورا بدن لرز رہا تھا بہت دفعہ زر خان دورانی
قریب آیا تھا لبوں کو چھو ہا تھا دھڑکنوں کو بھی لپٹا تھا

گہرائیوں کو بھی چھو کا دیکھا تھا لیکن کبھی ویسے حق نہیں لیا تھا حق رکھتے ہوئے بھی وہ یہ سب رخصتی کے بعد چاہتا تھا اور آج کی رات الگ ہونے والی تھی ڈورا اتنا تو جانتی تھی بیڈ سلامت نہیں رہنے والا تھا ویسے بھی وہ سب دیکھ کر اور اپنی بھابھی و غیرہ سے مشورہ ایکسپیرینس لے کر آئی تھی اِس رات اور کیا کیا مرد کر سکتا تھا ۔ زو فاش آشنا نے بہت کچھ بتایا بھی تھا اور سمجھایا بھی تھا۔

کیسے کرونگی اُن کو برداشت دوڑا سوچ میں جاتی انگلی
لبوں کے بیچ رکھتی چبھانے لگی تھی ۔ اتنے میں
کمرے کا دروازہ کھلا تھا ڈورا کا دل رکا تھا وہ آگیا تھا
اُسکا سنکی آگیا تھا آج تو زو حال کے بچنے کے چانسز
کم تھے آج اُسکا دورانی مائیکل موروثی بننے والا تھا وہ
پہلے ہی فون پر کہہ چکا تھا وہ ٹوٹ کر اُترے گا اور
پہلے مہینے میں وہ اُسے خوش خبری دینے پر مجبور کر
دے گا اور ڈورا کو یقین تھا اِس بات پر زر خان کی
بے تابیاں دیکھی تھیں ۔

زر خان دورانی ڈورا کو آگ جیسی گہری تپش زدہ مخمور نگاہ سے دیکھتا دور سے ہی اُسکا معائنہ کرتا دروازہ لوک کرنے ہی لگا تھا بٹر کے گلا پھاڑ پھاڑ کر رونے کی آواز آئی تھی اور بٹر روئے سیکنڈ ماما کا دل نہ تڑپے بھلا ایسا ہو سکتا تھا۔وہ اٹھتی لہنگا پکڑے زر خان کے آگے سے بھاگتی بٹر بٹر چلا تی باہر نکل گئی تھی زر خان دو سے تین منٹ ایسے ہی کھڑا رہ گیا تھا وہ سوچنے سمجھنے میں لگا ہوا تھا۔۔ابھی ابھی ہوا کیا ہے اُسکی شادی ہوئی بھی ہے اگر ہوئی ہے تو سہاگ

رات کی سیج سے اُسکی دلہن بھاگ گئی تھی وہ بھی کس کے لیے اِس خاندان کے نمونے بٹر اشیر دورانی کے لیے ۔ وہ زور سے ہاتھ دیوار پر مار گیا تھا ڈورا آج تو بیڈ کیا اِس کمرے کا ہر سا مان میری شدت کی آگ سے ٹوٹے گا انتظار بڑھا یا ہے میرا کل تمہیں ولیمے سے دو گھنٹے پہلے چھوڑوں گا کوئی ناشتہ نہیں کوئی کمرے کا دروازہ کھلنا نہیں ---وہ بھی پیچھے لپکا تھا آخر کیا ماجرہ ہوا تھا ۔

بٹر اُس چھوٹی سی بچی اروشا کے تین سالہ بھائی کے

پیٹ پر بیٹھا اُسکے سر پر ٹرمر مشین چلا رہا تھا اور

عمل بٹر کا چھوٹا سا کوٹ لیے کھڑا تھا ایک ہاتھ

لبوں پر رکھا تھا بٹر نے سختی سے حکم دیا تھا وہ بلکل

بھی بولے گا نہیں ۔ لیکن بٹر بھول گیا تھا جب وہ

بچے کا ٹرم کرے گا تو وہ گلا پھاڑ کر روئے گا تو ۔

تیتے تو میں نہیں تو روں گا دندے لڑتے (تیرے کو

میں نہیں چھوڑوں گا گندے لڑکے)

میتی بیوی تینی مدے ماما تی دانت لدی ! (میری بیوی چھینی مجھے ماما کی ڈانٹ بھی لگی) وہ اور بال اوڑھا گیا تھا ۔ کلثوم دیکھتی آشنا کو بلا نے بھاگی تھی کچھ ہی دیر میں آشنا نیچے تھی ابھی بھی وہ پستہ لہنگے میں تھی ۔ چھوٹا سردار سو چکا تھا ۔ بٹر !! وہ غُصہ کرتی بھاگتی آئی تھی اور اُس بچے کے اوپر سے بٹر کو کھینچ کر اٹھایا تھا ۔ اور دو لگا گئی تھی بٹر کا رونا دھونا لگا تھا کلثوم اُس بچے کو اٹھا تی اُسکی ماں کو دینے چلی گئی تھی وُہ دورانی فیملی کے دور کے مہمان کا بیٹا تھا ۔

کیا بن رہے ہو تم بٹر اپنی ماما کو بابا سے ڈانٹ لگوا

تے ہو اور اب یہ سب کر رہے ہو کیوں شیطان ہو

گئے ہو تم -- وہ چیختی ایک اور مارتی اُس سے پہلے ہی

زوئی نیچے آتی آشنا کا ہاتھ پکڑ گئی تھی آشنا بھابھی

کیا کر رہی ہیں آپ میرے بٹر کو ایسے کیسے مار سکتی

ہیں ۔ وہ ایک ہاتھ سے بٹر کو اپنے پیچھے کر گئی تھی

وہ روتا زوئی ماما کا لہنگا پکڑ گیا تھا بٹر کا رونا سنتے سب

ہال میں جمع ہو گئے تھے ابراہیم زر خان و غیرہ ۔

کیا ہوا ہے آشنا ۔ ابراہیم آگے آیا تھا ۔ یہ آپ مجھ

سے نہیں اِس سے پوچھے جو زوئی کے پیچھے چھپ رہا

ہے یہ چھوٹے سے بچے کے بال ٹرم کر رہا تھا نہیں

نہیں بلکہ اُسے آدھا گنجا کر بیٹھا ہے وہی بچی کا

بھائی جس کو کس کر رہا تھا ۔یہ سنتے ابراہیم کو بھی

شدید غُصہ آیا تھا اور زر خان کا منہ کھلا تھا اُسکا بھتیجا

تو پہنچی ہوئی چیز تھا ۔ وہ ابھی تک کچھ نہیں کر سکا

تھا اور وہ ڈھائی سال کی عمر میں ہی لڑکیاں پٹا رہا تھا

۔

اشیر -- ابراہیم اتنی ہی سختی کر سکا تھا وہ اِس سے
زیادہ اپنے بچوں پر سختی کر بھی نہیں سکتا تھا ہاں بٹر
کو راہ راست پر لانے کا ضرور سوچ رہا تھا لیکن ابھی
وہ بچہ تھا اُسے پیار سے سمجھانا چاہتا تھا ۔ بٹر مزید
زوئی میں چھپا تھا ۔ اِدھر دو اسے زوئی اسے میں ابھی
بتاتی ۔ آشنا پھر پکڑنے لگی تھی ۔ آشنا بھابھی آپ
میرے بٹر کو ایک لفظ نہیں بولیں گی سنا آپ نے
بچہ ہے یہ کھیل کود شیطانیاں یہ نہیں کرے گا تو
پھر کون کرے گا ۔ عمل کو زر خان اپنے پاس لے

گیا تھا وہ بچہ ڈر گیا تھا جب آشنا نے بٹر کو مارا تھا ۔
تاتو پٹر ۔۔ وہ موٹے موٹے آنسو بٹر کے لیے بہاتا زر
خان کو چپکا تھا ۔ شش کچھ نہیں ہوتا ۔ زر خان پیار
کرتا سمجھا رہا تھا ۔پلز زوئی اسے مت بگاڑ و مجھے سزا
دینے دو اسے پھر ہی سدھرے گا ۔آپ کوئی سزا
نہیں دیں گی اسے میں نے آپ سے زیادہ پالا ہے
اور یہ میرے ساتھ میرے اور زر خان کے کمرے
میں جا رہا ہے۔ ڈورا ماں بنی تھی ۔ زر خان آنکھیں بند
کرتا سر نفی میں ہلا گیا تھا اُسکی نائٹ خطرے میں پڑ

ی تھی ۔ دیکھا آپ نے آج اسکی وجہ سے میری زوئی بھی مجھ پر بول رہی ہے مجھ سے ناراض ہو رہی ہے ۔ وہ سو سو کرتی بٹر کی شکایت لگا رہی تھی جسے اپنے کیے پر کوئی پشیمان نہیں تھا اُسکے نزدیک پیار جنگ حق میں سب جائز تھا ۔ ابراہیم آشنا کو پکڑتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا ۔ بس کرو مزید مت بولو آشنا آج زوئی کی شادی ہوئی ہے دیکھو وہ اپنے کمرے کی جگہ یہاں کھڑی ہے ۔ وہ مزید اپنے سردار سے ناراض ہوئی تھی ۔ اِس میں بھی میری غلطی ہے اور کریں

آپ اِس ٹڈے کی طرف داری ۔ وہ بولتی اوپر چلی گئی تھی ۔ چلو بٹر میرے ساتھ ۔ زوئی بیٹا زر خان کے ساتھ جاؤ اسے میں لے کر جاتا ہوں ۔ پر بھائی جان ۔ جاؤ زوئی بیٹا ۔ وہ اُسکے سر پر ہاتھ رکھتا بٹر کو گود میں لیتا پیچھے آشنا کے بڑھ گیا تھا ۔کبیر یہیں آرہا تھا اُس دشمن جان کی یاد آرہی تھی وہ زوئی اور زر خان کو ہال میں دیکھتا ٹھہرا تھا ۔

کیا ہوا تم دونوں یہاں ۔ کچھ نہیں بھائی آپکا بٹر اودھم مچا کر گیا ہے ۔ زر خان کبیر کو بتا گیا تھا کبیر کو

بھی اپنے بٹر کے لیے برا لگا تھا وہ صبح اُسے پیار
کرنے والا تھا ۔ اسے مجھے دے دو تم دونوں جاؤ ۔ جی
کبیر بھائی ۔ زر خان کہتا ڈورا کا ہاتھ پکڑ گیا تھا ۔ چلو
ڈارک رو ۔۔ سزا دیتا ہوں تمہیں آج رات وہ ہو گا جو
شاید ہی کسی نے پہلی رات کو کیا ہو گا ۔ وہ بے
باکی سے اتنا ہلکا بولا تھا بس ڈورا ہی سن سکی تھی اور
اُسکی جان اٹکی تھی ۔ عمل ماما کہاں ہیں آپکی ۔ تو م
میں بابا (روم میں بابا) ہمم چلیں ۔ وہ اپنے بیٹے کے
گال چومتا راحت لیتا پوچھ گیا تھا ۔ دی بابا (جی بابا)

وہ دونوں کم گو باپ بیٹا ایک ہی عورت کے پاس بڑھ گئے تھے کل کی رات دونوں کی زندگی میں کچھ لانے والی تھی ۔

زر خان زو حال کو باہوں میں اٹھائے کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا ڈورا کی پلکیں سجدہ ریز تھیں اور ہاتھ زر خان کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے وہ جان چکی تھی آج کی رات اُسکی شاید ہی سسکیاں رکنے والی تھیں اوپر سے ز ر خان دورانی دھمکی لگا کر

لایا تھا اب وہ کہیں بھاگی یا اپنے کسی بیٹے کو پکارا تو

ڈارک رومانس اور زیادہ ڈارک ہوتا چلا جائے گا وہ یہ

ڈارک رومانٹک نائٹ پلین نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ڈورا

نیچے بھاگ کر سب موڈ کا تحس نہس کر چکی تھی ۔

زوئی کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی زر خان کی

باہوں میں وُہ قید تھی ۔ وہ اُسے دیکھتا پاؤں سے ہی

دروازہ بند کر گیا تھا ۔ کنڈی لگاؤ بیوی ۔ جی ! وہ

آنکھیں اٹھا کر نا سمجھی سے پٹپٹا گئی تھی ۔وُہ ہلکا سا

اپنا خوبرو چہرہ نیچے کرتا اُسکا کان کاٹ گیا تھا ۔ اؤچ زر

خان ۔ ڈورا کی سسکی نکلتی آنکھیں گھلی کر گئی تھی

۔ ابھی تو ساری رات اور کل کا آدھا دن پڑا ہے

بیوی میری جنا ن تمہیں مزید سسکیاں بھرنے کے

ساتھ لذت کی انتہا پر پہنچا تے رونے کا بھی بھرپور

موقع دونگا میرے بھائیوں نے تو کافی ٹائم لگا دیا

شادی کے بعد اپنا اپنا پروڈکٹ سفید حویلی میں لانچ

کرنے میں لیکن میرا پروڈکٹ میری ایلسا اسی مہینے

کے اخیر تک تمھارے اندر آجائے گی اتنی ٹوٹ کر

ذمے داری اور شدت سے محنت کرونگا نہ تم سو سکو

گی نہ میں ۔اور ولیمے کی فوراً بعد ہم دونوں تھائیلینڈ اور

پیرس کے لیے نکل رہے ہیں ۔ وہ اُسے اور اوپر کرتا

اُسکی پیشانی پر حدت بھرا بوسہ دے گیا تھا زوئی اپنی

زبان کو تالا لگا گئی تھی وُہ مزید اپنے سنکی کو خود کے

پیچھے خوار نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اُسے اُسکا حق جیسے

وہ چاہتا تھا دینا چاہتی تھی ۔

لگاؤ کنڈ ی مجھے کوئی ڈسٹر بنس نہیں چاہیے ۔ وہ پیار

سے لبریز ایسی آنکھوں سے دیکھتا حکم دے رہا تھا ڈورا

کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنا ہٹ بڑھی تھی ایسی

آنکھیں ہو رہی تھیں زر خان کی اتنی خمار آلود جذبات

میں نچر ی ہوئی ایسا لگ رہا تھا وہ حرام نشا کر کے آیا

ہو لیکن حقیقت اسکے برعکس تھی وُہ تو آج اپنی زو

حال کا خمار روم روم میں سجائے پھر رہا تھا ۔

وہ اثبات میں سر ہلا تی کنڈ ی لگا گئی تھی اور زر

خان اُسے بیڈ پر بے دردی سے پھینک گیا تھا ۔ڈورا

تھوڑا اوپر اٹھتی بیڈ شیٹ مُٹھی میں بھر تی زر خان

کی شرم حیا سے آنکھیں پھاڑ ے دیکھنے لگی تھی بالآخر

تھوک نگلتی ہمت کرتی بولی تھی ۔ زر خان آپ یہ

سب ۔ زر خان جو کھڑا اپنی آف وائٹ شیروانی کے بٹن کھول رہا تھا اور ڈورا کو بہت ہی بے با کی اور بے شرمی سے دیکھتا آنکھ مار گیا تھا ۔ میں پہلا دورانی ہونگا جو پہلی رات میں ہی ڈارک ورلڈ کا رومانس کرے گا اور سب کے ریکارڈ توڑ ڈالے گا کل ولیمہ والے دن خود کو تم زیادہ چیچا تی ہی پھیرو گی نشان ہی نشان ہونگے اور گالوں پر سرخی ہی سرخی ہو گی ۔ وہ کہتا بڑھتا زوئی کو ٹانگ سے پکڑتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا اور اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا تھا ۔ وہ

کھولتا اُس میں سے ڈائمنڈ کی بارے سی نتھ نکالتا زوئی

کی ناک میں لگی بڑی نتھ کو ہٹاتا اپنی پہنا گیا تھا ۔ یہ

بس زر خان ۔ وہ اتنی سی ڈائمنڈ کی نتھ دیکھتی بولی تھی

۔ جانتی ہو نہ مجھے تمہاری ناک نتھ کے بنا اچھی نہیں

لگتی جیسی بھی پہنو پر ناک کی رنگ ہونی چاہئیے اور

بس یہی نہیں ہے یہ بھی ہے وہ ایک اور پیارا سا

باکس زوئی کے ہاتھ رکھ گیا تھا ۔ اِس میں کیا ہے

۔وہ بوکس کھولتی پوچھ رہی تھی ۔ دیکھو گی تو پتہ لگے

گا نہ ۔ وہ اُسکے چہرے کو بنا نگاہ ہلائے دیکھے جا رہا تھا

زو حال کی طلب ہر بڑھتے سال کے ساتھ بڑھتی جا
رہی تھی ۔ڈورا وہ پیارا سا ڈائمنڈ کا لاکٹ دیکھتی آنسو بہا
گئی تھی اُس پر پیارا سا لکھا تھا زر کی ڈورا یہ کتنا پیارا
ہے زر خان وہ اُس لاکٹ کو چوم گئی تھی زر خان
اُسکے سامنے کھلی شیروانی کے ساتھ بیٹھا تھا نیچے
وائٹ سینڈ و پہن رکھی تھی ۔وہ لاکٹ ڈورا کے گلے
میں پہناتا اُسکا دوپٹہ سر سے ڈھیلا کر گیا تھا ۔ ہو
گئی منہ دکھا ئی باقی ساری رسمیں اب میرا وائلڈ
اینٹینس رومانس شروع ہوا جاتا ہے ۔ وہ وارننگ دے

گیا تھا اور پیچھے ہوتا کھڑا ہوا تھا زوئی کا بدن لرزہ تھا ۔

زر خان آج کچھ زیادہ ٹھنڈ نہیں ہے ۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتی کپکپی طاری کر گئی تھی ۔ کوئی نہیں ابھی ایسا گرم کرونگا بنا کپڑوں کے بھی میرے نیچے تم پسینے میں بھیگتی مجھے جنونی کرتی جاؤ گی ۔ وہ کہتا ڈریسنگ ایریا کی طرف بڑھا تھا پورا کمرہ مہکتا ڈورا کے حواسوں پر سوار تھا ۔ وہ ڈریسنگ ایریا کے تعاقب میں دیکھ رہی تھی آخر اُسکا شوہر کیا کرنے گیا تھا کچھ ہی دیر میں ز ر خان اندر سے کچھ چیزیں لاتا بیڈ پر

پھینک گیا تھا ۔ ڈورا وہ چیزیں دیکھتی حلق میں ہی
اپنی نمی پھنسا گئی تھی ۔ بستر پر اُسکے پاؤں کے پاس
ہتھکڑی شہد اور ایک چھوٹی سی سٹک پڑی تھی بس
ڈارک نائٹ کا کاسٹیوم نہیں تھا ۔ زر خان یہ سب
کیا ہے شادی کی رات ہے آپ یہ سب سا ما ن
کیوں اٹھا لائے ہیں ۔ وہ کہہ ہی رہی تھی اِس سے
پہلے ہی زر خان اُسے کمر سے پکڑتا بیڈ سے نیچے اتارتا
اپنے سینے سے لگا گیا تھا ڈورا کی بھاری دھڑکنیں جو
ڈائیٹ کے بعد بھی اپنا حسن لیے ہوئے تھیں وہ زر

خان کے چوڑے سینے سے مس ہوئی تھیں ۔ وہ
اُسکی دھڑکنیں محسوس کرتا آنکھیں بند کرتا اُسکی کمر پر
ہاتھ پھیر گیا تھا ۔تین سو پینسٹھ دن فلم دیکھی ہے
کیا ؟ ڈورا پیچھے ہوئی تھی دونوں کی آنکھیں لڑی تھیں
۔ سچ سچ بولنا زو حال ۔ وہ سیکنڈ ز میں ڈورا کا ہیو ی
دوپٹہ نکال کر پاس کاؤ چ پر ڈال گیا تھا ۔ زوئی اُسکے
سوال کا جواب سوچنے میں لگی ہوئی تھی ۔ بولو بھی ۔
ایک دفعہ دیکھی پر وہ سب نہیں دیکھا ۔ جھوٹی کہیں
کی ۔ وہ کہتا کھڑے کھڑے ہی زوئی کے جوڑے کو

کھول گیا تھا حسین بال کھلتے پشت پر اور آگے
چہرے پر بکھرے تھے ۔ تم نے ایک ایک سین دیکھا
ہے میری جان تمہیں یاد نہ ہو پر کل رات میں بیٹھ
کر کافی چیزیں دیکھ چکا ہوں اور ایک ایک چیز تم پر
آزمانا چاہتا ہوں لیکن سب بے با کیا ں ہر آنے والی
رات میں مزید عروج پر پہنچتی جائیں گی آج کچھ کچھ
میں اُس فلم کے سین تمھارے ساتھ کرنا چاہوں گا
۔ ڈورا سنتی شرم کا پیکر بنی تھی وہ بھی جانتی تھی
اُس فلم میں کیسے کیسے سین تھے اور اُسکا زر خان تو

اُس ہیرو سے بھی زیادہ ہینڈسم تھا وہ اُسکی کسرتی با
ڈی کو دیکھ کر کئی دفعہ رال ٹپکا چکی تھی ۔ زر خان
وہ فلم ہے پر ہم تو سب ریئل میں کرنے جا رہے
ہیں ۔وہ اٹکتی اپنی بات رکھ گئی تھی کوئی نہیں میں
فلم بناؤں گا تیس دن ۔۔ اور ان تیس دنوں میں روز
ایک نیا رومانس ہو گا میرا نام دلبر ا کے پینے میں لکھا
جائے گا میں پہلا دورانی تھا جس نے اپنی بیس سالہ
معصوم شیطان چنچل بیوی کو ڈارک نائٹ کا تحفہ دیا
تھا وہ کہتا اُسکے زیورات اُتارنے لگا تھا ۔

قسط :17(بونس پارٹ ون)

زر خان زو حال کو باہوں میں اٹھائے کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا ڈورا کی پلکیں سجدہ ریز تھیں اور ہاتھ زر خان کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے وہ جان چکی تھی آج کی رات اُسکی شاید ہی سسکیاں رکنے والی تھیں اوپر سے ز ر خان دورانی دھمکی لگا کر

لایا تھا اب وہ کہیں بھاگی یا اپنے کسی بیٹے کو پکارا تو

ڈارک رومانس اور زیادہ ڈارک ہوتا چلا جائے گا وہ یہ

ڈارک رومانٹک نائٹ پلین نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ڈورا

نیچے بھاگ کر سب موڈ کا تحس نہس کر چکی تھی ۔

زوئی کی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی زر خان کی

باہوں میں وُہ قید تھی ۔ وہ اُسے دیکھتا پاؤں سے ہی

دروازہ بند کر گیا تھا ۔ کنڈی لگاؤ بیوی ۔ جی ! وہ

آنکھیں اٹھا کر نا سمجھی سے پٹپٹا گئی تھی ۔وُہ ہلکا سا

اپنا خوبرو چہرہ نیچے کرتا اُسکا کان کاٹ گیا تھا ۔ اؤچ زر

خان ۔

ڈورا کی سسکی نکلتی آنکھیں گھلی کر گئی تھی ۔ ابھی

تو ساری رات اور کل کا آدھا دن پڑا ہے بیوی میری

جنا ن تمہیں مزید سسکیاں بھرنے کے ساتھ لذت

کی انتہا پر پہنچا تے رونے کا بھی بھرپور موقع دونگا

میرے بھائیوں نے تو کافی ٹائم لگا دیا شادی کے بعد

اپنا اپنا پروڈکٹ سفید حویلی میں لانچ کرنے میں لیکن

میرا پروڈکٹ میری ایلسا اسی مہینے کے اخیر تک

تمھارے اندر آجائے گی اتنی ٹوٹ کر ذمے داری اور شدت سے محنت کرونگا نہ تم سو سکو گی نہ میں ۔اور ولیمے کی فوراً بعد ہم دونوں تھائیلینڈ اور پیرس کے لیے نکل رہے ہیں ۔ وہ اُسے اور اوپر کرتا اُسکی پیشانی پر حد ت بھرا بو سہ دے گیا تھا زوئی اپنی زبان کو تالا لگا گئی تھی وُہ مزید اپنے سنکی کو خود کے پیچھے خوار نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اُسے اُسکا حق جیسے وہ چاہتا تھا دینا چاہتی تھی ۔

لگاؤ کنڈ ی مجھے کوئی ڈسٹر بنس نہیں چاہیے ۔ وہ پیار سے لبریز ایسی آنکھوں سے دیکھتا حکم دے رہا تھا ڈورا کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنا ہٹ بڑھی تھی ایسی آنکھیں ہو رہی تھیں زر خان کی اتنی خمار آلود جذبات میں نچر ی ہوئی ایسا لگ رہا تھا وہ حرام نشا کر کے آیا ہو لیکن حقیقت اسکے برعکس تھی وُہ تو آج اپنی زو حال کا خمار روم روم میں سجائے پھر رہا تھا ۔

وہ اثبات میں سر ہلا تی کنڈ ی لگا گئی تھی اور زر خان اُسے بیڈ پر بے دردی سے پھینک گیا تھا ۔ڈورا

تھوڑا اوپر اٹھتی بیڈ شیٹ مُٹھی میں بھر تی زر خان کی شرم حیا سے آنکھیں پھاڑ ے دیکھنے لگی تھی بالآخر تھوک نگلتی ہمت کرتی بولی تھی ۔

زر خان آپ یہ سب ۔زر خان جو کھڑا اپنی آف وائٹ شیروانی کے بٹن کھول رہا تھا اور ڈورا کو بہت ہی بے با کی اور بے شرمی سے دیکھتا آنکھ مار گیا تھا ۔ میں پہلا دورانی ہونگا جو پہلی رات میں ہی ڈارک ورلڈ کا رومانس کرے گا اور سب کے ریکارڈ توڑ ڈالے گا کل ولیمہ والے دن خود کو تم زیادہ چھپا تی ہی پھیرو گی

نشان ہی نشان ہونگے اور گالوں پر سرخی ہی سرخی ہو گی ۔ وہ کہتا بڑھتا زوئی کو ٹانگ سے پکڑتا خود کی طرف کھینچ گیا تھا اور اپنی پاکٹ سے ایک چھوٹا سا باکس نکالا تھا ۔ وہ کھولتا اُس میں سے ڈائمنڈ کی باریک سی نتھ نکالتا زوئی کی ناک میں لگی بڑی نتھ کو ہٹاتا اپنی پہنا گیا تھا ۔ یہ بس زر خان۔۔ وہ اتنی سی ڈائمنڈ کی نتھ دیکھتی بولی تھی ۔ جانتی ہو نہ مجھے تمہاری ناک نتھ کے بنا اچھی نہیں لگتی جیسی بھی پھنو پر ناک کی رنگ ہونی چاہیئے اور بس یہی نہیں ہے یہ بھی ہے

وہ ایک اور پیارا سا باکس زوئی کے ہاتھ پر رکھ گیا تھا ۔

اِس میں کیا ہے ۔وہ بوکس کھولتی پوچھ رہی تھی ۔

دیکھو گی تو پتہ لگے گا نہ ۔

وہ اُسکے چہرے کو بنا نگاہ ہلائے دیکھے جا رہا تھا زو

حال کی طلب ہر بڑھتے سال کے ساتھ بڑھتی جا رہی

تھی ۔ڈورا وہ پیارا سا ڈائمنڈ کا لاکٹ دیکھتی آنسو بہا گئی

تھی اُس پر پیارا سا لکھا تھا زر کی ڈورا یہ کتنا پیارا ہے

زر خان وہ اُس لاکٹ کو چوم گئی تھی زر خان اُسکے

سامنے کھلی شیروانی کے ساتھ بیٹھا تھا نیچے وائٹ

سینڈ و پہن رکھی تھی ۔وہ لاکٹ ڈورا کے گلے میں پہنا

تا اُسکا دوپٹہ سر سے ڈھیلا کر گیا تھا ۔ ہو گئی منہ دکھا

ئی باقی ساری رسمیں اب میرا وائلڈ اینٹینس رومانس

شروع ہوا جاتا ہے ۔ وہ وارننگ دے گیا تھا اور پیچھے

ہوتا کھڑا ہوا تھا زوئی کا بدن لرزہ تھا ۔ زر خان آج کچھ

زیادہ ٹھنڈ نہیں ہے ۔ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتی

کپکپی طاری کر گئی تھی ۔

کوئی نہیں ابھی ایسا گرم کرونگا بنا کپڑوں کے بھی

میرے نیچے تم پسینے میں بھیگتی مجھے جنونی کرتی جاؤ

گی ۔ وہ کہتا ڈریسنگ ایریا کی طرف بڑھا تھا پورا کمرہ

مہکتا ڈورا کے حواسوں پر سوار ہوا تھا ۔ وہ ڈریسنگ ایریا

کے تعاقب میں دیکھ رہی تھی آخر اُسکا شوہر کیا

کرنے گیا تھا کچھ ہی دیر میں زر خان اندر سے کچھ

چیزیں لاتا بیڈ پر پھینک گیا تھا ۔ ڈورا وہ چیزیں دیکھتی

حلق میں ہی اپنی نمی پھنسا گئی تھی ۔ بستر پر اُسکے

پاؤں کے پاس ہتھکڑی شہد اور ایک چھوٹی سی سٹک

پڑی تھی بس ڈارک نائٹ کا کاسٹیوم نہیں تھا ۔ زر

خان یہ سب کیا ہے شادی کی رات ہے آپ یہ

سب سا مان کیوں اٹھا لائے ہیں ۔

وہ کہہ ہی رہی تھی اِس سے پہلے ہی زر خان اُسے

کمر سے پکڑتا بیڈ سے نیچے اتارتا اپنے سینے سے لگا گیا

تھا ڈورا کی بھاری دھڑکنیں جو ڈائیٹ کے بعد بھی اپنا

حسن لیے ہوئے تھیں وہ زر خان کے چو رے سینے

سے مس ہوئی تھیں ۔ وہ اُسکی دھڑکنیں محسوس کرتا

آنکھیں بند کرتا اُسکی کمر پر ہاتھ پھیر گیا تھا ۔تین سو

پینسٹھ دن فلم دیکھی ہے کیا ؟ ڈورا پیچھے ہوئی تھی

دونوں کی آنکھیں لڑی تھیں ۔ سچ سچ بولنا زو حال ۔ وہ
سیکنڈ ز میں ڈورا کا ہیو ی دوپٹہ نکال کر پاس کاؤ چ
پر ڈال گیا تھا ۔ زوئی اُسکے سوال کا جواب سوچنے میں
لگی ہوئی تھی ۔ بولو بھی ۔ ایک دفعہ دیکھی پر وہ سب
نہیں دیکھا ۔ جھوٹی کہیں کی ۔ وہ کہتا کھڑے
کھڑے ہی زوئی کے جوڑے کو کھول گیا تھا حسین
بال کھلتے پشت پر اور آگے چہرے پر بکھرے تھے ۔
تم نے ایک ایک سین دیکھا ہے میری جان تمہیں یاد
نہ ہو پر کل رات میں بیٹھ کر کافی چیزیں دیکھ چکا

ہوں اور ایک ایک چیز تم پر آزمانا چاہتا ہوں لیکن

سب بے باکیاں ہر آنے والی رات میں مزید عروج

پر پہنچتی جائیں گی آج کچھ کچھ میں اُس فلم کے

سین تمھارے ساتھ کرنا چاہوں گا ۔ ڈورا سنتی شرم

کا پیکر بنی تھی وہ بھی جانتی تھی اُس فلم میں کیسے

کیسے سین تھے اور اُسکا زر خان تو اُس ہیرو سے بھی

زیادہ ہینڈسم تھا وہ اُسکی کسرتی باڈی کو دیکھ کر کئی

دفعہ رال ٹپکا چکی تھی ۔ زر خان وہ فلم ہے پر ہم تو

سب ریئل میں کرنے جا رہے ہیں ۔

وہ اٹکتی اپنی بات رکھ گئی تھی کوئی نہیں میں فلم

بناؤں گا تیس دن -- اور ان تیس دنوں میں روز ایک

نیا رومانس ہو گا میرا نام دلبر ا کے پنے میں لکھا

جائے گا میں پہلا دورانی تھا جس نے اپنی بیس سالہ

معصوم شیطان چنچل بیوی کو ڈارک نائٹ کا تحفہ دیا

تھا وہ کہتا اُسکے زیورات اُتارنے لگا تھا ۔

ڈورا کی بتی گل ہونے کے ساتھ ساتھ ہوا بھی ٹائیٹ

ہوئی تھی وہ فلم جو وہ چھپ کر دو سے تین بار دیکھ

چکی تھی کیونکہ اُسکا ہیرو ڈورا کو بہت پسند آیا تھا کیا

معلوم تھا اُسکا سنکی ویڈنگ فرسٹ نائٹ پر اُس ہیرو سے زیادہ بے باک بن کر اُسکا انتظار کر رہا ہو گا ۔ زر خان اُسکا بڑا سا گولڈ سہارے والا جھمکا اتارتا وہاں لب رکھتا کان کو کھینچتا کاٹ گیا تھا ۔ ایک ہاتھ پیٹ پر سر سرا رہا تھا اور دوسرا اپنے کام کرنے میں لگا ہوا تھا ۔ زوئی کی سسکی نکلی تھی ۔اہ زر خان وہ سسکی بھر تی اپنی بھاری دھڑکنیں مزید زر خان کے سینے سے لگا گئی تھی ۔مت کرو ابھی تو ساری رات ان کو بھی بھرپور توجہ دینی ہے وہ ایک ابھار کو پکڑتا زوئی کی

شہد رنگ آنکھوں میں خمار آلود دیکھتا اُسے دبا گیا تھا

زوئی شرم سے لال ہوتی اُسکے سینے میں چھپی تھی اور

ہاتھ اُسکی چوڑی پشت پر باندھ لیے تھے لیکن اِس بیچ

دونوں کے لوئر حصے ایک دوسرے سے مس ہوئے

تھے زر خان دونوں ہاتھ اُسکے ہپ پر جماتا آنکھیں بند

کرتا اُسکے بدن کو اور جسم سے پھوٹتی خوشبو کو محسوس

کرنے لگا تھا ڈورا کی تو آنکھیں کھلی تھیں

وہ خفت شرم میں ڈوبی زر خان کو لپٹ رہی تھی

کیونکہ اُسکا نچلا لمس وہ محسوس کرتی پاگل ہو رہی تھی

ابھی زر خان کے لمس کا یہ حال تھا وہ اتنے گھیرے

دار لہنگے کے اوپر سے ہی اُس کو محسوس ہو رہا تھا

جب سب اُترنا تھا پردے ہٹنے تھے تو پھر کیا ہونے

والا تھا یہ سوچ ہی ڈورا کو وہ سوچنے پر مجبور کر گئی

تھی آج کی رات شاید ہی اٹھک پٹخ ہونے کے علاوہ

بہت کچھ ہونے والا تھا ۔ وہ اپنے ہاتھوں کا گھیرا زر

خان کی چوڑی کمر پر تنگ کر گئی تھی وہ بھی اپنے

شوہر کو ہر سکون دینا چاہتی تھی جیسے وہ پیار کرے

جیسے بھی حق لے وہ خود کا آپ پورا کا پورا پیش کر

دینا چاہتی تھی ۔زر خان اُسے پیچھے کرتا اُسکا چہرہ پکڑ گیا تھا ۔آج تمھارے بدن کے ایک ایک باریک چپھے حصے کو ایسے چوموں گا تم اپنے عورت ہونے پر ہی نہیں بلکہ بیوی ہونے پر مان کرو گی وہ مرد ہی کیا جو بستر پر اپنی بیوی کو خوش نہیں کر سکے اور میں جانتا ہوں میری چھوٹی سی ڈورا اکیلے لمحات میں کیسی کیسی فلمیں دیکھتی فنٹا سی بنا تی تھی ۔آپکو کیسے پتہ زر خان وہ تھوک نگلتی اٹکتی دھڑکنوں سانسوں کے ساتھ پوچھ گئی تھی ۔

کافی پرا نہ شوہر ہوں تمہارا ایک سیکنڈ کے لیے بھی

تم سے غفلت نہیں برتتا ہُوں ۔ وہ گھنیری پلکیں

جھکا گئی تھی ۔ چلو ہو گئی سب باتیں آج کی رات کا

رومانس شروع کرتے ہیں مزید تاخیر نہیں چاہیئے مجھے

۔وہ کہتا اُسے پیچھے کرتا اسکا ایک ایک زیور نکال کر

پاس پڑی ٹیبل پر رکھتا جا رہا تھا ۔ڈورا کے بدن پر

کوئی زیور نہیں رہا تھا وہ فٹنگ بلاؤز پہنے زر خان کی

بے باک سرخ آنکھوں کے لیے دعوت عام بریانی پلاؤ

قورمہ بنی ہوئی تھی جسے چکھنے کا جنون سوار ہوتا جا رہا

تھا وہ اُسے ہاتھ سے پکڑتا بیڈ کے بیچ و بیچ بیٹھا گیا تھا

وہ اُسکا ہر انداز ہر عمل دیکھتی دم سادھے سانس

روکے بیٹھی ہوئی تھی ۔ اِدھر دیکھو زو حال اُسکی ڈیمانڈ

ڈومینیٹ تھی ڈارک نایٹ میں ہمیشہ مرد ڈومینیٹڈ رہتا

تھا ۔

زوئی اُسکی بلند حکم والی آواز پر فوراً نگاہیں اُٹھا کر اُس

پر جما گئی تھی وُہ اپنے لبوں کو مسکان میں جنبش

دیتا اپنی سینڈو ہاٹ سیکسی انداز میں اُتار کر زوئی کے

اوپر پھینک گیا تھا ۔ کس کرو اِسے ۔ وہ حکم دے رہا

تھا اور زوئی اُسکی آواز انداز کے زیر اثر سنتی جا رہی
تھی وہ بلش کرتی اُسکی وائٹ سینڈو چوم گئی تھی ذر
خان یہ دیکھتا جنونی ہوا تھا ڈورا پوری کی پوری طلب
بنِ کر بدن کے ہر حصے میں دوڑ ی تھی وُہ بڑھتا ڈورا
کی پنڈلی پکڑتا ایک گھٹنہ بیڈ پر رکھتا اُسکا پاؤں اپنے
لبوں سے لگا گیا تھا وہ ڈورا کو دیکھتا اُسکی پنڈلی پاؤں
کی انگلیوں منہ میں لیے چومتا چوس رہا تھا زوئی کی کمر
پیچھے ہوئی تھی وُہ بیڈ شیٹ مُٹھیو ں میں جکڑے
گہرے سانس لیتی سسکیاں لے رہی تھی ذر خان

ایک ہاتھ سے پاؤں کو پکڑے اُنگلیاں منہ میں لیے ڈورا کو مدہوش کر رہا تھا اور دوسرا ہاتھ لہنگے کے اندر لے جاتا اندرونی حصے کو ٹٹول رہا تھا ۔ وہ انگوٹھا لولی پاپ کی طرح چھوڑتا پوچھ گیا تھا ڈورا کی تو مانوں جان ہی اٹک گئی تھی۔ وہ نم آنکھیں کھولتی زر خان کو دیکھ گئی تھی شرم پھر چہرے پر سجی تھی وُہ جان گئی تھی وہ محسوس کر چکا تھا۔ اتنی تیاری اتنا میرا سوچ کر آئی ہو تمھارے شوہر کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے اوپر کا لہنگا بس اُترے اور میں سیدھا اندر

تک تم میں اُترجاؤں وہ کہتا مزید ہاتھ وہاں پھیر گیا
تھا ڈورا پیچھے کو گرتی تکیہ پر سر رکھ گئی تھی بھاری
اُبھار اودھم مچاتے جیسے فٹنگ والے بلاؤز میں سے
باہر نکلنے کو بے تاب ہو رہے تھے ۔ زر خان اُسکے
دوسرے پاؤں کو بھی چومتا اُسکے اُوپر آیا تھا اور ہاتھ
نیچے سے لے کر اوپر تک ہر حصے کو پورے حق سے
محسوس کرتے جا رہے تھے ۔وہ اوپر ہوتا ڈورا کا حسین
پیارا گول چہرہ تھام گیا تھا ۔زوئی کا چہرہ اتنی ٹھنڈ
میں بھی نم تھا ۔ وہ زر خان کے ہر ایکٹ کو دیکھ

رہی تھی وہ ابھی سے ہی لذت کی طرف جا رہی تھی

اُسکا بدن خود با خود ری ایکٹ کر رہا تھا وہ نچلا بدن اوپر

کرتی اور زر خان کو لگانے لگتی وہ خود بھی نہیں سمجھ

پا رہی تھی اتنی شرم حیا کے بعد بھی اُسکا بدن اُسکے

کنٹرول میں نہیں تھا اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے سارا

کنٹرول زر خان کے ہاتھ میں تھا۔وہ اُسکے دونوں ہاتھ

اپنے ہاتھ میں لیتا دائیں بائیں جانب تکیے کے پاس

رکھتا اپنی اُنگلیاں اُسکی انگلیوں میں لوک کرتا دلکشی

سے مسکرا کر بولا تھا۔

I wouldn't be so harsh but

Tonight I will be your Master

!

وہ آنکھ مارتا کچھ ہی لفظوں میں ڈورا کا چلتا دماغ بند

کر گیا تھا ۔

Master !!

وہ اتنا ہی بولی تھی اور زر خان اُسکے دونوں ہاتھ بیڈ

کراؤن پر لگاتا ہتھکڑی اٹھا گیا تھا ۔ اور اپنے نیچلے لب

کو بے باکی سے کاٹتا اُسکے ہاتھ لوک کر گیا تھا ۔ یہ

کیا زر خان آپ ۔ وہ اُسکے لب کو اوپر سے چومتا اور

زیادہ اپنے آپکو مس کرتا بھاری آواز میں بولا تھا ۔

I am your Master and u are

my lil dora!!

وہ ریموٹ سے لائٹس آف کر گیا تھا بلیو ریڈ لائٹ

آن ہوئی تھیں وہ پورا ڈارک رومانٹک نائٹ جیسا کمرہ بنا

گیا تھا ڈورا زر خان کو دیکھتی شہد رنگ کی آنکھیں

چھت پر گاڑھ گئی تھی اور زر خان اُسے دیکھتا شہد کی

شیشی اٹھا کر اُسکے ہونٹوں پر ڈالنے لگا تھا قطرہ قطرہ

شہد گر رہا تھا اور قطرہ قطرہ ہی وہ اُسے پینے والا تھا۔

زر خان ۔۔ وہ ہکلا کر بول ہی رہی تھی اُس سے پہلے

ہی زر خان اُسکا چہرہ پکڑتا ہونٹوں پر جھک گیا تھا وہ

اُسکا اوپری لب اپنے لبوں کے بیچ کھینچتا اینٹیننس

کس کرنے میں لگا ہوا تھا ڈورا اُسکے نیچے پاگل ہوتی

اپنا بدن ہلا رہی تھی کیونکہ ہاتھ لوک تھے وہ زر خان

کی پشت اُسکے بال اور اُسکی کمر پکڑنے کے لیے پاگل

ہو رہی تھی زر خان اُسکا اوپری لب پیتا نیچے کو لگا تھا

وہ اُسکا ہونٹ کھینچتا کس کرتا اور بایٹ دیتا وقتاً فوقتاً

یہی عمل چل رہا تھا وہ پچھلے آدھے گھنٹہ سے شہد

ڈال ڈال کر ڈورا کو جنونی کس کر رہا تھا ۔ زبان کو

باہر کرو ۔ وہ اُسکا نچلا لب کاٹتا حکم دے گیا تھا ڈورا

جیسکا تنفس بگڑا ہوا تھا وہ فرسٹریٹ ہو رہی تھی اُسکا

سنکی اُسکے ہاتھ چھوڑ نہیں رہا تھا وہ بھی اُسے سختی

سے پکڑنا چاہتی تھی اور اُسکے لبوں کو کھینچنا چاہتی تھی

۔ اُسکے روم روم میں بھی زر خان طلب بن کر اُترا تھا

۔

وہ سانسیں تھوڑی لیتی بولی تھی زر خان ہاتھ کھولیں

مجھے آپکو پکڑنا ہے پر اگلے ہی لمحے وہ درد اور لذت سے

چیخی تھی کیونکہ زر خان نے ایک ہاتھ سے اُسکے اُبھار

کو بے رحمی سے مسلہ تھا اور ایک ہاتھ سے اُسے

اسپنک کیا تھا ۔اور زیادہ ڈورا پانی پانی ہوئی تھی ۔ وہ

سسکی لینے لگی تھی ۔کہا نہ زبان باہر نکالو ۔ وہ

ڈومینیٹڈ ہوا تھا ۔ ڈورا اثبات میں سر ہلا تی زبان نکال

گئی تھی ۔

وہ اُسکے نچلے حصے کو ٹٹولتا اُسکی زبان کی نوک کو

لبوں میں بھرتا اُسکی نمی کو پینے لگا تھا ۔ اور ساتھ

ساتھ ایک اور حکم دیا تھا ۔ ساتھ دو میرا پورا کمی نہیں

ہونی چاہیے ۔ وہ بھی زر خان کی زبان کو کھینچنے لگی

تھی ۔ زر خان خود کی زبان کومزید ڈورا کے منہ میں

دے گیا تھا دونوں کی زبانیں ایک دوسرے سے لپٹی

ہوئی تھیں وہ جنونی ہوتا ایک ہاتھ اُسکے گال پر رکھے

ہوئے تھا اور دوسرا ہاتھ بلاوز کے اوپر ہی اُسکی

دھڑکن پر تھا وہ ایسے دبا رہا تھا ڈورا کی سسکیاں اُسکے

منہ کے اندر نکلتی زر خان کو سکون دے رہی تھیں ۔
وہ اُسکے جسم کو خود سے مسلتا ہوا اُسکے لبوں کو گہرائی
تک چومتا اُسکا لہنگا چولی بے ترتیب کر گیا تھا ۔ زوئی
مچل رہی تھی وہ زر خان کو ہولڈ کرنے کے لیے پاگل
ہو رہی تھی ۔ زر -- خان --پلز ہاتھ کھولیں ۔
وہ سسکیاں بھر تی اپنے بدن کو ہچکولے بھر تی
التجاء کر گئی تھی ۔سوری ڈارلنگ ابھی نہیں ابھی تو
تمہارے ماسٹر نے مزید بے رحم ہونا ہے وہ آنکھ مارتا
شہد کی شیشی پکڑتا اوپر کر گیا تھا اور شیشی کو منہ

کے پاس الٹا کیا تھا شہد زر خان کے لب اور منہ میں
ٹپکنے لگا تھا وہ زوئی کو بے باکی بے شرمی سے دیکھتا
اُسے چاٹتا زوئی کو آنکھوں ہی آنکھوں میں بتا گیا تھا
لیکن زوئی ابھی بھی اُسکے اگلے موو کو نہیں سمجھ سکی
تھی وہ ایسی فلمیں کبھی کبھی دیکھتی تھی لیکن ایسے
سین آتے ہی دھڑکتے دل کے ساتھ آنکھیں بند کر
لیتی تھی معصوم بیشرم تھی پر اتنی بھی نہیں تھی ۔
وہ جھکتا اُسکی شہ رگ کو چومتا وہاں دانتوں کی گڑھی
بنا گیا تھا زوئی کی زور دار سسکی لبوں سے خارج ہوئی

تھی ۔ وہ مسکراتا اُسکے اُوپر سے اٹھتا پیچھے ہوتا زوئی کی ٹانگوں کو بینٹ کر گیا تھا ۔ زر ۔۔۔ خان ۔۔ شش بے بی گرل ۔ وہ لذت انٹا میسی میں لدا ہوا تھا آج زر خان کو بس سنائی دے رہا تھا تو وہ ڈورا کی سسکیاں اُسکا چیخنا اور رونا تھا ۔ وہ اپنی بیوی کو آج بستر پر اتنا خوش کر دینا چاہتا تھا وہ آنے والی ہر رات اُسکے لیے اس سے بھی زیادہ وائلڈ بن سکے اُسکی بیوی نہیں اُسکی محبوبہ بنے ۔

ڈورا بولتی اِس سے پہلے وہ اسپنک کر چکا تھا وہ چلا
تی جنون کی حد تک پہنچی تھی وہ بے قرار ہوئی تھی
وُہ بھی اپنے شوہر ماسٹر کی وائلڈ کیٹ بننا چاہتی تھی
خاموش بے بی گرل مجھے بس تمہاری سریلی سسکیاں
سُننی ہیں ۔ وہ کہتا ساڈ ہوا تھا لیکن ابھی بھی زر
خان کا آدھا چوڑا بدن زو حال پر تھا وہ گہری شہد بے
با ک آنکھوں سے ایک دفعہ اُسکا معائنہ کر گیا تھا
اُسکے خد رے لبوں پر اور ہاتھ میں شہد تھا ۔ ٹانگیں
ایسے ہی رکھنا اوکے ۔۔ ہمم وہ بس ہاں میں سر ہلا

گئی تھی وہ شہد اُسکی گردن پر ڈالتا پھر سے تھوڑا اُسکے

اوپر آتا ٹانگوں کو سیدھا کرتا اُسکے دونوں ابھاروں کو

ہاتھوں میں بھرتا دباتا اُن سے کھیلتا اُسکی گردن میں

زبان پھیرتا چلا گیا تھا کبھی وہاں سرخ گڑھی بناتا

کبھی زبان لگاتا شہد اور اُسکی گردن کی نمی کو چکھتّا تو

کبھی کچھ کرتا اب وہ اُس حصے پر آیا تھا جسے پورا کا

پورا دیکھتے دسترس میں لینا تھا وہ اپنا ہاتھ پیچھے لے جاتا

ڈورا کے بلاؤز کی دوڑیوں میں اُنگلیاں پھنسا گیا تھا۔

کیا بولتی ہو ہاتھ آزاد کر دوں وہ اُسکے ابھاروں کو

انگلیوں سے چھیڑتا پوچھ رہا تھا نِگاہیں ابھی بھی دودھیا
حصے پر ہی لگی ہوئی تھیں جن سے وہ سیراب ہونے
کے لیے وہ بے تاب ہو رہا تھا ۔ پلز کھول دیں ۔ابھی
نہیں پہلے تمہیں ڈیمو دے دوں ڈارک رومانس کیسا
ہوتا ہے ۔ وہ کہتا اُسے سیدھا لیٹا تا ہی اُسکی دوڑ یا ں
کھولتا چلا گیا تھا بلاوز ڈھیلا ہوتا کندھوں سے کھسکا تھا
اور ریڈ انر نظر آئی تھی وہ ڈورا نے کافی ٹیسٹ کی
باریک جعلی دار پہنی تھی ڈورا آنکھیں بند کر گئی تھی

وہ کبھی ان پلوں میں زر خان کو اُسکی گہرائیوں سے
کھیلتا ہوا دیکھ نہیں سکتی تھی۔

وہ اُسکی دھڑکنوں کو اوپر سے پہلے ہاتھوں سے ہی
اچھی طرح اُنکو مسلتا مس کرتا اُنکا حق ادا کرتا بلاؤز
نکال کر اُسے چومتا بولا تھا ۔۔۔۔

آنکھیں کھولو ایک ہاتھ سے پھر اسپنک کیا تھا ڈورا
جھٹ سے آنکھیں کھول کر پٹر پٹر ر دیکھنے لگی تھی
اسپنک سے تکلیف تو ہو رہی تھی پر ڈورا کو مزہ بھی
بہت آرہا تھا ۔وہ بے چین ہو رہی تھی اُسکا سنکی ہاتھ

کھول نہیں رہا تھا ۔ آنکھیں کھلی رہیں بند ہوئی تو لال
کر دونگا ۔ وہ اُسکا بلاوز دکھاتا اُسے سونگھتا نیچے پھینک
گیا تھا اور دھڑکن کے مقام پر جھکتا اپنا چہرہ منہ زبان
وہاں چپھا گیا تھا کچھ ہی سیکنڈز میں لال پردہ بھی
ہاتھ میں تھا جو بہت ہی باریک تھا وہ ڈورا کو دکھا گیا
تھا ۔ تمہاری تیاری اچھی لگی میرا فرض بنتا ہے اپنی
بیوی کو اپنی ڈورا کو آج رات اپنے جسم کی خوشبو میں
مہکا دوں ۔ وہ کہتا ایک کو ہاتھ میں لیتا ایسے چھیڑ رہا
تھا اور آنکھیں ڈورا کی آنکھوں میں ہی گڑھی تھیں ڈورا

کے گال سسکیاں لیتے بلش کرنے لگے تھے وہ

اُسکے احصار میں پاگل ہو رہی تھی وہ اپنا نچلا لب

کاٹتی چلی گئی تھی زر خان اُسکی گہرائیاں شہد سے

بھرتا اُنہیں چاٹنے لگا تھا کافی دیر وہ ایسے ہی بچوں

کی طرح لپٹا رہا تھا بھاری دھڑکنیں لال ہو چکی تھی

بائٹس ہی بائٹس تھیں ۔وہ ڈورا کو دیکھتا نیچے آیا تھا جو

لذت سکون سے اپنا بدن مو و کر رہی تھی اُسے ایسا

محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ساتویں آسمان پر ہو اور

آنکھوں کے آگے سفید تارے چمک رہے ہوں ۔ وہ

پھر سے اوپر ہوتا دودھیا گول مٹول اُبھار کے بیچ کا
براؤن دائرہ منہ میں بھرتا کھینچ گیا تھا ۔ ڈورا زبان لبوں
کے بیچ لے گئی تھی اِس جگہ پر زر خان کی
گستاخیاں پاگل پن برداشت سے باہر ہوا تھا ۔ زر ۔۔
خان کھولیں پلز مجھے بھی چھو نا ہے آپکو ۔وہ معصوم
ڈورا وہ بولی تھی جو وہ سُننا چاہتا تھا ۔وہ اُسکی بات ان
سنی کرتا اگلی کارروائی کی طرف بڑھا تھا ۔وہ پیٹ پر
شہد ڈالتا زبان پھیرنے لگا تھا ڈورا کی بس ہو رہی تھی
اُسکے بدن میں بھی جذبات کی آگ پورے زور و شور

سے بھڑکنے لگی تھی وُہ نیچے ہوتا جا رہا تھا ڈورا اوپر سے

ساری کھلی برہنہ تھی بس لہنگا اُسکے بدن سے لگا تھا

زر خان اُسے دیکھتا زبان نکالتا گول دودھیا پھولوں کو

ہاتھوں میں بھرتا لہنگے کے اوپر سے ہی اُسکی تھائیز

چومنے لگا تھا وہ چومتا چومتا نیچے آیا تھا اور منہ سے لہنگا

پکڑتا اوپر کھسکاتا چلا گیا تھا دودھیا ٹانگیں چمکتی جا رہی

تھی وہ اتنا کر گیا تھا ابھی بھی وہ گہرائی چھپی تھی

جس میں شامل ہو کر اُس نے اپنا حق لینا تھا اور اپنا

انش ڈالنا تھا ۔ وہ اُسکی ٹانگوں پر زبان کی نوک پھیرتا

پاؤں کے تلوے چومتا پھر تھوڑا اوپر ہوا تھا ڈورا

سسکیاں ابیں بھر تی مچھلی کی طرح مچل رہی تھی ۔

ٹانگیں کھو لو وہ حکم دے گیا تھا پلز زر خان میرے

ہاتھ ۔ وہ آگے سے اتنا بولی تھی زر خان پھر اُسکی کمر

میں ہاتھ ڈالتا اُسے ہلکا سا اوپر کرتا اسپینک کر گیا تھا

ڈورا کی چیخ ساؤنڈ پروف کمرے کی دیواروں کو چھو تی

واپس اُسی کے کانوں کو پلٹی تھی ۔ وہ اوپر ہوتا اُسکا

گال لال کر گیا تھا اتنی زور کی بائٹ دی تھی ۔ ڈورا

دیوانی ہوئی تھی جب تک تمہارا ماسٹر نہیں چاہے تم

ہلو گی نہیں تمہیں تب ہی رہائی ملے گی جب میں

خوش ہونگا وہ کہتا پورے بدن پر ہاتھ پھیرتا وہاں گیا

تھا جہاں اُسکی تسکین کا سا ما ن تھا ۔ واٸڈ کرو ۔ لہجہ

حکمیہ سے زیادہ حق ملکیت سے بھرا تھا ۔ ڈورا فوراً حکم

کی تعمیل کر گئی تھی وہ اپنی انگلی اُسکے منہ کی طرف

لے جاتا اشارہ کر گیا تھا زوئی منہ میں لیتی آنکھیں بند

کرتی وہ کر رہی تھی جو اُسکے شوہر نے کہا تھا اگلے

منٹ زر خان لہنگا اوپر کرتا اُسکی ٹانگوں کے بیچ اپنا

چہرہ زبان دیتا گم ہوا تھا زوئی سسکیاں لیتی لوٹ پوٹ

ہوتی التجائیں کر رہی تھی بالآخر زر خان کو ترس آگیا تھا

وہ پورا ماسٹر نہیں بن سکا تھا وہ ڈورا کے ہاتھ کھول

گیا تھا ہاتھ کھولنے کی دیر تھی ڈورا جنونی انداز میں زر

خان کے بالوں کو اپنی انگلیوں میں دبوچتی کھینچنے لگی

تھی ۔ میں نہیں چھوڑوں گی آپکو ۔وہ بگڑے تنفس

کے ساتھ ابیں لے رہی تھی زر خان جو نیچے گم لبوں

ہونٹوں اور زبان سے پوری لذت لے رہا تھا ۔

وہ پورا ہوتا خود کو اندر تک پر سکون کرتا چہرہ نکال کر

آنکھ مار گیا تھا ۔ وہ معصومانہ انداز میں غُصہ کرتی

اُٹھ کر بیٹھ گئی تھی ۔ بہت برے ہیں آپ ۔ وہ خود
کی حالت بھی بھول چکی تھی وہ پوری کی پوری ویسی
تھی برہنہ جیسے زر خان دیکھنا چاہتا تھا بس لہنگا ہلکا
سا کمر پر لٹکا تھا ۔ وہ پیچھے گرنے والے انداز میں بیٹھ
گیا تھا زر خان بس وائٹ شلوار میں تھا جو اُس نے
شیروانی کے نیچے پہن رکھی تھی ۔ وہ ہنسا تھا ۔آپ
ہنس رہے ہیں ابھی آپکو بتا تی ہوں بڑے ماسٹر بن
رہے ہیں ۔ ابھی کہاں بنا ابھی تو بننا ہے اور زیادہ
تمھارے اندر گھلنا ہے ویسے نظارہ اچھا دے رہی ہو

مجھے وہ گرم نِگاہیں ڈالے ہوئے تھا ڈورا خود کو دیکھتی

تربوز کی طرح لال پڑی تھی ۔ وُہ ہاتھوں سے خود کو

کور کرتی زر خان شیر کی طرح اُس پر چھلانگ لگا گیا

تھا اور ایک جست میں لہنگا جدا کرتا زمین پر پھینک

گیا تھا اور اُسکی ٹانگیں کھولتا خود کے ساتھ لپٹا گیا تھا

۔ زر خان ۔

Bear me zar Khan

کی جان ۔ یہ کہتا ٹانگیں لپیٹے ہی بولا تھا ۔ جو میں

کرنے لگا ہوں نظریں ہٹے نہیں ورنہ ڈارک نائٹ ڈبل

ڈوز پر چلی جائے گی جو میں تھوڑا بہت رحم کرنے
کا سوچ رہا ہوں وہ بھی نہیں رہے گا کیونکہ قربت کی
لمحات میں جب بستر پر من پسند عورت ہو تو بیڈ کا
ٹوٹنا لازمی ہو جاتا ہے اور میں یہ کرنے والا ہوں کل
ہی نیا بیڈ ڈال دیا جائے گا ۔ ڈورا کی تو زبان ہی
سلب ہوئی تھی اُسکا دورانی کیا کرنے والا تھا وہ
نہیں جانتی تھی پر جو ہوا ڈورا کی ہوائیاں چھوٹی تھیں
اور ساتھ گال سیب کی طرح لال ہوتے مزید سرخی
جھلکا گئے تھے وہ اپنی شلوار اتار کر پھینک چکا تھا اور

نظروں سے ہی تنبیہہ کی تو وہ نگاہ ذرا بھی ہٹا ے گی

نہیں اور وہی ہوا وہ بلیک باکسر میں تھا ڈورا سے تو

دیکھا نہیں جا رہا تھا ۔ ہولڈ کرو مجھے نیچے سے ۔ زر ۔۔۔

خان میں کیسے آپکو دیکھوں ویسے ۔ دیکھنا ہو گا آج کی

رات ہم دونوں ایک دوسرے کا لباس بننے جا رہے

ہیں۔ اِس لیے شرم سائڈ رکھو اور پکڑو مجھے یہاں سے

جب مزید ڈورا نے نہیں سنی وہ اُسکی ٹانگ کندھے پر

رکھتا اسپنک کرگیا تھا اور وہ اچھلتی ہوئی اُسکی کمر پکڑ

گئی تھی زر خان ہنسا تھا اور اگلے ہی لمحے وہ ڈورا کا ہاتھ

وہاں رکھ گیا تھا جہاں وہ رکھنے سے گھبرا رہی تھی ۔ زر خان نہیں ہو گا ۔ جیسے میں نے تمہیں بے لباس کیا تمہیں بھی کرنا ہو گا یہ اِس خوبصورت رشتے کا حق ہے ۔

مجھے شرم آرہی ہے ۔وہ اپنا لب کچلتی بتا گئی تھی ۔وہ ریموٹ پکڑتا لائٹس اور ڈم کر گیا تھا وہ اِس ڈارک رومانس میں بھی اپنی ڈورا کا کمفرٹ کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا ۔ کرو اب ورنہ بے رحم بن کر اُتروں گا ۔وہ اُسکا ہاتھ وہاں رکھتا کمبل دونوں کی لوئر باڈی پر

کرتا اپنے بلیک باکسر پر رکھ گیا تھا اور ڈورا آہستگی سے

آخری آڑ بھی جُدا کر گئی تھی زر خان زمین پر دونوں کا

چھوٹے سے چھوٹا کپڑا دیکھتا مسکان سجاتا ڈورا کے

لبوں کو خود میں دبا گیا تھا ایک ہاتھ اُسکے پستان پر تھا

اور دوسرا وہ نچلی گہرائی کو ٹٹول رہا تھا بلکہ خود کے

لیے تیار کر رہا تھا تاکہ وہ ڈورا میں نرمی سے خود کا

لمس داخل کر جا سکے ۔

زر خان وُہ اتنے پر ہی گہری سانسیں بھرنے لگی تھی

زر خان جو اُسکے ہونٹوں کو چھوڑتا دوبارہ ابھاروں پر آیا

تھا اور انہیں منہ میں لیتا ڈورا کو سکون دینے لگا پھر
وہ اُسکی ٹانگیں خود کے گرد لپٹا کر اپنا لمس اُسکے بیچ
میں مس کرنے لگا تھا وہ زر خان کو کندھے سے پکڑ
گئی تھی اور زر خان آہستہ آہستہ اُسکی گہرائی میں
شامل ہوا تھا ڈورا کی چیخ نکلی تھی جسے وہ لبوں کے بیچ
دبا گیا تھا ۔۔۔۔۔ زر خان نہیں ہو گا ۔
وہ اپنا ہاتھ لبوں کے بیچ دیتی زر خان کو بولی تھی
۔کچھ نہیں ہوتا بس دو منٹس اُسکے بعد تم خود بولو گی
زر خان اور پلز اور ۔۔

یہ کہتا موو کرنے لگا تھا ڈورا کے ناخن زر خان کے

کندھے اور پشت پر گڑھتے جا رہے تھے جہاں زر خان

کی مردانہ آوازیں نکل رہی تھیں وہیں ڈورا کی

سسکیاں اہوں سے پورا کمرہ گونج رہا تھا وہ موو کرتا

کرتا رکا تھا اور اُسکی ایک ٹانگ کندھے پر رکھتا پھر اُترا

تھا دونوں ہی پسینے میں شرابور تھے وہ اپنی انگلی ڈورا

کے منہ میں دیتا اُس میں شامل ہوا تھا ڈورا کو تو ایسا

لگا تھا جیسے اُسکا بدن کٹ رہا ہو لیکن بدن یہ سب اور

چاہتا تھا وہ پوزیشن بدلتا بیٹھا تھا اور ڈورا کو گود میں کیا

تھا پھر سے وہی عمل دہرانے لگا تھا دونوں کی
آوازیں گونجتی آج کی رات کو مکمل کر رہی تھیں ۔
وہ ساتھ ساتھ لولی پوپ کی طرح اُسکی دھڑکنوں کو
منہ میں لیتا چھوڑ رہا تھا زوئی مسکراتی ہوئی نم آنکھوں
کے ساتھ اُسے وہ کرنے دے رہی تھی جو وہ چاہتا
تھا ۔وہ پھر سے پوزیشن چینج کرتا ڈورا کو آگے لیٹا گیا
تھا اور پھر اُسکے برا بر لیٹتا اُسے خود کی طرف موڑتا
پہلے اُسکی کمر پر لب رکھتا اُسے پھر خود کے لمس پر لگا

تا شامل ہوا تھا اور ڈورا اُسکے چوڑے سینے میں چھپی تھی ۔وہ شدتیں ڈھاتا جا رہا تھا ۔

فجر کا وقت ہونے جا رہا تھا لیکن زر خان اُسکے اوپر ہوا اپنا بے قرار تشنہ لمس اُس میں اتار رہا تھا ۔ وہ اُسے آخری جھٹکا دیتا اُسکے سینے پر گرا تھا اور لمبی سانسیں لیتا چہرہ چھپا گیا تھا ۔

کیسا لگا ۔ وُہ شرارت کرتا پوچھ گیا تھا ڈورا جو اپنی سانسیں ہموار کر رہی تھی ۔ وہ معصوم کیوٹ ناراضگی بھرا چہرہ بناتی دو مکے زر خان کے سینے میں جڑ گئی

تھی ۔ ابھی بعد میں مار لینا جنا ن ابھی اور ٹرن بھی
رہتے ہیں ۔وہ کہتا سیدھا لیٹا تھا اور ایک جھٹکے میں
ڈورا کو خود کے اوپر بیٹھا گیا تھا ۔ کرو سٹارٹ میں
تمھارے ساتھ ہوں ۔ میں کیسے زر خان ۔وہ ابھی اور
بولتی زر خان اُسے نیچے سے جکڑ تا خود میں شامل کر
گیا تھا ۔ وہ اُسے نیچے کمر سے پکڑتا اُسکی سپیڈ تیز کرتا
چلا گیا تھا اور زر خان کے ہاتھ پورے حق سے اُسکی
دھڑکن پر تھے وہ خود بھی سکون لیتا اپنی ڈورا کو بھی
سکون دے رہا تھا ڈورا کو اتنی تو سمجھ لگ گئی تھی

اُسکا دورانی اتنے سالوں سے ترسا ہوا دورانی بن کر پھر رہا تھا ۔

ایسے شدتیں ڈھانے کے بعد وہ پھر اٹھتا ڈورا کو نیچے کرتا اُس میں سمایا تھا اور اگلے پانچ منٹ میں لگژری شاندار بیڈ زمین بوس ہوا تھا ۔ زر خان ڈورا کی کمر پر ہاتھ رکھتا اُسے لگنے سے بچا گیا تھا اور ویسے بھی لگنی نہیں تھی کیونکہ بیڈ کا میٹریس بہت موٹا تھا ۔۔۔۔۔

زر خان بیڈ تو ٹوٹ گیا کیا کریں گے آپ اب وہ مسکرائی تھی ۔ فکر نہیں کرو میرا کمرہ بہت بڑا ہے جو کام رک گیا ہے وہ پھر شروع ہونے والا ہے ۔

وہ کہتا ڈورا کو گود میں اٹھاتا دیوار کے پاس بڑھ گیا تھا اور اُسکی ایک ٹانگ پکڑ کر اور ایک ٹانگ اپنی کمر کے گرد لپیٹ کر وہ اُسکی گہرائی میں اترا تھا اور ساتھ اُس گہرائی کو چھوتا وہ ہاتھ اپنی زبان سے لگا گیا تھا زوئی کی نظریں جھکی تھیں پورا کمرہ دونوں کی قربت کے رنگوں سے زرخیز ہوتا چلا گیا تھا کمرے کا

کوئی حصہ نہیں تھا جہاں زر خان نے اپنا حق شد و مد سے لیا نہیں تھا۔

دونوں نے قربت کے حسین لمحات کے بعد ساتھ نماز ادا کرنی تھی دونوں واشروم میں تھے زر خان خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جنا ن کو شاور دے رہا تھا وہ اُسے دیوار سے لگاتا اچھی طرح بدن کے ایک ایک حصے پر جیل لگاتا روف شاور آن کر گیا تھا لیکن پھر اُسکی آنکھیں خمار آلود ہوئی تھیں وہ بہکتا اُسکی گردن پر

جھکتا لب رکھنے لگا تھا ۔ زر خان پلز رک جائیں تھک گئی میں ۔

کہا تھا نہ ولیمے سے دو گھنٹے پہلے چھوڑوں گا ۔تو برداشت نہیں بلکہ میرا جنونی سنکی پیار قبول کرو وہ کہتا اُسکے دودھیا اُبھار پر موجود براؤن چھوٹے حصے کو پھر منہ میں لیتا سک لک کرنے لگا تھا اور ایک ہاتھ سے اُسے اٹھاتا دیوار پر لگاتا اُس میں شامل ہوا تھا پانی بوندوں کی صورت میں گرتا جا رہا تھا اور زر خان کی معنی خیز آوازیں گونج رہی تھیں زوئی بے حال ہو چکی

تھی وہ اُسکے بالوں کو کھینچتی اُسکے کندھے پر سر رکھ گئی تھی وہ زور کا جھٹکا دے کر رکا تھا اور لبوں کو چوم گیا تھا ۔

I love u Mrs zar khan durani.

میری جنا ن میری زو حال زر خان کی جان -- چلو میری امامت میں نماز ادا کرو تم آفیشل میری ہو چکی ہو ۔ لیکن اُس بیڈ کا کیا کریں گے سب مذاق بنائے گیں -------- وہ ڈر ی تھی ۔

فکر نہیں کرو سب آج مجھ پر فخر کریں گے جو

میرے بھائی نہیں کر سکے وہ میں نے کر دکھایا۔

تیس دن میں ہی پیارا سا مہمان لانچ کر دیا۔ وہ اپنی

بات رکھتا زوئی کو باتھ روب پہنا کر گود میں اٹھا گیا

تھا جیتنے اسپنک مارے ہیں اتنا ہی مرہم رکھوں گا۔

وہ شرما کر اُسکے سینے میں سما گئی تھی وہ ہنستا باہر

کمرے میں آگیا تھا۔

قسط: 17 (بونس پارٹ 2)

ابراہیم دورانی پہلے ہی بٹر کو اوپر کلثوم کے ہاتھ آشنا
کے پاس بھیج چکا تھا وہ جانتا تھا اسکی آشنا ضرور اُس
سے ناراض ہو کر بیٹھی ہو گی وہ اسکی امبر آنکھوں
میں بٹر کے بال ٹرم انسیڈنٹ کے بعد شدید ناراضگی
دیکھ چکا تھا ۔ وہ مردان سے نکلتا اپنی شا ل جھٹکتا
مین ہال سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا وہ مردان
خانے کے ساتھ موجود اپنے کمرے میں کپڑے بدل
چکا تھا ابراہیم وائٹ شلوار قمیض پر بلیک شال

کندھوں پر ڈالے ہوئے تھا ۔ وُہ اپنے بالوں کو اوپر
کرتا سیڑھیاں چڑھ رہا تھا بڑھتی عمر کے ساتھ سردار
ابراہیم دورانی مزید پر کشش مرد بنتا جا رہا تھا گندمی
رنگت مزید اسکی با رُعب خوبرو رحمدل پرسنلٹی کو چار
چاند لگا دیتی تھی وُہ دو بیٹوں کے بعد اور ذیادہ ہینڈسم
لگنے لگا تھا فیملی مکمل ہونے کے بعد ابراہیم کے
چہرے پر ہر وقت ایک الگ خوشی دکھتی تھی کیونکہ
اُسکی دلبرا جو اُسے مل چکی تھی ۔وہ اوپر چڑھتا اپنے
عالیشان کمرے کا دروازہ کھولتا جیسے اندر داخل ہوا تھا

اور اندر کا منظر دیکھتا وُہ حیران ہوتا سر جھکاتا اپنی پچھلی گردن سہلا گیا تھا۔کِیُونکہ اُسکی آشنا اُسے دیکھتی لہنگے سمیت سجی سنوری ہی کمبل کے اندر ہوئی تھی وُہ پور کمبل سر تک لے گئی تھی اوپر سے سونے پر سہاگہ چھوٹا سردار اپنی ماما کی ٹانگیں دبا رہا تھا اور بٹر اشیر ابراہیم جو آشنا کے سر کے پاس بیٹھا ابھی ایک سیکنڈ پہلے تک چاکلیٹ کھا رہا تھا لیکن جیسے ابراہیم اپنے بابا کو دیکھا بے آواز روتا کیوٹ چہرے بنا نے لگا تھا اور آشنا جو ابھی خاموشی سے بیڈ کراؤن کو ٹیک لگا

کر بیٹھی ہوئی تھی وہ ابراہیم کو دیکھتی کمبل میں پوری
کی پوری گھسی تھی ۔

وہ سر نفی میں ہلاتا اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا اپنی
چھوٹی حسین دنیا کی طرف بڑھا تھا جو ابھی تک جاگ
رہی تھی رات کے دو بج رہے تھے ۔

وہ بڑا تھا اپنی معصوم سی سردارنی کو خود سے چھپتے
دیکھ جہاں اچھا نہیں لگا تھا وہیں اُسکی معصومانہ
اداؤں اور ناراضگی پر پیار دلار بھی بے شمار آیا تھا ۔

وہ اپنی شہد رنگ آنکھوں سے ہی بڑ اور چھوٹے سردار سے معاملہ پوچھ گیا تھا جو اپنی بائیس سالہ ماما کے ارد گرد بیٹھے اپنے بابا سردار کو دیکھ رہے تھے ۔

بابا ماما تھک گئی ہیں اِس لیے نینی کرنے گئی ہیں ۔

چھوٹا سردار سمجھداری کا مظاہرہ کر گیا تھا جس پر ابراہیم خوش ہوا تھا اور آشنا اندر ہی اندر اپنے سمجھدار بیٹے ابراش کی نظریں اُتارنے لگی تھی جو اسکا فرمانبردار بیٹا تھا اور اِس خاندان کا وارث بھی تھا ۔پر جو بڑ بولا تھا اُس پر ابراہیم با مشکل ہی ہنسی کنٹرول کر سکا

تھا اور آشنا کا دل کیا تھا اپنی اِس نکمی خود سر عاشق

مزاج اولاد کو دو اور لگا ڈالے ۔ بابا ماما توڑ ماتا اپ

ات اوت ماما تے لاؤ ماما پٹر تی محبت تی دتمن

ہے

(بابا ماما اور مارا آپ ایک اور ماما لے آؤ ماما بٹر کی

محبت کی دشمن ہیں)

وہ اپنے بابا سردار کے آگے شکایت لگاتا اپنے ننھے

گال پر ہاتھ رکھ گیا تھا وہیں ابراہیم سر پر اُنگلیاں اُلجھا

گیا تھا وہ اپنی اکلوتی دلبرا کو منانے آیا تھا اور اُسکا

شیطان بیٹا پنگے ڈال رہا تھا ۔دیکھا آپ نے کتنا بتا میز
ہو گیا ہے اپنی سگی ماما کی جگہ بھی کسی دُوسری کو
دینے کو تیار بیٹھا ہے ۔وہ کمبل کے اندر دبکی چلا رہی
تھی بڑ بلی آنکھیں نیچے کر گیا تھا اُسے ڈر لگا تھا کئی
اُسکی ماما اُسکی ننھی محبت اروشا کے آگے اُسکے گول
مٹول گال لال نیلے نہ کر دیں اِس لیے خاموش رہنے
میں ہی عافیت سمجھ بیٹھا تھا وہ اپنی زبان کو گوندھ لگا
گیا تھا ۔ چھوٹا سردار اپنے بھائی کو گھوری ڈال گیا تھا
جو ماما چینج کرنے کی بات کر رہا تھا ۔ ابراہیم گہری

سانسیں لیتا کمبل میں لپٹی اپنی حسین سردارنی کی طرف بڑھا تھا ۔ اور اُسکے پہلو میں بیٹھا تھا ۔ سردارنی اٹھ جائیں ایسے خفا تو نہیں ہوں نہ آپکا ہی بیٹا ہے اگر ایک پیارا ہے تو دوسرا شیطان ہونا ہی تھا اگر ہم اسے نہیں رکھیں گے تو کون رکھے گا ۔ ۔ابراہیم اپنی معصوم خیالی پلاؤ پکا نے والی سردارنی کو ایسے سمجھا رہا تھا جانتا تھا وہ دماغ میں نئی نئی تازہ کچری بنا کر بیٹھی ھو گی ۔وُہ کمبل کے اوپر سے ہی اُسے ہاتھ سے سہلا تا پچکار گیا تھا ۔ میری گڑیا میری دھڑکن میری دلبرا اٹھ

جاؤ اپنا دیدار تو کروا دو ۔۔مجھے نہیں اٹھنا اسکی وجہ

سے آپ مجھ سے ناراض ہوتے ہیں ڈانٹ لگا تے

ہیں جائیں اسی کو سمبھا لیں میرے پاس نہ آئیں وہ

مزید رخ بدل گئی تھی۔ ابراہیم پیشنا نی ملتا آفت کے

پرکالے کو دیکھ گیا تھا جو انتہا کا معصوم ٹڈا بن کر

بیٹھا ہوا تھا ۔ بابا ماما ٹوٹ دول لئی پٹر تعریف بتا ہے (

بابا ماما جھوٹ بول رہی ہیں بٹر شریف بچہ ہے) خود

کی تعریف کی تھی اشیر دورانی نے ۔ایک سیکنڈ سے

پہلے سو جاؤ اشیر ابراہیم ورنہ بابا سے برا کوئی نہیں ہو

گا ابراہیم تپا تھا ایک تو اُسکی سردارنی ناراض تھی اوپر

سے اشیر کہانیاں گڑھ رہا تھا ۔ اشیر کا دل کانپ گیا

تھا کہاں اُسکے رحمدل بابا نے کبھی ایسی سختی کی تھی

وہ دھرم سے کمبل اوڑھتا نیند کی وادیوں میں اترا تھا

اور چھوٹا سردار بھی جھٹ سے سو گیا تھا ۔ابراہیم

اُنہیں دیکھتا انٹر کام اُٹھا گیا تھا کلثوم میرے کمرے

میں آ و وُہ فون رکھتا آشنا پر نگاہ ڈال گیا تھا جو سٹل

کمبل میں گھم تھی پر اسکی روتی ہلکی ہلکی سسکیاں

گونج رہی تھیں اور اُسکی مدھم سسکیاں بھی ابراہیم کو

پاگل کر رہی تھیں وہ خود پر غصہ ہوا تھا آخر وُہ بٹر کے پیچھے اپنی گڑیا پر گرم کیوں ہو گیا تھا ۔وُہ اٹھتا چکر کاٹنے لگا تھا اتنے میں کلثوم داخل ہوئی تھی ۔

جی ابراہیم سردار ۔۔ ان دونوں کو مام کے پاس چھوڑ آؤ ۔۔ جی ۔۔وُہ کہتی دونوں کو گود میں لیتی کندھے سے لگا تی نکل گئی تھی ۔ ابراہیم کمرے کا دروازہ بند کرتا پھر آشنا کی طرف بڑھا تھا ۔

وہ کمبل اٹھانے لگا تھا پر آشنا اٹھانے نہیں دے رہی تھی وہ پوری کمبل میں تھی ۔آشنا کیوں سزا

دے رہی ہیں مجھے جانتی ہیں نہ آپکو رات کو گہرائی

عقیدت سے دیکھے بنا آپکا ابراہیم نہیں رہ سکتا ہے

۔وہ اُس کے دائیں بائیں جانب ہاتھ رکھتا جھکا ہوا تھا

ابراہیم کی سانسیں کمبل پر پڑ رہی تھیں ۔ مجھے کُچھ

نہیں سننا جائیں آپ اپنی اولاد کے پاس وہ دونوں کیا

آگئے آپکی زندگی میں ۔۔میں تو آپکے لیے خاص سے عام

ہو گئی وُہ کہتی کمبل کا سرا سر سے ہٹا گئی تھی اور

ابراہیم کو بے رخی سے دیکھتی ہلکا سا دھکا دیتی تھوڑا

سا آٹھ کر بیٹھی تھی ابھی بھی وہ آدھی کمبل میں ہی

گم تھی ۔ لیکن اُسکا اوپری بھڑکتا بدن نرم نرم گول گول گداز نمایاں تھے جو بڑ چھوٹے سردار کی پیدائش کے بعد اور ذیادہ بھرے بھرے ہو گئے تھے اوپر سے ابراہیم کا ذیادہ تر لمس ہاتھ زبان یہیں رقص کرتا رہتا تھا ۔ ابراہیم دورانی کی آنکھیں اُسکی گول گول گہرائیوں پر لگی ہوئی تھیں وہ تو صبح سے ان ابھاروں پھولوں سے لپٹنے کو پاگل ہو رہا تھا ۔ آشنا کا دوپٹہ اترا ہوا تھا اور لہنگے کی چولی پیٹ سے بھی اوپر ہوئی تھی عجیب غریب ات رنگی لیٹنے کی وجہ سے ۔ کیوں بیٹھے

ہیں جایئں اپنے ایک عدد لاڈلے کے پاس جس سے

تو آپ بھرپور مٹھاس سے بات کر رہے تھے اتنے کانڈ

کے بعد اور بس ہر جگہ میرے اوپر ہی چلائے جا

رہے تھے جایئں آپ دُوسری شادی بھی کر لیں

آپکے لاڈلے کو دُوسری ماما جو چاہیے ۔وہ اپنی آستین

سے روتی سو سو کرتی ناک صاف کر گئی تھی ۔ ابراھیم

ایک تو اُسکا بھڑکتا جوالہ روپ دیکھتا ہوش کھو رہا تھا

اوپر سے اُسکی سردارنی شدید ناراض ہو چُکی تھی

۔دیکھیں سردارنی آپکا سردار آپکا غلام ہے وُہ پھر چٹکی

بھر بھی اپنی گڑیا پر نہیں چلائے گا۔ وُہ ان لمحات میں رحم کا طلبگار ہوا تھا وہ ٹڈے بٹر کی وجہ سے آج کی رات خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا وہ آشنا کے ساتھ ہر حد سے بستر پر گزرتا سونا چاہتا تھا لیکن اُسکی معصوم عقل سے پیدل بیوی سننا ہی نہیں چا ہ رہی تھی۔

دیکھو میری جان وُہ دونوں تمہارے آگے کُچھ نہیں ہیں تم مجھے ذیادہ پیاری ہو

تمہارا سردر تمہیں ہی اوپر رکھتا ہے ۔ وُہ اُسے منا نے

میں لگا ہوا تھا ۔ جھوٹ جھوٹ سب جھوٹ کیسے

آپ مجھے ڈانٹ رہے تھے میں بٹر کو بگاڑ رہی ہوں

میں آپ سے بے حد ناراض ہوتی کٹی ہو چکی ہوں ۔

وہ چہرہ پھیرتی لال سرخ انگارہ گالوں کے ساتھ تیز تیز

سانسیں بھرنے لگی تھی ۔ ابراہیم کی نگاہیں بار بار

اُسکے اودھم مچا تے نشیب و فراز پر جا اٹکتی تھیں ۔

آپ تُو مجھ سے بات بھی اتنی روڈ کرنے لگے ہیں لگتا

ہے میرے اندر آپکی دلچسپی ختم ہوتی جا رہی ہے ۔

امبر آنکھیں اٹھتی شہد رنگ کی آنکھوں سے شکوہ کر
گئی تھیں ۔ ابراہیم اپنا سر پیٹ گیا تھا کیا کمی رہ گئی
تھی اُسکے عشق میں جو اُسکی دلبرا آئے دن یہ
فضولیات سوچتی رہتی تھی ۔ وُہ پھر سے کمبل خود پر
لیتی اندر گم ہوئی تھی ۔ ابراہیم کھڑا ہوتا کمرے میں
چکر کاٹنے لگا تھا دل کیا تھا دیوار سے سر ٹکرا دے ۔
لیکن رکتا پھر دل کی دھڑکن کو دیکھنے لگا تھا ۔ جو
رونے میں مصروف تھی وُہ کُچھ سوچتا پل میں آشنا
کے اوپر سے کمبل سر کاتا اُسے گود میں اُٹھا گیا تھا

آشنا اُسکے کندھے پر جھول رہی تھی اور ابراہیم کے ہاتھ اُسکے ہپ پر جمے ہوئے تھے ۔اُسکے ہاتھوں کا لمس پیچھے کی گہرائی پر بے باکی سے محسوس کرتی آشنا اندر تک سرخ پڑی تھی ۔ وہ لمبے چوڑے چھ فٹ ایک انچ کے ابراھیم کے کندھے پر کسی بچی کی طرح جھول رہی تھی پستہ رنگ کے لہنگا میں آشنا بہت ہی حسین لگ رہی تھی ۔نیچے اتا ریں مجھے وہ اُسکے کندھے پر ہاتھ جمائے نیچے اُترنے کی تگ و دو میں لگی ہوئی تھی ۔ میں تمہاری کوئی نہیں سننے والا آشنا

ابھی تو تمہاری خوبصورتی کا بھی حق مجھے ادا کرنا ہے ۔

وُہ کہتا آشنا کو لیے اپنے کمرے سے اٹیچ اپنی اسٹڈی

کی طرف بڑھ گیا تھا ساتھ ہی حسین بالکونی ایریا تھا

جس میں سائڈ پر سوئمنگ پول سٹائل میں باتھ ٹب لگا

ہوا تھا یہ ابراہیم نے بنوایا تھا کبھی بچے کمرے میں

ہوں تُو وُہ آشنا کو اس طرف لاتا اپنی قربت کے رنگوں

میں مہکا سکے ۔یہاں کیوں لائے ہیں ۔ وہ روتی پوچھ

رہی تھی ابراہیم اُسے نیچھے اتارتا اُسکی نازک کمر پر ہاتھ

رکھتا خود میں بھینچ گیا تھا آشنا اُسکا نچلا اُبھرتا لمس

محسوس کرتی نگاہیں جھکا گئی تھی ۔ وہ سمجھ گئی تھی

اُسکا سردار پورا کا پورا آن ہوا تھا اور اسی چیز کا فائدہ

اُٹھا تی وہ اپنے سردار کو تنگ کرنے والی تھی

۔ابراہیم کے ہاتھ اُسکے بدن پر رینگتے ہر اینگل کو

ماپنے لگے تھے ایک ہاتھ پیچھے کمر اور ہپ پر لہرا رہا تھا

اور ایک ہاتھ پیٹ سے ہوتا دھڑکن کی طرف سفر

کرنے لگا تھا ۔ آشنا روک گئی تھی ابراہیم کا ہاتھ

پکڑتے اتنے غصے میں بھی پیار سے پیچھے کیا تھا وہ

گال اور ذیادہ پھولا گئی تھی ۔ کیوں پاس آرہے ہیں

مجھ میں آپکو کوئی انٹرسٹ تو رہا نہیں ۔ وہ غصّہ کرتی
پیچھے پیچھے قدم بڑھانے لگی تھی چولی بے ترتیب تھی
پورا بدن لرزتا دلکش منظر پیش کر رہا تھا ۔ میری گڑیا
پاس آؤ دور تو نہ جاؤ نہ تمہارا حق ادا کرنا ہے ۔ وہ بچوں
کی طرح اُسے بلا رہا تھا جو آج پوری باغی بیوی بنی ہوئی
تھی ۔ میں نہیں آؤنگی پاس آپ پھر سے گندے
ہسبنڈ بنتے جا رہے ہیں آپ نے بٹر کو کیوں ڈانٹ
نہیں لگائی وُہ بھلا کیسے اپنے بابا سردار کی دوسری
شادی کا بول سکتا ہے اور اپنی معصوم سگی ماں آشنا

کی جگہ بھلا کسی اور کو کیسے دے سکتا ہے۔۔۔ وُہ
روتی روتی ڈھیر سارے بریانی پلاؤ بنائے شکوے کر
رہی تھی جنکا سر پاؤں فلحال ابراہیم دورانی کو نظر
نہیں آرہا تھا۔ میری سردارنی سن تُو لیا کریں منا نے
کا موقع تُو دیں آج کی رات ایسا مناؤں گا آپکو آپ خود
بولیں گی ابراہیم رکیں نہیں پلز اور اندر تک مجھ میں
شامل ہوں۔ وُہ خاص کر اپنے نام ابراہیم پر زور دے
گیا تھا۔آشنا کے گال دہکتے انار بنے تھے لیکن ابھی
وُہ دوسری شادی والی بات پر بھڑکی ہوئی تھی۔

جھوٹ سرا سے جھوٹ یہ بولیں آپکے دل میں بھی

شادی کے اتنے سال بعد لڈو پھوٹ رہے تھے آپ

بھی اپنے شیطان بیٹے کی اِس بات پر غور و فکر میں

لگے ہوئے تھے قدم پیچھے پیچھے کرتی وُہ بالکونی کی طرف

بڑھتی جا رہی تھی ۔ پر آگے جو آشنا نے کیا تھا ابراہیم

کی طلب بھری نگاہیں مزید خمار آلود ہوتیں شدید گرم

ہوئی تھیں ۔ وہ چولی کی دوڑیاں پیچھے ہاتھ لے جاتی

کھول چکی تھی فٹنگ والی چولی کندھوں سے پھسلتی

گول گول موٹے دودھیا ابھاروں پر اٹک گئی تھی نہ

کُچھ چپھ رہا تھا نہ کُچھ صحیح سے دکھ رہا تھا ۔ کیا کر رہی
ہو کیا چاہتی ہو بستر کی جگہ کھڑے کھڑے ہی تمہاری
دھڑکنوں سے لپٹ بیٹھوں ویسے مجھے تُو کوئی اعتراض
نہیں ہے مشکل تمہیں ہی پیش آنے والی ہے ۔ وہ
بے باکی سے زو معنی بات کر گیا تھا ۔ دور رہیں مجھ
سے آپ میرے پاس کیوں آنے لگے میرے دودھیا
ابھاروں اور یہاں تک کہ جسم میں وہ بات تھوڑی
رہی جسکے پیچھے آپ پاگل ہوئے پھرتے تھے وہ اپنی
دھڑکنوں کو پکڑتی زور سے مو و کر گئی تھی ابراہیم

کے حلق میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی ہاتھ بے چین ہوئے تھے اِس حسین سا مان کو پکڑنے کے لیے اور لب بے قرار ہوئے تھے انہیں زبان اور اپنے منہ میں بھرنے کے لیے وہ خود کو بڑ ابرا ش کی جگہ رکھتا ان دھڑکنوں سے فیض اٹھانے کا منتظر ہوا تھا ۔

پاس تُو آؤ ۔ وہ بھی قدم اپنی معصوم جان کی طرف بڑھا گیا تھا ۔ میں نہیں پاس آنے والی آپکو میرے بدن کی خوبصورتی نہیں خود کی بچوں والی طلب کھینچ

رہی ہے میں آج آپکو اپنا لمس اور اپنی دودھیا گہرائیوں
سے لپٹنے کا حق نہیں دونگی ان دھڑکنوں کے علاوہ
میرے پاس بچا ہی کیا ہے بوڑھی تو ہو گئی ہوں میں
بھلا دو بڑے بڑے جوان بچوں کی ماما میں آپکو کیا
انٹرسٹ ہو گا ۔ وُہ مزید چولی کھسکا گئی تھی ابراہیم
سُنتا اندر ہی اندر ہنس رہا تھا ساتھ ہی وہ سمجھ گیا تھا
اُسکی سردارنی اُس سے کیا چاہتی تھی لیکن اُسکی اُو
ٹ پٹانگ سوچ پر دل ہنستا اُسکی بیوقوفی پر رو پڑا تھا
۔اُسکی سردارنی کبھی بڑی نہیں ہو سکتی تھی اُسکے

لیے وُہ ہمیشہ اُسکے لیے بچی ہی رہنے والی تھی بس

فرق اتنا تھا یہ بھرپور سردار اُسکے عشق میں گرفتار

ہونے کے ساتھ ساتھ اُسکے بدن کا بھی ایڈکٹ بنتا جا

رہا تھا ۔ وُہ جھٹ سے پاس ہوتا لڑکھڑا تی ہوئی آشنا کو

باہوں میں بھرتا اُسکی ادھ کھلی دھڑکنوں کو خود کے

سینے سے بے دردی سے لگا گیا تھا ۔ وُہ زور سے پیچھے

کرنے میں لگی ہوئی تھی لیکن ابراہیم کے ہاتھ بے

رحمی سے بدن پر سفر کرتے اُنگلیاں پیچے جاتی گہری

گستا خی کر گئی تھیں ۔ دور ہٹیں آشنا پینک ہوئی تھی

۔ وُہ مسلسل پیچھے کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی لیکن شائد بھول گئی تھی وُہ چوڑی ورزش کرتی کسرتی باڈی کے چنگل میں پھنس چُکی تھی ۔ ابراہیم اُسکے کان کو نرمی سے چومتا بولا تھا پیچھے جانے کا ہر راستہ بند ہوا جاتا ہے ایسے مجھے ورغلا کر پیچھے قدم نہیں کر سکتی میری پسند کی نیچے بلیک انر اور یہ پہن رکھی ہے اور دور جانا چاہتی ہیں دراصل آپ بھی یہی چاہتی ہیں بس کھل کر بول نہیں رہی ہیں ۔ ایک ہاتھ ابراہیم کا آگے سے لہنگے کے اندر سلپ ہوا تھا

اور اُس گہرائی کو چھو گیا تھا جس میں آج وہ قہر بن کر اُترنے والا تھا۔ سردا ر صاحب ۔۔آشنا کی چلتی زبان اتنے میں ہی رکی تھی ابراہیم دورانی جیسے بھرپور مرد کو بستر پر برداشت کرنا کہاں آسان ہوتا تھا لیکن وہ ابراہیم تھا جو پہلے اپنی دلبر ا کے سکون کا خیال رکھتا تھا لیکن آج تُو وُہ خود سب اُس سے انتہا کی بے رحمی چاہتی تھی اسلیے بستر پر وُہ اسکا حق پورا کا پورا ادا کرنے والا تھا۔ سنیں دور ۔۔ اتنا ہی بولی تھی ۔۔دور تُو نہیں ہو سکتا میں جان چکا ہوں میری بیوی کس

وجہ سے چلا رہی ہے سیدھا بولو نہ تم یہی سب چاہتی ہو ۔ وُہ اُسکی نچلی گہرائی کو اندر ہاتھ ڈالے انٹنسلی مسل گیا تھا ۔ میں ایسا کُچھ نہیں چاہتی ۔وُہ زور زور سے سانسیں لیتی لرزتی با مشکل بولی تھی وہ اُسکی بات ان سنی کرتا پیچھے ہوتا اپنی قمیض نکال کر پھینک گیا تھا ۔

آشنا کی آنکھیں جھکی تھیں اتنی راتیں دن اپنے سردار کے ساتھ گزار کر اُسکے قریب رہتے بھی وُہ آج بھی شرما جایا کرتی تھی ۔وہ بے باکی سے دیکھتا پھر سے

پاس ہوا تھا ۔ وہ سر بھی جھکا گئی تھی ابراہیم بلیک

سینڈو میں کھڑا تھا ۔ سوچ رہا ہوں آج ایک اور بچہ

پلین کر لیا جائے ۔ آج کوئی پروٹیکشن نہیں آج سے

دن رات تم پر محنت کرونگا بیٹا ہو یا بیٹی کھلے دل

سے منظور ہو گا کہتا جھکتا اُسکی سائڈ گردن پر لب رکھ

گیا تھا ۔) آشنا ابراہیم دو سالوں سے احتیاط کر رہے

تھے ڈاکٹر کا بھی کہنا تھا اُسکا اندرونی سسٹم پہلے بچوں

کی پیدائش میں کمزور ہو چکا تھا اوپر سے آشنا کو بیٹی

نہیں چاہیئے تھی وُہ اپنے سردار کی اکلوتی بن کر رہنا چاہتی تھی)۔

اگر بیٹی ہو گئی تُو آپ تُو اور مجھے پوچھے گے نہیں اُن دو کے ہونے کے بعد آپ مجھ پر اتنا چلا رہے ہیں ۔ وُہ اُنگلی منہ میں دیتی دل کی بات بتا گئی تھی غلط بات سردارنی ۔۔ میں کب آپ سے چلا کر بات کرتا ہوں اور بیٹی ہونا اوپر والے کی مرضی پر ہے لیکن مجھے آپ سے ایک اور اولاد چاہیئے ۔ یہ کہتا ایک ہاتھ سے آشنا کو اٹھاتا کندھے پر ڈالتا بالکونی کی طرف بڑھ

گیا تھا ۔ آشنا کے حواس باختہ ہوئے تھے وہ دل میں
خود کو برا بھلا بول رہی تھی کیونکہ وہ خود اپنے سردار کو
جگا چکی تھی اور اب جھیلنا ہی تھا۔

وہ اُسے بالکونی میں لاتا ایک طرف ڈیکو ریٹ کی ہوئی
سیٹنگ آرام دہ جگہ کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں اک
طرف فائر ہیٹر لگا ہوا تھا اور زمین پر نرم گدے بیچے
ہوئے تھے ۔ وہ نرمی سے آشنا کو وہاں بیٹھا گیا تھا جو
ادھ کھلی چولی میں خود کی عیاں ہوتی دھڑکنوں کو
ہاتھ سے ہی ڈھکنے کی ناکام کوشش کرنے میں لگی

ہوئی تھی ۔چھپا کیوں رہی ہو بچا کچا بھی اُترنے ہی

والا ہے وہ یہ کہتا اپنی شلوار ڈھیلی کرتا پاس بیٹھا تھا

بلکل سامنے ۔ سنیں ٹھنڈ لگے گی ۔ فکر نہیں کرو

اگلے دس منٹ میں تمہیں گرم کرتا پسینے میں بھیگنے

پر مجبور کر دونگا ۔وہ کہتا آشنا کی کمر پر گرفت مضبوط

کرتا اُسکی چولی میں ہاتھ کرتا پیچھے اوپری کمر پر پھیرنے

لگا تھا اور خود کے سینے سے لگا گیا تھا اؤر ایک ہاتھ

بے باکی سے اُسکے بیلی بٹن پر اپنی اُنگلیاں ٹریس کر

رہا تھا آشنا کی ہوائیاں گل تھیں اسکا بدن وائبریٹ

کرنے لگا تھا وہ جھٹ سے آشنا کی حسین کمر کا رخ
خود کی طرف کر گیا تھا اور اُسکے بالوں کو کھولتا اُنہیں
آگے کرتا اُسکی کمر کو چومتا چلا گیا تھا ایک دوڑ ی
بلاؤز کی رہ گئی تھی وُہ بھی کھول چکا تھا ۔ بلاؤز گرتا
اِس سے پہلے آشنا آنکھیں بند کرتی گہری سانسیں
لیتی آگے سے پکڑ گئی تھی اتنے میں اُسکی آنکھیں
پوری کھلی تھیں کِیُونکہ ابراہیم اُسکی بلیک سٹرپ بھی
کھول چکا تھا اور کھولتا کھینچ گیا تھا آشنا کی کمر لال
ہوئی تھی ۔ سردار صاحب ۔ وہ سر نیچے گرا تی بھکتی

ہوئی بولی تھی وُہ اُسکی کمر پر بے باک ہونٹوں کا لمس

چھوڑتا بولا تھا ۔ سردار کی جان تمہارا سردار تُو تمہارا اسیر

ہے اپنی مام کے بعد میں تمہیں ہی قابل عزت اور

سر پر بٹھانے کے لائق سمجھتا ہوں جو تم ہو وہ بس

تم ہو ۔ وہ بہکا بہکا کہتا پھر سے اسکا رخ خود کی طرف

کر گیا تھا ۔ دیکھو مجھے اور آنکھیں جھکے نہیں آج آدھی

محنت آپ بھی اِس نرم گرم بستر پر کریں گی آپ

بھی میرے سکون کا پُورا ذریعہ بنے گین اور جو شوہر

بولے وُہ بیوی پر کرنا لازم ہو جاتا ہے وہ کہتا چولی

نکال گیا تھا آشنا خود میں سمٹنے لگی تھی ۔ نہیں آشنا

ایسے ہی بیٹھی رہو اگلے لمحے وُہ اُسکی بلیک سٹرپ

کندھوں سے نکالتا دھڑکنوں سے بھی جدا کر گیا تھا ۔

اور ہلکا سا بیٹھے بیٹھے ہی پیچھے ہوتا اُسے گہری نگاہ سے

دیکھتا چلا گیا تھا ۔ دیکھو خود کو کتنی ہاٹ اور جاذب

نگاہ لگتی ہو اتنی پرفیکٹ شیپ اتنی پرفیکٹ جسامت

تم تُو اپنے سردار کا اینٹی ڈرگ بنتی جا رہی ہو حرام

نہیں بلکہ حلال بیوی ہے میرے پاس جسکا نشہ

شراب کی صورت میں سر اور آنکھوں پر چڑھا رہتا ہے

۔ آشنا کُچھ نہیں بولی تھی بلش کرنے کے علاوہ کُچھ
کہنے کو تھا ہی نہیں الفاظ ہی نہیں اُسکا سردار لفظوں
سے بھی اُسے مان دے رہا تھا ۔ وہ اُسے اُسکے گھٹنوں
کے بل کرتا لہنگا بھی نکال گیا تھا و اور خود کی بھی
شلوار نکال کر دور اچھالی تھی دونوں بس نیچے والے
بلیک میں ملبوس تھے آشنا کی آنکھیں ہمیشہ کی طرح
شرم سے اٹھ ہی نہیں رہی تھیں ۔دیکھ بھی لو
سردارنی روز ہی دیکھتی ہو ایسے آج تُو پھر بھی کُچھ پہنا

ہو ا ہے وہ معنی خیز بات کرتا مسکراتا بولا تھا ۔ اور

اُسکا چہرہ تھامتا لبوں کو قید میں کرتا

Passionate kiss

کرنے لگا تھا کس اتنی ڈیپ تھی وہ آشنا کی نمی کو

بھرپور انداز میں پیتا خود کی نمی اُسکے حلق میں انڈیل رہا

تھا اور ساتھ ساتھ ایک ہاتھ نچے انر کے اندر تھا اور

دوسرا گول ابھاروں کو بار بار مسل رہا تھا وہ یہ عمل

کرتا آشنا کا ہاتھ نچے رکھ گیا تھا اؤر اُسکے نچلے لب کو

کاٹتا خود کا بھی رکھ گیا تھا ۔ نہیں میں نہیں خود

اتاریں اپنا ۔ وہ نفی میں سر ہلا تی اپنی بکھرتی ہوئی سانسوں کو سمیٹتی بولی تھی ۔ آپ ہی کریں گی چلیں شروع ہو جائیں ۔ نہیں ۔۔ کریں آشنا ! وہ اُسکا بلیک نکا لتا اپنے لبوں کو لگائے دیکھنے لگا تھا آشنا آنکھیں جھکا تی اپنے سردار کی بے با کیوں کے آگے ہارتی اُسکا بھی نکال کر سائڈ پھینک گئی تھی پاس ہی باتھ ٹب میں پانی لہروں کی مانند چل رہا تھا ۔

شروع کریں پہلے تمھیں پورا کا پورا گرما دوں پھر تم سے محنت کرواتا ہوں ۔ آشنا کے کان کی لَو کو کاٹتا

اُسے لیٹاتا اُسکے بدن پر جھکتا بھاری ابھاروں کو منہ

میں لے گیا تھا وہ براؤن حصے کو چوس رہا تھا اور

دوسرا ہاتھ سے دبانے میں لگا ہوا تھا آشنا کی

سسکیاں عروج پر تھیں وہ ابراہیم کے بالوں میں

اُنگلیاں اُلجھا گئی تھی وُہ دھڑکنوں کو لال کرتا اُنکا رس

نچوڑتا پیٹ کو چومتا نیچے آیا تھا اور آشنا کی ٹانگیں پوری

کھولتا اندر گھم ہوا تھا آشنا اپنے ہاتھ کو لبوں کے بیچ

میں دبا گئی تھی اوُر اُنگلیاں چبھا تی ہوئی ابراہیم کے

ہونٹوں کا لمس اپنے نچلے حصے پر محسوس کر رہی تھی

ویسے بھی آج اُسکا سردار ہر احتیاط سائڈ پر رکھتا اُسکے اندر ڈیپ اُترنے والا تھا جان اٹکی ہوئی تھی ۔

کافی دیر نچلے حصے کو وقت دینے کے بعد ابراہیم نیچے سے اوپر لبوں کی پرواز کرتا آیا تھا اور پھر سے دھڑکنوں کو لپٹتا اُنہیں چومتا اُنکا رس نچوڑنے لگا تھا یہ ابراہیم کی ہی محنت تھی جو آشنا کی دھڑکنیں اِس عمر میں پرفیکٹ ہو چکی تھیں ۔

وہ ایک ہاتھ سے اپنی شال پکڑتا دونو ں کی لوئر با ڈی پر کرتا آشنا کے پاس لیٹا تھا ۔ آشنا نم امبر آنکھوں

سے دیکھنے لگی تھی ۔ میرے اوپر آؤ اور خوبصورت را یڈ
کرو ۔ وُہ آج پہلی بار ڈومینیٹڈ انداز میں حکم دے گیا
تھا اور آشنا اِس سحر میں الجھ گئی تھی وُہ اُسے خود
کے اوپر بیٹھا گیا تھا ۔ وُہ عین پوائنٹ پر بیٹھی تھی
شرم حیا سے لال گال سرخی جھلکا رہے تھے ۔ پہلے
اپنے سردار کو سکون دو ۔وہ آنکھوں سے ہی ڈبل بات
کر گیا تھا اور ہاتھ بے باکی سے آشنا کی دھڑکن اور
کمر کو مٹھی میں بھرتے چھوڑ رہے تھے وُہ پاگل ہوتی
جھکتی ابراہیم کی گردن کو اپنے میٹھے ہونٹوں سے سلگا

تی نیچھے بڑھتی جا رہی تھی وُہ اور ذیادہ نیچے بڑھی تھی

ابراہیم آنکھیں موند تا گہری گہری سانسیں لیتا اُسکے

بالوں کو انگلیوں سے کھینچتا اُسکے اُوپر چادر دے گیا تھا

اؤر آشنا مزید کرتی وُہ اُسے اوپر کرتا بالوں سے ہی بولا

تھا ۔

عمل شروع کرو یہ راءڈ رکنی نہیں چاہیئے ۔ کہا ہی تھا

وہ اُسے کمر سے پکڑتا بیٹھا گیا تھا آشنا کی سیسکی روتی

ہوئی نکلی تھی وُہ اپنی زبان اور دانت جما گئی تھی

ابراہیم اُسے کمر سے پکڑتا آہستہ آہستہ مو و کروانے لگا

تھا اور لمحہ با لمحہ رفتار بڑھتی ہی جا رہی تھی وُہ ابراہیم
کے سینے پر ہاتھ جمائے مدہوشی کے عالم میں مو و
کر رہی تھی جہاں ابراہیم کی مردانہ آواز بالکونی کا حصہ
بنی تھی وہیں آشنا سکون اور لذت کی انتہا پر پہنچی
ہوئی تھی ۔ کافی دیر ایسے ہی رائڈ کرنے کے بعد
ابراہیم اُسے اُٹھاتا باتھ ٹب میں داخل ہوا تھا وُہ اُسے
نیچے کرتا پانی میں ہی اُسکے اوپر آیا تھا ۔ سپیڈ تیز ہو گی
مجھے میرا انش پھر سے تم میں ڈالنا ہے لیکن میرا نام
لیتی رہنا اوکے سردارنی ۔ وُہ اثبات میں سر ہلا گئی

تھی آشنا کو بھی تُو یہی چاہیے تھا۔ وہ اُسکی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد کرتا اُس میں اترا تھا آشنا کی چیخ نکل گئی تھی جسے وہ ہونٹوں سے ہی دبا گیا تھا ابراہیم کی شدت تیز ہوئی تھی اور پانی دو بدنوں کی آواز سے اُور اچھلتا باہر آرہا تھا ٹھنڈ تھی پر دو بدن ایک دُوسرے کی جسم کی گرمی ایک دُوسرے میں لیتے اُبل رہے تھے ۔ وقت گزرتا جا رہا تھا اور پوزیشن چینج ھوتی جا رہی تھی وُہ آشنا کی دونوں ٹانگیں کندھے پر رکھتا پھر شامل ہوا تھا وہ اِس شدت پر اور جھٹکوں پر جنونی

ہوئی تھی ۔ ابراہیم اہ ابراہیم !! وہ بالآخر ابراہیم کا نام
لے رہی تھی اور ابراہیم جنونیت کی حد پار کرتا جھٹکے
تیز کرتا اُسکی روح میں اندر تک شامل ہوتا چلا گیا تھا
آج کی رات دونو ں کی زندگی میں پھر نئی نوید لانے
والی تھی ۔ وہ آشنا کو شاور دلوا کر کمرے میں آیا تھا
وہ بے حال سی پنک باتھ روب گاؤن میں ملبوس
ابراہیم کی باہوں میں تھکی ہاری سمائی ہوئی تھی
ابراہیم بس بلیک ٹراوزر میں تھا وہ اُسکا ماتھا چومتا اُسے
بیڈ پر لیٹاتا اُس پر نرم گرم کمفر ٹر دے گیا تھا ۔

آئیں میرے پاس ۔وہ بائیں پھیلا گئی تھی ابراہیم

مسکراتا ہوا اُسکے اوپر لیٹا تھا آدھا وزن ڈال کر ۔

ڈمپل نمایاں ہوا تھا آشنا اُسکے ڈمپل کو چومتی اُسکی

دھڑکنوں میں چھپے ابراہیم کے بالوں پر لب رکھ گئی

تھی ۔

I love you

آشنا کے سردار ---

I love you too ..

میری گڑیا میری سردارنی جلدی آپ مجھے خوشخبری

دینے والی ہیں وُہ کہتا دھڑکنوں پر لگا تھا آشنا مسکرا

تی آنکھیں بند کر گئی تھی کل بھی بہت کام اُسکے

ذمے تھے اور وہ تھک چُکی تھی۔

کچھ ہی دیر میں کمرہ دونوں کی مدھم سانسوں سے

گونجنے لگا تھا۔

قسط: 17(پارٹ 3)

داہر خان بلیک شلوار قمیض میں ملبوس خوبرو دل کو
چھو نے والی مسکان سجائے اپنے کمرے کی طرف
بڑھ رہا تھا ایک ہاتھ میں کوٹ لٹکا ہوا تھا اور ایک
ہاتھ میں سگرٹ تھا وہ کش لیتا لیتا بڑھ رہا تھا وُہ اپنی
خانی کو بتا چکا تھا اُسے آج الگ طرح سے اپنا حقِ لینا
تھا لیکن تیاری زو فاش خان کی طرف سے ہو گی وہ
اتاولا ہو رہا تھا پیاری سی زو فاش کے لچکیلے بدن کا
حصہ بننے کے لیے خانی کی طلب مٹتی ہی نہیں تھی
وُہ داہر خان جیسے مرد کو اپنا اسیر بنا تی پُورا کا پورا قابو

میں کر چکی تھی جو ایک وقت میں عیاش خان رہ چکا تھا۔

آرہاہُوں خانی تم میں گھلنے کے لیے آج تمہاری دھڑکن پر جو تل ہے اُسے زبان سے ہی کھا ڈالوں گا اور دوسرا تل تمہاری اُس جگہ پر ہے جہاں میں گھنٹوں اپنی اُنگلیاں زبان اور آپنا لمس اُتارے رکھ سکتا ہوں آج ایسے برستے بادل کی طرح ٹوٹ کر گروں گا تم میں سیلاب تُو آ ہی جائے گا۔ وُہ سگرٹ کا کش لیتا ہنستا ہوا اپنے کمرے کا دروازہ کھولتا اندر داخل ہوا تھا

اور حیران رہ گیا تھا کوئی بھی کمرے میں موجود نہیں تھا نہ اُسکی زو فاش نہ اُسکی جہان --

کہاں گئی دونوں میری زندگی۔ وُہ کوٹ بیڈ پر رکھتا پاس پڑی چھوٹی سی چیٹ اُٹھا کر کھول گیا تھا ۔اور وُہ پڑھنے لگا تھا ۔

" خان سفید حویلی کے پیچھے جو شیشے کی پرائیویٹ جگہ بنی ہے وہاں آجائیں آپکو آپکی خانی وہیں ملے گی اور آپکی جہان بی جان کے پاس ہے "

وہ چیٹ بند کرتا خود کو سامنے لگے آئینے میں دیکھتا

اپنی ہینڈسم پرسنلٹی کو دیکھتا چلا گیا تھا ۔ داہر خان تُو

کتنا ہینڈسم مغرور مرد ہے لیکن تیری شخصیت بھی

فقط اُس کے آگے مانند پر جاتی ہے ۔ وہ بیئر ڈ پر ہاتھ

پھیرتا قمیض کے اوپر ی دو بٹن کھولتا کمرے سے

باہر نکل گیا تھا ۔ داہر خان کا رخ اُس جانب تھا

جہاں اُسکی چھوٹی سی جان اُسکی ملکہ نے اُسے بلا یا

تھا آج وہ بھی اپنی خانی کی تیاری دیکھتا خود کے اُبلتے

بے رحم جذبات کو مزید بے رحم کرنا چاہتا تھا ۔وہ

بلیک شوز پہنے بھاری قدموں کی دمک لیے ہال س
گزرتا پیچھے کا بڑا سا شیشے کا دروازہ کھولتا باہر آیا تھا ہلکی
ہلکی بارش شروع ہو چکی تھی ۔وُہ بڑھتا جا رہا تھا ۔ وُہ
جیسے ہی شیشے کی بنی ہوئی سیٹنگ جگہ پر پہنچا تھا
داہر خان کا دِل بے تاب ہوا تھا اپنی دل روح کو
دیکھنے کے لیے۔ وُہ اندر آیا تھا پُورا سیٹنگ ایریا کینڈلز
سے مزین تھا شیشے پر وائٹ پردے ڈلے ہوئے تھے
چاروں طرف مرچی لائٹس لگی ہوئی تھیں سامنے ہی

نیچے وائٹ میٹریس بچا ہوا تھا جس پر گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں ۔نیچے گرم ریڈ کارپیٹ بیچا ہوا تھا ۔

وُہ اتنا حسین سر پرائز دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا سیاہ مقناطیسی سحر انگیز آنکھیں اِدھر اُدھر گھومنے لگی تھیں اِک ہی حسینہ کو تلاش کرتیں ۔ کہاں ہو میری چھوٹی سی جان ۔۔وُہ ابھی زو فاش کو پکار ہی رہا تھا یقدم اُسکی مٹھاس سے بھرپور چاشنی آواز گونجی تھی ۔ خان بیٹھیں وہاں کُچھ مشروب پیئں کِیُونکہ آج ہم آپکو سنبھلنے کا موقع نہیں دیں گے ۔ آواز میں الگ ہی

انداز ادائیں تھیں داہر خان جیسا مرد پل بھر میں

سمجھ گیا ہے تھا آج اُسکی خانی الگ ہی سرپرائز پلین

کر کے بیٹھی ہوئی تھی وُہ خود کی قمیض کے مزید بٹن

کھولتا پچھلی گردن کو ملتا سامنے میٹریس پر جا بیٹھا تھا

اور پاس پڑی چوٹی سی ٹیبل سے ڈرنک کا گلاس اُٹھا

تا منہ کو لگا گیا تھا وُہ حرام مشروب نہیں تھا بلکہ

داہر خان کی فیورٹ سوفٹ ڈرنک تھی ۔

آ بھی جاؤ خانی اتنا اِنتظار کروانا تمہارے لیے ہی بہتر

نہیں ہو گا مجھے اتنی گرمائش پر نہیں پہنچا دینا میں

تم سے ہی محنت کروا بیٹھوں اور وہاں سے حقِ لوں

جو میں لینا نہیں چاہتا ہوں میں اپنی بیوی کو ویسی

تکلیف نہیں دینا چاہتا وُہ میرے لیے تُو لذت انٹا

میسی ہو گی لیکن میری پیاری سی خانی برداشت نہیں

کر سکے گی میری بھی بہت سی فنٹا سی ہیں لیکن اُن

فنٹا سی کا بوجھ تم پر کبھی نہیں ڈالوں گا۔وہ اتنی

آواز میں بول رہا تھا بس اُسکی خانی ہی سن سکے۔

اچانک سامنے پڑا پردہ گرا تھا جو داہر خان کے کچھ ہی

فاصلے پر تھا داہر خان سامنے گول دائرے میں آف

وائٹ لہنگے میں بیٹھی اپنی خانی کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا

وہ پوری کی پوری رقاصہ جیسی بنی ہوئی تھی ۔ فٹڈ بلاؤز

جو بس دھڑکنوں پر تھا کندھے پر اندر انر کی بلیک

اسٹرپس نظر آرہی تھیں اگلا گلا اتنا گہرا تھا نیک لائن

صاف واضح ہو رہی تھی لہنگا بہت ہی ڈیلکیٹ تھا

بالوں کو بن میں لیے اُن پر پھولوں کو لگایا ہوا تھا

بڑی سی نتھ ناک میں پہن رکھی تھی وُہ حسین دلہن

نہیں بلکہ رقاصہ جیسی لگی تھی اُسکا ایسا تیار ہونا داہر

خان کو چبھا تھا لیکن اگلے ہے سیکنڈ داہر خان

یوسفزئی دانت پیستا ہاتھوں کو بھینچتا بند کر گیا تھا ۔

وہ بیٹھے بیٹھے ہی اپنی لچکیلی کمر کو ہلا تی ادا دلفریبی

سے داہر خان کو دیکھتی آنکھ مارتی اٹھتی پُورا بدن ہلا تی

ڈانس کرنے لگی تھی ۔

اُو رے پیا ہائے

اُو رے پیا

وہ گاتی ڈانس کرتی کمر کو ہلا تی بہترین ڈانس کر رہی

تھی پُورا بدن ہل رہا تھا دھڑکنوں اوتھل مچا تی الگ

نظارہ پیش کر رہی تھیں داہر خان کی سنجیدہ سرد نگاہیں اپنی بیوی پر لگی تھیں ۔ پتہ نہیں کیوں وُہ ایسے عام عورت کی طرح ڈانس کرتی اچھی نہیں لگی تھی وُہ ملکہ تھا پھر کیوں اُن ڈانسرز کی طرح ڈانس کر رہی تھی جو دو دو ٹکے لیتی کسی بھی مرد پر بچھنے کو تیار ہو جاتی تھیں ۔

وُہ کھڑا ہوا تھا سوفٹ ڈرنک پینا محال ہوا تھا ۔ زو فاش پیارا سا مسکرا کر پاس بڑھی تھی اور اُسکے ارد گرد گول دائرے میں گھومتی گاتی ڈانس کر رہی تھی اتنا

خوبصورت ڈانس تھا وہ بولی وڈ کی ہیروئنز کو بھی مات

دے سکتی تھی ۔

اوڑھنے لگی کیوں منوا بلا رے

آیا کہاں سے یہ حوصلہ رے

اُو رے پیا اُو رے پیا

وہ گھومتی داہر خان کے سامنے بہت قریب ہوتی اپنا

دوپٹہ نکال کر پھینک گئی تھی اور اپنی عیاں

دھڑکنیں اُسکے سینے سے مسلتی مہندی چوڑیوں سے

سجے ہاتھ اُسکے گال پر رکھتی گنگنا گئی تھی

اُو رے پیا ہائے اُو رے پیا ۔

داہر خان کی سیاہ آنکھیں سُرخی جھلکا رہی تھیں یہ ادائیں بس اُسکا خون جلا رہی تھیں اُسکی خانی پر یہ رقص آگ کی طرح لگ رہا تھا جو داہر خان کو دوزخ میں کھڑا کر رہا تھا ۔

وہ گاتی گاتی اپنا بدن داہر خان کے چوڑے کثرتی بدن سے ایسے لگا رہی تھی تاکہ وہ داہر خان کے بدن میں طلب کی طرح لاوا بن کر اُترتی جائے ۔

وُہ اُسکے سینے سے لگتی ہاتھوں کی بے با کی اُسکے نیچے
دکھا گئی تھی داہر خان کی آنکھوں میں شعلہ دہکا تھا ۔

تانا بانا تانا بانا

بو نتی ہوا ہائے

بوندیں بھی تُو آئے نہیں باز یہاں

وُہ پیچھے ہوتی خوبصورت ہاتھوں کو لہرا کر ڈانس کر رہی
تھی داہر خان ارد گرد اپنی بئیر د کو مسلتا گھومنے لگا
تھا خانی کو کچھ تُو ہوا تھا اُسکا چہرہ صاف واضح کر رہا
تھا جو وُہ کر رہی تھی خود نہیں کر رھی تھی ۔

وہ رخ پلٹتی دوڑیاں کھینچتی ہلکا سا چہرہ داہر خان کی
طرف کرتی آنکھ مار گئی تھی داہر خان ضبط کا گھونٹ
بھر کر رہ گیا تھا وہ اپنا پُورا بدن مو و کرتی ڈانس کر
رہی تھی بلاؤز ڈھیلا ہوتا نیچے گرنے کو بے تاب تھا پر
بلیک انر جعلی دار صاف دکھ رہی تھی ۔

سازش میں شامل سارا جہاں ہے

ہر ذرے ذرے کی یہ التجھا ہے

اُو رے پیا ہائے اُو رے پیا

وہ ہاتھ پھیلا تی داہر خان کی طرف بڑھتی اسکی قمیض
کے بٹن کھول چکی تھی اور نم سے مسکرائی تھی داہر
خان اُسکی نمی جیسے پڑھ چکا تھا۔
وُہ اُسکا سر پکڑتی اپنی دھڑکن پر رکھتی نمی پیتی پھر پیچھے
ہوئی تھی اور گاتی ڈانس کرنے لگی تھی۔
ننگے پیر وں پے انگارے چلتی رہی ہائے چلتی رہی
لے چل وہاں جو ملک تیرا ہے
جا ہل زمانہ
دشمن میرا ہے

ہائے اُو رے پیا

ہائے اُو رے پیا

وہ ڈانس کرتی کرتی زمین پر داہر خان کے قدموں پر گری تھی اور روتی چوم گئی تھی داہر خان جو اُس میں کھویا ہوا تھا پل میں ہوش کی دنیا میں لوٹا تھا۔بدن پر جیسے کیڑے لوٹ رہے تھے یہ اُسکی خانی تھی ہی نہیں یہ تُو کوئی انسکیو ر عورت معلوم ہو رہی تھی جو اپنے شوہر کو ایسے بن کر خود میں قید کرنا چاہتی تھی

۔

کیا کر رہی ہو زو فاش ۔۔ وُہ بھڑکا تھا اور زو فاش کو دونو ں بازو سے پکڑتا کھڑا کر گیا تھا ۔سیاہ ضبط غصے سے لال ہوتی آنکھیں شہد معصوم سلجھی ہوئی انکھوں میں پیوست ہوئی تھیں ۔ یہ کیا تھا بولو بھی تم مجھے ایسے پسند نہیں میری خانی ایسی نہیں ۔وُہ اُسے جھنجھوڑتا ہوا پوچھ گیا تھا ۔

آپکو تُو ایسی ڈانسرز پسند ہیں نہ میں نے تُو بس کوشش کی ویسی بن جاؤں تا کہ آپکو شادی جیسی محفلوں میں بھی ایسی رقصاؤں کو دیکھنے کی ضرورت

نہیں پڑے وُہ حقیقت بتا گئی تھی مہندی کی رات

وُہ کیسے جلی تھی اُسکا خان اُن ڈانسرز کا ڈانس دیکھ رہا

تھا۔

داہر خان لب بھینچ کر یہ سب سن گیا تھا آج کی

رات وُہ اِس لڑکی کا ہر ڈر دور کر دینا چاہتا تھا۔ تم

میں اور اُن رقاصاؤں میں زمین اور آسمان کا فرق

ہے

تم وہ عورت ہو جسے گلگت بلتستان کا سردار داہر

خان ٹوٹ کر عشق کرتا ہے اور وہ عورتیں وُہ ہیں جو

فقط ایسی محفلوں میں بلائی جاتی ہیں وہ پاؤں کی

دھول ہوتی ہیں ان سب میں غلطی اُن کی بھی

نہیں اُن کو کوئی دیکھے گا نہیں تُو وہ اپنا پیٹ کیسے

پالیں گی لیکن بازاروں اور گھریلو عورتوں میں بہت

فرق ہے گھریلو عورت خاص کر بیوی اور مرد کی

پسندیدہ عورت تو چاند کا درجہ رکھتی ہے جو اکیلا چمکتا

ہے اور اُس جیسا کوئی نہیں ہوتا ۔ وُہ کہتا زو فاش کی

پتلی کمر پر جھولتی مزید بلاؤز کی دو دوڑ یاں اور توڑ گیا

تھا ۔اور ذیادہ بلاؤز نیچے ہوا تھا ۔ زو فاش کو داہر خان

کی باتیں سر خرو کر گئی تھیں جلن حسد جیسا جذبہ اُن

عورتوں سے ختم ہوا تھا۔خان ۔ وُہ تڑپتی داہر خان کی

قمیض دونوں ہاتھوں سے جکڑ گئی تھی ۔وُہ ابھی بھی

شدید غصے میں تھا کیسے اُسکی خانی نے خود کو اُن

عورتوں سے بھی ملانے کی کوشش کی تھی وُہ تو زو

فاش خان کی سادگی فرمابرداری کا عاشق ہوا تھا۔وہ زو

فاش کے بالوں کو پیچھے سے پکڑتا اُسکی گردن کو پیچھے

کرتا اُسکے نازک وجود پر جھکا تھا۔ زو فاش کو پھر داہر

خان کی آنکھوں میں پہلے والا خان نظر آیا تھا جو سخت

ہونے کے ساتھ خود سر بھی تھا۔

خان ۔۔خاموش خانی خاموش پہلے ہی بہت انگاروں پر

لوٹ رہا ہوں ایسی ویسی بات کر کے سوئے

ہوئے خطرناک داہر خان کو مت جگاؤ جو پوری دنیا

کے لیے ابھی بھی ویسا ہے بس اپنی بیوی بیٹی

بھائیوں اور بی جان کے لیے الگ خان ہے غلط کیا

تم نے خود کو اُن سے ملا کر بھی وُہ محض ایک ڈانس

فنکشن تھا جو زر خان کی شادی کی خوشی میں اُسکے

دوستوں نے رکھا تھا ۔ زو فاش جو اُسے آنکھوں میں نمی
لیے سنتی جا رہی تھی ۔ لیکن تم کیوں ویسی بن گئی
تمہارا خان اتنے بھی گرے ہوئے کیریکٹر کا نہیں جو
حرام جگہ منہ مارتا پھرے جب میرے رب نے مجھے
حلا ل اتنی پاکیزہ بیوی عطا کی ہے ۔ وُہ کہتا زو فاش
کے بالوں کو کھولتا چلا گیا تھا جو اتنے ملائم تھے وُہ
کھلتے بکھرے تھے داہر خان نے اُسے بینٹ کیا ہوا
تھا اِک ہاتھ پیٹ پر تھا اور ایک پچھلی کمر پر لہرا رہا تھا
۔خان میں تُو بس خود وُہ سب بن جانا چاہتی تھی

جہاں جہاں غلطی سے بھی آپکی نگاہیں بھٹک کر جایئں ۔ وُہ اپنے دل کی بتا گئی تھی ۔وُہ ایک ٹک گھورتا چلا گیا تھا اُسکی زو فاش بکھری ہوئی نم زدہ آنکھیں لیے قیامت لگ رہی تھی وہ بھکنے لگا تھا لیکن آج اپنی بیوی کے دل میں پناہ لینے والی چھوٹی سی چھوٹی جلن کو بھی کم کرنا تھا ۔

آج تم نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے خانی صحیح بھی ہے ویسے میرا کردار تمہاری نظروں میں مشکوک جو بن

کر رہ گیا ہے لگتا ہے ابھی بھی میں تمہارا اعتماد نہیں

- -

جیت سکا

وہ کہتا زو فاش کو اپنی پناہ سے آزاد کرتا اُسے سیدھا

کھڑا کر گیا تھا زو فاش کو بہت برا لگ رہا تھا وہ تُو

بس ویسی بننا چاہ رہی تھی لیکن اِس چکر میں وُہ اپنے

خان کو ناراض کر چُکی تھی ۔

وہ اپنی قمیض کے بٹن بند کرتا زو فاش کے آگے سے

گزرتا چند قدم آگے ہوا تھا دونو ں کی پشت دُوسرے

کے سامنے تھی ۔ آج سے میں تمہیں قسم دیتا ہوں
گلگت بلتستان جا کر سب سے پہلے شادیوں میں
ہونے والی اِس رسم کا خاتمہ کرونگا گلگت بلتستان
میں رقاصائیں بلانے پر پابندی ہو گی میں نہیں چاہتا
میری بیوی کی طرح اور مردوں کی بیویاں بھی حسد
رقابت میں جلیں اور اپنا ذہنی سکون برباد کریں ۔
بہت اچّھا سر پرائز دیا تم نے زو فاش ۔ ہلکا سا رخ
پیچھے کرتا زو فاش کی پشت کو سلگتی نگاہ سے دیکھے
گیا تھا جس میں بلیک اسٹرپس نظر آرہی تھی ۔ اور

بلاؤز پھسلتا کمر پر آیا ھوا تھا وہ آف وائٹ لہنگے کے

اوپر دوپٹہ سے آزاد بس بلیک انر میں ملبوس تھی جو

دھڑکنوں کو با مشکل ہی قید میں جکڑے ہوئے تھیں

۔

خود کو ڈھکو اپنا بلاؤز صحیح کرو اور پیچھے آو اچھی طرح چادر

لے کر ۔ وُہ باہر بڑھنے لگا تھا زو فاش مزید خود کی

حالت بے باک کرتی بلیک اسٹرپس کندھوں سے نیچے

کرتی رخ پلٹتی بھاگتی داہر خان کی پشت کو لگتی اُسے

پیچھے سے ہگ کر گئی تھی ۔ معاف کریں خان آپکی

خانی آپکو اِتنا چاہنے لگی ہے آپکی نگاہ غلطی سے بھی
کسی کی طرف اٹھ جائے وُہ پاگل ہونے لگتی ہے ۔
وُہ اُسکی پشت پر بے قراری کے عالم میں لب رکھتی
بول رہی تھی ۔ اُو رپیچھے سے ہی اپنی گہرائیاں داہر
خان کی پشت پر رگڑتی اُسے خود کے لیے بیشرم
کرنے لگی ہوئی تھی ۔وُہ اپنے خان کا ٹریگر پوائنٹ
جانتی تھی ۔خانی بس کرو اور کمرے میں چلو جیتنا
تمہارا رقص دیکھنا تھا دیکھ چکا ۔ وہ بے رخی دکھا رہا تھا
پر زو فاش خان کہاں اپنے خان کو دور جانے دے

سکتی تھی ۔وُہ آگے ہوتی داہر خان کے سینے پر ہاتھ

لہرا تی بولی تھی ۔آپ مجھ سے آج رات دور بھی ہو

سکتے ہیں ،آپ مجھ سے چاہتے تھے میں وُہ کروں جو

آپ کرتے آئے ہیں خان تُو میں کرونگی اور اپنی ان

خاص اداؤں سے اپنے روٹھے ہوئے خان کو منا لونگی

۔ وہ کہتی اپنے بالوں کو دلکشی سے پیچھے کرتی سامنے

نیچے زمین پر دونوں ٹانگیں وا ہ کرتی بیٹھی تھی وُہ

کرنے لگی تھی جسکی ڈیمانڈ کئی دفعہ داہر خان قربت

کے لمحات میں کر چُکا تھا ۔ یہ دیکھتے داہر

خان کی روٹھی سرد نگاہ پل بھر میں خمار آلود ہوتی
طلب کی سُرخی پھینکنے لگی تھی کہاں زو فاش کو
بستر پر خود سے یہ سب کرتے دیکھا تھا۔

وہ کافی دیر سے وہ کر رہی تھی جِس سے داہر خان
کی سانسیں تیز ہوئی تھیں وُہ بند بٹن کھولتا چلا گیا تھا
ایسا لگا تھا ہوا کی روانی یہاں کم پڑی تھی۔ زو فاش
آنکھ مارتی وُہ اُنگلی منہ میں لیتی لک کرنے لگی تھی
داہر خان کے گلے میں گلٹی اُبھر کر معدوم ہوئی تھی
جہاں اپنی خانی پر رشک آیا تھا وہیں اُسے اُسکی پسندیدہ

چیز سے چھیڑ خانی بلکل بھی اچھی نہیں لگی تھی یہ

لک اور سک کرنے کا حق اُسے حاصل تھا وہ جھٹ

سے اپنی قمیض اُتار کر پھینکتا بلیک شلوار پر بلیک ہی

سینڈو پہنے زو فاش کی طرف بڑھتا اُسے گود میں اٹھا

گیا تھا اُسکے دونو ں ہاتھ زو فاش کے ہپس پر بندھے

ہوئے تھے اور زو فاش کے ملائی بال داہر خان کے

ہینڈسم نقوش کے چہرہ پر بکھرے ہوئے تھے ۔

زو فاش کی حرکت اُسکی سیکشُو ل ٹیکٹک داہر خان

کے اندر کا بیشرم آوارہ مرد جگا گئی تھی آج کی رات

کے بعد کل زو فاش کو چلنے پھرنے میں تکلیف ہی ہونی تھی ۔ وُہ اُسے دیکھتی اُسکے لبوں کو چھو تی کھلکھلا کر ہنسی تھی اُسکی ہنسی کی جھنکار سُنتا داہر خان مزید ایسے ہی اُسکا چہرہ خود پر گراتا بولا تھا ۔ بستر پر لے جا رہا ہوں آج وہ بھی پوزیشن تم پر پریکٹس کرونگا جو میں کم ہی کرتا آیا ہوں ساتھ دینا جب ورغلا یا ہے جانتی ہو نہ تمہارا خان محرم کی قربت کا کتنا بھوکا ہے ہر دفعہ تمہارے پاس آتا ہوں پھر بھی لگتا ہے صدیوں سے بھوکا ہوں ۔

زو فاش ہاں میں سر ہلا تی اجازت دے گئی تھی اور

داہر خان کا ماتھا چومتی بولی تھی ۔ آج رات جو کرنا

ہے کریں بس اپنی زو فاش سے ناراض مت ہوا کریں

میں پاگل ہوں جو آپکے بے پناہ عشق کے بعد بھی

کُچھ بھی سوچنے لگتی ہوں ۔

وُہ اُسکا گال چوم گئی تھی ۔ میں تم سے کبھی ناراض

نہیں ہو سکتا ہوں یہ کہتا زو فاش کا آدھی ادھُوری

لٹکی ہوئی چولی نکال کر پھینک گیا تھا ۔ آج میں

تمہارے اِس حصے اور نیچے والے کو نہیں چھوڑنے

والا ان سب کو لک کرنے کا اختیار بس داہر خان کو حاصل ہے ۔ وہ کہتا ہنستی مسکراتی ہوئی زو فاش کے لبوں کو قید کرتا پاس پڑے میٹریس کی طرف بڑھا تھا اور زو فاش کو وہاں لیٹاتا ہوا اُسکے نچلے لب کو کاٹتا بلیک سینڈو بھی نکال کر پھینک گیا تھا زو فاش اُسے دیکھتی مسکراتی ہوئی خود کی طرف مائل کرنے میں لگی ہوئی تھی ۔ وُہ اُسکی کمر میں ہاتھ ڈالتا اُسکے لبوں کو

Dominated passionate kiss

کرنے لگا تھا داہر خان خود کی زبان اُسکی زبان سے

اُلجھاتا حلق تک لے کر جا رہا تھا ساتھ ساتھ ایک ہاتھ

گال پر رکھا ہوا تھا اور ایک ہاتھ دودھیا ابھاروں پر چل

رہا تھا وہ اُسکی بلیک انر بھی نکال کر زمین کی نظر کر

گیا تھا لمحہ با لمحہ داہر خان کی کس جان لیوا ہوتی جا

رہی تھی زو فاش کو سانس کی آمد و رفت کم لگی تھی

اِس لیے وہ داہر خان کے سینے پر زور سے ہاتھ جما

گئی تھی سسکیاں نکلتی داہر خان کی سماعتوں کا

حصہ بن رہی تھیں ۔

وہ اُسکے لب چھوڑتا آنکھوں س ہی بے باک اشارہ کر گیا تھا۔ خان نہیں نہ ۔۔۔کرنا پڑے گا خانی شاباش لک کرو میرے براؤن ۔۔ وُہ کہتا زو فاش کو پیچھے بالوں سے پکڑتا اپنے سینے پر جھکا گیا تھا زو فاش جو آج اپنے خان کو منا نے کے لیے خود کی شرم بھی ایک طرف رکھ گئی تھی وُہ اُسکے سینے پر موجود دونو ں براؤن ۔۔ کو باری باری لک کرتی چوسنے میں لگی ہوئی تھی اور ساتھ ساتھ اپنے

موتیوں جیسے دانتوں کی گڑھی بھی بنائی جا رہی تھی

۔داہر خان کی مردانہ لذت بھری آوازیں شیشے والے

خوبصورت سیٹنگ ایریا کا حصہ بنی ہوئی تھیں ۔ اور

نیچے جاؤ خانی ۔ وہ کہتا اُسکی ایک دھڑکن کو ہاتھ میں

بھرتا دباتا اگلا حکم جاری کر گیا تھا زو فاش اُسکی بات

پر عمل کرتی ایک فرمابردار بیوی کی طرح اُسکی شلوار

نیچے کرتی آخری باکسر بھی نکال کر پھینک گئی تھی

داہر خان کی بے باک گہری نگاہیں زو فاش پر ہی

جمی ہوئی تھیں ۔ وُہ خود کی چار اُنگلیاں اُسکے منہ میں

ڈالتا بولا تھا ۔

Lick it ...

وہ اُسے دیکھتی دیکھتی لک کرتی جا رہی تھی زو فاش

بس لہنگے میں تھیں اور دونو ں دودھیا ابھار مو و

کرتے خوبصورت منظر پیش کر رہے تھے ۔ وُہ اپنی

اُنگلیاں نکالتا اُسکا چہرہ نچے کر گیا تھا ۔ ویسے ہی کرنا

جیسے میں تمہارا کرتا ہوں ۔ ایک اور خواہش کی گئی

تھی ۔ اس سے پہلے خانی جھکتی اور پہلی دفعہ بلو

جوب کرتی داہر خان اُسے بالوں سے پکڑے بستر پر پٹخ

گیا تھا ۔ تمہارا مقام یہاں نہیں یہاں ہے ۔ وُہ اپنا

سینہ ٹھوکتا بتا رہا تھا ایک خان کو اپنی عورت کی

عزت کرنی آتی ہے وہ کہتا ذو فاش کی دودھیا دھڑکن

پر موجود تل کو کاٹ گیا تھا زو فاش کی پلکیں بھیگتی

آنسو گرا گئی تھیں وہ سسک کر رہ گئی تھی۔ ان

انکھوں کو رونے کا حق تب ہی ہے جب میں دونگا

۔وُہ کہتا اُسے بستر پر گراتا ایک ہی جھٹکے میں اُسکا

لہنگا اُتار کر پھینک گیا تھا وہ بس بلیک پینٹ۔۔ی

میں تھی ۔ اُتار دوں ۔ وُہ نہ چاہتے ہوئے بھی شریف خان بنتا اجازت مانگ گیا تھا جس خاصیت سے داہر خان کا کوئی لینا دینا نہیں تھا ۔

آپکی ہوں جو مرضی کریں خان ۔ وُہ ہاتھوں کے پیچھے چہرہ چھپا گئی تھی داہر خان اُسکی بلیک پینٹ ۔۔ی اتارتا اُسے چومتا دور اچھال گیا تھا ۔ اور سیدھا اُسکے دودھیا حصے پر اٹیک کرتا منہ میں لیتا بچوں کی طرح سک کرنے لگا تھا زو فاش سسکتی داہر خان کے بال کھینچنے لگی تھی وہ اُسکا ایک براؤن حصہ زور سے

چبھا گیا تھا ۔ خان زو فاش کی چیخ نکلی تھی ۔ ہاں خان کی چھوٹی سی جان ۔ جب آگ لگائی ہے تُو بھگتو مجھے وہ کہتا دوسرا پکڑتا منہ میں ڈالتا دُوسرے کو ہاتھ سے دبانے لگا تھا اور خوب خود کو سہر کرنے میں لگا ہوا تھا ۔

وہ اُسکے بیلی بٹن پر آیا تھا اور وہاں اپنی زبان پھیرنے لگی تھی ۔ زو فاش داہر خان کے سخت پتھر جیسے وجود کے نیچے دبی ہوئی تھی وہ اپنی زبان بیلی بٹن پر گھماتا نیچے بڑھا تھا اور آنکھ مار گیا تھا اصل جگہ تو یہی ہے جو

تمہارے خان کے لیے ان لمحات میں سب سے ذیادہ خاص ہے ۔ آپ جو بھی کریں میں آپکی ہی ہوں ۔ وہ شرما تی بلش کرتی آنکھیں جھکا گئی تھی اور داہر خان اُسکی ٹانگیں اور واءڈ کرتا اپنی زبان ہونٹ وہاں گھما نے لگا تھا اوُر اُسکی نمی سے سیراب ہونے لگا تھا ۔ وُہ خود کو مطمئن کرتا اوپر آیا تھا

So you are ready khani for this heavenly ride ...

وہ اپنے ہاتھ کا گھیرا اُسکی کمر پر باندھتی جیسے یہ سب کرنے کی کی پوری کی پوری حمایت بھر گئی تھی ۔وُہ آہستگی سے اُسکی تھائیز پکڑتا اندر داخل ہوا تھا زو فاش کی چیخ نکلی تھی جسے داہر خان لبوں میں دباتا حرکت کرنے لگا تھا ہر مو و اور حرکت کے بعد زو فاش داہر خان کے کندھے اور پشت کو جکڑے جا رہی تھی وُہ

اندر ہی اندر شامل

ہوتا جا رہا تھا اور زو فاش پسینے میں بھیگتی اپنے شوہر کا بھرپور حق ادا کر گئی تھی کافی دیر اسی پوزیشن میں

رہنے کے بعد وہ زو فاش کو سیدھا کرتا اُسکے سامنے آن

لیٹا تھا اور ایک ٹانگ اُٹھاتا خود کی پشت کے ساتھ

لپیٹتا اندر داخل ہوا تھا زو فاش اُسکا کندھا جکڑ گئی

تھی وہ پھر حرکت کرنے لگا ہوا تھا ۔ بس خان

اف۔۔ وہ کہتی داہر خان کو روکنے لگی تھی ۔

One more round...

وہ کہتا زو فاش کو گود میں اٹھائے سامنے ٹیبل پر بٹھا

گیا تھا ۔زو فاش کا پُورا چہرہ گھلا ہوا تھا سسکیاں زبان

سے نکلتی داہر خان کے کان کا حصہ بنتی اُسے

تسکین دے رہی تھیں ایک مرد جب اپنی عورت کو پُورا کرتا ہے تُو اُس سے بہترین وقت لمحہ میاں بیوی کے لیے کیا ہو سکتا تھا۔وہ پھر سے زو فاش کی ٹانگیں خود کے گرد باندھتا اپنا لمس اندر تک لے گیا تھا پُورا کمرہ داہر خان کی شدت سے لرزتا جا رہا تھا وہ پھر سے زو فاش کے لبوں کو عمران ہاشمی کی طرح چومتا جا رہا تھا۔۔ وُہ اپنا لمس اخیر تک دیتا اُسکی دھڑکنوں پر گرا تھا۔

U are so amazing meri jaaan i

love u so much ..

کیا ہم ایک اؤر بچہ پلین کریں -- خان لیکن -- زو

فاش بلش کرتی اتنا ہی بولنے لگی تھی اُسکی جہان

ابھی چھوٹی تھی -- پلز زو فاش ۔

I need one more baby ..

مجھے تم سے اور بچے چاہیے دو گی کیا اپنے بھرپور خان

کو دو تین بچوں کا تُو باپ بنا ڈالو --وہ رضا مند ی

چاہتا تھا اور زو فاش مسکان سجائے رضا مند ی دیتی

اُسکے سینے سے چپک گئی تھی ۔ آج رات تُو بس ٹریلر تھا ہر آنے والا دن بے باکی سے بھرا ہؤا ہوتا جائے گا ۔میرا ساتھ دو گی میری بدن کی روح میری زِندگی جانا ۔۔ وہ اُسکے دودھیا گول ابھار کو منہ میں لیے ہی پوچھ گیا تھا۔جی خان آپ جتنی اولاد چاہیئں گے آپکی زو فاش آپکو دے گی۔ وہ گھنیری پلکیں سجدہ ریز کر گئی تھی ۔ داہر خان اُسکی ایسی ہی اداؤں کا تُو ایڈکٹ تھا وہ اُسکی کسی بات پر اعتراض نہیں کرتی تھی سچا عشق کیا تھا اُسکی بیوی نے ۔

آئندہ آپنے خان سے کبھی بد گمان نہیں ہونا تمہارا
خان بس تمہارے لیے بنا ہے وہ اُسکی آنکھیں چومتا بتا
رہا تھا وہ اندر ہی اندر معتبر ہوتی جا رہی تھی ۔ پھر کیا
بولتی ہو ایک اور رائڈ ہو جائے ۔ خان پلز نہیں کمر
میں درد ہو گیا ہے ۔ اچّھا نہ بس ایک اور دیوار کے
ساتھ لگا کر زو فاش پروٹسٹ کرتی اُس سے پہلے ہی
داہر خان اُسے اُٹھاتا دیوار کے ساتھ لگا گیا تھا پر اپنا
خاص لمس اُسکی نچلی گہرائی پر رگڑتا اترتا چلا گیا تھا
آب وُہ اپنے لمس کی لذت اور پُورا سکون اپنی خانی کو

دے رہا تھا وُہ سسکیاں بھرتی نم انکھوں سے مسکراتی جا رہی تھی یہ لمحات اتنے فرحت بخش تھے دو وجودوں کے ملن کی قدرت بھی گواہ بن رہی تھی ۔

قسط : 18

کبیر عمل کو گود میں لیے ایمل کے کمرے میں داخل ہوا تھا عمل نے اپنا چھوٹا سا کیوٹ چہرہ کبیر

کے کندھے پر رکھا ہوا تھا ننھے عمل کی سبز آنکھیں
نیند سے ہلکی ہلکی بند ہو رہی تھیں لیکن وُہ سونا نہیں
چاہتا تھا اُسے اپنے بابا کو پکڑے رہنا تھا چھوٹا سا
عمل اِس ٹائم باپ کے پیار کا ترسا ہوا بچہ معلوم ہو
رہا تھا۔ کبیر کی نگاہیں عمل کو سر ہا تی ہوئی اُس
دشمن جان کی طرف اٹھی تھیں جو اُسکی سانسوں کی
روانی اور اکھڑنے دونوں کی وجہ تھی کبیر کو کبھی
کبھی لگتا تھا ایک دن آئے گا یہ عورت اپنی بے حسی
نفرت سے اُسکا چلتا دماغ بند کر دے گی۔ وہ عمل

کو گود میں اٹھائے ہی دروازے کے بیچ میں رکا تھا
ایمل پر کنجی آنکھیں پڑھنے کی دیر تھی بلی آنکھیں حد
ت زدہ ہوئی تھیں ایمل پنک سیمپل ایمبرائیڈری والا
سوٹ پہنے بنا دوپٹہ کے کمبل پیٹ تک اوڑھے سو
رہی تھی اُسکی پشت کبیر کی طرف تھی وُہ میڈیسن
لیتی نیند کی وادیوں میں چلی گئی تھی یہاں آنے کے
بعد وہ عمل کی فکر سے اور ذیادہ لا پرواہ سی ہو گئی
تھی کِیُونکہ یہاں عمل کو سمبھالنے والے سب تھے

کبیر کی گہری گرم آنکھیں اُسکے ہلکے سے دودھیا پاؤں سے ہوتی اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی کمبل ہلکا سا وجود پر سے کھسکا ہوا تھا ایک یہی عورت اُسے پل میں ہر سوچ سے آزاد کر سکتی تھی وُہ پل میں ایمل کو دیکھتا اِس پوری دنیا سے بے خبر ہو جاتا تھا عشق ہی ایسا کیا تھا کبیر دورانی نے ایمل خان سے جو کتابوں میں لکھے جانے کے قابل تھا۔

وہ عمل کی پُشت پر نرمی سے اپنا مردا نہ ہاتھ رب کرتا ہلکا سا رخ موڑے دروازہ بند کر گیا تھا ایمل گہری

نیند میں تھی ۔ بابا تمل اپ تے پات تونا ۔ وُہ کبیر کو
چپٹا ہوا تھا اُسے ڈر تھا ہمیشہ کی طرح کئی اُسکے بابا
آج بھی اُسے اکیلا نہ چھوڑ جایئں ۔ وہ ہلکا سا سر اُٹھا
تا سبز آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے اپنے بابا کی
گہری بلی انکھوں میں دیکھتا کیوٹ سی التجا کر گیا تھا۔
کبیر مدھم سا مسکراتا ہوا اُسکی پیشانی پر بوسہ دے گیا
تھا ۔ میرا عمل کیسے بتاؤں آپ کے بابا آپ سے
بہت پیار کرتے ہیں ۔ وُہ بہت ہی آہستہ بول رہا تھا
جانتا تھا اگر یہ مغرور عورت اٹھ گئی تُو پھر عمل کو

اُسکے پاس رہنے نہیں دے گی ایمل خان خود کے لیے ہی نہیں عمل کے لیے بھی ظالم تھی جب بات اُس پر آتی تھی ۔تمل لو تو بابا (عمل لو یو بابا) وہ کبیر کے گال پر چھوٹے سے لب رکھ گیا تھا ۔چلو اب سو جاؤ عمل ورنہ ماما اٹھ جایئں گی ۔ وُہ اُسے پیار کرتا بیڈ کی دوسری جانب بڑھا تھا ۔ اوتے بابا ۔ کوئ شک نہیں تھا عمل ایک سمجھدار چھوٹا سا شہزادہ تھا جسے ما ب باپ کے جھگڑے نے اِس عمر میں ہی اتنا صابر بنا

دیا تھا ۔وہ ایمل کو دیکھتا عمل کو اُسکے پاس لیٹا گیا

تھا اور کمبل کر گیا تھا ۔

Good night amal

بابا کی جان ۔ وُہ اُسکی ناک پر لب رکھتا شب خیر کر

گیا تھا کبیر کی نگاہیں بھٹکتی ایمل پر ہی جا کر اٹک

رہی تھیں جو سوتی ہوئی معصوم اپسرا لگ رہی تھی وُہ

بہت ہی خوبصورت لڑکی تھی اُسکی آنکھیں اور اِسکے

ڈارک گولڈن بال مزید اُسکے حسن میں چار چاند لگا دیا

کرتے تھے وہ اپنا پیار نیند میں ڈوبتے عمل کو دے رہا

تھا لیکن بلی آنکھیں ایمل کے سراپے چہرہ پر بھٹک رہی تھیں قمیض اتنی فٹنگ میں تھی اُسکا دودھیا حصہ قیامت خیز منظر پیش کر رہا تھا وہ سوتی ہوئی لگتی بھی پیاری تھی ۔ سانسوں کا مدھم رقص اُسکے نشیب و فراز کو رقص دیتا کبیر کی نظریں اپنی طرف کر چُکا تھا وہ بہکا تھا لیکن اِس عورت کے آگے خود سے بہکنا کالے کنویں میں گرنے کے مترادف تھا کب تے عورت نئی سزا اُسے سنا دے ۔

بابا ٹوٹ ٹائیٹ (بابا گڈ نائٹ) وُہ کبیر کا ہینڈسم سنجیدہ چہرہ ہاتھ میں بھرتا پیار سے بچوں کی طرح کہہ گیا تھا ۔ کبیر اپنا دھیان عمل کی طرف کرتا اور جھکتا اُسکی دونوں آنکھیں باری باری چوم گیا تھا ۔ سو جاؤ اوکے ۔ عمل نے فوراً عمل کیا تھا اور دو منٹ کے اندر اندر وُہ اپنی ماما کی آغوش میں اپنا سر دیتا سکون بھری گہری نیند میں چلا گیا تھا ۔وہ اُسکے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ایمل کی طرف بڑھا تھا کیونکہ تھوڑا سا کمبل اُسکے پاؤں کے پاس سے سرکا ہوا تھا ۔ وُہ بائیں

جانب کھڑا ٹکٹکی لگائے اُسے دیکھنے میں مصروف تھا

ایسا لگتا تھا صحرا میں رہنے والا مسافر کافی سالوں سے

پانی کی تلاش میں ہو ۔ بہت ظالم عورت ہو تم اپنی

ضد کی پکی کبھی تو سمجھ لیا کرو مجھے میرا اِنتظار تو کیا

ہوتا تمھیں بتاتا آج تم ریڈ فروک میں پہلی رات کی

دلہن لگ رہی تھی ۔ وُہ اور قریب ہوا تھا کبیر دورانی

ابھی بھی بلیک شلوار قمیض میں ملبوس تھا ۔ وُہ اپنے

لائٹ گولڈن براؤن بالوں کو اپنے مخصوص سٹائل میں

اوپر کرتا کمبل اُسکے سینے کے پاس لے جاتا اِس سے

پہلے ہی ایمل کر وٹ بدلتی نیند میں ہی اُسکا ہاتھ
پکڑے کھینچ گئی تھی وُہ گرتا اُسکے اوپر کبیر اپنا ایک
ہاتھ بیڈ پر جماتا گہری نگاہ سے ہر میک اپ سے پاک
اُسکے چہرہ اور نقوش دیکھتا پہلو میں لیٹا تھا ایمل اپنا سر
اُسکے سینے پر رکھتی اپنے ایک ہاتھ کو اُسکے پیٹ کے
گرد باندھ گئی تھی ۔وُہ اُسکی دھیمی گرم سانسیں اپنی
گردن پر پڑتے محسوس کرتا تکیہ پر سر رکھ گیا تھا ایمل
کے پہلو سے نکلنا مشکل ہوا تھا ۔ وُہ بھی سکون میں
گئی تھی ایمل کی نیند مزید گہری ہوئی تھی ۔کبیر نرمی

سے اُسکا ہاتھ پکڑتا لبوں پر رکھ گیا تھا اور جیسے اپنے لمس سے ایمل کی ہاتھوں کی لکیروں میں خود کے لیے نرمی لکھنی چاہی ہو ۔ وُہ سکون کی سانس خارج کرتا مزید ایمل کی کمر میں ہاتھ ڈالتا خود سے لپٹا گیا تھا ایمل اپنا چہرہ اُسکی چوڑی گردن میں دے گئی تھی کبیر آنکھیں بند کرتا اُسکے بالوں پر لب رکھتا چلا گیا تھا سکون چاہیے تھا اور محبوب کے پہلو سے بہتر جگہ بھلا کونسی ہو سکتی تھی ۔ وُہ بھی کُچھ ہی دیر میں سو چُکا تھا آدھی رات کا وقت تھا۔ ایمل کے کمرے میں ڈم

ایل ای ڈی لائٹس آن تھیں لیکن کمرہ کھلکھلا رہا تھا

چھوٹی سی فیملی ایک دوسرے کی آغوش میں

خوبصورت نیند میں محو تھی ۔ عمل ایمل کے پہلی

دفعہ اِس ایک سال میں اتنے پاس سو رہا تھا ایمل کا

رخ عمل کی طرف تھا اور اُسکے پیچھے کبیر سو رہا تھا

اُسکا چہرہ ایمل کے بالوں میں چھپا ہوا تھا ۔ کبیر کی

آنکھیں کھلی تھیں اور لبوں پر مسکان آئی تھی وہ اُسکے

بالوں میں ناک رگڑتا ایمل کی خاص خوشبو سانسوں میں

اُتارنے لگا تھا اور ایک ہاتھ نرمی سے اُسکے پیٹ کو

سہلا گیا تھا جہاں اُسکا دوسرا بچہ پرورش پا رہا تھا۔ جیسے
کبیر کا لمس اُسے لگا ایمل نیند میں ہی کروٹ اُسکی
طرف کرتی ہلکی ہلکی آنکھیں کھول گئی تھی اور کبیر
جھٹ سے آنکھیں بند کرتا جھوٹی نیند میں چلا گیا تھا۔
وہ ہر بڑا کر کبیر کو دیکھتی اٹھنے لگی تھی لیکن ایمل
رکی تھی پتہ نہیں کیوں دل تھوڑا سا انیس بیس اِس
مرد کی پناہ میں بکھرتا جھکا تھا وہ اُسکی باہوں اور
مضبوط احصار سے نکلنا چاہ رہی تھی لیکن نِکل نہیں
سکی تھی سبز الجھن بھری آنکھیں ہینڈسم چہرے کا

احاطہ کیے ہوئے تھیں ۔ وُہ کچھ پل ایسے ہی دیکھتی رہی پھر اُسکے سینے سے لگتی دل ہی دل میں شکوہ کرنے لگی تھی۔ کاش میری زِندگی میں آنے والے آپ پہلے مرد ہوتے کاش آپ نے مجھے چار سال ہجر کی سولی پر نہ لٹکایا ہوتا کاش آپ بیوفا نہ ہوتے کاش ہم بھی عام ہنستے کھیلتے کپل کی طرح ہوتے تو ہماری زِندگی بہترین ہوتی وُہ نم آنکھیں پھر سے کبیر کی آغوش میں بند کر گئی تھی اور ذیادہ اُسے سینے سے جکڑ گئی تھی وہیں کبیر آنکھیں کھولتا مسکرا گیا تھا

شاید آج کی رات کے لیے اُسکی سنوائی کر لی گئی تھی ۔ لیکن یہ خوشی بھی مختصر مدت کے لیے رہنے والی تھی آنے والے طوفان سے پہلے کی خاموشی تھی

۔

سفید حویلی میں گہما گہمی کا ماحول تھا زر خان اور ڈورا کے ولیمے کا فنکشن دورانی مارگلہ فارم ہاؤس پر رکھا گیا تھا جو کئی ایکروں تک پھیلا ہوا تھا ابھی کچھ دیر پہلے ہی فنکشن ختم ہوا تھا لڑکیاں ڈورا کے ساتھ سفید حویلی

چلی گئی تھی مرد سارے ابھی بھی فارم ہاؤس پر
موجود تھے کیُونکہ بڑے بڑے منسٹر ز بزنس مین اور
سردار ؤ غیر ہ اب پہنچ رہے تھے ویسے بھی ابراہیم اور
داہر خان نے اُنکی مہمان نوا زی کا یہی ٹائم رکھا تھا
فیملی کے ساتھ فنکشن سے فارغ ہونے کے بعد وُہ
آرام سے اپنے دوست احباب کو اٹینڈ کر سکیں ۔
فارم ہاؤس میں مردوں کی مرادن ہال میں محفل جمی
ہوئی تھی کھانا چل رہا تھا زور و شور سے مہمان نوا زی
عروج پر تھی ۔ مرادنہ ہال گولڈن ٹچ میں بہت ہی

شاندار بنا ہوا تھا چاروں طرف صوفے ہی صوفے تھے

اور چھت کی سیلنگ پر شاندار فانوس لٹک رہا تھا فارم

ہاؤس کا کونا کونا دورانی خاندان کی بے پناہ امیری کو

ظاہر کرتا آنکھوں کے لیے فرحت بخش بنا ہوا تھا ۔

فارم ہاؤس کے باہر میڈیا بھی آن پہنچا تھا فل کوریج

چل رہی تھی ۔

ایک صوفے پر سلطان دورانی صغیر دورانی بیٹھے ہوئے

تھے اور ایک طرف کبیر دورانی اور زر خان بیٹھا ہوا تھا

وہیں عین بلکل سامنے ابراہیم اور داہر خان بیٹھے

ہوئے تھے داؤد دورانی اپنے ایک خاص پولیٹیکل
دوست کے ساتھ بات چیت میں لگے ہوئے تھے ۔
داہر خان بلیک سوٹ پہنے بلا کا ہینڈسم خان لگ رہا
تھا ساتھ ہی بیٹھے ابراہیم نے وائٹ برانڈ کی شلوار
قمیض پہنی ہوئی تھی اُس پر ڈارک بلیو رنگ کی ویس
کوٹ پہن رکھی تھی بال نفاست سے سیٹ کیے
ہوئے تھے وُہ کسی بات پر مسکرا رہا تھا تو اُسکا ڈمپل
نمایاں ہوتا اُسکی رحمدل شخصیت کو مزید سحر انگیز بناتا
اِس محفل کو چار چاند لگا رہا تھا ۔ زر خان نے نیوی ٹو

پیس سوٹ پہن رکھا تھا وہ آج بہت ہی خوش تھا کل
کی رات اُسکی لائف کی بیسٹ رات تھی ساری رات
سے لے کر دوپہر تک اُس نے زو حال کی جان
ہلکان کیے رکھی تھی اپنی جنا ن کو اپنا بنا نے کے بعد
وُہ خود کو مکمل محسوس کر رہا تھا جیسے کسی سنار کو
کوہ نُور مل چُکا ہو ۔ساتھ بیٹھا کبیر فون پر تھا وہ
گرے تھری پیس میں ملبوس تھا ۔اُسکا چہرہ حد سے
ذیادہ سنجیدہ ہوا تھا بیشک کل رات ایمل نے اُسے خود
سے دُور نہیں کِیا تھا لیکن صبح اٹھتے ہی وُہ صاف

واضح کر گئی تھی آج رات وُہ عمل کے ساتھ واپس
لاہور چلی جائے گی ۔ کبیر کا ایک ایک لمحہ بے چینی
اضطرابی کی کیفیت میں گزر رہا تھا وہ یہاں محفل میں
بیٹھا تھا لیکن اُسکا دل ہی جانتا تھا وُہ کیسے بیٹھا تھا
۔داہر خان اور ابراہیم بزنس اور سرداری سے متعلق
بات چیت میں لگے ہوئے تھے ذر خان اپنے بزنس
پارٹنر کے ساتھ اہم ڈیل سے متعلق گفتگو کر رہا تھا ۔
اتنے میں کبیر کا پرسنل سیکرٹری اندر آیا تھا ۔ کیا ہوا
رضا ۔ وُہ اپنی آئی برو مسلتا فون میں عوام کی شکایات

عوامی پورٹل پر دیکھتا سر سری سا پوچھ گیا تھا ۔ سر
وُہ صد ر آف پاکستان کے بیٹے فرحان لغاری بس پہنچنے
والے ہیں ۔ کبیر سُنتا سیدھا ہو کر بیٹھا تھا اُس نے
ہی فرحان لغاری کو مدعو کیا تھا وُہ دو سے تین بار
فرحان لغاری سے ملا تھا ایک تو پارلیمنٹ میں دوسرا
لندن کی بزنس میٹنگ میں تب سے ہی دونوں بہتر
دوست بن چکے تھے ۔ٹھیک ہے تم سارے
انتظامات دیکھو سیکیورٹی ٹائیٹ کرو مزید جیسے وُہ آئے
مجھے انفورم کرو ۔ جی سی ایم صاحب ۔ وُہ کہتا باہر

بڑھا تھا جیسے ہی باہر کھڑے میڈیا میں خبر پھیلی

فضل لغاری کا بیٹا اور پاکستان ہی نہیں پوری دنیا کا

امیر ترین شخص آرہا ہے تو سارے الرٹ ہو چکے تھے

دورانی خاندان کے جشن میں فرحان لغاری کا آنا بہت

بڑی بریکنگ نیوز تھا وُہ کم ہی میڈیا کے آگے سپوٹڈ

ہوتا تھا لیکن جب جب سپوٹڈ ہوتا تھا بڑی ہیڈ لائن

بنتا ہر لڑکی کا کرش بن جاتا تھا فرحان کے ہر سوشل

اکاؤنٹ کے ملین میں فالورز تھے وُہ کم ہی اپڈیٹ دیتا

تھا لیکن جب دیتا تھا پورے پاکستان کی یوتھ پاگل ہو

جاتی تھی ۔ مرادن میں بیٹھے سب سن چکے تھے ۔ کیا

دن آگیا ہے پاکستان کے سب سے معزز دورانی

خاندان نے بد نام زمانہ لغاری خاندان کے بیٹے کو بلایا

ہے جسکے نا صرف باپ کے پاکستان کا صدر ہوتے

اسکینڈل ہی اسکینڈل ہیں اور فرحان لغاری تو اپنے

باپ سے بھی آگے کی چیز ہے ۔ وُہ مضحکہ خیز بولتا

صوفے پر ٹیک لگاتا اپنی بڑی بڑی مونچھوں کو تاؤ

دے گیا تھا۔ ابراہیم داہر خان کبیر ذر خان سب کو

اُسکی بات اور کرنے کا انداز گرا ہ لگا تھا وہ کیسے

اُنکے مہمان کے بارے میں ایسے بول سکتا تھا۔سچ

کہہ رہا ہوں شاید ہی فرحان لغاری سے زیادہ بد نام

کوئی ہو گآ۔وہ مزید بولتا باہر فرحان لغاری کی بلیک

لمبور گینی گارڈز کی دس بارہ گاڑیوں کے احصار میں

دورانی فارم ہاؤس کے لونگ ڈرائیو وے کو کراس

کرتی رکی تھی لمبو ر گینی دیکھتے ہی میڈیا سب کی آنکھیں

پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں دنیا کا امیر ترین اکتیس

سالہ سبز آنکھوں والا پر کشش ہینڈسم پرسنلٹی کا

مالک فرحان لغاری پہنچ چکا تھا جسکے آنے کا کبیر کو

بتا دیا گیا تھا وہ اٹھتا باہر آیا تھا ساتھ ابراہیم بھی تھا

میڈیا کی کیمرہ فلیش لائٹس آن ہو چکی تھی ۔کبیر

دورانی کا بھی سارا عملہ پیچھے کھڑا تھا اسسٹنٹ کمشنر

بیوروکریٹس بھی آئے ہوئے تھے ۔فرحان لغاری کا

خاص ملازم زمان پیچھے ڈالے سے اُترتا لمبو ر گینی کے

پاس آتا ہاتھ باندھے کھڑا ہوا تھا ۔ فرحان لغاری کی

سائڈ کا دروازہ کھلا تھا ۔ وُہ اسٹائلش بریسٹڈ ڈبل بلیک

سوٹ میں ملبوس تھا ہاتھوں میں پول نیو مین رولیکس

مہنگی ترین گھڑی پہنی ہوئی تھی ۔ وہ نکلتا سبز آنکھیں

چمکاتا کبیر دورانی کی طرف الگ ہی سویگ سے بڑھا تھا ۔ کبیر بلگیر ہوا تھا پُورا میڈیا یہ موومینٹس کیپچر کر رہا تھا ۔ وُہ کبیر اور ابراہیم کے ساتھ اندر کی طرف بڑھا تھا اُسکے بھاری بوٹوں کی دمک گونج رہی تھی۔

جیسے ہی وہ داخل ہوا ہال میں وُہ سب سے ملتا صوفے پر بیٹھا تھا پاؤں پر پاؤں رکھا تھا ایک ہاتھ گھٹنے پر ہلکا سا ٹیپ کر رہا تھا اُسکے بیٹھنے کی دیر تھی جیتنے اسسٹنٹ منسٹر خاص کر اویس پاشا کھڑا ہو چکا تھا وہ ہاتھ باندھے فرحان لغاری کے سامنے آن بولا تھا ۔

کیسے ہیں سر فرحان آپکی تو ایک ملاقات کو سارا

ڈیپارٹمنٹ ترس جاتا ہے ۔ وُہ ایسے معزبنا نہ انداز اپنا

گیا تھا جیسے فرحان لغاری کے آگے اُسکا کوئی وجود

نہیں تھا ۔ (اور واقعی یہ حقیقت بات تھی جب

سامنے پُوری دنیا کا امیر ترین مرد بیٹھا تھا اُسکی پاور

کے آگے اُس انسان کو جھکنا ہی تھا جو ابھی اُسے

کچھ دیر پہلے بد نام زمانہ بول رہا تھا ۔فرحان لغاری کی

سبز گہری سنجیدہ ہر جذبے سے نداد آنکھیں اویس پاشا

کی طرف اٹھی تھیں وُہ مختصر سا دیکھتا بنا کوئی جواب

دیلے ذر خان دورانی کی طرف متوجہ ہوا تھا ۔اؤر اُسے شادی کی مبارک باد دے گیا تھا داہر خان اویس پاشا کا شرم خجالت سے سرخ چہرہ دیکھتا سر نفی میں ہلا گیا تھا ۔ انسان کو واقعی اپنی اوقات اور سوچ دیکھ کر ہی بولنا چاہیے (یہی سوچ داہر خان کے ذہن میں در آئی تھی) وہ اپنی سیاہ آنکھیں فرحان لغاری پر لگا گیا تھا اور پل بھر میں اُسکی اُلجھی گہری سنجیدہ پرسنلٹی جاننے کا

خواہش مند ہوا تھا

تھوڑی دیر بیٹھتا فرحان لغاری کبیر کے ساتھ باہر آیا تھا اُسے ایک گھنٹے بعد امریکہ نکلنا تھا وہ بس کبیر دورانی کی وجہ سے اسکے چھوٹے بھائی کے فنکشن میں شرکت کر گیا تھا۔ لیکن سب سے مل کر اُسے اچھا لگا تھا۔ وہ کبیر کے گلے لگتا ابراہیم کی طرف بڑھا تھا جسکی شخصیت سے وہ کافی متاثر ہوا تھا۔ میں چلتا ہوں۔ وُہ بڑے بھائی کے جیسے ابراہیم کو مان دے گیا تھا وہ اُسکا کندھا تھپکتا پوچھ گیا تھا۔ شادی کا کیا ارادہ ہے فرحان۔ وہ زمین کو دیکھتا تلخی سے ہلکا

سنجیدہ ہنستا جواب دے گیا تھا ۔ جن کو بد دعائیں ملی
ہوں اُن مردوں کا ایسی خوشیوں سے کوئی لینا دینا
نہیں ہوتا اور ویسے بھی بد نام ورثے سے لوگ دور ہی
رہنا پسند کرتے ہیں اِس صدی میں تُو شادی ہونے
سے رہی نہیں کیونکہ میرا کوئی ارادہ نہیں ہے ۔ لیکن
کِیا پتہ ایک ویلن کو اُسکی کھوئی ہوئی ہیروئن مل
جائے ۔ ابراہیم ہنستا بولا تھا آگے سے فرحان گلے لگتا
اپنی لمبو رگینی میں بیٹھا تھا اور آنکھوں کا اُبھرتا درد
چھپانے کے لیے اپنی شخصیت کی طرح بلیک گلاسز

لگا گیا تھا ۔ اور اُسکی گاڑی منزل کی طرف رواں ہو گئی تھی ۔ کیا کبھی فرحان لغاری کی بنجارہ زِندگی میں کوئی نُور بکھیر سکے گا یا وُہ اُسی نُور کو اندھیرے میں پھینکتا اُسکا چاند بننے والا تھا ۔

فارم ہاؤس کا ماحول مزید گرم جوش ہوتا جا رہا تھا داہر خان کی سیاہ مقناطیسی نگاہیں سامنے بیٹھے اپنے پرانے یار ضلع بلتستان کے مغرور چونتیس سالہ سخت ترین سردار پر گڑھی تھیں جو وائٹ بوسکی کے سوٹ

پر وائٹ ہی بلیزر پہنے اپنی شاندار مغرور ا نہ اٹھے

ہوئے تیکھے نقوش لیے صوفے پر نیم دراز سا بارعب

انداز میں بیٹھا تھا ہنسی مذاق سے اُسکا کوئی لینا دینا

نہیں تھا داہر خان سے اُسکی ذیادہ نہیں بنتی تھی

کیونکہ داہر خان کی آزاد سوچ سے وہ خار کھاتا تھا اُسکے

نزدیک آزادانہ سوچ تباہی تھی اور وُہ خود کو تباہ کرنے

پر ذرا یقین نہیں رکھتا تھا وہ چھ فٹ سیاہ مغرور

آنکھوں والا سفید سرخ رنگت کا مالک بلتستان کا

سردار تھا۔وہ جب سے آیا تھا ایسے ہی مغرور ہوا بیٹھا

تھا اُسے یہاں کا ماحول کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا

پاس ہی اُسکا خاص منشی دریا خان کھڑا تھا ۔

کیسے ہو آتش خانزادہ ۔ داہر خان چہرہ پر ہاتھ پھیرتا پوچھ

گیا تھا وہ تو سر پھرا تھا لیکن سامنے بیٹھا مرد ٹیڑھا ظالم

جابر بھی تھا ۔میں ٹھیک ہوں تم سناؤ ۔ وُہ تنفر سے

مزید اپنی گردن سیدھی کرتا سوال کر گیا تھا ۔ ٹھیک

ہوں لیکن تمہارے علاقے کے لوگ تم سے ذیادہ

خوش نہیں ۔ داہر خان بھی جواب کا طلب گیر ہوا

تھا ۔ تمھاری طرح اپنے علاقے کو بے ڈھنگے بھاگتے

گھوڑے کی طرح تُو نہیں چھوڑ سکتا داہر خان آتش

خانزادہ اپنے اصولوں اور خاص کر ضابطوں کا بہت پکا

ہے ۔ وُہ مزید داہر خان کو جواب دیتا اُسکا فون بجا

تھا۔ وہ فون اُٹھاتا کان کو لگا گیا تھا ۔ تمہارے پاس

کہاں سے فون آگیا ملا لائی ۔۔ وُہ سرخ رنگت لیے لٹ

مار لہجہ میں گویا تھا ۔ دُوسری طرف سے ملا لائی آتش

خانزادہ کے واپس آنے کا پوچھ رہی تھی ۔ تمہیں

جواب دینے کا پابند نہیں میں آتا ہوں حویلی پھر

پوچھتا ہوں تمہارے پاس فون کہاں سے آیا شوہر کی

غیر موجودگی میں بیویوں کو مزید پردے میں بیٹھ جانا چاہیے بیوی بنو اوڑھتی بے حیا پتنگ نہیں ۔ وہ فون پر ہی غر اتا دس باتیں سنا تا فون رکھ گیا تھا آتش خانزادہ کے مغرور تیکھے نقوش اور تنے تھے ۔وُہ غُصہ کنٹرول کرنے کے لیے تھوڑا آگے ہوتا اپنی پیشانی پر ہاتھ کا مکا بنا کر ٹھو ک گیا تھا ۔

بیوی کو تو عزت دو آتش خانزادہ ۔ داہر خان کو یہ عادت بری لگی تھی ۔ وُہ پل میں پھر سے غرور کا لبادہ اوڑھے مضحکہ انداز میں بولا تھا ۔ میرے نزدیک

عورت چار دیواری کے اندر رہتی زیادہ اچھی لگتی ہے

اور بیوی لائی ہی جاتی محض وارث اور اولاد کے لیے

اِس سے زیادہ مجھے عورت کا کوئی مقام نہیں دکھتا اور

غیرت مجھ میں رچی بسی ہے اپنی عورت کو سر عام

نمائش بنا کر پیش نہیں کر سکتا جو اُسکی حیثیت ہے

شوہر کے پاؤں کی جوتی بننا اُسی پر رکھنا چاہیے عورت

کو آزادی دی تُو سر پر ناچے گی ۔ وہ استہزا یہ مسکراتا

داہر خان کو بے غیرت بول گیا تھا جو شاید اپنی

عورت اور گلگت کی عورتوں کو بہت آزادی دے چُکا

تھا ۔ داہر خان کا چہرہ لال ہوا تھا دل کیا تھا آتش
خانزادہ کو اوڑھا کر رکھ دے لیکن دونو ں ہی سردار اور
با اثر شخصیات تھیں داہر خان جواب دیتا ۔ اِس سے
پہلے ہی آتش خانزادہ سپاٹ چہرہ لیے کھڑا ہوا تھا ۔ میں
نکلتا ہوں دیر ہو رہی ہے یہاں کی ہوائیں مجھے کُچھ
جمی نہیں ۔ وُہ دریا خان کو گاڑیاں تیار کرنے کا حکم
دیتا داہر خان کی طرف بڑھا تھا ۔ اپنے دوست کو
اجازت دو تمھاری مہمان نوا زی تو پسند آئی لیکن سوچ
نہیں ۔ وُہ اپنی مونچھوں کو تاؤ دے گیا تھا ۔

آتش خانزادہ خوبرو انا خود پرست مرد تھا ۔ ہاں جیسے مُجھے تمھاری سوچ ذرا اچھی نہیں لگی ۔ داہر خان بھی بھرپور جواب دینا جانتا تھا ۔لگتا ہے تمھاری اور میری کبھی نہ کبھی جم ہی جائے گی ۔ داہر خان قہقہ لگا گیا تھا ۔ صحیح بات ویسے مغرب اور مشرق کبھی ایک ہوا ہے ۔ وُہ داہر خان کا کندھا تھپکتا نِکل گیا تھا اور سردار ابراہیم کی پرسنلٹی سردار آتش خانزادہ کو بلکل اچھی نہیں لگی تھی اُسکی زندگی میں رحمدلی نہیں بلکہ درندگی کا تصور تھا ۔ لالہ یہ کیا چیز تھے ۔ زر خان بڑھتا پوچھ

گیا تھا ۔ بہت ہی ٹیڑھا مرد ہے ۔داہر خان سر نفی

میں ہلاتا رہ گیا تھا ۔

آتش خانزادہ کی بلیک چمچما تی ہوئی لینڈ کروزر اسلاآباد

ہائی وے پر رواں دواں تھی وہ اپنی عالیشان پرسنلٹی

لیے سیدھی گردن کرے بیٹھا تھا اُسے گردن جھکا نا

پسند نہیں تھا اور اُسکا پسندیدہ رنگ سفید تھا کیونکہ

اُسکی زندگی بھی اسی رنگ کی طرح

نیری بے رنگ تھی گاڑی درجنوں گارڈز کی گاڑیوں
کے احصار میں سگنل پر رکی تھی آتش خانزادہ کی
مغرور بے حس آنکھیں کالے شیشوں سے باہر ایک
منظر پر جا جمی تھیں جہاں ایک بکھا رن عورت اپنے
مرد کو مار رہی تھی ۔ کیسی جگہ میں آگیا ہوں عورت
زاد کا شرم لحاظ ہی ختم ہوتا جا رہا ہے اگر یہ عورت
میرے علاقے میری سر داریت میں یہ کرتی تُو اسکا
سر قلم ہو جاتا کیوں دریا خان ۔ وہ ٹیک لگاتا جلتا
سگرٹ دونو ں لبوں کے بیچ رکھ گیا تھا ۔ جی سردار

صاحبِ آپ جو بولتے ہیں حق بجانب بولتے ہیں ۔وہ مسکراتا آنکھوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا نہ ہنسی کسی کو دکھا نی تھی نہ ہی رحم کسی عورت پر کرنا تھا ۔ لیکن آتش خانزادہ ہی نہیں جانتا تھا اتنی مغروریت انسان کو کئ کا بھی نہیں چھوڑتی ہے جلدی وہ سفید رنگ کی جگہ ہر رنگ کا اسیر ہونے والا تھا اور ظلم کی نئ داستان لکھنے والا تھا ۔

اریب کاظمی کی وائٹ کرولا سفید حویلی کے باہر رکی تھی آج وہ سارا دن ایمل کو کال ملاتا رہا تھا پر اُس نے دو سال کی طرح آج بھی نہیں اٹھایا تھا وہ لاہور ایمل ویلا بھی کئی دفعہ گیا تھا لیکن ایمل نے گیٹ ہی گارڈ کو کھولنے نہیں دیا تھا۔ وُہ جینز پر وائٹ شرٹ پہنے ہوئے تھا اریب کا حال پہلے سے کافی برا ہو چکا تھا اُسکا بزنس بھی خسارے میں جا رہا تھا اُس نے یہی سوچا تھا وہ آج کسی طرح ایمل کا دھیان خود کی طرف کھینچ لے اور وُہ کبیر سے طلاق لے کر

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اُسکی ہو جائے ۔ پھر ایمل کے ڈیڈ کی ساری پراپرٹی اور کبیر سے طلاق میں ملنے والی کروڑوں کی الا منی کی رقم بھی اُسکی ہو گی وہ اتنا جانتا تھا کبیر دورانی اپنا سب پہلے ہی ایمل کے نام کر چُکا تھا آج وہ کسی پرانی محبت کے لیے نہیں بلکہ لالچ لیے یہاں پہنچا تھا اریب کی نظر ایمل کو کبیر سے ملنے والی جائیداد پر تھی وُہ خود کے اجڑتے حالات کو سنوارنا چاہتا تھا ۔

آج تمھاری ایک نہیں سننے والا ایمل خان آج تمھیں اپنی باتوں کے جال میں پہلے کی طرح ایسا پھنسا وں گا آج تم خود میرے سے لپٹنے اور میری ہونے کو تیار ہو جاؤ گی ۔وہ چہرے پر کمینی فطرت لیے خود سے کہتا گاڑی سے نیچے اترا تھا اور پھر ایمل کا نمبر ڈائل کر گیا تھا ۔

دوسری طرف ایمل پیکنگ میں لگی ہوئی تھی اُس نے ابھی تک ولیمے میں پہنی گرے رنگ کی میکسی نہیں اتاری تھی آج اُسکے بال میسی ویوی بن میں مقید تھے

۔ عمل بٹر اور ابراش کے پاس تھا وہ خود اُنکے پاس اُسے چھوڑ کر آئی تھی تاکہ اُسکی غیر موجودگی میں لاہور واپس جانے کی تیاری کر سکے ۔

وہ بیگ میں کپڑے اور عمل کے گفٹ رکھ رہی تھی جو سب نے اُسے دیے تھے ایمل کا سر درد ہو رہا تھا اِس مرد کی پناہوں سے جانا آسان نہیں تھا لیکن وُہ خود کے لیے ہی ظالم بنی ہوئی تھی۔

فون بجا تھا اریب کا نمبر دیکھتے اُسے مزید غُصہ چڑھا تھا لیکن وُہ اس بار اُٹھا گئی تھی ۔ کِیا مسئلہ ہے آپکو

اریب میں دو سال پہلے ہی آپکو صاف لفظوں میں بتا چکی ہوں مجھے آپ سے کوئی بات نہیں رکھنی کیوں بار بار مجھے کال کر رہے ہیں ۔ پلز ایمل ایک دفعہ مجھ سے مل لو میں باہر حویلی کے لان میں کھڑا ہوں بس فقط ایک دفعہ یہ نہ ہو اگلی سانس بھی مجھے نصیب نہ ہو وُہ ایمل کو ایموشنل بلیک میل کر گیا تھا ۔

ایمل سانس خارج کرتی دبی آواز میں بولی تھی ۔ ٹھیک ہے بس پانچ منٹ اِس سے ذیادہ نہیں۔ ٹھیک ہے پلز آجاؤ ۔۔ وُہ فون رکھتا چہرہ پر ہاتھ پھیر گیا تھا اریب

کے چہرے پر کمینگی جھلک رہی تھی وُہ آج غلط

کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔وہ ایمل کی عزت کو

کبیر کی نگاہ میں پُورا کا پورا پا ما ل کرتا اُسے طلاق دلوانا

چاہتا تھا --------

ایمل بڑی سی بلیک چادر میں پاؤں تا سر لپیٹی باہر

لان میں آئی تھی وُہ اِتنا جانتی تھی وہی کبیر کے نکاح

میں اُسکی عزت تھی اؤر دو دو بچوں کی ماں تھی جب

عمل پیدا ہوا تھا تب ہی وہ خود کے دل میں موجود

نقطے بھر کا کونہ جو اریب کاظمی کے لیے تھا اُسے

بھی جڑ سے کاٹ کر پھینک چکی تھی وفائیں نفرتیں
بے حسی درد سب ایک ہی مرد کے نام کر چکی تھی
وُہ نہیں بھی اُسکی ذندگی میں رہتا تب بھی وُہ آگے
چل کر کسی مرد کی نہیں ہونے والی تھی وُہ اپنی
اولاد کو بکھرنے نہیں دے سکتی تھی جانتی تھی کوئی
دوسرا مرد کسی عورت کی پہلے مرد سے اولاد کو وُہ پیار
نہیں دے سکتا جو اُنکا اصل باپ دے سکتا تھا۔

وہ نا گواری تاثرات میں سجائے بڑھ رہی تھی دو ہاتھ
اُسکی کمر پر آتے اُسے گھسیٹتے ایک طرف لے گئے

تھے ایمل کے چہرے پر خوف کی رمک آئی تھی ۔ کیا
کر رہے ہو اریب ۔ وُہ چیختی اُسکے ہاتھ جھٹکتی اُسے
پیچھے دھکا دے گئی تھی جو اُسے پھر دیوار سے لگاتا
اُس پر قابض ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔
وہ اپنے بالوں کو کھینچتا چلا تی ہوئی ایمل کی طرف
بڑھا تھا جو بغیر کسی ڈر خوف کے آج پہلی بار اریب
کے اِس ایکٹ پر نفرت لیے کھڑی تھی اُسے اُس دن
کی طرح آج بھی اریب کا چھو نا دوزخ کی آگ کی
طرح لگا تھا اُس دن بھی وہ اریب کو خود سے دُور

رہنے کا بول چکی تھی جب کبیر نے دونوں کو ساتھ سیڑھیوں کے نیچے دیکھا تھا لیکن کبیر کی طرح ایمل نے بھی کبھی اپنی فیلینگز کو کبیر کے آگے بتانا ضروری نہیں سمجھا تھا۔

دیکھو ایمل پلز میں تمہاری آگے اپنی محبت کی بھیک مانگتا ہوں ایک دفعہ میری ہو جاؤ کبیر جیسے مرد کو بھول جاؤ گی میں تمہیں اتنی خوشی ہر طرح کا پیار عزت ذہنی جسمانی تسکین دونگا تم خود کہو گی اریب آپ سے بہترین مرد کوئی ہے ہی نہیں۔ وُہ اُسکے

قریب آتا پھر اُسکی کمر پر ہاتھ رکھنے لگا تھا کبیر دورانی
جو ابھی دو منٹ پہلے ہی حویلی پہنچا تھا وہ گاڑی سے
اُترتا آوازیں سنتا یہاں آن پہنچا تھا اور ویسا ہی منظر
دیکھتا اذیت کی انتہا پر تھا غیرت جاگی تھی وہ آج
اریب کاظمی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا۔ وہ
تعیش کے عالم میں بڑھ رہا تھا اِس سے پہلے ہی ایمل
بنا رکے دو اریب کو لگا گئی تھی۔ اریب اپنے گال
پکڑتا حیرانگی سے ایمل کو دیکھتا جا رہا تھا کبیر بھی اپنی
ظالم بیوی کے مارے گئے تھپڑ کی گونج پر رکا تھا

کوئی شک نہیں تھا ایمل نے زور دار اریب کی بجائی تھی ۔

خبردار جو ایک اور لفظ بکواس کی صورت میں نکالا جو ایسی ویسی بات کی تم نے ابھی کے ابھی پولیس کو بلوا کر تمھیں جیل بھجوا دونگی اِس الزام میں تم نے مجھے سرے عام حریص کرنے کی کوشش کی ہے ۔ وُہ اُنگلی اٹھائے سرخ ابلتی آنکھیں لیے اریب کو وارن کر رہی تھی ۔ایمل تم یہ سب کیسے ، تم اُس بیوفا زا نی مرد کے لیے کیسے مجھے چھوڑ سکتی ہو اور مار سکتی

ہو ۔ اریب بے یقین تھا یہ ایمل وُہ تھی ہی نہیں جو کبھی اُسکے پیچھے پاگل تھی ۔

Shut up he is my husband and my kids father۔

تو لحاظ میں بولو کوئی بکواس میں نہیں سنوں گی وہ مرد صِرف میرا مجرم ہے اُسے برا بھلا کہنا ،درد دینے کا حق بس ایمل خان کو حاصل ہے اِس لئے آئندہ خود میرے آگے مت لانا ورنہ میں کِیا کر ڈالوں وہ میں خود بھی نہیں جانتی ہوں ۔وُہ وارن کر رہی تھی ۔

کبیر کی آنکھیں سرخ تھیں وہ سر جھکا کر نیچے زمین

کو گھورتا چلا گیا تھا ایک ہاتھ پینٹ پاکٹ میں تھا ۔دو

آنسو ٹپکتے زمین کا حصہ بنے تھے ۔

لیکن ایمل ہمارا پیار اُسکا کیا تم چودہ کی تھی جب سے

میرے میں انٹرسٹڈ تھی ۔ابھی بھی اریب ڈھیٹ بنا

خود کے فریب عزم پر جما ہوا تھا ۔

کونسا پیار کوئی پیار نہیں کرتی تم سے اریب کاظمی

میں ایمل خان ہوں اور دو بچوں کی ماما ہوں بس ،نہ

کسی کی بیوی نہ کسی کی محبوبہ آئندہ میرے راستے

میں آئے مجھ سے برار کوئی نہیں ہو گا اور تم کیا

میں دنیا میں موجود کسی بھی مرد میں کوئی دلچسپی

نہیں رکھتی ہوں ایمل خان اکیلے ہی کافی ہے ۔ یہ

سننا تھا کبیر ہلکا سا سر دیوار کے ساتھ لگاتا مسکرا گیا

تھا دل کو راحت ملی تھی آگر وُہ نہیں تھا اِس عورت

کے دل میں تو کوئی دوسرا بھی نہیں تھا ۔ ایمل پلز

سنو تُو ۔۔ اریب مزید کہتا ایمل آواز لگا گئی تھی گارڈ

گارڈ ۔۔ کبیر خاموش بنا کھڑا تھا جانتا تھا اسکی بیوی

اکیلے بھی ایسے دس مردوں کو ہینڈل کر سکتی تھی

--جی ایمل بی بی --

Guard throw this man out he

is harassing me ...

یہ کہنا تھا گارڈ ز مارتے ہوئے اریب کو لے گئے

تھے ایمل اپنی چادر ٹھیک کرتی آنکھوں میں نمی لیے

اندر بڑھ گئی تھی ۔

وہیں کبیر پیچھے بڑھا تھا اور سڑک پر گرے اریب کو

دو مکے جڑ گیا تھا ۔ اُسکے ہونٹ اور چہرے سے خون

بہہ رہا تھا ۔ وُہ اُسکے سینے پر پاؤں جماتا دھمکی لگا گیا تھا ۔ سن تُو اپنی ماں کا اکلوتا بیٹا ہے اریب کاظمی اِس لیے چھوڑ رہا ہوں آئندہ میری بیوی کے پاس بھٹکنا مت ورنہ میری شیرنی ہی تیرے لیے کافی ہے وُہ تنبیہہ کرتا اندر بڑھ گیا تھا ۔

قسط: 19

سفید حویلی میں چہل پہل لگی تھی زر خان حویلی آتے
ہی ڈورا کے ساتھ کمرے میں بند ہو چکا تھا۔اُسکا آج
رات بھی زوئی کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا
کل صبح ذو فاش اور داہر خان نے گلگت کے لیے
نِکل جانا تھا کیونکہ داہر خان کی سرداری میں ایک
اہم جرگہ ہونا تھا۔آشنا ابھی ابھی بٹر اور ابرا ش کو
اُنکے بابا کے پاس چھوڑتی نیچے آئی تھی وُہ سیمپل
وائٹ سوٹ میں ملبوسِ گرم شال لیے ہوئے تھی
عمل بھی اُسکے کمرے میں ہی تھا اُسکے سردار نے

اُسکے ہاتھ کی چائے پینی تھی ابراہیم جب بھی رات کو سفید حویلی میں ہوتا تھا تو ضرور آشنا کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پینا پسند کرتا تھا ۔ وُہ مسکان لیے کچن کی طرف بڑھ رہی تھی دوسری طرف والی سیڑھیوں سے اُترتی ذو فاش کو دیکھتے آشنا رکی تھی ۔بچے سو گئے آشنا ! کہاں ابھی اور جانتی تُو ہو ذو فاش میرا چھوٹا والا ساری ساری رات کمرہ سر پر اٹھائے رکھتا ہے وُہ تو اُسکے بابا جب ہلکا پھلکا غُصہ کرتے ہیں تب جا کر بٹر صاحبِ پر نیند طاری ہوتی ہے ورنہ مجال ہے وُہ مجھے

کُچھ وقت بھی آسانی سے اُنکے ساتھ گزارنے دے ،

آشنا معصوم چہرہ بنا کر ذو فاش کو اپنے بٹر کی شرار

تیں بتا گئی تھی ذو فاش ہنسی تھی ۔ویسے جہان سو

گئی اور اِس وقت تم بھی کچن کی طرف لالہ نے کِیا

کوئی فرمائش کر دی ہے آشنا مسکرا کر اپنی دوست ذو

فاش کے آنے کی وجہ پوچھ گئی تھی ، جانتی تھی اُسکا

سردار اور اِس خاندان کے باقی مرد جیتنے باہر شریف

زادے نظر آتے تھے اتنے ہی کمرے میں جا کر بستر

پر اپنی اپنی بیویوں کی جان لبوں پر سجا دیتے تھے وُہ

ذو فاش کی گردن پر بھی پیار کی با--یٹ-س دیکھ چکی تھی ۔

وہ بس اپنی بابا کے پاس ہے آج صبح دیر سے اُٹھی تھی نہ تُو ابھی اُسے نیند نہیں آرہی ہے اُوپر سے خان نے اِس ٹائم میرے ہاتھ کی بلیک کافی پینے کی فرمائش کر دی تو بس وہی بنا نے آئی ہوں ۔ دونو ں کی بات چیت چل رہی تھی اتنے میں آشنا کی امبر آنکھیں سامنے سے آتی ایمل پر گئی تھیں جو ابھی بھی گرے میکسی پر بلیک چادر اوڑھے روتی ہوئی سیڑھیوں

کی طرف بڑھ رہی تھی ۔وہ ٹوٹ رہی تھی بکھر رہی تھی لیکن ایمل خان اپنی ہمت سے زیادہ مضبوط لڑکی تھی وہ سزا دینا بھی جانتی تھی اور سزا سہنا بھی ۔

وہ پہلی سیڑھی پر قدم رکھتی ہی آشنا پیچھے بڑھتی بولی تھی ۔ ایمل پلز کبیر بھائی کو معاف کر دو کیوں خود کو اور اُن کو سزا دے رہی ہو دو سال ایمل دو سال وُہ تمہارے بنا رہے ہیں ہم سب نے اُنہیں تڑپتے ہوئے دیکھا ہے ، آشنا کی آنکھیں شدت سے بھیگی تھیں ایمل ذو حال اور آشنا کا بچپن ساتھ گزرا تھا

اسی حویلی میں، وُہ کبھی اپنے کبیر بھائی اور اپنی بہن جیسی ایمل کو الگ نہیں دیکھ سکتی تھی اوپر سے اِس خاندان کی بڑی بہو تھی اُسکا فرض بنتا تھا وہ ایمل اور کبیر دورانی کے رشتے کو بچا سکے اور ایمل کو ایسے روتا جاتے دیکھ آشنا کا دل ڈوبا تھا۔ آشنا کی بات سنتے ایمل کے اوپر بڑھتے قدم رکے تھے آنسو ٹھہرے تھے دل رکا تھا لیکن کبیر دورانی کا دیا ہوا چار سال کا ہجر اُوپر سے اُسکی بیوفائی نے ایمل خان کو بے حس کر دیا تھا وہ کبیر دورانی سے زیادہ خود کو سزا دے رہی

تھی ، ایمل ضد لگا لگا کر اپنی کرتے کرتے اکیلی

رہتے رہتے اُس کا دل سخت ہو گیا تھا یہاں پر سوال

یہی تھا کیا ایمل خان واقعی سخت ہو چُکی تھی اُسے

اُس مرد کے احسا سات سے کیا فرق نہیں پڑ رہا تھا

جس نے اپنی ذا ت بھی اُسکے آگے روند ھ ڈالی تھی ۔

وہ سوچتی سسکی ضرور تھی لیکن فیصلے سے ہٹ نہیں

تھی ۔ میں اُنہیں کبھی معاف نہیں کر سکتی جو میں

نے جھیلا ہے وُہ کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا ہے

،میں نے ایک ایک لمحہ اذیت میں گزارا ہے وُہ میں

ہی جانتی ہوں ، وُہ نفرت سے کہتی رخ آشنا کی طرف
کر گئی تھی سر سے چادر ڈھلکی ہوئی تھی آوارہ لٹیں
ایمل کے حسین افسردہ مغرور چہرے کو چھو رہی تھیں
--کیوں معاف نہیں کر سکتی کبیر بھائی تمہارے
شوہر ہیں عمل کے بابا ہیں ویسے بھی جب عورت
کی شادی اور پھر بچہ ہو جاتا ہے وُہ خود سے زیادہ اپنی
اولاد کا سوچتی ہے اور ایمل عمل کبیر بھائی کی محبت
کے لیے ترس رہا ہے پلز اُس بچے کو باپ کی شفقت
سے محروم مت کرو ، اِس لیے پلز رک جاؤ عمل کا

سوچو اور آنے والی اولاد کا بھی آشنا کی آواز بھیگی ہوئی تھی آنسو جاری تھے -- میں نہ یہاں رک سکتی ہوں نہ اُنہیں معاف کر سکتی ہوں اُنکا گناہ معافی کے قابل نہیں

میں ہی جانتی ہوں چار سال نکاح کے بعد شوہر ہوتے ہوئے بھی کنواری لڑکی کی طرح کیسے گزارے ہیں وُہ میرا دل جانتا ہے اور وہ مرد لندن میں مُجھ سے بیوفائی کر رہا تھا میرا مقام کسی اور عورت کو دے رہا تھا میں تُو یہ بھی نہیں جانتی --- وُہ مزید بھڑاس

نکالتی اس سے پہلے ہی وہ خود کی بے رحمی سے لبریز
زبان کو تالا لگا گئی تھی آگر اور لفظوں کا چناؤ کرتی تُو
اپنے بچوں کے اکلوتے باپ کو کہیں بھی منہ دکھا
نے کے قابل نہیں چھوڑتی ۔وُہ آنسو بے رحمی سے
اپنی چادر سے صاف کرتی پھر سے سیڑھی پر قدم رکھ
گئی تھی

وہیں زو فاش کچھ پل کو خاموش ہوئی تھی وُہ لڑکی
جس نے ایمل خان سے زیادہ

سہا تھا وہ بھی تن تنہا دوسرے ملک میں اپنے شوہر

کو ہر لمحہ دوسری عورت کی

باہوں میں دیکھا تھا

وہ لڑکی اپنے شوہر کا پوری دنیا کے آگے پردہ رکھتی

اپنی فرمابرداری سے اُسے اپنا بنا

گئی تھی اؤر یہاں ایمل جو صِرف اِس بات پر اپنے

شوہر کو سزا دے رہی تھی اُس

نے کسی اور عورت کو نکاح میں لیتے اُسکے حقوق

سے نا انصافی کی تھی اور چیخ چیخ

کر وُہ دنیا کو اپنے شوہر کی حقیت بیان کرتی اپنے

اوپر ہوئے ظلم کا کھلے عام واویلا کرتی

اپنے شوہر کو ہی رسوا کر رہی تھی دو لڑکیوں میں کتنا

فرق تھا ایک لڑکی نے اپنی سیرت سے خود کے شوہر

کو جیت کر

اپنا بنا لیا تھا وہیں ایمل اپنی انا کے چلتے خود کا رشتہ

ختم

کر رہی تھی ۔

اگر کبیر لالہ اتنے برے ہیں ایمل اتنے نا پاک مرد ہیں تُو چھوڑ دو اُن کو ، زو فاش کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن ایمل کے نکلے تلخ الفاظوں نے اُسے مجبور کر دیا تھا ۔ کبھی نہیں چھوڑوں گی اُس مرد کو ایسے ہی پل پل ہر سیکنڈ اُنہیں تکلیف دونگی اپنے حقوق میں نا انصافی کرنے کی ،،،ایمل کا آنسو ٹوٹتا گال میں جذب ہوا تھا وہ ہی جانتی تھی اُس سنجیدہ سحر باندھتے مرد کو چھوڑنا آسان نہیں تھا لیکن وُہ خود کی ذاتِ کے لیے کسی بھی حد سے گزر سکتی تھی ۔۔آشنا تو علید گی

جیسے الفاظ کو سنتی گھبراتی نم پلکیں جھکا گئی تھی

اُس پر لرزہ طاری ہوا تھا وُہ تو کبھی اپنے سردار سے

دور جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی وُہ شکر ادا کر

گئی تھی مرد کی بیوفائی اُسکے نصیب میں نہیں آئی

تھی اُسکا سردار تُو وفاداری کا منہ بولتا ثبوت تھا آج

آشنا کو پہلی بار پتہ لگا تھا وہ خوش قسمت لڑکی تھی۔

میں چلتی ہوں لاہور کے لیے دیری ہو رہی ہے ۔ وُہ

اوپر پھر بڑھتی ذو فاش کے اگلے الفاظ اُس پر کپکپی

طاری کر گئے تھے وہ یہ سننا نہیں چاہتی تھی وہ یہ

سب جھٹلا دینا چاہتی تھی وُہ جانتی تھی کبھی کسی
نے غلطی سے اُسکا دل پڑھ لیا تو وہ مٹی کا ڈھیر بن
کر رہ جائے گی ۔ اگر تم اُن کو چھوڑ نہیں پا رہی ہو
ایمل اِسکا مطلب تم کبیر بھائی سے عشق کرنے لگی
ہو ، تمھاری کوکھ میں پلتا دُوسرا بچہ اِس بات کی گواہی
ہے تمہارے سارے حقوق بس ایک ہی مرد تک ہیں
، ذو فاش سینے پر ہاتھ باندھتی نمی لیے مسکان سجائے
بولی تھی جیسے ایمل کو اُسکی دبی ہوئی فیلینگز کا
احساس کروانا چاہ رہی ہو ۔ ایمل ریلنگ پکڑتی خود کی

لرزا ہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتی اکھڑتی
سانسوں کے ساتھ جواب دے گئی تھی ۔ میں کوئی
عشق وشق نہیں کرتی اور اُنہیں میں اپنی آخری
سانس تک سزا دونگی کیُونکہ وُہ ان سب کے حقدار
ہیں میں انتقام لونگی اپنی چھوٹی سی چھوٹی محرومی کا،
کبھی اُنہیں نارمل میاں بیوی والی زندگی نہیں دونگی
کبھی اُنہیں بیوی کا سکون نہیں دونگی ،وُہ بہت بڑی
بات کر گئی تھی آنسو ٹپکتا زمین کا حصہ بنتا اپنی وقط
کھو بیٹھا تھا کاش ایمل جانتی اتنے بڑی باتیں کبھی

انسان کا سب کچھ چھین جاتی ہیں وہ خود کے لیے

ہی بے رحم سے زیادہ پتھر دل بنی تھی وُہ خود کا ہی

نصیب ٹھکرا رہی تھی جو رب نے لکھا تھا جلدی اُسے

سب نظر آنے والا تھا بس سوال تھا کب ؟

اور کتنے سال سزا دو گی ۔ جب تک میرا دل چاہے گا

وہ زو فاش کے سوال کا جواب بھی اپنے اندر پنپتی

ہوئی بے رحمی سے ہی دے گئی تھی ۔مطلب ساری

زندگی ، ہاں پوری ذندگی ،یہ سنتے زو فاش کی آنکھوں

میں بھی تکلیف کا عنصرنمایا ں ہوا تھا وُہ خُوبصورت

جوڑی کو بچھڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی ۔ لیکن میرا ماننا ہے ایمل ، عورت جس مرد سے عشق کرتی ہے اُسے ہی سزا دیتی ہے تم جاں بوجھ کر خود کے عشق کو جھٹلا رہی ہو ۔

بس زو فاش ایمل پانی سے بھری لال آنکھیں لیے زو فاش کو روک گئی تھی لیکن اُسکے صبر کا باندھ ٹوٹا تھا وُہ لمبی لمبی سانسیں لیتی منہ پر ہاتھ رکھتی اپنا رونا زو فاش اور آشنا کے سامنے چھپا تی اُوپر بڑھی تھی ۔

پیچھے آشنا زو فاش کو دیکھنے لگی تھی ۔ کیا ہو گا دونوں کا زو فاش مجھے فکر لگی ہے خاص کر عمل کی وُہ بچہ پس جائے گا حویلی کے بڑے بھی کچھ نہیں کر پا رہے ہیں ۔ پتہ نہیں مجھے کیوں لگتا ہے ایمل اپنی ضد انا کے چکر میں کبیر بھائی کو ہمیشہ کے لیے کھو نہ دے ، معصوم زو فاش اور ایمل کا دل دکھ رہا تھا دونوں ہی اُنکے لیے دعا گو ہوئی تھیں ۔

ایمل کمرے میں آتی بیچ میں کھڑی ہوتی تیز تیز
سانسیں بھرنے لگی تھی اُسکی بھاری دھڑکنوں میں
جیسے طوفان سا آیا ہوا تھا وُہ اپنا سر زور سے پکڑتی بے
آواز روتی چلی گئی تھی آج شائد ہی ایمل خان کی
حسین آنکھو ں میں آنسو وں کی باڑ رکنے والی تھی وُہ
زور سے خود کے بال نوچتی اپنا بن کھینچ کر کھولتی
بکھیر گئی تھی ڈارک گولڈن براؤن بال چہرے اور
پشت پر بکھرے تھے اگلے ہی سیکنڈ وہ چادر اتارتی زور

سے بیڈ پر مار گئی تھی ۔اور چیختی روتی بلند آواز میں بولتی چلی گئی تھی ۔

I hate you kabeer durani I hate you ...

ایمل خان تم سے کبھی پیار نہیں کر سکتی ہے کبھی بھی نہیں کر سکتی ایمل خان کے دماغ کیا دل میں بھی کبیر دورانی جیسا بیوفا مرد اپنی جگہ نہیں بنا سکتا میں تمھیں سزا دونگی --- وہ کاٹ لہجے میں کہتی چیخیں مارتی رو رہی تھی کمرے کے در و دیوار بھی

ساکت ہو چکے تھے ۔ ایمل اپنے بالوں کو نوچتی اپنا روپ تحس نہس کرتی بیڈ پر بیٹھتی سر ہاتھوں پر گرا تی بے پناہ رو رہی تھی ،رونے کی وجہ سے اُسکا میک اپ دُھلتا جا رہا تھا اؤر چہرا نکھرا شفاف ہوتا جا رہا تھا۔ وہ کڑہا تی روتی جا رہی تھی چیخنے کی وجہ سے گلے میں خراش پر چکی تھی ۔ نہیں کرتی آپ سے عشق ایمل خان کبھی کبیر دورانی سے عشقِ نہیں کر سکتی ہے جو آپ نے مجھے دیا کبیر وہ میں سود سمیت بلکہ اِس سے بھی زیادہ کر کے آپکو واپس کرتی جاؤنگی میں آپ

سے نفرت کرتی ہوں کبیر بہت نفرت بہت نفرت،
پر آگے جو وُہ سسکتی بے پناہ روتی بولی تھی وُہ بھی
اِس کمرے میں ہی آج دفن ہو کر رہنے والا تھا۔
میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں کبیر بہت محبت
، یہ اظہار دل نے کیا تھا کب ایمل کی زبان پر آگیا
وُہ بھی نہیں جانتی تھی جیتنا وُہ اِس عشق سے بچنا
چاہتی تھی اتنا ہی وہ اِس گلی میں گر چُکی تھی میں
ایمل خان کبیر دورانی سے بہت عشق کر تی ہوں
۔یقدم وُہ رکی تھی اور خود کا اِظہار سنتی اٹکتی سانسیں

اور کھلی آنسو وں سے بھری آنکھیں لیے با مشکل لفظ
ادا کر گئی تھی ۔ نہیں نہیں میں اُس سفاک مرد
سے عشق نہیں کر سکتی کبھی نہیں کر سکتی یہ مرد
کبھی مجھے پسند نہیں رہا, اِس پر وُہ رکی تھی اور چہرہ
دونوں ہاتھو ں کے پیچھے چھپا تی زار و قطار رو دی تھی
۔ مجھے آپ بہت پسند ہیں کبیر بہت پسند جب جب
آپکی قربت میں مہکتی ہوں میں خود کو مکمل عورت
سمجھنے لگتی ہوں آپکے بدن کی جسم کی خوشبو کی آپکی
قربت کی کب ایک عورت ہوتے لت لگ گئی مجھے

بھی پتہ نہیں لگا کب یہ عشق کی پھوار دل میں اُتر
ی میں نہیں جانتی لیکن یہ اظہار راز ہی رہ جائے گا
آج کے بعد یہ کبھی میری زبان پر نہیں آئے گا،
پل بھر میں ایمل کی سبز آنکھیں ہر جذبے سے عاری
ہوئی تھیں وُہ بے دردی سے خود کے آنسو صاف کرتی
اٹھتی کھڑی ہوئی تھی اور انٹر کام فون اُٹھا کر نیچے
کچن میں کال ملا گئی تھی۔ کلثوم عمل کو اوپر لے
کر آؤ آواز سرد اور ہر جذبے سے پاک تھی۔

جی بھابھی ، وہ فون رکھتی خود کا بکھرا حلیہ دیکھتی بے حسی بے رحمی سجائے اپنا چہرا پوچتی آئینے کے قریب ہوئی تھی ۔ ایمل تو یہ نہیں ہے رو کر خود کو کمزور کیوں بنا رہی ہے فیصلہ لے جو تیرے دل سے زیادہ دماغ چاہتا ہے ۔ وُہ روتی ہنستی سر نفی میں ہلا تی انا پرستی لیے اندر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی ۔

وہ سا ما ن سارا رکھ چکی تھی ایمل بلیک ایمبرائیڈری والی فروک پہنے ہوئے تھی جو بہت ہی ماڈرن اسٹائل

میں تھی اُسکا دودھیا بدن باریک فروک میں سے چمک رہا تھا بلیک -- پر د--ہ صاف نظر آرہا تھا وہ کمرے میں ایسے ہی لباس زیب تن کرتی تھی جب باہر جاتی تھی تو بڑی سی چادر اوڑھ لیتی تھی ۔

کلثوم عمل کو گود میں لیے ایمل کے کمرے میں داخل ہوئی تھی ۔ ایمل اپنی چیزیں ڈریسنگ ٹیبل سے اُٹھا کر بیگ میں رکھ رہی تھی چہرہ رونے کی وجہ سے مزید لال ہوتا چمک اٹھا تھا بال سلکی پشت پر لہرا رہے تھے بغیر دوپٹہ کے اُسکا جوبن قیامت لگ رہا تھا

۔وہ ہلکا سا دیکھتی چیزیں رکھتی ہی کلثوم کو کہہ گئی تھی ، عمل کو بیڈ پر بیٹھا دو تم جاؤ۔۔ عمل خاموشی سے بیڈ پر بیٹھا تھا وُہ سبز آنکھیں اپنی ماما پر لگائے ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا اُسکا بلکل دل نہیں تھا بٹر کے پاس سے آنے کا وُہ اپنے بڑے بابا کے پاس لیٹا بٹر کے ساتھ ملتا بہت سارا کھیل رہا تھا ۔

عمل اپنا فیڈر اٹھاؤ اور میرے پرس میں ڈالو ایمل اپنی لپسٹک و غیرہ رکھتی اُسے اپنا چھوٹا موٹا کام کرنے کو بول گئی تھی۔ ماما تمل تی نہیں دانہ (ماما عمل

کہیں نہیں جانا) دو سال کا عمل سمجھ گیا تھا اُسکی
ما ما اُسے واپس لاہور لے کر جا رہی تھیں ۔یہ سننا تھا
ایمل کا غُصہ اُوپر ہوا تھا وُہ عمل کے پاس بڑھتی
اُسے بازو سے پکڑتی سختی سے جھنجھوڑ گئی تھی ، میری
بات ٹا لو گے عمل اپنی ماما کی اور دوسرے عارضی
رشتے تمہیں اپنی ماں سے زیادہ عزیز ہو گئے ہیں ،کان
کھول کر سن لو عمل تم میرے بیٹے ہو تمھارے باپ
کا بھی تم سے کوئی لنک نہیں ہے اور تم میرے
ساتھ لاہور جا رہے ہو وہاں جا کر تمھارا کھیلنا کودنا بند

بہت شیطانیاں کر لیں یہاں ، وُہ یہ بھول گئی تھی

وُہ اپنے بچے کو ایسے ڈانٹ لگا کر خود سے ہی دُور کر

رہی تھی ۔ ایمل کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے

اُسے کسی طرح بھی یہاں سے جانا تھا ورنہ اُسکی دماغ

کی نسیں پھٹ جانی تھیں ۔تمل تی دائے دا (عمل

نہیں جائے گا) وہ رونے لگا تھا ۔ عمل۔۔۔ ایمل

ہاتھ اُٹھا تی ہی کبیر جو ابھی ابھی کمرے میں داخل

ہوا تھا وہ آخری کوشش کرنا چاہتا تھا اِس عورت کو

روکنے کی جو سانسوں کی طرح خون میں گردش کرتی

تھی ۔وہ ایمل کا ہاتھ عمل پر اُٹھتا دیکھ جلدی سے

بڑھتا اُسکا ہاتھ پکڑ گیا تھا ۔ ایمل کی نظریں کبیر کی

کنجی آنکھوں میں جا کر محو ہوئی تھیں وُہ سلگتی مزید

بھڑک اُٹھی تھی آنکھیں شدت گریہ سے گھلی ہوئی

تھیں ۔ کیوں پکڑا میرا ہاتھ ، وُہ ہاتھ کھینچتی چیخ اُٹھی

تھی عمل ڈرتا اپنے بابا کی پینٹ پکڑ گیا تھا کبیر اُسکے

سر پر ہاتھ رکھتا ایک ہاتھ اُسکی چھوٹی سی پُشت پر رکھتا

مزید خود سے لگا گیا تھا چھوٹا سا گول مٹول بچہ اپنے

بابا کو چپکا ہوا تھا ۔ کیا کر رہی ہو دو سال کا ہے

محض عمل ایسے ہاتھ اُٹھاتے ہیں کیا کبیر کا چہرہ حد

سے زیادہ سنجیدہ ہوا تھا وہ عمل کو مزید ایسے دیکھ

نہیں سکتا تھا ۔ میرا بیٹا ہے یہ میں نے اِسے تکلیف

سے پیدا کیا ہے بتا دوں آپکے بیٹے کو کیا جو بہت ہی

آپکا سگا ہوتا جا رہا ہے کیسے آپ نے اُسے مار

----ایمل غصے میں وُہ بولنے لگی تھی جو وہ کبھی

اپنے بیٹے کو نہیں بتا سکتی تھی ۔ ایمل ، کبیر بے

یقینی کے عالم میں بلند آواز میں گرجا تھا آواز اتنی تھی

عمل ڈھارے مار کر رونے لگا تھا اور ایمل کا دل

سہما تھا وُہ کانپتی پیچھے ہوئی تھی اُسے اِس وقت بارہ

سال پہلے والا ہی کبیر دورانی دکھا تھا جو بہت زیادہ

سخت مزاج سفاک سزا دینے والوں میں سے تھا۔

اُسکے ہاتھوں کی لرزش دیکھتے کبیر کی انگارہ اُگلتی

آنکھیں پل میں نرم ہوئی تھیں وُہ کہاں دیکھ سکتا تھا

اُسکی من پسند عورت اُس سے ڈرے وہ ڈرانا نہیں

چاہتا تھا نہ اپنی بیوی کو نہ اپنے بچے کو ، پر یہ

عورت سمجھتی ہی نہیں تھی۔ ایمل کا چہرہ لال پڑتا جا

رہا تھا وہ ہر لحاظ توڑنے والی تھی ۔وہ اپنی بیئر ڈ کو ملتا

ایمل کے پاس ہونے لگا تھا

ایمل ، وہ کہتا بڑھ رہا تھا لیکن قدم پھر رکے تھے

عمل پیچھے سے اپنے بابا کی بلیزر پکڑ گیا تھا اور ایمل

نفی میں سر ہلا تی قدم پیچھے کرتی دیوار کو جا لگی تھی

وہ کبیر کو زخمی نگاہ سے دیکھتی جا رہی تھی ۔ کبیر

دورانی سانس خارج کرتا نمی پیتا عمل کو گود میں اُٹھا

گیا تھا پہلے ہی اُسکا بیٹا ما ں باپ کے بیچ کی ایسی

جنگ میں پیستا جا رہا تھا جسکا اختتام شاید ہی کبیر دورانی کو نظر آتا تھا۔

وہ عمل کو ریلیکس کرتا اُسکا گال چوم گیا تھا، شش رونا نہیں ماما تُو بس پیار کر رہی تھیں بیٹا پتہ ہے آپ تُو اپنی ماما کی جان ہو وہ چھوٹے سے عمل کو پچکار رہا تھا کچھ ہی منٹ میں کبیر کے بلانے پر کلثوم کمرے میں آتی عمل کو تبا نہ بیگم کے پاس لے گئی تھی۔

کبیر دروازہ بند کرتا اپنی بلیزر اتارتا گرے پینٹ پر آف

وائٹ شرٹ پہنے ایمل کی طرف بڑھ رہا تھا کیسے بھی

کر کے اُسے اپنے بکھرتے رِشتے کو بچانا ہی تھا۔

خبردار ایک قدم بھی میرے پاس بڑھایا ہو وُہ اُنگلی

اُٹھا کر ہی کبیر دورانی کو کمرے کے بیچ میں روک

گئی تھی۔ کبیر اپنی گردن رب کرتا بولنے ہی لگا تھا،

ایمل سنو تُو سہی ۔۔ میں آپکی ایک بھی سننے کی روادار

نہیں ہوں کیسے مرد نکلے آپ کبیر میرے بیٹے کو

بھی میرے خلاف کر ڈالا وُہ بیٹا جس کو میں نے

آپ جیسے بے حس مرد کے خلاف جا کر پیدا کیا اُسی بیٹے کو میرے مقابل کھڑا کر دیا ۔ وُہ پیٹ پکڑے درد سے چور بولی تھی درد دل میں بڑھا تھا ۔ کبیر کا تو جیسے دماغ ہی چلنا بند ہوا تھا یہ عورت ہر کیے کا الزام اُس پر لگاتی بری زما ہو جاتی تھی ۔

پتہ ہے کبیر -- وُہ پاس آئی تھی دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے دونوں کی سانسیں ایک دوسرے میں شامل ہو رہی تھیں ۔میں ایمل خان آپ سے شدید نفر ت کرتی ہوں کرتی تھی اور کرتی رہوں گی اور ایسی

سزا دونگی آپ ٹوٹ کر بکھر جایئں گے اور کبھی اٹھ
نہیں سکیں گے وہاں آپ پر وار کرونگی آپکا بچا کچا
سکون بھی بر باد ہو جائے گا تب آپکو پتہ لگے گا آپ
نے ایک برباد لڑکی سے نکاح کیا تھا جسے دھوکا دے
کر اُسے اور بربادی کے دہانے پر بیٹھا دیا۔

وہ ایک ایک لفظ چبھا چبھا کر بول رہی تھی۔ کبیر پانی
لیے دہکتی آذر کنجی آنکھوں سے دیکھتا جا رہا تھا کیا
بحث کرتا کیا بات رکھتا اِس عورت کے آگے اُسکی
ذات کی اہمیت ہی نہیں تھی۔

وہ کبیر کا گریباں پکڑتی جو بولی تھی کبیر کا گال نم

ہوا تھا۔پتہ ہے میں نے اب کی دفعہ بچے کا جینڈر

پتہ نہیں کیا کیونکہ میں اِس بار خود دل سے چاہتی

ہوں اللہ مجھے بیٹا دے دے کیونکہ میں ماں ہوں میں

نہیں دیکھ سکتی اگر میری بیٹی ہو اور اُسکا نصیب

میرے جیسا ہو جیسا اُسکے باپ نے میرے ساتھ کیا

ویسا اُسکا شوہر اُسکے ساتھ کرے۔۔ایمل بے درد لفظ

ادا کر گئی تھی کبیر کی آنکھوں کی سرخی بڑھی تھی

دماغ میں درد اُٹھا تھا وُہ اُسکا کندھا پکڑ گیا تھا پر جو

آگے وہ ایک عورت ہی نہیں بلکہ ایک ماں ہوتے

زبان پر لائی تھی کبیر کی روح تک کانپ گئی تھی ۔

پتہ ہے کبیر دورانی شاید آج کے بعد میں خود دعا

کروں اللہ مجھے بیٹی دے تا کہ میری بیٹی کو آپ جیسا

ہی مرد ملے آپ اپنی بیٹی کا میری طرح اُجڑا ہوا حال

دیکھیں اِس سے بڑی سزا آپکے لیے کوئی نہیں ہو گی

آج جو میرا عمل پس رہا ہے اسکے ذمے دار بھی آپ

ہیں ،افسوس آپ کوئی بھی فرض ادا نہیں کر سکے

آپ برے شوہر ہی نہیں برے باپ بھی ثابت

ہوئے وُہ ہر الزام پاگل ہوتی کبیر پر لگائے جا رہی
تھی لیکن یہ بھول گئی تھی جب احتساب کا وقت
آئے گا تُو جِس نے جو جو اپنی زات سے دوسرے
کے ساتھ کیا ہے وُہ بھگتے گا ضرور۔

وُہ کبیر کو دھکا دیتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی ،وہ
سانس کھینچتا آج بھی ضبط کی انتہا پر وُہ کہہ گیا تھا
جسے سنتے درو دیوار بھی دم سادھ گئے تھے۔

اِتنا بھی گنہگار نہیں جو میرے بچوں کے آگے آئے۔
وُہ اذیت میں کہتا رخ پلٹ کر زخمی دل لیے کمرے

کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا ایمل جو اُسکی پُشت گھور رہی تھی کبیر کی یہ بات جیسے اُسکے دل پر چھاپ کی طرح لگی تھی ۔

وہ دروازہ کھولتا اور باہر جاتا ہی اُس سے پہلے ہی ایمل ڈوریا ں واہ کرتی بولی تھی ۔ رک جایئں کبیر ، اُسکے قدم منجمد ہوئے تھے وہ مٹھیاں بند کر گیا تھا کبیر دورانی میں اتنا حوصلہ صبر نہیں رہا تھا وہ مزید ایمل کی کڑ وی باتیں سُنتا خود کو تختہ دار پر ہی لٹکا دیتا وُہ اتنا بھی برا نہیں تھا مانا غلطی کی تھی پر گناہ نہیں کیا

تھا آنکھیں سرخ تھیں وُہ نمی اندر انڈیل رہا تھا ۔وہ پلٹا نہیں تھا آج اُسکی مراد نہ انا نے پلٹنے نہیں دیا تھا وہ بیشک مرد تھا لیکن درد مرد کو بھی ہوتا تھا ۔وہ عورت جو سانسوں سے بھی زیادہ ہزاروں مرتبہ بستر پر قریب رہی تھی وُہ اُسکی قربت لینے کے بعد اور اُسکے بچے بھی پیدا کرنے کے بعد اُسکا عشق سمجھ نہیں سکی تھی افسوس ہی افسوس تھا ۔

کہاں جا رہے ہیں وہ پیچھے آن کھڑی ہوئی تھی ۔ وہ کچھ نہیں بولا تھا الفاظ ختم تھے ان لمحات پر وہ خود کا

دل کیا صبر بھی ہار چُکا تھا ۔ میرا حق ادا کر کے
جایئں ، وُہ سپاٹ کہتی اُسے پیچھے سے لگی تھی کبیر
دورانی کو آج پہلی بار اِس عورت کے پاس آنے پر لگا
تھا جیسے بدن پر چونٹیاں رینگ رہی ہوں وُہ آج کچھ
نہیں چاہتا تھا آج وہ بھی اپنی انا اُوپر رکھ گیا تھا وُہ
اتنی ذلت کے بعد کیسے اِس عورت کے پہلو میں سو
سکتا تھا جو اُسے مرد کِیا انسان کی کیٹیگری سے بھی
نکال چُکی تھی۔

وُہ کبیر کو پیچھے سے لپٹی اُسکے سینے پر ہاتھ پھیرتی
آگے آئی تھی دیکھا نہیں تھا بس حق چاہیے تھا ایمل
خان وُہ عورت تھی جو اپنے شوہر کی قربت کے بغیر
کم ہی رہتی تھی اُسکی ذات بھی رسوا کرتی تھی
کٹہرے میں بھی کھڑا کرتی تھی اور حق بھی مانگتی تھی
۔ وُہ اُسکے بٹن کھولتی ہی وہ ہاتھ جھٹک گیا تھا آنکھیں
اتنی لال تھیں ایسا لگ رہا تھا جیسے دوزخ کی آگ کبیر
کی آنکھوں میں جلتی کوئلے دہکا رہی ہو ۔

میں نہیں کر سکتا آگر کیا تُو آج کے بعد کبیر دورانی
خود سے بھی کبھی نگاہ نہیں ملا پائے گا بہت اذیّت
میں ہوں ۔ وُہ ایک نگاہ بھی ایمل پر نہ ڈالے دروازہ
کھولتا نکلتا چلا گیا تھا ایمل بے یقینی سے دیکھتی بیڈ پر
جا بیٹھی تھی آج پہلی بار اِس مرد نے اُسکے حق کو
منع کیا تھا آنسو گرتے گردن کو بھگونے لگے تھے ۔

سفید حویلی کی فضاء افسردہ تھی ایک گھنٹے پہلے ہی
داہر خان زو فاش بی جان کے ساتھ جا چُکا تھا وہ

بھی بھاری دل لیے گیا تھا اُسکا یار کبیر کی زندگی اُجڑ رہی تھی بھلا کوئی بھی کیسے خود کی خوشیاں مناتا۔ ایمل عمل کا ہاتھ لیے کبیر کی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی وُہ کبیر کو صبح بول چکی تھی وہ اُسکے ساتھ کسی صورت بھی لاہور نہیں جائے گی اور وُہ اُسے قسم دے گئی تھی عمل کی جان کی دوسرے بچے کی پیدائش پر بھی وُہ قدم نہیں رکھے گا۔وُہ سنجیدہ چہرہ لیے انٹرنس پر کھڑا تھا اُسکا خاص ڈرائیور ایمل کو لاہور چھوڑنے جا رہا تھا پُورا خاندان دکھی تھا ابراہیم نے بھی

ایمل کو سمجھانا چاہا پر وُہ کسی کی بھی نہیں سن رہی تھی سب نے روکا پر ایمل اٹل تھی ۔ بڑ چیخیں مارتا رو رہا تھا اُسکا یار عمل جا رہا تھا ابراہیم کے دونوں بیٹوں کا خاص رشتہِ عمل سے بن گیا تھا آشنا بڑ کو لیتی اوپر چلی گئی تھی کیونکہ وہ روتا سانس روک گیا تھا ۔ تبانہ بیگم نے جھولی بھی پھیلائی پر اُنکی ایمل نے ایک نہیں سنی ۔

ایمل نے کبیر کو ذرا بھی دیکھا نہیں تھا وہ جاتی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی کبیر عمل کو روک گیا تھا وہ

اُسکے لیول پر بیٹھتا اُسکا چہرہ پکڑتا گال پر باری باری

لب رکھ گیا تھا ۔

You are Baba's strong son

Amal ..

تُو مضبوط بننا ہے تم ماما کے پاس ہو گے اُن کو بلکل

تنگ نہیں کرنا جو بھی چھوٹا بھائی یا بہن آئے بڑے

ذمے دار بھائی کی طرح اُنہیں پیار دینا ۔

Be a responsible boy Amal

اُو تے بابا --- وُہ اپنے بابا کا گال چومتا ایمل کے پاس گاڑی میں چلا گیا تھا ۔ گاڑی چل پڑی تھی سفید حویلی پیچھے چھوٹتی جا رہی تھی اور ساتھ ساتھ ایمل کبیر دورانی جیسے مرد کو بھی ٹھوکر مار کر چلی گئی تھی پر یہ نہیں جانتی تھی وُہ اپنا نصیب ٹکھرا کر گئی تھی ۔ کبیر کی آنکھیں بند ہوئی تھیں اور نمی بے مول ہوئی تھی ۔

چار مہینے بعد---

قسط: 20

روشنیوں سے چمکتے بنگلے کے عالیشان کمرے میں ایک تئیس سالہ لڑکی کب سے سوئنگ چیر پر بیٹھی ایک کہانی لیپٹاپ پر پڑھ رہی تھی جیسے جیسے وُہ کہانی اختتام کی طرف بڑھ رہی تھی اُسکے قیمتی آنسو گال پر بہتے لیپٹاپ پر کھلی کتاب کو دھندلا کرتے جا رہے تھے اُسکی آنکھیں جمی تھیں کُچھ ایسا اُس کتاب میں لکھا تھا اُسکی سبز آنکھیں بھیگنے لگی تھیں وُہ اُن

لفظوں کو دس بار پڑھتی چلی گئی تھی " میں پیار کرتا
تھا "وُہ وہیں پڑھنا بند کر گئی تھی اُس نے جیسے اَپنی
ڈھڑکن پکڑتے آنکھیں بند کی تھیں آنکھوں سے
اشکوں کی بارش ہوئی تھی وُہ مزید آگے پڑھتی تُو اپنے
آپکو کٹہرے میں کھڑا محسوس کرتی واقعی خدا کا ترازو
ہر انسان کے ا عمال برا بر کر ڈالتا ہے یہ آج اُسے
یقین ہو چکا تھا وہ لیپٹاپ بند کرتی سوئنگ چیر کے
ایجِ پر سر ٹکا گئی تھی ایک اور آنسو گرتا گلے سے ہوتا
دھڑکن کا حصہ بنا تھا وہ بے آواز کرا ہتی بولی تھی ۔

"کیوں آپ نے کہا نہیں اور میں نے سنا نہیں

ملال ہی ملال رہ گیا تھا۔

وُہ پھر سے سیدھی ہوتی لیپٹاپ کھول گئی تھی اور

روتی بولی تھی۔

ہاں وُہ پیار کرتا تھا اور بس مُجھ سے کرتا تھا۔۔۔آنسو

بے مول ہوتا ٹوٹا تھا۔

سفید حویلی آج بھی اپنی شان لیے پورے رتبے سے

کھڑی تھی دن رات سب کے لیے وہی تھے سب کی

زندگیاں ہنسی خوشی گزر رہی تھیں پر وہیں اِس حویلی کے سب سے ہونہار بیٹے کی زندگی بارہ سال پہلے ہی تھم گئی تھی جب اُس نے سفاک بے حس عورت سے دل لگایا

تھا۔ان سالوں میں مزید مہینے اور سلگتے دن روتی شامیں بھی شامل ہو چکی تھیں۔

حویلی میں اِس وقت کوئی مرد نہیں تھا ابراہیم صوابی گیا تھا چھوٹے سردار کو لے کر وہ اپنے بڑے بیٹے کو ساتھ ہی رکھتا تھا کیونکہ صوابی کی سرداری آنے

والے وقت میں ابرا ش نے ہی سنبھا لنی تھی ۔ صغیر
اور دائود دورانی بزنس ہینڈل کر رہے تھے کیونکہ دادا
جان سلطان دورانی زر خان کو دو سال کے لیے ڈورا
کے ساتھ سپین بھیج چکے تھے تاکہ وُہ وہاں جا کر بھی
دورانی کمپنی کو عروج پر پہنچا سکے زو حال حویلی کی
پہلی عورت تھی جو اپنے شوہر کے ساتھ ہی باہر کے
ملک گئی تھی ۔ زو فاش اور داہر کی زندگی بھی بہت
ہی خوبصور ت چل رہی تھی داہر خان ابراہیم سے

کانٹیکٹ میں رہتا تھا ویسے بھی سردار ابراہیم دورانی جہان کا ہونے والا سسر تھا۔

تبا نہ بیگم بیمار رہنے لگی تھیں ایمل کی جدائی اُنہیں توڑ گئی تھی وُہ لڑکی جسے ایک دن کی تھی محض جب سے اپنی آغوش میں پالا تھا وہ واقعی ایمل کو خود کی بیٹی سمجھتی تھیں اور ساتھ ہی اپنے بیٹے کبیر کی حالت دیکھتی وُہ تل تل مر رہی تھیں وُہ حویلی ہفتے میں ایک دن رات کے پہر خاموشی میں آتا تھا اور بڑ کے ساتھ وقت گزارتا اگلی صبح پھر نِکل جاتا تھا۔

کبیر آج بھی ایمل کی دی ہوئی سزا کی وجہ سے سی

ایم کا فرض نبھا رہا تھا ساتھ ساتھ اپنے باہر کے

ممالک تک پھیلے بزنس کو بھی بلندیوں تک لے گیا

تھا جس بزنس کا نام

AK

سے شروع ہوتا تھا یہ برانڈ پورے پاکستان امریکہ لندن

میں مقبول ہو چکا تھا جسکی نیو کبیر دورانی نے آج

سے آٹھ سال پہلے رکھی تھی ۔

آج بھی حویلی نہیں آیا تھا آہستہ آہستہ ہفتے والے دن بھی کبیر دورانی کا حویلی آنا کم ہوتا جا رہا تھا وُہ مرد تھا جو اپنے جذبات اپنے دل میں سینچ کر رکھتا آیا تھا۔

آشنا رخسانہ بیگم کے ساتھ نیچے ہال میں بیٹھی تھی وہ اسٹائلش ایمبرائیڈری والے اورنج سوٹ میں مبلوس تھی گلے میں پھیلا کر دوپٹہ ڈال رکھا تھا بال پیچھے پشت پر نم سے پڑے تھے وُہ شاور لے کر بٹر کو پکڑے نیچے آئی تھی جو سامنے زمین پر بیٹھا اپنی چھوٹی

چھوٹی میٹل کی گاڑیوں سے کھیل رہا تھا اور ابھی بہت سے نئے کھلونے صوفے پر کھلے پڑے تھے جو ابھی ابھی کبیر کا پرسنل سیکرٹری دے کر گیا تھا اور ساتھ کچھ فائلز بھیجی تھیں اور کہا تھا انہیں سمبھال کر میرے کمرے کی الماری میں رکھوا دیں ۔

آشنا جا کر کبیر کی فائلز پہلے اُسکے کمرے میں رکھ آؤ ، رخسانہ بیگم اُن فائلز کو آشنا کو دیتی بولی تھیں ۔ جی ماما ، وُہ اٹھتی فائلز لیتی کبیر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی ۔

آشنا ترتیب سے فائلز سیٹ کر رہی تھی ساتھ اُسکا
دل بھی خالی کمرہ دیکھ کر غمگین ہو رہا تھا کہاں پہلے
اِس کمرے میں کبھی رونق ہوا کرتی تھی اب تو کئی
کئی دن ایسے ہی خالی پڑا رہتا تھا آشنا کی امبر آنکھیں
بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر گئی تھیں جہاں ایمل کبیر کے
ولیمے کی خوبصورت تصویر لگی تھی دونوں اصل زندگی
میں پورے ماڈلز جیسے دکھتے تھے بہت حسین لیکن اُتنا

ہی دونوں کا نصیب اُنہیں رلا رہا تھا اور شاید سارا

خسارہ کبیر دورانی کے حصے میں آیا تھا۔

اچانک آشنا کے ہاتھ سے کچھ نیچے گرا تھا وہ انولپ

اُٹھا تی رکھنے ہی لگی تھی پر جو اُس پر لکھا تھا آشنا

حیران ہوئی تھی آنکھیں انویلپ پر جیسے جم کر رہ گئی

تھیں۔یہ کیا کبیر بھائی اُو دلبر ابک "میں نے پیار

کیا تھا "کے رائٹر ہیں وہ ہی بک جو ایک دفعہ ایمل

نے مجھے ایسے ہی اُٹھا کر دے دی تھی۔

میں نے تُو بس کچھ ہی پنے پڑے تھے لیکن ۔۔ آشنا اِس بک کی حقیت سمجھنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی وُہ کہانی شروع میں جیتنی حسین لگی تھی آگے اُتنی ہی غمگین تھی اِس لیے اشنا محبت بھرے پنوں کے علاوہ زیادہ نہیں پڑھ سکی تھی ۔ایمل نے بھی تب اُسے یہ بک اُسکا پہلا پارٹ ایسے ہی دے دیا تھا اور کہا تھا وہ بھی یہ بک مکمل ہونے کے بعد پڑھے گی ۔

آشنا کی آنکھیں بھیگتی جا رہی تھیں وہ مزید انویلپ

میں لکھا پڑھنے لگی تھی اور آگے جو لکھا تھا اُس پر

اُسکی زبان بند تھی جہاں آنکھوں میں خوشی کے آنسو

آن ٹھہرے تھے وہیں کبیر کے لیے غم بڑھا تھا۔

اُس میں لکھا تھا اِس سنڈے اُو دلبر ا " میں نے پیار

کیا تھا " کے رائٹر کو ایوارڈ دیا جانا تھا۔

The best writer of the year!

اور یہ بھی لکھا تھا اِس کتاب کی مقبولیت دنیا بھر

میں ہو رہی تھی یہ ایک آپ بیتی تھی

کی --جو اُس نے اپنی محرم کے لیے لکھی تھی اور اِس کتاب کی کتنی شائع فروخت ہو چکی تھیں ۔

آشنا کا دل رویا تھا وہ انو یلپ لیتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی ۔

ابراہیم ونڈو کے پاس کھڑا تھا آشنا بیڈ پر بیٹھی آنکھوں میں نمی لیے ہوئے تھی ابراہیم جو اِس کتاب کے بارے میں سب جانتا تھا وہ آشنا کو بتا گیا تھا وُہ یہ

بھی بتا گیا تھا یہ کتاب کبیر دورانی نے ایمل خان
کے لیے لکھی تھی وُہ یہ بھی بتا گیا تھا وُہ جانتا تھا
آشنا اِس کتاب کو کبھی کبھی پڑھتی تھی لیکن کبھی
اِس لیے ابراہیم نے نہیں روکا کیونکہ اِس کتاب کا
لکھاری کون تھا وہ جانتا تھا۔یہ راز بس ابراہیم کو پتہ
تھا اور کبیر نے تا حیات اُسے یہ راز دل میں رکھنے کی
قسم دی تھی۔

آشنا اٹھتی ابراہیم کو پیچھے سے ہگ کر گئی تھی اُسکا
سر اُسکی پُشت پر تھا ہاتھ ابراہیم کے سینے پر جمے

تھے ۔یہ کیسا پیار تھا بھائی کا جس میں سب آزمائش اُنکے حصے میں آئیں ۔۔۔

ابراہیم اُسکے ہاتھوں پر ہاتھ جماتا بولا تھا ۔ ایک عاشق ایسا ہی ہوتا ہے جب تک عِشق کی منزلیں طے نہ کر لے وُہ سونا نہیں بنتا ، مختصر جوابِ تھا لیکن بہت معنی اُس میں چھپے تھے ۔ آشنا روتی آنکھیں بند کر گئی تھی اپنے کبیر بھائی کا دردِ محسوس کرتے وُہ تکلیف میں تھی ۔

لاہور ایمل خان بنگلہ روشنیوں میں چمکتا اپنی شان

بکھیر رہا تھا پر اُسی بنگلو کے وسیع عریض شاندار

کمرے میں ایمل خان جب سے کرسی پر ایسے ہی

بیٹھی تھی وُہ پھر سے اتھل مچاتے دل کے ساتھ

کہانی کا اختتام پڑھنے لگی تھی آنسو رکنے کا نام نہیں

لے رہے تھے وُہ ان اختتامی پنوں کے ہر لکھے

ہوئے الفاظ کے اندر کا درد محسوس کرنے کی

کوشش کر رہی تھی جیتنا محسوس کر رہی تھی اُتنی ہی

زمین میں گڑھتی جا رہی تھی ۔

کچھ لائنز کُچھ احسا سات وُہ ایسے لکھ گیا تھا جنکا شائد ہی کوئی نعم البدل تھا۔

پتہ ہے آج پھر اُس نے مجھے ہجر دے دیا آج پھر میں ٹوٹ گیا تھا سوچا تھا شادی میں آئے گی پاس رہے گی میں اُسے منا لونگا لیکن وہ مجھے سننا ہی نہیں چاہتی تھی ہر بات ہر روگ کا نتیجہ پہلے ہی وہ خود اخذ کر لیتی تھی ، مانتا ہوں غلطی ہوئی تھی اپنی محبت میں شراکت کی لیکن گناہ کبھی نہیں کیا تھا تم ہی پہلی اور آخری تھی جس کو میں نے چھو ہا تھا

دیکھا تھا محسوس کیا تھا اور اِس دل سے تمھیں پیار کیا

تھا ۔ بہت تکلیف ہوئی جب تم نے کہا میرے

گنہاؤں کی سزا میری اولاد میری بیٹی بھگتے گی سچی کہتا

ہوں اُس دن تم نے مجھے مکمل ختم کر دیا تھا اہ ، وُہ

کر ہا کر رہ گیا تھا آج یہ دماغ یہ سنتے سُنتے تھک چکا

ہے لیکن یہ دل آج بھی تمہارے نام کی مالا جپتا ہے

، نہیں ہوں خودغرض نہیں ہوں بیوفا ایک دفعہ تو مجھ

جیسے مرد کو خود کو ثابت کرنے کا موقع دیا ہوتا تُو آج

ہماری زندگی ایسی نہیں ہوتی ، کاش کاش ۔۔۔ایمل

پڑھتی پڑھتی رکی تھی ایک ہاتھ دھڑکن پر سے ہٹ

نہیں رہا تھا وہ سمجھ چکی تھی کس رات کی بات

یہاں ہو رہی تھی وُہ پچھلے پندرہ دن سے اِس کتاب

نہیں بلکہ اُس مرد کی زندگئ کی کتاب کی آپ بیتی

پڑھ رہی تھی دل جکڑن میں آ چکا تھا آنسو گرتا پھر

گال میں جذب ہوا تھا ۔وہ پھر آنکھوں میں آئی دھندلا

ہٹ کو پیتی پڑھنے میں لگی تھی ۔

چلی گئ پھر مجھے تنہا کر کے اُس گناہ کے کٹہرے

میں کھڑا کر کے جو تمھارے شوہر نے جان کر نہیں

کیا تھا وُہ اُن لمحات کے زیر اثر آتا اپنی زندگئ کا غلط ترین فیصلہ کر چُکا تھا لیکن اُسکے بعد اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ میں نے ملاّل میں گزارا اندر ہی اندر گلٹ میں گرتا چلا گیا تھا پر اُمید تھی شاید تم سمیٹ لو مجھے پر نہیں میری زندگئ میں یہ سکون تھا ہی نہیں ۔۔ایمل کی سیسکی نکلی تھی اُسے شدّت سے لگا تھا وُہ بہت غلط کر گئ تھی جب اُسکا مرد اُسکے پاس آرہا تھا پھر کیوں اتنی سزا کا انتخاب کر گئ تھی ۔

آج میری بیٹی ہوئی ہے لیکن کِتنا بد نصیب باپ ہوں میں نہ بیٹے کی شکل پیدا ہوتے ٹائم دیکھ سکا تھا اور نہ ہی بیٹی کی اُس نے بول دیا میں ہسپتال سے بھی چار قدم کی دوری پر رہوں گا اور جب اُس نے بول دیا مجال تھی میری جو میں یہ فاصلہ بھی طے کر جاتا ۔ بس مزید میری کہانی میں کچھ نہیں رہا کِیُونکہ میری کہانی کا کوئی اختتام ہی نہیں اختتام وہاں ہوتا ہے جہاں ایک دوسرے کے عشق میں اپنا سب قربان کر جائے میرا اختتام تُو ہوا ہی ان القابات پر

ہے میں ایک بیوفا ظالم سفاک بے حس مرد تھا ----

آگے لکیریں رہ گئی تھیں شائد وُہ خود کا چلتا قلم توڑ

چکا تھا ۔ایملِ کی سانسیں رکی تھیں ایک ایک لفظ

کانوں میں گونجتا اُسکے گال پر تھپڑ لگا رہا تھا وہ آخری

صفحہ کھول گئی تھی

اِس کتاب میں لکھے ہر صفحے کی تحریر تمہارے نام

سے شروع ہوتی ہے اور تم پر ہی ختم ہوتی ہے

،پچھلے بارہ سال میں کوئی ایسا وقت کوئی ایسا لمحہ

نہیں تھا جب میں نے اِس کتاب میں تمہارا نام نہ لکھا ہو یہ کلام یہ تحریر میری محبت کی کہانی بیان کرتی ہے جاناں --

وہ محبت ہی کیا جو جتا نی پڑے یا لفظوں میں بتا نی پڑے اصل محبت تو وُہ تھی جو میں تم سے کرتا تھا اور مجھے یقین ہے ایک دن آئے گا جب میری یہ مظبوط محبت میرا عشق تم سے اپنا وجود منوا کر رہے گا

کیوں میں نے کہا نہیں تم نے سنا نہیں "

" مجھے پیار ہوا تھا

قلم وہیں رک چکا تھا اور اِس ادھُوری کہانی کا اختتام کسی کو پتہ نہیں تھا وہ تو اس کہانی کو لکھنے والا ہی جانتا تھا ۔

وُہ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ لیپٹاپ کا بٹن دبا گئی تھی اگلا صفحہ کھلا تھا جہاں رائٹر کا نام لکھا تھا

Writer name: KD

Book name: اُو دلبرا

(میں پیار کرتا تھا

وُہ لیپٹاپ بند کر چکی تھی آنسو بہتے اُسکے تڑپتے دل کا حال بیان کر رہے تھے ابھی تُو کچھ سزائیں ایمل کے حصے میں بھی آنی تھیں ۔

یہ آپ تھے کبیر اور یہ آپکی محبت کی کہانی تھی جو آپ نے مُجھ سے کی مُجھ جیسی بیوفا عورت سے ۔وُہ کھڑی ہوتی خود کے گالوں پر زور سے لگا گئی تھی اِتنی تکلیف ایمل کو ہو رہی تھی جو وہ لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی تھی ۔وہ خود کے بال نوچتی زمین پر بد

حال سی بیٹھی تھی جس کو وُہ سزائیں دیتی رہی حجر

دیتی رہی وہ تو پل پل اُسکے لیے تڑپتا رہا تھا۔

اِتنا پیار کر بیٹھے آپ مُجھ سے جو آپ زبان سے نہ کہہ

سکے بلکہ کلام کی صورت میں اُسے کتاب میں لکھ ڈالا

، اُسکی ہزیانی روتی ہوئی چیخیں کمرے کی دیواروں کی

نظر ہوئی تھیں آج وہ ایسے رو رہی تھی جیسے کبھی

کبیر تنہا اُسکے عِشق میں رویا کرتا تھا۔

آج آپ نے بتا دیا کبیر اصل محبت کرنے والا کیسا

ہوتا ہے آج آپ نے بتا دیا، آپکی محبت لفظوں کی

غلام نہیں تھی آپکی محبت دل سے پاکیزہ تھی ،میرا نام کا سب کھول کر بیٹھے تھے آپ اور میں بے حس عورت سب جھوٹ سمجھتی آپکو تکلیف دیتی رہی وہ چیختی روتی اپنے ظُلم کی داستان ان دیواروں کو سنا رہی تھی ۔

میں آپکی محبت کے قابل تھی ہی نہیں کبیر میں ایک خود غرض لڑکی تھی میں اپنے شوہر کی پاکیزہ محبت کو دیکھ ہی نہیں سکی ۔ لیکن ایک دفعہ آپکو بول دینا چاہتی ہوں کبیر میں بھی آپ سے محبت

کرنے لگی تھی بلکہ کر چکی ہوں لیکن اِس دل اور ان جذبات پر انا اور ضد کی مہر لگتی گئی لیکن آج آپکی کتاب آپکا عشقِ مجھے بتا گیا میں اِس کہانی کی سب سے خود غرض عورت تھی جو اپنے محرم کی محبت پہچان نہیں سکی ، وُہ روتی رہی کمرہ ایمل کی دردِ بھری آوازیں سُنتا گیا ۔

وزیر اعلیٰ ہاؤس میں کبیر دورانی کا آفیس روم پُورا کا پورا سگرٹ کے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا آخری دفعہ

بس اپنی زندگی کو چار ماہ پہلے دیکھا تھا جب وہ لیبر پین میں اُسی کے ساتھ ہسپتال جا رہی تھی لیکن وُہ اُسکے قدم ہسپتال کے باہر ہی روک چکی تھی کہ وُہ کبھی اپنی دوسری اولاد کو نہیں دیکھے گا۔

وہ کب سے اپنی سی ایم کرسی پر بیٹھا چین سموکنگ کر رہا تھا آج اُسکی بیٹی عابیر تین ماہ کی ہو چکی تھی لیکن اتنا بد قسمت باپ تھا نہ پیدا ہوتے اُسے گود میں اٹھا سکا تھا نہ اتنے مہینوں کی طرح آج اُسکے پاس جا سکتا تھا بیٹیاں تُو باپ کی لاڈ لیاں ہوتی ہیں

لیکن یہ باپ تُو اُسکے لاڈ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا وُہ خود ہوتے بھی اپنی بیٹی کو تحفظ کا احساس نہیں دے سکتا تھا وہ پیچھے کھڑا ہے تو وہ اونچی اوڑھا ن بڑھے ۔۔۔ لیکن وُہ تو اپنی بیٹی کو کچھ بول ہی نہیں سکتا تھا وُہ سنگدل عورت اُسے پکارتی ہی نہیں تھی وُہ روز فون اُٹھا کر چیک کرتا تھا شاید غلطی سے اُسکا فون آیا ہو میسج آیا ہو پر مایوسی ہی اُسکا مقدر بنتی تھی آج صبح سے وُہ ایسے ہی اپنے آفس میں بیٹھا تھا ساری میٹنگز کینسل کر چُکا تھا صبح سے ہی اُسکا سر پھٹ رہا تھا

چہرہ حجر کی کہانی سنا رہا تھا دل جیسے غمزدہ تھا وُہ

عورت نہ دماغ سے جاتی تھی نہ ذہن سے ---

خاموشی چھا ئی ہوئی تھی یقدم فون بجنے لگا تھا وہ اپنی

پیشانی بے دردِ ی سے ملتا سگرٹ کا گہرا کش لیتا

بغیر دیکھے ہی فون اُٹھاتا کان سے لگا گیا تھا پر جو آواز

گونجی تھی دل تو بیدار ہوا تھا پر دماغ کام کرنا چھوڑ رہا

تھا۔ کُچھ منٹ ایسے ہی وُہ خود غرض عورت کی فون

پر بکھرتی سانسیں سُنتا رہا تھا پر آج وہ پہل نہیں کر

سکا تھا آج وہ ظالم عورت ہی طویل مکمل خاموشی کو

توڑتی بولی تھی ۔ آپ آج یہاں آئیں گے ، کس طرح

وُہ بولی وُہ ایمل خان بھی نہیں جانتی تھی ۔۔ آگے

سے کبیر بس ہمم کر گیا تھا کیا کہتا کیا بولتا جہاں

لفظوں کی قیمت نہیں ہوتی وہاں زبان سے نکلا ہر

الفاظ بے معنی بن جاتا ہے ۔ فون رکھا جا چُکا تھا اور

آج بھی وُہ مرد اُس عورت کے ایک دفعہ بلا نے پر

ایمل ویلا کی طرف نکل گیا تھا ۔

کتنے مہینوں کے بعد ایمل ویلا کی دہلیز پر کبیر دورانی

کی گاڑی رکی تھی وُہ وائٹ شلوار قمیص پر براؤن شال

مفلر کی طرح ڈالے ہوئے تھا۔آج بھی اِس مرد کی خوبرو سنجیدہ گہری شخصیت دلوں پر وار کرتی تھی بیئرڈ ہلکی ہلکی بڑھی تھی پر وُہ آج بھی ویسا ہی سحر انگیز مرد تھا۔

وہ بھاری قدم لیتا اندر بڑھا تھا قدموں کا رخ اُسی عورت کے کمرے کی طرف تھا، وہ دروازہ کے سامنے رکتا گہری سانسیں لیتا کھولتا اندر داخل ہوا تھا اور دل جیسے رکا سا تھا سامنے ہی ڈھائی سال کا عمل بال سے کھیل رہا تھا اور اُسکی تین مہینے کی بیٹی بیڈ

پر پنک فروک میں ملبوسِ لیٹی تھی وُہ اپنے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے مارتی اپنے بھائی کو دیکھتی مسکرا رہی تھی ۔ آنکھیں جیسے ان لمحات کو قید کرنے لگی تھیں بلی آنکھیں جیسے جی رہی تھیں اِس آخری پر کشش وقت کو اپنی آنکھوں پر بھی یقین نہیں آرہا تھا کیا وُہ واقعی کھڑا اپنی اولاد کو دیکھ رہا تھا بے یقینی ہی بے یقینی تھی ۔

بابا ، کبیر کو دیکھتا عمل بھاگتا آیا تھا اور کبیر کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا وُہ عا بیر کو دیکھتا عمل کو

طرف نظر کر گیا تھا جو چھوٹا سا چہرہ اٹھائے خوش ہو
رہا تھا ۔ بابا آپ اتائے (بابا آپ آگئے) تمل مچ تو (
عمل مس یو) تتا ہے تعبیر اتو مچ یو (پتہ ہے عا بیر
مس یو) وُہ اپنی زبان میں ہی اپنا اور اپنی بہن کا پیار
بتا رہا تھا ۔وہ بنا کُچھ کہے اُسے گود میں اُٹھاتا گلے
سے لگا گیا تھا آج ایک باپ لفظوں سے نہیں ایسے
ہی خود کا پیار اپنی اولاد پر لٹا دینا چاھتا تھا وُہ ایسے ہی
کافی دیر عمل کو سینے سے لگائے کھڑا رہا تھا چھوٹی
سی عا بیر اسی طرف دیکھتی بچوں والا مسکرا رہی تھی

اُسکی آنکھیں شہد رنگ جیسی تھیں اُس نے خاندانی آنکھیں لی تھیں۔ باباپت تمل تے پات تہنا (بابا پلز عمل کے پاس رہنا) وہ جیسے اپنے بابا کی آواز سننے کو ٹرپ رہا تھا پر جو کبیر بولا تھا اُس پر کمرے کی دیواریں اور یہاں موجود ہر چیز سنتی دم سادھ گئی تھی ۔ میں چلا بھی گیا تب بھی تمہارے بابا اپنی لکھاری اور اپنی شخصیت سے تمہارے پاس رہیں گے جہاں جاؤ گے کبیر دورانی کا نام اور اُسکی بنائی ہوئی ملکیت تمہارے ساتھ ساتھ ہو گی ، وُہ کہتا عمل کا گال

چومتا عابیر کی طرف بڑھتا بڑھتا رکا تھا جو ننھی منھی

گول گول مٹھیاں گھما گھما کر اپنے بابا کو اپنی طرف

بلا رہی تھی عابیر نے کبھی کبیر کا احساس نہیں لیا

تھا لیکن یہ فرشتہ بچی اپنے بابا کو پہچان گئی تھی ،

کبیر کی آنکھیں عابیر کے چہرے سے ہٹ نہیں رہی

تھیں وُہ پوری اپنی دادی پر گئی تھی تبا نہ بیگم بھی

جوانی میں انتہا کی خوبصورت تھیں ۔وُہ اِتنا زیر لب بولا

تھا ۔ تم دونوں تو میری دنیا ہو اور تمھاری ما ں میرا پُورا

جہاں """"پر وُہ کبھی میری آنکھیں پڑھ نہیں سکی ۔

یہ الفاظ بس کبیر کے کانوں نے اور قدرت نے سنے تھے۔ وُہ عابیر کے پاس نہیں بڑھ پا رہا تھا کیسے بڑھتا اُسکی جاناں نے جو منع کیا تھا کیسے ایک عشقِ میں ڈوبا عاشق اپنی محبوبہ کی دی قسموں کو رد کر سکتا تھا ۔پر آگلے ہی سکینڈ اُس عورت کی آواز کانوں میں آئی تھی اور سرخ آنکھیں مزید نمی پینے لگی تھیں یہ تو دل کام کر رہا تھا دماغ کی تو جیسے سننے سوچنے کی صلاحیت ہی ختم ہوتی جا رہی تھی ۔

ملیں کبیر اپنی بیٹی سے عابیر کبیر دورانی سے -- وُہ آنکھیں بند کرتا اپنی اولاد کے ساتھ لگا نام سُنتا پورے جِسم کی گہرایوں میں سرایت کرتا جا رہا تھا ۔

وُہ رخ نہیں پلٹا تھا آج پلٹ جاتا تو شاید ہی اِس عورت سے دُور جانا مشکل ہو جاتا ۔ وُہ عمل کو بیڈ پر بیٹھاتا عابیر کے آنکھوں سے ہی صدقے اتارتا مختصر زبان کھول گیا تھا ۔ کوئی کام تھا جو بلایا -- آواز میں لرزش تھی عجب سی کیفیت تھی جو ایمل خان بھی محسوس کر گئی تھی وُہ اپنی دھڑکن مٹھی میں جکڑ تی

آج زندگی میں پہلی بار اِس مرد کے جذبات اُسکے حال کو محسوس کر گئی تھی ۔ کیا ویسے نہیں بلا سکتی ، وُہ بولی تھی اُسکی پشت تکتی وُہ آگے سے خاموش رہا تھا ۔ وُہ اپنا ماتھا مسلتا کہہ گیا تھا ۔ کسی چیز کی ضرورت ہو اپنا خاص ملازم چھوڑ ے جا رہا ہوں فکر نہیں کرنا ہر پل وُہ ویلا کے گیٹ کے پاس رہے گا کوئی ضرورت ہو میرا سب تمہارے اور بچوں کے لیے کھلا ہے میں چلتا ہوں ۔ وہ کہتا ایسے مڑا تھا تاکہ ایمل کو نہ دیکھ سکے نہیں دیکھ سکتا تھا اگر دیکھ لیتا تو جان

سے جاتا کتنی بار وُہ بول چکا تھا یہ عورت تو اُسکے بچوں

سے اُسکے خون سے بھی اوپر تھی کبیر دورانی کے

گال بھیگے تھے پہلی دفعہ اُسکی اولاد کو اُسکا نام ملا تھا

۔ ایمل بے قرار ہوئی تھی کبیر دروازے کی طرف بڑھ

رہا تھا ایمل اُسکا حسین خوبرو چہرہ دیکھنا چاہتی تھی لیکن

وہ کہاں جانتی تھی سزا تُو ابھی شروع ہوئی تھی

اختتام ہونا رہتا تھا قدرت ترازو برا بر رکھتی تھی جب

کبیر کو اُسکے عشق میں شراکت کی سزا ملی تھی تو

ایمل کو بھی ملنی تھی وُہ عشقِ میں ہوتے بھی کسی نا محرم کا نام بھی زبان پر کیسے لا سکتی تھی ۔

کبیر رک جایئں میری بات سنیں ،میرا اقرار سنے بغیر آپ نہیں جا سکتے ہیں ، وُہ گلگیر آواز میں روک گئی تھی ایمل خان آواز دے اور کبیر دورانی کے قدم نہ رکیں بھلا ایسے کیسے ہو سکتا تھا ۔

وُہ پیچھے سے پھر سے وُہ نایاب بولی تھی جو کبیر کی کہانی کا حصہ تھا۔

کیوں میں نے سنا نہیں اور آپ نے کہا نہیں کبیر تو

آج ہماری کہانی کا اختتام ایسا نہیں ہوتا """

بے بسی شکوہ سب تھا لیکن آج اِس مرد کے لیے

ایمل خان کی آنکھوں اور دل میں عنایتیں ہی

عنایتیں تھیں بھلا اِتنے پیارے مرد کو وُہ اور تکلیفیں

کیسے دے سکتی تھی لیکن وہ نہیں جانتی تھی اُسکا حجر

اُسکی اذیت شروع ہونے والی تھی ۔

کبیر دورانی اپنی مٹھیاں بند کر گیا تھا کیا وُہ اُسکا دل

اُسکی کہانی کسی کورے کاغذ کی طرح پڑھ چکی تھی

۔ابھی بھی وُہ پلٹا نہیں تھا کُچھ تھا جو کبیر کو آج پلٹنے نہیں دے رہا تھا ۔

ایمل بے آواز رو دی تھی بچے خاموشی سے ماں باپ کو دیکھ رہے تھے جیسا اُنکا باپ صابر تھا ویسی ہی اولاد بھی تھی ۔ کبیر میں پڑھ چُکی وُہ سب جو آپ نے میرے لیا لکھا تھا اتنا پیار کرتے تھے مُجھ سے تو بولا کیوں نہیں ، وُہ بولتی کوئی کملی پاگل لگ رہی تھی جو ابھی عشق کی اصل تکلیف سے گزرنے والی تھی جو

تھی جدائی ۔۔۔کبیر خاموش لب بے محر سن رہا تھا
دیکھنے کی ہمت نہیں تھی ۔

کبیر اتنا کچھ آپ میرے لیے کر گئے میرے نام کا
برانڈ کھول ڈالا جو پوری دنیا میں نمبر و ن پر چل رہا
ہے اور میں پاگل لڑکی یہی سمجھتی رہی میرا شوہر میرا
ہے ہی نہیں وُہ اُسکی پُشت پر نظریں گاڑھے بولتی
چلی جا رہی تھی ۔پتہ ہے کبیر آپکا عشقِ میں پڑھ
چُکی واقعی آپکا عشقِ تعریف کے قابل ہے میں ہی
بے حس تھی جو آپکی باتوں میں چھپی لفظوں کی

گہرائی سمجھ نہیں سکی میں ہی خود غرض سفاک بیوفا

عورت تھی یہ سننا تھا کبیر آنکھ بند کر گیا تھا نمی

زمین کا حصہ بننے لگی تھی یہ مرد روتے ہوئے بھی

قدرت کو رلا ڈالتا تھا جیتنی پاکیزگی اور خاموشی سے کبیر

دورانی نے محبت کی تھی شاید ہی کوئی ایمل خان

سے کر سکتا تھا۔

کبیر میں سچ سچ کہتی ہوں نکاح تک وُہ نا محرم میری

سوچوں میں تھا لیکن جب آپ نے حجر دیا اُن سالوں

میں ،میں خود آپ سے محبت کرنے لگی تھی پھر اُس

کو ایک بار بھی نہیں سوچا لیکن افسوس اِس بات کا
ہے آپکی ایمل اِتنی کم عقل تھی جو دل میں پنپتی
محبت کو بھی جان نہیں سکی پھر آپ آگئے میں نے
سوچا نئی زندگی پھر سے شروع کرونگی پھر آپکی اُس
غلطی کا پتہ چلا جو آپ نے میری وجہ سے کر ڈالی
تھی --- وُہ چُپ ہوئی تھی اُس وقت اُس لمحے کو
کوس رہی تھی جب وہ اریب کی باتوں میں آکر اُس
سے ملنے چلی گئی اِس مرد کے نکاح میں ہوتے
ہوئے بھی یہاں آکر ہر جسٹیفکیشن دم توڑ رہی تھی ۔

وُہ یہیں آکر خود کی سانسیں تیز محسوس کر رہی تھی

اُن لمحات سے نفرت ہو رہی تھی جب اُس نے کبھی

کسی نا محرم کو چھو ہا بھی تھا یا اُسے اُمیدیں بھی دی

تھیں ۔

کبیر ویسے ہی کھڑا تھا ایمل بولتی جا رہی تھی اُسکی

دماغ کی رگیں ایک ایک کر کے سلجھتی جا رہی تھیں

وُہ تو اِس بات پر بھی مر رہی تھی اِس عظیم مرد نے

تُو کبھی اُسے بیوفا کی کیٹیگری میں بھی کھڑا نہیں کیا

تھا

ایمل کبیر کے رخ پلٹ کر کھڑے ہونے پر بھی
بے موت مر رہی تھی یہی ظرف تُو وُہ مرد کرتا آیا تھا
اور اب ستم ظریفی یہ تھی یہ سب ایمل بھی برداشت
کرنے والی تھی وُہ سمجھنے والی تھی جب محبوب سے
جدائی ملتی ہے تو عاشق پل پل مرتا ہے۔
کبیر میں سزا دے رہی تھی کیونکہ میری ضد میری انا
میرے دل میں آپکے لئے بڑھتے پیار پر حاوی ہوتی جا
رہی تھی میں خود غرض تب ہوئی جب آپ نے
ہمارے بچے کو نہیں چنا میں پل بھر کو خوش تُو ہوئی

تھی کہ آپ مجھ سے زیادہ لگاؤ رکھتے ہیں لیکن آگلے ہی
لمحے یہ سوچ آ گئی شاید میں وُہ لڑکی بھی نہیں جس
سمجھی میری قدر سے آپ اپنی اولاد چاہتے ہیں میں
آپکے نزدیک صفر سے بھی کِم ہے تب ہی آپ اپنی
نسل بھی میری کوکھ سے بڑھا نا نہیں چاہتے تھے میں
بد گمان ہوتی چلی گئی وُہ بنتی گئی جو میں تھی نہیں
ضد میرے اندر کسی نا سور کی طرح پروان چڑھتی گئی
لیکن میں بھول گئی جو میں آپکو اور اپنے بچوں کو
دے رہی تھی وُہ سب لوٹ کر میری طرف بھی تو آنا

تھا اور دیکھیں آگیا آج ایمل خان کی انا ضد خاک ہوتی ردی ہو گئی ہے اور میں کھلی زمین کا بے کار حصہ بنتی جا رہی ہوں جہاں ندامت ہی ندامت اور ملال ہی ملاّل ہے وُہ تڑپتی روتی آج سب بول دینا چاہتی تھی ایمل کا رونا تڑپنا بھی کبیر کے دل میں خنجر کی طرح لگ رہا تھا۔

میں خود غرض تھی کبیر اور آنے والے وقت میں آپکے لئے بھی خود غرض ہی رہنے والی ہوں مجھے بس آپ ہی سمیٹ سکتے ہیں سمیٹ لیں پھر سے کبیر

مُجھ جیسی لڑکی کو بس کبیر دورانی ہی برداشت کر
سکتا ہے اور ہاتھوں کا چھالہ بنا کر رکھ سکتا ہے ۔
کبیر ابھی بھی کچھ نہیں بولا تھا لب سیل گئے تھے
اُسکا ایک ایک چیز بولنا کبیر دورانی کا بند ہوتا دماغ
پروسیس کر رہا تھا ۔ پتہ ہے کبیر میں ہی تھی نہ
جس نے کہا تھا آپ جیسا سفاک مرد ہماری بیٹی کے
نصیب میں لکھا جائے تب آپکو پتہ چلے گا ، لے آج
میں ہی کہتی ہوں ہماری بیٹی عابیر خوش نصیب ہے
جسکے والد آپ ہیں اور اسکی زندگی میں بھی اُسکی ماں

کو بے لوث محبت دینے والا جیسا مرد ہی آئے گا کہتے ہیں نہ مرد اپنے کرموں سے اپنی بیٹی کا نصیب لکھتا ہے اور آپ اپنی بیٹی کا شاندار نصیب لکھ چکے ہیں ، ایمل سیسکی بھر تی نمی میں ڈوبی آواز سے اپنے کہے گئے بے رحم لفظوں کو دیکھنے کیا سننے کا زاویہ بھی بدل چکی تھی ۔ کبیر دورانی بے آواز کر ہا کر رہ گیا تھا دماغ تھک رہا تھا پر دل سننا چاہتا تھا ۔

وُہ قدم بڑھا گئی تھی ۔۔۔کبیر آج میں اِظہار کرتی ہُوں آپکی ایمل آپ سے محبت کرنے لگی ہے بے پناہ اور

کب سے کرتی آئی ہے یہ کہنا تھا کُچھ ہو ا تھا در و

دیوار ساکت ہوئے تھے عا بیر رونے لگی تھی عمل کی

آنکھیں بھی نم ہوتی جا رہی تھیں وہیں ایمل بچوں کو

دیکھتی کبیر کے پاس ہوئی تھی جسکا باہر بڑھتا وُہ قدم

دیکھ چُکی تھی جیسے ہی کچھ اور اُسکی زبان مزید بولی

تھی۔

رک جائیں کبیر مت جائیں اپنی جان کبیر کو بھی

عشق کرنا سیکھا دیں اور ایسے مجھے آپ سے معافی بھی

مل جائے گی کیونکہ یہ ایمل خان آپکی ہو چکی ہے ،

وُہ پھوٹ پھوٹ کر روتی اپنا ہاتھ پیچھے سے ہی اُسکے کندھے پر رکھ گئی تھی رکھنے کی دیر تھی کبیر دورانی کا بھاری وجود سیدھا زمین پر جا گرا تھا ۔ وُہ چیخی تھی کبیر ۔۔۔۔۔!!!؟ایمل کی چیخیں اور بچوں کا رونا بتا گیا تھا مخلص مردِاس زندگئ سے ہار بیٹھا تھا اُسکا دماغ بے سکونی سہتا سہتا بند ہو چکا تھا وقت تھم گیا تھا ایمل رو رہی تھی اور کہانی کا اختتام کتاب کی طرح ہی ادھورا رہ گیا تھا ۔

ایمل چیختی ہزیانی اُسکا چہرہ خود کے سینے میں کرتی

پاگلوں کی طرح زار و قطار روتی کبیر سے محبت کی

بھیگ مانگ رہی تھی لیکن اُسے کیا معلوم تھا اُسکا

وقت گزر چکا تھا جدائی کا مزاح اُسے بھی چکھنا تھا

کبیر کا بولا گیا کلام اُسکے کانوں میں گونج رہا تھا۔

میں پیار کرتا تھا کیوں تونے سنا نہیں ''''''''''

دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا ------

سیکنڈ لاسٹ قسط

مر ی سے اٹھائیس کلومیٹر کی دوری پر گلیات سے بھی آگے خانسپو ر کے پہاڑوں کے بیچ ایک شاندار بنگلہ کھڑا تھا جو سیاہ اور گرے سنگ مر مر سے بنایا گیا تھا اُس بنگلے کی چاق و چوند سے خوبصورت خانسپور کا حسن مزید دوبالا ہو گیا تھا یہ وُہ بنگلہ تھا جِسے ایک عاشق نے اپنی محبوبہ کی فرمائش پر دو سال پہلے ہی تعمیر کروایا تھا اِس بنگلے کی مین چمکتی شیشے کی پلیٹ پر سنہری حروف سے لکھا ہوا تھا جانِ کبیر "" یہ

حروف یہ نام اور اِس کے پیچھے چھپی ہوئی عقیدت ہی بتا رہی تھی اِس بنگلے کو بنانے والے نے کتنی ٹوٹ کر اُس عورت سے محبت کی تھی جو بس لفظوں کی محتاج بن کر رہ گئی تھی ورنہ ہر صفحہ ہر الفاظ اُسکی محبت کے قصیدے زد و عام پڑ رہے تھے ۔

صبح فجر کا وقت تھا پُورا بنگلہ خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا اور یہاں پر رہنے والے مکینوں کی زندگی اِس سے بھی زیادہ خاموشی کی نظر ہو چکی تھی بنگلے کے اعتراف

میں گارڈز کا پہرہ تھا کوئی اِس بنگلے کی مالکن کے
حکم کے بغیر نہ اندر آ سکتا تھا۔

اِس بنگلے کے عالیشان کچن میں ایک پچیس سالہ
لڑکی فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد لیکوئیڈ فوڈ بنا رہی
تھی لمبی وائٹ ہلکی کڑھائی والی سیمپل سی فروک
پہن رکھی تھی لائٹ گولڈن براؤن بال بریڈ میں کیے
ہوئے تھے دو لٹیں آگے چہرے کو چھو رہی تھیں
حسین چہرہ میک اپ سے پاک تھا ایسا لگتا تھا صدیاں
گزر چکی تھیں اس لڑکی کو خود کی طرف ریت برابر بھی

دھیان دیے ہوئے کوئی سجنا سنورنا نہیں تھا لیکن

پھر بھی اُسکا حسن گزرتے وقت کے ساتھ دوبالا ہو

چکا تھا وہ سادگی میں بھی حسین لگنے لگی تھی ۔ وُہ

جلدی جلدی کام کر رہی تھی پورا بنگلہ نوکر چاکر سے

بھرا ہوا تھا لیکن صرف اُس ایک انسان کا ہر کام وُہ

پچھلے دو سال سے خود کرتی آئی تھی اُس انسان کے

آگے اُس کو کچھ دکھتا ہی نہیں تھا وُہ اپنا دوپٹہ اُٹھا

تی گلے میں ڈال گئی تھی اور وُہ ٹرے اُٹھا تی کچن

سے باہر آئی تھی ہال سے ہی سیدھی گلاس کی جدید

سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں لفٹ بھی لگی تھی لیکن

اِس لڑکی کو دو سال سے محنت کرنے والا کام ہی

پسند آتا تھا جس میں اُسکا وجود بس تھکتا جائے وُہ

سیڑھیاں چڑھتی ہوئی سامنے ہی موجود کنگ سائز بیڈ

روم کا بڑا سا گولڈن دروازہ کھولتی اندر داخل ہوئی تھی

اور سبز آنکھیں سامنے اُٹھی تھیں جہاں اُسکے دل کا

قرار سکون پچھلے دو سال سے گہری نیند سو رہا تھا اِس

لڑکی کی ہلکے زدہ آنکھیں نم ہوتی چمکتی افسردہ ہوئی

تھیں روز فجر کی نماز کے بعد وُہ اِس سوچ سے اٹھتی

تھی آج شاید اللہ کا معجزہ ہو جائے اور یہ حسین مرد

بستر سے اٹھ جائے روزِ کی طرح آج بھی اُس کی

آنکھیں بھیگی تھیں دل میں آیا تھا ابھی اور دعائیں

معافیاں مانگنی تھیں تب ہی اُس رب کو اُسکے حال پر

رحم آنا تھا ہاتھ میں ٹرے تھی روز کی طرح وُہ کمرے

کو ایک نظر دیکھ گئی تھی یہ وُہ کمرہ تھا جو اِس

عالیشان مرد نے اُسکے لیے بنوایا تھا پُورا کمرہ گولڈن

وائٹ ٹچ کا تھا ہر چیز لگژری رکھی گئی تھی بیچ میں

گولڈن ووڈ کا کا روڈ کنگ سائز بیڈ تھا جِس پر کنجی

آنکھوں والا مرد دو سال سے سو رہا تھا گلے میں خوراک
کی نالی لگی ہوئی تھی جس کمرے میں دونوں کے
بتائے ہوئے لمحات کا عکس ہونا چاہیے تھا وہاں بس
افسردگی اور بڑی بڑی مانیٹر مشینز کا ڈیرہ تھا جو ہر لمحہ
چلتی رہتی تھیں اِس مرد کی مانیٹرنگ کے لیے بنگلہ
کے ساتھ ہی موجود چھوٹے سے پینٹ ہاؤس میں
ایک ڈاکٹر اور نرس بھی رکھی گئی تھی پر یہ عورت
اپنے علاوہ کسی کو بھی اِس مرد کے پاس آنے نہیں

دیتی تھی ان دو سالوں میں اُسکی جنونیت پوسیسیونس
اِس مرد کے لیے بڑھتی ہی گئی تھی ۔

وہ قدم بڑھا تی مظبوط بنتی اُسکے پاس بڑھی تھی اور
ٹرے سائڈ ٹیبل پر رکھتی ہمیشہ کی طرح اِس خوبرو
حسین سنجیدہ مزاجِ کے مرد کے پہلُو میں آن بیٹھی
تھی جو ہلکا ہلکا کمزور دکھتا تھا لیکن یہ عورت اُسے کمزور
نہیں ہونے دیتی تھی وُہ ابھی بھی اپنی بھرپور مردانہ
وجاہت کے ساتھ سو رہا تھا ۔ وُہ کافی دیر اپنی سبز
آنکھیں دودھیا زرد رنگت کے چہرے پر مرکوز کیے روزِ

کی طرح دیکھتی گئی تھی دو سال سے یہ مرد تو سکون
کی نیند سو چکا تھا لیکن پاس بیٹھی اِس عورت کی
نیندیں اوڑھ چُکی تھیں وُہ با مشکل ہی دو گھنٹے سوتی
تھی تاکہ اِس مرد کو اپنا ہر لمحہ دے سکے ۔
وُہ کافی دیر بنا پلکیں جھپکے اُسے دیکھتی چلی گئی تھی
وُہ ہمیشہ کی طرح اُس پر جُھکتی بہت ہی عقیدت سے
اُسکی پیشانی چوم گئی تھی اُسکا لمس بڑھتا ہاتھ پر آیا تھا
وہ اُسکا ہاتھ باری باری اپنی آنکھوں پر رکھتی چومتی بولی

تھی وُہ لفظ جو روز کی طرح یہ مرد اور اِس کمرے کی دیواریں سنتی تھیں ۔

اٹھ جائیں کبیر آپکی ایمل ادھُوری ہے آپکے بنا روز آپکے پاس آتی ہوں بیٹھتی ہوں گھنٹوں باتیں کرتی ہوں شاید آپ سُنتے بھی ہیں لیکن جوابِ ہی نہیں دیتے اتنی بڑی سزا مجھے دے دی خود سکون کی نیند سوئے گئے اور مجھے زندگئ بھر کے لیے بے سکو نا کر گئے ، وُہ عورت جو کبھی اِس مرد کے لیے نہ رونے کی قسمیں کھاتی تھی آج اِس کا ایک ایک لمحہ اِس مرد

کے آگے زار و قطار روتے ہوے گزرتا تھا وُہ لڑکی جو
کبھی دین کے اتنے قریب نہیں رہی کبیر دورانی کا
کوما میں جانا اُسے اللہ کے قریب لے گیا تھا اُسکی ایک
ایک دعا کبیر کی سلامتی اور اپنے سُہاگ کے لیے
ہوتی تھی ایمل کبیر دورانی محض اِس مرد کے لیے
بدلی تھی آج بھی وُہ باقی دُنیا کے لیے ویسی ہی خود
سر ضدی لڑکی تھی ۔ وُہ خود اکیلی کبیر کو لے کر
سب سے دور اِس بنگلے میں رہ رہی تھی وہ بنگلہ جو
اُسکے شوہر نے چھپ کر اُسکے لیے تعمیر کروایا تھا

ایک دفعہ شادی کے بعد اُس نے ایسے ہی کبیر کو
خود کی ذاتی خواہش بتا ڈالی تھی اُسکا ایک گھر پہاڑوں
کے بیچ ہو جہاں بس وُہ ہی ہو اور اِس بنگلے کا بھی وُہ
ذکر کتاب میں کر چُکا تھا جس سے ایمل کو پتہ لگا تھا
کبیر کے کوما میں جانے کے بعد، سب نے کہا وُہ
سفید حویلی چلے کبیر کے ساتھ پر وُہ نہیں مانی وُہ
اپنے شوہر کے ساتھ اِس بنگلے چلی آئی اور سب کو
صاف لفظوں میں بول دیا سب ملنے آ سکتے ہیں لیکن
کوئی یہاں نہیں رہے گا اُسکی اِس خود سری کے

بعد بھی پورا دورانی خاندان خاص کر ابراہیم آشنا اُسکے
ہر فیصلے میں ساتھ کھڑے رہے ابراہیم کبھی کبیر
کی فیملی کو کسی بھی حال میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا
تھا یہاں کا سارا نظام بھی اُسکے کنٹرول میں تھا تاکہ
کبیر ایمل اور بچوں کو کوئی تکلیف نہ ہو سکے ۔
اٹھ جایئں کبیر ورنہ میں آپ سے کبھی بات نہیں
کرونگی اگر آپ اٹھ بھی گئے نہ تب بھی آپکے لیے
میں اپنی انا پرستی قائم رکھوں گی اگر بدل رہی ہوں تُو
مجھے قبول کریں ورنہ جانتے ہیں نہ آپکی ایمل کیا کیا

کر سکتی ہے ، وُہ روز کی طرح ایسے الفاظ بول گئی تھی
جس پر کبیر کی سانسیں تیز ہوئی تھیں مانیٹر بولنے لگا
تھا وہ بھیگتی آنکھیں لیے مُسکرا دی تھی آجکل ایمل
خان کی چلتی سانسوں کی یہی مشین ضمانت تھی
اِس سے پتہ لگتا تھا اُسکا کبیر اُسکی ایک ایک بات
سن رہا ہے ۔
وُہ کبیر کا گال سہلا تی اُسکے سوکھے پڑے ہونٹوں پر
اپنا لب رکھتی اُسکے چیہرے پر جھکی بولی تھی آپ تُو
اِس حال میں بھی ہر گزرتے سال کے ساتھ ہینڈسم

ہوتے جا رہے ہیں کبیر اتنا نورِ آپکے چہرے پر لگتا

ہے خُدا کے پسندیدہ بندوں میں شا مل ہو چکے ہیں پتہ

ہے آپکی براؤن بیئر ڈ بڑھ جاتی ہے پر میں انہیں زیادہ

ٹرم نہیں کرتی ایسے آپ زیادہ اچھے لگنے لگے ہیں وہ

سوئے ہوے کبیر کی بیئر ڈ کو لبوں سے بوسہ دیتی

پیار جتا رہی تھی ۔اٹھ جائیں اب کبیر زیادہ ستائے

مت مجھے جوانی ختم نہ ہو جائے میری ابھی تُو میں

نے آپکے ساتھ وُہ زندگئ گزارنی جسکے خواب کبھی دیکھے

تھے ، زبان بولتی بولتی رکی تھی کپکپی چھوٹی تھی وُہ

رونے لگی تھی آنسو گرتے کبیر دورانی کی کی بیئر ڈ کو

نم کرنے لگے تھے لمبا چوڑا مرد گہری نیند سو رہا تھا

بھلا کیسے اِس مرد کی فیملی بیوی بچے سکون پا جاتے

وُہ کافی دیر ایسے ہی اِس مرد کے صدقے آنکھوں سے

اتارتی چلی گئی ۔ میرے خیال سے بہت باتیں ہو

گئیں چلیں اب آپکے ناشتے کا وقت ہو گیا ہے پتہ

ہے کبیر آج میں نے بکرے کے گوشت کی یخنی

بنائی ہے تاکہ آپ میں کمزوری نہ بڑھے مجھے میرا مرد

ایسے اچھا لگتا ہے وُہ بظاھر مُسکرا ہٹ لیے باتیں کر
رہی تھی لیکن ایمل ہی جانتی تھی اُسکا دل روز ہر پل
ہر سیکنڈ روتا تھا کیسے وُہ اس مرد کی محبّت کو پہچان
نہیں سکی وُہ ٹرے اُٹھا کر وُہ یخنی گلے میں لگی ٹیوب
میں آہستہ آہستہ ڈالنے لگی تھی دل خون کے آنسو رو
رہا تھا نہیں دیکھا جاتا تھا کبیر دورانی ایسے لیکن وُہ
مظبوط عورت بنے دیکھ رہی تھی پر روم روم بکھرتا کرچی
کرچی ہوتا جا رہا تھا۔ کبیر چلیں ناشتہ ہو گیا وہ اپنے
دوپٹہ سے اُسکا چہرہ ویسے ہی صاف کرتی اُٹھی تھی

۔میں کپڑے چینج کروا تی ہوں آپکو ۔۔ کبیر وائٹ

ٹراوزر شر ٹ میں ملبوسِ تھا وُہ وائٹ رنگ میں بہت

ہی پر کشش لگتا تھا ایمل کو لگا کہیں اُسکی ہی نظر نہ

لگ جائے وُہ سامنے ہی الماری سے کبیر کی بلیک

شلوار قمیض نکال کر لائی تھی اور اپنی مدد آپکے تحت

ہی اُسے کپڑے بدلوا گئی تھی وہ نرس کو بھی اپنے

شوہر کے پاس زیادہ پھٹکنے نہیں دیتی تھی ۔ جب

بھی وہ کمرے میں ڈرپس اور میڈیسن دینے آتی تھی

ایمل کو یہی بولتی تھی ۔ میم آپ خوش قسمت ہیں جو

اتنا حسین مرد آپکے نصیب میں آیا ہے جو کومے میں بھی سوتے ہوئے شہزادے کی طرح لگتا ہے اور یہ سن سن کر بھی ایمل نرس سے بھی جیلس ہونے لگی تھی ۔

کبیر دورانی بلیک شلوار قمیض میں ایمل کے دھڑکتے ہوئے دل کو مزید دھڑکا گیا تھا وُہ پھر پاس ہوتی باری باری اُسکے زرد گالوں کو چومتی لال کر گئی تھی ۔ اٹھ جایئں مزید اِنتظار نہیں ہوتا مجھ سے دے دیا جیتنا درد دینا تھا آپکو ایمل مظبوط دکھتی ہے لیکن ہے نہیں ،بتا

دیا آپ نے مجھے عشق کرنا کیا ہوتا ہے آج پتہ لگا

جب آپ کسی انسان سے بے پناہ عشقِ کرنے لگے

ہوں لیکن وُہ آپکی دسترس سے ہی باہر ہو جائے واقعی

عاشق مرنے لگتا ہے جیسے میں تل تل مرنے لگی

ہوں کوستی ہوں اُن لمہوں کو وقت کو جب آپ

قریب تھے پر میں آپکی قدر نہیں کر سکی کبیر اٹھ

جایئں اِس سے پہلے آپکی ایمل آپکی نہ رہے وُہ ایسی

باتیں کرتی تھی شاید اُسکا کبیر غُصہ ھوتے ہی اٹھ

بیٹھے لیکن یہ بات کرتے بھی ایمل پہلے خود تکلیف

سے گزرتی تھی ۔پھر مشین کی آواز تیز ہوئی تھی کبیر

دورانی کی سانسیں تیز ہوئی تھیں کبیر دورانی کو یہ

عورت ہر طرح سے قبول تھی پر دور جاتے ہوئے ذرا

بھی قبول نہیں تھی وہ کومے میں بھی اُسے جیسے

جوابِ دے جاتا تھا کہ ایمل خان کی اہمیت کبیر کی

زندگئ میں کیا تھی اور ایمل خان مغرور ہوتی معتبر ہو

جاتی تھی پھر نئ اُمید نئ آس لیتی وُہ جینے لگتی تھی

۔ میں آئی کبیر آپکے دو دو بچے ہیں جنکو تیار کر کے

سکول بھی بھیجنا ہے وہ کبیر کے سینے تک کمبل
کرتی اُسکی بند آنکھیں چومتی باہر نکل گئی تھی ۔

دوپہر کا وقت ہو چلا تھا ایمل نماز پڑھ رہی تھی نیچے
روم میں، کار پورچ میں گاڑی رکی تھی عمل عابیر اُتر
تے ننھے ننھے قدم لیے اندر بڑھے تھے عمل کے
ساتھ دو سال کی عابیر بھی ابھی سے ہی پلے سکول
جاتی تھی ۔ وُہ سیڑھیاں چڑھتے کبیر دورانی کے
عالیشان کمرے میں داخل ہوئے تھے جہاں دونوں

کے بابا پچھلے دو سال سے سو رہے تھے عمل نے تو
اپنے بابا کو محسوس کیا تھا لیکن عابیر بس روز ایسے
ہی کبیر کو اپنے ہوش میں دیکھتی آئی تھی آج دونوں
بچے بہت دکھی تھے سکول میں چھوٹی سی پارٹی تھی
جس میں سب بچّوں کے والدین آئے تھے لیکن بس
ان دو بچوں کے ماں باپ وہاں نہیں تھے ۔
وُہ سیدھے اپنے بابا کی طرف بڑھے آج سب سے
زیادہ شکوہ چھوٹی سی عابیر کو تھا جو دو سال سے اوپر
کی تھی اور زبان بھی صاف تھی نزاکت بھی ایمل سے

لی تھی وہ زیادہ کسی سے ڈرتی نہیں تھی عمل

خاموش پاس کھڑا تھا جہاں اُسکے بابا گہری نیند سو

رہے تھے ننھی سی عابیر اوپر چڑھتی اپنے بابا کے سر

ہانے بیٹھی تھی ۔ اٹھ جائیں بابا عابیر کے لیے ، وُہ

معصوم رونے لگی تھی ۔ عمل کی آنکھیں بھی رونے

لگی تھیں کہاں دیکھ سکتا تھا اپنی بہن کو روتے

ہوئے وُہ جیسے جیسے بڑا ہو رہا تھا کبیر دورانی کا عکس

بنتا جا رہا تھا ۔وُہ مزید اپنے بابا کو تھپتھپا گئی تھی ۔

اٹھ جائیں بابا میں عابیر آپکی بیٹی میں بھی ماما کی طرح

روز رو رو کر آپکو پکارتی ہوں پتہ ہے بابا آج سکول میں

سب کے ماما بابا آئیں پر آپ نہیں آئے آپکی عا بیر

دیکھ کر بہت روئی بابا میری سب سہیلیاں اپنے بابا کا

ذکر کرتی ہیں پر میں خاموش رہتی ہوں کیونکہ میرے

بابا تو کب سے سو چکے ہیں ، وُہ ہچکیوں سے روتی اپنی

فیلنگز بیٹھی بتا رہی تھی ۔ بابا آپ اٹھ جائیں ورنہ میں

ماما اور بھائی بھی سو جائیں گے جیسے آپ سو گئے

ہیں

I miss you Baba !!!!!!

وُہ بلکتی رو رہی تھی واقعی باپ کا گہری نیند سو جانا ایک بیٹی کو اِس دُنیا میں تنہا کر جاتا ہے , وُہ ننھے ہاتھ مارتی جا رہی تھی اُسکی ماما نے بتایا تھا بابا بہت گہری نیند سو رہے ہیں تو اللہ کی مرضی سے اُٹھیں گے تب سے وُہ ننھے ہاتھ اُٹھا کر دعائیں کرتی رہتی تھی ۔

اللہ تعالیٰ پلز میرے بابا کو نیند سے اُٹھا دیں عابیر کو بابا سے پیار چاہیے اور ڈھیر سارے گفٹس بھی ''''''' روز اُسکی معصومانہ دعائیں بارگاہ الٰہی میں جاتی تھیں

۔ عمل بھی احتیاط سے چڑھتا چھوٹی سی عابیر کو اپنے

سینے سے لگا گیا تھا ۔ بھائی بابا سے بولو اٹھ جائیں

Abeer miss Baba !!!!

وُہ رونے میں لگی تھی کبیر دورانی کی سانسیں تیز

تھیں ایک اُسکی بیوی اور دوسری اُسکی بیٹی اُسکی

سانسوں سے کھیلنا جانتی تھیں مانیٹر بج رہا تھا سانسیں

اوپر نیچے تھیں لیکن ابھی بھی وہ گہری نیند میں تھا ۔

رو مت عابیر عمل بھائی ہیں نہ بابا بولے تھے عمل

تم اسٹرونگ بو اے ہو میں تمھیں اور ماما کو سمبھال

لونگا رو مت بابا اٹھ جائیں گے اللہ ہماری دعائیں سن

رہا ہے وُہ اپنی بہن کو دلاسہ دے گیا تھا دروازے پر

کھڑی ایمل بے آواز سسک اُٹھی تھی زندگئ کو جینے کا

نظریہ ایمل خان کا بدل چکا تھا وہ لڑکی جو پوری زندگی

خود کو اہمیت دیتی آئی تھی خود کا بہت خیال رکھتی

تھی ہر وقت سجی رہتی تھی آج وہ سیمپل سی گھر

سنبھالنے والی عورت بن چکی تھی تیاریاں ناراضگی

نزاکت بھی تو اسی مرد کے لیے تھے جب وہ سو رہا تھا

بھلا وُہ سج کر کرتی کیا لیکن سٹل وہ بے پناہ

خوبصورت ہو چکی تھی وُہ مکمل عورت بنتی جا رہی تھی

-

سفید حویلی میں شور مچا ہوا تھا بڑ نے اودھم مچا رکھا تھا

پانچ سال کا ہو گیا تھا لیکن اُتنا ہی ڈون بن چکا تھا

کِتنی ہی ٹڈ ی لڑکیوں سے اُسکا سکول میں چکر چل رہا

تھا اوپر سے وُہ اپنی چھ ماہ کی بہن کو بھی پورا کا پُورا

بگاڑ رہا تھا جو اپنے بابا کی جیتنی لاڈلی تھی اُتنا ہی اپنی

ماما کی ناک میں دم کیے رکھتے تھی ۔ابراہیم ابھی ابھی

صوابی سے آیا تھا اور اُسے خانسپور نکلنا تھا آشنا اور

بچوں کے ساتھ جب سے کبیر کومے میں گیا تھا

ایمل بچّوں کی ساری دیکھ بھال کی ذمے داری ابراہیم

آگے بڑھتا سمبھال چکا تھا وہ دن میں کئ بار ایمل کو

فون کرتا خیریت طلب کرتا رہتا تھا ویسے بھی جان

کبیر بنگلو میں

Cctv camera's

ہر جگہ لگے ہوئے تھے وُہ خود دیکھ بھال رکھتا تھا

بے شک ایمل کی ضد تھی وُہ وہاں کبیر کے ساتھ

اکیلی رہے گی لیکن اُسکے با وجود پورے دورانی خاندان

یہاں تک کہ داہر خان کسی نے ایمل بچوں سے

غفلت نہیں برتی تھی ۔۔ ایمل کے والد صاحبِ کا

سارا بزنس صغیر دورانی دیکھ رہے تھے کیونکہ ایمل اپنا

سب اپنے دوسرے بابا کے حوالے کر چکی تھی

ابھی اُسکا سارا دھیان بس ایک ہی مرد پر تھا۔زر خان

دو سال سے باہر تھا جب کبیر کومے میں گیا تھا

تب ڈورا ذر خان پاکستان آئے تھے لیکن کچھ دنوں بعد

واپس چلے گئے دادا جان کا حکم تھا وُہ سب یہاں

ہیں کبیر کے پاس تو وہ سپین کی کمپنی پر پورا دھیان

دے ۔

ابراہیم وائٹ شلوار قمیض پر آف وائٹ شال ڈالے

کمرے میں داخل ہوا تھا سب کی زندگیاں آگے بڑھ

رہی تھیں بس کبیر دورانی وہیں رک گیا تھا۔

وُہ مدھم سا مسکرایا تھا آشنا پوری پاگل ہوئی بچّوں میں

لگی تھی ابرا ش بہت سمجھدار ہو چکا تھا لیکن مجال

ہے بڑ نے کوئی تمیز تہذیب سیکھی ہو وُہ ابھی بھی

اپنی چھ ماہ کی بہن آسی کو بگاڑنے میں لگا تھا ۔ آسی

ماما کو زبان دکھاؤ ! بٹر تالیاں بجاتا آسی کو الٹی سیدھی

اپنی ماں کے آگے ہی حرکات سیکھا رہا تھا ۔آشنا جو

آسی کو تیار کر رہی تھی وُہ بہت ہی گول مٹول شہد

رنگ کی آنکھوں والی خوبصورت بچی تھی نین نقش اپنی

ماما سے لیے تھے اور آنکھیں ابراہیم پر گئی تھیں ۔

وُہ مٹکو سی آسی بیڈ پر بیٹھی آشنا کو زبان چڑھا گئی

تھی ماما سے کچھ خاص نہیں بنتی تھی وُہ بس ابراہیم

کی دیوانی گڑیا تھی ۔ آسی بابا کو آنے دو پھر شکایت

لگاتی ہوں تمھاری اور اِس نا لایک بٹر کی ، چوبیس سالہ

آشنا چیخ اُٹھی تھی وُہ بیٹی نہیں چاہتی تھی پر اُسکے سردار نے کوئی احتیاط نہیں کی تھی اور آج وہ ایک بیٹی کی بھی ماما بھی بن چُکی تھی ۔اور اپنی ہی بیٹی سے جلتی بھنتی تھی کیونکہ وہ اُسکے سردار کو چپکی رہتی تھی اور آسی کا بھی یہی حال تھا اُسے اپنی سگی ماما بلکل بھی بابا سردار کے پاس پسند نہیں تھیں پر وُہ بیچ میں معصوم بن جاتی تھی کیونکہ مٹکو کو اپنی ماما کا فیڈ بھی تو کرنا ہوتا تھا نہ ۔ کیا ہوا آشنا ، ابراہیم انجان بنتا ننھی آسی کو گود میں اُٹھا گیا تھا جو پھر آشنا کو

زبان نکا ل کر دکھا گئی تھی ۔ آپ مجھ سے پوچھ رہے

ہیں اپنی لاڈلی سے پوچھیں اوراِس شیطان بٹر سے

دیکھیں کیسے زبان چڑھا تی ہے ، وُہ غُصہ ہوئی تھی

بٹر اپنی ماما کے حال پر کھلکھلا کر ہنسا تھا جو خود بابا کی

گڑیا بنی گھومتی تھیں ۔ آشنا بچی ہے ، وُہ گول مٹول آ

سی کے گال چومتا پیار دینے لگا تھا۔ بہت گندے

سردار ہو گئے ہیں آپ میرے رہے ہی نہیں اسکے

آنے کے بعد ، وہ شکوہ کن ہوئی تھی ۔ وُہ آشنا کو

باہوں میں بھر گیا تھا ، آپکو آکر منا لونگا میں نیچے جا رہا

ہوں بچوں کو لے کر آئیں ایمل کبیر اور بچّوں کے پاس نکلنا ہے -- جی میں آئی ، آشنا پل میں سب بھولی تھی وہ ایمل بچّوں اور اپنے کبیر بھائی کے لیے بہت دعائیں کرتی تھی ۔ ابراہیم ابرا ش کو لیتا کمرے سے نِکل گیا تھا ۔

نور جہاں حویلی داہر خان کے کمرے میں طوفان برپا تھا اُسکی بیٹی جہان بہت ہی پیاری سمجھدار اور شرمیلی لڑکی تھی لیکن داہر خان کے ایک سال سے اوپر کے

تین تین ٹرپلٹس بیٹے بہت ہی شیطان تھے وُہ داہر
خان کو اپنی ماما کے پاس بھٹکنے بھی نہیں دیتے تھے
۔وُہ ہر لمحہ معصوم زو فاش کی جان ہلکان کیے رکھتے
تھے ایک داہر خان ہی کافی تھا اوپر سے اُسکے تین
تین لڑکے زو فاش خان کو پاگل بنائے رکھتے تھے وہ
تینوں اپنی ماما کے دیوانے تھے سب سے بڑا دِیر تھا
اُس سے چھوٹا دامل اور سب سے چھوٹا دیان تھا اور
داہر خان اسی بات پر کبھی اپنی خانی سے شکوہ کر
بیٹھتا تھا اُس نے ان تین سر پھروں کے نام اُسکے

نام سے ملا کر کیوں رکھے تھے وُہ دوسری بار بھی بیٹی
ہی چاہتا تھا لیکن خُدا نے اُسے اُسکے بقول تین تین
ہڈیوں سے نواز دیا تھا جو اُسکے رومانس کے دشمن بن
بیٹھے تھے ۔داہر خان اپنے کمرے میں گلاب کے
پھول لے کر داخل ہوا تھا اور سیاہ مقناطیسی آنکھیں
سرخ ہوئی تھیں اُسکی خانی تین ہڈیوں کو لیے بیڈ پر
براجمان تھی وہیں چھوٹی سی جہان اپنے سب سے
چھوٹے بھائی دیان کو چُپ کروا رہی تھی جو گلا پھاڑ
پھاڑ کر رو رہا تھا کیونکہ زو فاش دامل کو فیڈ کروا رہی

تھی دیر رونے کو تیار تھا ایک سال کے ہو چکے تھے
لیکن زو فاش کو چھوڑتے ہی نہیں تھے ۔ خان آپ
آگئے ، وہ ابھی بھی چاشنی سے زیادہ میٹھی تھی ۔ وُہ
بڑھتا پھول چاکلیٹس سائڈ ٹیبل پر رکھ گیا تھا تینوں
نے باپ کو اہمیت دینا ضروری نہیں سمجھا تھا ۔ پر
جہان اٹھتی داہر خان کی طرف بڑھی تھی ، ڈیڈ !! وُہ
پیارا سا کہتی باہیں پھیلا گئی تھی وُہ پل اپنی بیٹی کو
گود میں لیتا اُسکے مخملی گالوں کو چوم گیا تھا ساتھ
اپنے تینوں بیٹوں پر گھوری ڈال گیا تھا جو داہر خان

کو ذرا اہمیت دینے کو تیار نہیں تھے بلآخر داہر خان
کے بیٹے تھے ویسا ہی مزاج رکھتے تھے ۔ کبھی تُو اپنی
مام کو چھوڑ دیا کرو ایک ہفتہ ہو گیا اپنی خانی کو پیار
کیے ہوئے رحم نہیں آتا اپنے باپ پر ، داہر خان
بچّوں کے آگے ہی بے باک بیشرم بنا تھا ۔ زو فاش
کان کی لو تک سرخ ہوئی تھی اُسکا خان ایسا ہی تھا
اپنے بیٹوں سے ہی خار کھاتا پھرتا تھا ۔ پتہ نہیں
کونسی غلطی کی تھی جو یہ تین سزا آگئے ،میری جہان
ہی بس اچھی ہے ۔ خان غلطی تُو نہیں ہیں یہ تینوں

بلکہ آپکے دیے ہوئے پیار کا تحفہ ہیں ، خانی صحیح لفظوں کا چناؤ کر گئی تھی ۔اپنی مام کی بات پر تینوں زو فاش کو چپکے تھے وُہ پل میں معصوم بن جاتے تھے جہاں داہر خان کی ڈانٹ سے ڈر لگتا تھا وہیں تینوں اپنی پیاری سی مام کو خوب سارا پیار دیتے تھے زو فاش کی زندگئ کی ہر کمی اوپر والے نے اُسے مکمل فیملی دے کر کر دی تھی نہ صرف شوہر اُسکے پیچھے پاگل تھا بلکہ بچے بھی پورے کے پورے پاگل تھے ۔

دو ان تینوں کو پیار میں آتا ہوں ایک گھنٹے تک -- وُہ جہان کو اٹھائے باہر جانے لگا تھا ۔ خان آپ کہاں جا رہے ہیں ۔ زو فاش فکرِ مند ہوئی تھی ۔ اپنی بیٹی کو آئس کریم کھیلا نے جا رہا ہوں جب تک انہیں سلا دو آکر تمھیں دیکھتا ہوں آج رات سونے نہیں دونگا وہ گہری نگاہ سے مطلب واضح کرتا کمرے سے نکل گیا تھا زو فاش شرم میں ڈوبی تھی ۔

سپین کی سٹی میڈرڈ میں جہاں چہل پہل تھی وہیں

پیارے سے گھر میں زو حال ننھی سی اٹھ ماہ کی زمل

کو گود میں لیے بیٹھی تھی جو بار بار روتی ڈورا کو بھی

رونے پر مجبور کر رہی تھی زو حال کیوٹ

سی ماما بننے کے بعد اپنی بیٹی کو لے کر ایموشنل ہو

چکی تھی ۔ کیا ہوا زمل رو کیوں رہی ہو ایک تو تمہارے

بابا بھی ابھی تک گھر نہیں آئے یہاں کے بھی

بڑے بزنس مین بن چکے ہیں پر ابھی بھی اُنہیں اور

بڑا بننا ہے یہ نہیں جلدی آجاتے اور میرے ساتھ

تمھیں بھی سمبھال لیتے ڈورا سے اٹھ ماہ کی زمل کو
سنبھالنا مشکل ہوا تھا وُہ ڈورا کی ڈکٹو کاپی تھی ۔
اتنے میں زر خان لیپٹاپ کا بیگ پکڑے اندر داخل ہو
ا تھا اُسکا چہرہ مسکان میں ڈھلا تھا سامنے ہی اُسکا
سکون بیٹھا تھا ایک دوڑ ا اور دوسری ایلسا ۔۔
زمل روتی روتی اپنے بابا کو دیکھتی چیخ مار گئی تھی وہ
بہت صبر والی بچی تھی زیادہ اپنے ماما بابا کو تنگ
نہیں کرتی تھی لیکن آج اُسکے رونے کی وجہ کُچھ اور
تھی ۔زر خان آپ آگئے دیکھیں یہ چپ نہیں ہو رہی

ہے میرا دِل ڈر رہا ہے پتہ نہیں اِسے کیا ہو گیا ہے ،

وُہ کھڑی ہوتی زمل کو لیے زر خان کی طرف بڑھی تھی

، وُہ بیگ رکھتا ایلسا کو اُٹھا گیا تھا وُہ موٹے موٹے

آنسو شہد رنگ کی آنکھوں میں لیتی بابا کو دیکھتی روتی

کُچھ بولی تھی جِسے زر خان دورانی نے سمجھنے کی بھرپور

کوشش کی تھی ۔ با۔۔۔۔۔ با۔۔۔تا۔۔ن !!! اِتنا

کہتی اُسکے کندھے پر سر رکھتی پھر یہی بولے جا رہی

تھی ۔ تا۔۔۔۔ن !! کیا کہہ رہی ہے یہ زر خان ، ڈورا

کی ممتا فکرِ مند تھی ۔ وُہ مُسکرا کر بولا تھا تمھاری بیٹی

زمل داہر لالہ کے دوسرے بیٹے دا مل کی دیوانی ہو
چکی ہے اُسی کو تان مطلب خان بول رہی ہے لگتا
ہے نئی زو فاش بھابھی بننے والی ہے جو پوری سفید
حویلی سے لے کر نور حویلی تک خان خان بولتی
پھرے گی ۔ زوئی حیران ہوئی تھی ایک ماہ پہلے داہر
خان زو فاش اور بچّوں کے ساتھ سپین ٹرپ پر آیا تھا
اور پانچ سے چھ دن زر خان کے پاس رکا تھا اُسی بیچ
زمل دامل کی دیوانی ہو چکی تھی ۔ اوہ مطلب میری
بیٹی پرائی ہو چکی ہے میں کیسے اِسے رخصت کرونگی ،

زوئی رونے لگی تھی زر خان نے اپنی بیٹی کو چُپ کروانا تھا لیکن یہاں بیوی بھی آنسو بہانے پر اُتر آئی تھی ۔ بس کرو زو حال زمل کو سمجھانے دو ساتھ تم بھی رو پڑی ۔ وُہ پیار سے ڈپٹ گیا تھا زوئی کا رونا بند ہوا تھا زر خان زمل کو بہلانے لگا تھا ۔ زمل میری ایلسا اگلے ہفتے ہم پاکستان جا رہے ہیں پھر ملنا آپ اپنے خان سے ، زمل یہ سنتی مُسکرا گئی تھی اور ڈورا رونے لگی تھی آخر کار وُہ دونوں اپنی بچی کے ساتھ

ہمیشہ ہمیشہ کے لیے پاکستان جا رہے تھے اپنے ملک

اور لوگوں میں واپس ۔

جان کبیر ویلا میں ابراہیم دورانی کبیر کے پاس کافی

دیر بیٹھتا نیچے ہال میں آیا تھا اُسکی آنکھیں نم تھیں

اپنے کبیر کو جب بھی دیکھتا تھا ابراہیم کو ایسے لگتا

تھا اُسکا ایک بازو کٹ گیا ہو باقی سب دو دن پہلے

ایمل بچّوں اور خاص کر کبیر کو مل کر گئے تھے۔

ہال میں آشنا ایمل کے پاس بیٹھی تھی گود میں آسی تھی ابراہیم بچوں کے لیے بہت سارے کھلونے اُنکی من پسند چیزیں لے کر آیا تھا ۔ ایمل ابراہیم کو دیکھتی کھڑی ہوئی تھی وہ بڑھتا سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا ، بس ہمیں اجازت دو ایمل کوئی تکلیف ہو جانتی ہو نہ ایک فون کال کر دینا ایک لمحے میں تمھارے اور بچّوں کے پاس ہونگا ویسے یہاں کی ساری سکیورٹی ہر پل کی خبر میرے پاس رہتی ہے ۔ ایمل بس ہاں میں سر ہلا گئی تھی وہ ابراہیم کی بہت عزت کرتی تھی اُسے

اپنے بڑے بھائی کا درجہ دیتی تھی۔ آشنا کی نگاہ
عمل پر پڑی تھی جو آسی کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا
جب سے وُہ آئے تھے وُہ آسی کے آس پاس ہی تھا
اُسے کسی پھول کی طرح آکر چھوتا تھا اور آسی بھی
ادائیں دکھاتی بچّوں کی طرح ہنستی تھی اُس نے دل
میں ہی عمل کو اپنا داماد بنا لیا تھا۔ ٹھیک ہے میں
پھر نکلتا ہوں ایک اہم فیصلہ کرنا ہے صوابی میں
کوئی پریشانی ہو سمجھنا تمھارا بڑا بھائی پاس ہی ہے۔
جی ابراہیم بھائی ! وہ بھی ابراہیم کا مان رکھ گئی تھی

۔ آشنا بچّوں کو لے کر باہر آؤ ۔۔وہ کہتا باہر بڑھ گیا تھا ۔آشنا ایمل کے گلے لگتی بڑ پر نظر ڈال گئی تھی جو عابیر کے پیچھے پیچھے کوئی سڑک چھاپ عاشق بن کر پھر رہا تھا وُہ بڑ اشیر ابراہیم جو پورے دبدبے سے کہتا پھرتا تھا وُہ خاندان کی کسی بھی لڑکی کو بھاؤ نہیں ڈالے گا اور آج عابیر کے پیچھے کسی سستے ٹھرکی عاشق کی طرح دم ہلاتا پھر رہا تھا پر عابیر بھی ایمل کی بیٹی تھی بڑ شڑ کو لمٹس میں رکھنا آتا تھا ۔وُہ منہ بنا کر بڑ کا ٹھرکی دل لینے سے انکار کر گئی تھی آشنا

یہ منظر دیکھتی دانت پیس کر رہ گئی تھی یہ لڑکا کئی

بھی کوئی موقع نہیں چھوڑتا تھا اُسے بے عزت

کروانے کا ۔ اشیر چلو بابا ویٹ کر رہے ہیں ، وُہ سختی

سے آواز لگا گئی تھی ۔ جی ما ما آیا بے بی گرل تم

سے پھر ملوں گا ، وہ عابیر کو بے شرمی دکھاتا آشنا

کے پیچھے بڑھ گیا تھا ۔

کچھ ہی دیر میں ابراہیم کی گاڑی جان کبیر بنگلے سے

گارڈز کی گاڑیوں کے احصار میں نکل گئی تھی ۔ایمل

اُنہیں سی آف کرتی بنگلے کے اندر بڑھ رہی تھی وُہ

یبلو پائوں کو چھو تی لونگ فروک میں ملبوسِ تھی باہر
گیراج میں چاروں طرف گارڈز تھے لیکن ان گارڈز پر
نظرِ رکھنے کے لیے بھی ابراہیم نے اپنا اور کبیر کا ذاتی
ملازم علیم بابا چھوڑ رکھے تھے جیسا بھی تھا ایمل جوان
اور خُوبصورت لڑکی تھی وُہ تو ایمل کی ضد تھی ورنہ
دورانی خاندان اُسے یہاں کبھی اکیلے نہیں رہنے دیتا
-- وُہ باریک فروک میں تھی چادر لانا باہر بھول گئی
تھی دو سال سے ایمل کو خود کا ہی ہوش نہیں تھا
اُسکی پُشت گیراج کی طرف تھی انٹرنس کے پاس ہی

ایک گارڈ کھڑا تھا جو چھ مہینے پہلے ہی یہاں معمور کیا گیا تھا وُہ ایمل کی پُشت کو غور سے دیکھتا نچلا لب دبا گیا تھا۔

رات کے دو کا وقت تھا باہر طوفان آیا ہوا تھا ایمل ابھی ابھی کبیر کے پاس سے ہوتی باہر آئی تھی اُوپر والے فلور کی کھڑکی بری طرح بج رہی تھی ٹھنڈی یخ ہوائیں اندر آرہی تھیں وُہ بڑھتی شیشے کا گلاس دوڑ بند کر گئی تھی یکدم وہ دل پر ہاتھ رکھتی پیچھے دیکھنے لگی

تھی ایمل کو ایسا لگا تھا جیسے کوئی گزرا ہو ۔ کون ہے یہاں ! وُہ اتنا کہتی علیم بابا کو آواز لگانے لگی تھی جو رات کے وقت نیچے ہال میں ہی ہوتے تھے یقدم عا بیر کے رونے کی آواز گونجی تھی وُہ تھوک نگل کر رہ گئی تھی دو سال میں آج پہلی بار ایمل کا دل پتہ نہیں کیوں ڈرا تھا ایک تو یہ بنگلہ بلکل پہاڑوں کے بیچ خاموشی میں تعمیر کروایا گیا تھا ۔وُہ بچّوں کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی اکثر اوقات عا بیر اِس وقت روتی اٹھتی تھی اُسے جب بھوک لگتی تھی ۔

پیچھے کوریڈور میں کسی کا سایہ بنا تھا اور دیکھتے دیکھتے
ہی بنگلے کا ہر کیمرہ سلنسر لگی پسٹل کے نظر ہوا تھا
علیم بابا جو ہال میں ہی تھے اُنہیں کچھ انہونی ہونے
کا احساس ہوا تھا وُہ باہر دیکھنے جانے لگے تھے ،
پیچھے سے لمبا سا پٹہ اُنکے گلے میں ڈلا تھا اور کچھ ہی
سکینڈ میں وہ زمین پر بے سودھ گرے تھے وہیں
دوسری جانب ابراہیم دورانی صوابی سے آکر آشنا کو
تھورا پیار کرتا اپنے فون میں بنگلے کی سی سی ٹی وی
فوٹیج دیکھتا لیٹا ہی تھا اُسکے فون میں لگی ایمرجنسی ٹیون

بجی تھی یہ ٹیون کیمروں سے لنک تھی وُہ اٹھتا بیٹھا

تھا اور فوراَ فون اُٹھا کر چیک کرنے لگا تھا پر کیمرہ

فوٹیج آف آرہی تھیں ابراہیم کی آنکھیں کھلی تھیں۔وہ

بیڈ سے اُترتا کال ملانے لگا تھا لیکن علیم بابا اور گارڈز

کے ہیڈ کا فون بند جا رہا تھا وُہ ایمل کا فون ڈائل کر

گیا تھا جو سگنل کی وجہ سے مل نہیں رہا تھا ۔ یا اللہ !

ابراہیم اللہ کو پکارتا اپنی جیکٹ پہن گیا تھا آشنا اٹھتی

بیٹھی تھی ۔ کہاں جا رہے ہیں آپ !! میں بس آیا تم

دروازہ بند کر کے سو جانا ، وُہ فون ملا کر نیچے بھاگا تھا

--- باہر کا موسم بھی ٹھیک نہیں تھا اور ابراہیم کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

ایمل سیڑھیاں اُترتی نیچے کچن کی طرف جا رہی تھی ملازمین سر و نٹ کوارٹر میں تھے اُسکے قدم لرزے تھے وُہ بیچ سیڑھی میں کھڑی ہو گئی تھی نیچے ہال میں موجود کھڑکیاں زور سے بجنے لگی تھیں۔ ریلیکس ایمل طوفان ہے اور کچھ نہیں وُہ ہمت کرتی کچن میں داخل ہی ہوئی تھی یکدم لائٹس بنگلے کی بند ہو گئی

تھیں خوفناک اندھیرا چھایا تھا ایمل عابیر کے لیے فیڈر
میں نیم گرم دودھ ڈال رہی تھی وُہ دل کو پکڑتی
اچھلی تھی ۔ یا اللہ یہ کیا بنگلے کی لائٹس کیسے بند ہو
گیئں علیم بابا جنریٹر آن کروائیں وہ آوازیں لگا رہی تھی
اُسکی آواز بھی بند ہوئی تھی پسینے اتنی ٹھنڈ میں
چھوٹنے لگے تھے وہ فیڈر چھوڑتی پاس پڑا چاقو اُٹھا گئی
تھی کوئی تھا جو اُسکی طرف بڑھ رہا تھا ایمل کی
سانسیں تیز تھیں حواس گم تھے وُہ نہیں جانتی تھی
اُسکے ساتھ کِیا ہونے والا تھا لیکن وہ اپنی عزت کے

ساتھ کھلواڑ ہونے نہیں دے سکتی تھی وُہ روتی ہوئی

زیر لب ایک ہی نام پکار گئی تھی --- کبیر !

لاسٹ قسط(پارٹ 1)

کبیر !!! ایمل اُس مرد کا نام لے گئی تھی جو اُسکی سانسوں میں اب روانی کی طرح بہتا تھا وہ چاقو ہاتھ میں پکڑتی اپنی سانس تک روک گئی تھی قدموں کی چاپ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی ایمل کی

دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں وُہ مظبوط عورت تھی لیکن یہ اندھیرا اور کسی کے بڑھتے قدم اُسے عزت جانے کے خوف میں مبتلا کرتے جا رہے تھے اِتنی ٹھٹر تی ہوئی ٹھنڈ میں ایمل کی پیشانی پسینے میں بھیگتی جا رہی تھیں۔ وُہ آدمی پاس آتا اُسکے کندھے پر بندوق ہاتھ رکھتا ہی ایمل رخ پلٹتی چاقو کا وار کر گئی تھی وُہ چیخا تھا چاقو اُسکے گال کو خون سے لال کر گیا تھا۔

آہ!!! وُہ مرد ایمل کو گندی گندی گالی دیتا اُس پر جھپٹنے لگا تھا۔ ایمل پوری قوت سے اُسکے سینے پر ہاتھ

رکھتی دھکا مار گئی تھی ۔وہ پیچھے کچن شیلف پر جا کر گرا تھا ایمل اِس سے پہلے بھاگتی وُہ گالی دیتا پیچھے سے بھاگتا ایمل کا دوپٹہ پکڑتا کھینچ گیا تھا اُسکا دوپٹہ اُسکے ہاتھ میں تھا ۔اِدھر رک کمینی !! وُہ گندی گندی گالیاں دے رہا تھا ۔ ایمل ڈری تھی وُہ ہاتھ سے ہی اپنا سینہ چھپانے لگی تھی اندھیرا تھا تو یہ حوس زدہ مرد اُسے دیکھ نہیں سکتا تھا ۔ نہیں نہیں کبیر , وہ روتی بھاگنے لگی تھی وُہ مرد بڑھتا پیچھے سے اُٹھا کر کوئی چیز ماری تھی جو ایمل کی کمر پر لگی تھی وہ

پھسلتی زمین بوس ہوتی سیدھی ہوئی تھی ۔ کون ہو تم

اور یہ کیوں کر رہے ہو ، اُسکی آواز سخت سے زیادہ

بھیگی اور خوف میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں تمھارا عاشق

میڈم تمھارا نہیں بلکہ تمھارے حسین بدن کا آج کیا

پٹولا لگ رہی تھی ییلو باریک فروک میں ، وہ خباثت حو

س سے کہتا لائٹر آن کر گیا تھا ایمل جو اُسکے لہجے اور

باتوں سے گھن کھا رہی تھی وُہ اُسکی شکل دکھتی چوکی

تھی وُہ اُسکے گیٹ کا گارڈ سمندر خان تھا جِسے چھ

مہینہ پہلے ہی ہیڈ گارڈ نے ویلا کی سیکیورٹی کے لیے

رکھا تھا۔ تم !! وہ چیخی تھی -- ہاں میڈم میں ویسے

غذب کا مال ہو تم کافی دنوں سے تم پر میری نظر

تھی میری ہی نہیں میرے دوستوں کی بھی پہلے میں

تمھارے بدن کو چکھوں گا پھر یاسر اور زاہد وُہ باہر ہی

ہیں میڈم ، وُہ اپنی قمیض پھینکتا ایمل کے پاس بڑھ

رہا تھا۔ قریب مت آنا دُور رہو وُہ غرا ئی تھی تم

جانتے نہیں ہو اگر میرے شوہر کو پتہ لگا وُہ تم

لوگوں کو چھوڑے گا نہیں ، وُہ بھیگتی آنکھیں لیے نڈر

لہجہ کے ساتھ سمندر کو دھمکی لگا گئی تھی ۔کون وُہ جو

دو سال سے بے جان بستر پر پڑا ہے وہ ہمیں مارے

گا ، وہ بڑھتا ایمل کی ٹانگ پکڑ گیا تھا ۔ چھوڑو مجھے

چھوڑو ، ایمل چلا رہی تھی ۔ نہیں چھوڑوں گا تُجھے

اچھی طرح توروں گا میڈم ، وُہ پُورا کا پورا اُس پر جھکنے

لگا تھا اُس سے پہلے ہی ایمل پاس پڑا واس اُٹھا کر

اُسکے سر پر مار گئی تھی ۔وہ چیختا پیچھے گرا تھا ایمل اپنا

دوپٹہ پکڑتی گلے میں ڈالتی دروازہ کھولتی باہر ہال کی

طرف بھاگی تھی سمندر اپنا سر پکڑتا پیچھے بڑھا تھا یاسر

پکڑ اِس عورت کو ۔ ۔ ۔ یاسر اور باقی جو باہر کھڑے

تھے وُہ الرٹ ہوئے تھے ایمل لڑکھڑا تی ہال میں

بھاگتی آئی تھی وہ بے آواز رو رہی تھی آنسو کا جھرنا

بہہ رہا تھا ۔ یا اللہ میری عزت ۔۔ آج پہلی بار ایمل کو

عزت کے جانے کا خوف لگا تھا آج دل میں یہ

احساس بھی جاگا تھا جب اپنا مرد ساتھ ہو پاس کھڑا

ہو آنکھیں کھول کر اِس دُنیا میں تمہاری سر پرستی کر

رہا ہو تو کسی میلی آنکھ کی مجال نہیں ہوتی وہ گندی

نِگاہیں اُٹھا کر تمھیں گھور بھی لے لیکن جب وہی

محرم سر پرست گہری نیند سو جائے تُو پھر گلی کا ہر

کتا تمھیں اکیلے دیکھتا دم ہلا کر چل پڑتا ہے یہی ایمل

کے ساتھ ہو رہا تھا جب تک کبیر ہوش میں رہا ایمل

پر کوئی گندی نگاہ تو دُور کی بات اُس سے کوئی اُف

کر کے بھی بات نہیں کر سکتا تھا لیکن آج سب

بدل گیا تھا وُہ مرد بستر کی نظر کیا ہوا ایمل کا معتبر

وُجود بھی مٹی کی خاک بنتا لاوارث ہو چکا تھا ۔ وُہ اپنی

آنکھوں کو بے دردِ ی سے صاف کرتی سیڑھیوں کی

طرف بھاگ رہی تھی تاکہ اپنا فون لے کر ابراہیم کو

کال ملا سکے لیکن وُہ سیڑھیوں پر چڑھتی ہی یاسر اُسکا

ہاتھ پکڑتا کھینچ گیا تھا پھر دوپٹہ تن سے جدا ہوا تھا ۔

چھوڑو مجھے خُدا کا واسطہ ہے ، وُہ ہزیانی چیختی رو رہی

تھی آج زندگئ میں پہلی بار ایمل ڈرتی رونے لگی تھی

ایک عورت کے لیے اُسکی عزت ہر چیز سے بالا تر

ہوتی ہے یہی حال ایمل خان کا تھا ۔ یاسر ایمل کو

پکڑتا زمین پر پھینک گیا تھا وُہ پیچھے ہوتی جا رہی تھی

وہ تینوں درندے ایمل کے سر پر کھڑے تھے ۔ ایمل

اِدھر اُدھر دیکھتی روتی ہوئی نمی حلق میں پیتی بولی تھی

۔ خبردار میرے قریب مت آنا ، وُہ اُنگلی اٹھائے پیچھے

پیچھے ہوتی بے معنی دھمکیاں لگا رہی تھی ، پُورا ویلا اُن تینوں درندوں کے خوفناک قہقہوں سے گونجتا اور زیادہ ایمل خان کو ڈرا رہا تھا ۔ پاس مت آنا میرے ، وہ روتی جا رہی تھی ٹوٹی پھوٹی آواز سے چیختی آوازیں لگانے لگی تھی علیم بابا ڈاکٹر نرس ،جیتنے بھی ملازمین سروے میں تھے سب کو پکار بیٹھی تھی شاید کوئی اُسکی مدد کو ہی آجائے ، کوئی نہیں آئے گا میڈم وُہ سب گہری نیند سو رہے ہیں اور تیرا علیم بابا وہ رہا دیکھ اُدھر ، وُہ صوفے کے پاس اشارہ کر گیا تھا ایمل

کی آنکھیں پوری خوف سے کھلی تھیں ، وُہ منہ پر ہاتھ رکھتی سر نفی میں ہلا تی رو دی تھی علیم بابا بے ہوش زمین پر پڑے تھے اور خون بھی نکل رہا تھا ۔ دیکھو پاس مت آنا ، وُہ پیچھے کھسکتی پہلی سیڑھی چڑھتی رخ پلٹ کر اوپر بڑھنے لگی تھی سمندر خان بڑھتا اُسکا پاؤں پکڑتا بے دردِ ی سے کھینچ گیا تھا سیڑھی کا کونا ایمل کی پیشانی پر لگا تھا وُہ درد کی انتہا پر کر ہا کر رہ گئی تھی ۔ نہیں نہیں ، ایمل کی چیخوں سے پورا ویلا لرز رہا تھا سمندر یاسر اُسے قابو میں کر چکے تھے وُہ نیچے تھی

دونوں اُسکے اُوپر جھکے ہوئے تھے ۔یا اللہ میری مدد کر

وُہ تڑپتی ہاتھ پاؤں مارتی اُس مرد کو آواز لگا گئی تھی جو

اُسکے سر کا تاج تھا جو خُدا کی طرف سے تعینات کیا

اُسکا محافظ تھا ۔ کبیر کبیر ، آوازِ اِتنی دلخراش تھی باہر

یقدم ویلا کے عقب میں بجلی گری تھی سمندر یاسر

ڈرتے پیچھے ہوئے تھے اسی پل کا فائدہ اٹھاتی ایمل

سیڑھیاں چڑھنے لگی تھی پاؤں میں جیسے جان ہی ختم

ہو چکی تھی وُہ بری طرح کانپتی لرزتی اوپر گرتی پرتی جا

رہی تھی ۔ سمندر پکڑ اُسے ، یاسر چیختا پیچھے لپکا تھا وہ

دونوں ایمل کو پکڑتے ہی اور وُہ بری طرح گرتی اِس سے پہلے دو مظبوط ہاتھ اُسے اپنی گرفت میں لے گئے تھے ، اہ ایمل سسکتی اُن ہاتھوں کو تھام گئی تھی جو اُسے بہت مضبوطی سے کمر سے پکڑے ہوئے تھا وُہ اُسکی بلیک قمیض ہاتھوں میں دبوچتی اوپر اٹھی تھی سبز آنکھیں کنجی سے زیادہ ٹکرائی تھیں وقت رکا تھا سانسیں تھمی تھیں جذبات پروان چڑھے تھے وُہ مرد جاگ چکا تھا جو پچھلے دو سال سے گہری نیند کی آغوش میں تھا۔کبیر آپ اٹھ گئے ! وُہ رکی رکی

صدمے بھری آواز میں پوچھ گئی تھی ایمل کو تو ایسے لگا تھا جیسے وُہ گھپ اندھیرے میں کوئی خواب دیکھ چُکی ہو باہر طوفان تھم سا گیا تھا ہوائیں چلنی رکی تھیں کھڑکیاں بجنا بند ہوئی تھیں ایسا لگا تھا قدرت بھی گہری سکوت میں آ چکی تھی کیونکہ اللہ کے حکم سے اِس گھر کا سر براہ اٹھ چکا تھا اب کوئی کتا بلا یہاں تک کہ کوئی کھوکھلی چیز بھی ایمل اور بچوں کو نقصان نہیں دے سکتی تھی ۔

دونوں کی آنکھیں ایک دوسرے کے اندر گڑھی ہوئی تھیں ایمل کو تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا اُسکا کبیر کیا واقعی اٹھ چکا تھا کبیر کی گرفت اُسکی کمر پر بڑھتی جا رہی تھی وُہ ابھی بھی خوبرو تھا لیکن چہرہ زرد پڑا تھا۔کبیر آپ ہی ہے نہ ! ایمل کا ہاتھ اُٹھا اُسکی گھنی بیئرڈ پر جاکر رکا تھا وُہ سہلاتی اُسے جیسے محسوس کرنے میں لگی ہوئی تھی۔کبیر دورانی سے بولا نہیں جا رہا تھا اُسکی آنکھیں سرخ نم زدہ تھیں وُہ اپنا ایک ہاتھ ایمل کے ملائم گال پر رکھتا ہاں میں سر ہلا گیا تھا وُہ

سسکتی پھوٹ پھوٹ کر روتی اُسکے سینے سے لپٹ گئی تھی جانِ کبیر ویلا کی گھڑیاں تک رک چکی تھیں در و دیوار مسکرا گئے تھے کِیُونکہ اِس خاندان کی جان واپس آ چکا تھا یاسر سمندر بیچ سیڑھیوں میں جیسے جم سے گئے تھے اُنکی آنکھیں خوف سے پھیلی تھیں وُہ ایسے دیکھ رہے تھے جیسے مردہ کوئی زندہ ہو گیا ہو۔۔۔ کبیر آپکی ایمل آپکے بغیر کچھ نہیں ! وُہ اور زیادہ اُسکے سینے کو لپٹتی جا رہی تھی کبیر کی آنکھیں آگ پھینکنے لگی تھیں وُہ نرمی سے ایمل کے دوپٹہ سے نداد وجود

کو ایک نگاہ دیکھتا اسے کندھے سے پکڑ کر خود کے
پیچھے کر گیا تھا اور کنجی دہشت زدہ آنکھیں اُن گارڈز
پر گئی تھیں جنہوں نے اُسکی بیوی کی عزت سے
کھلواڑ کرنے کی کوشش کی تھی۔۔وُہ دونوں تھوک
نگل کر رہ گئے تھے کیُونکہ کبیر دورانی کی آنکھیں جہنم
جیسی آگ اُگل رہی تھیں ۔ صاحب وُہ !! وُہ پیچھے
ہوتے پاس پڑا لوہے کا ڈنڈا اٹھا کر کبیر کو مارنے
ہی لگے تھے اس سے پہلے ہی وہ تیزی سے اُترتا دونوں
کی گردنیں اپنی آہنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔۔ وُہ

دونوں کی سانسیں رک رہی تھیں وُہ کبیر دورانی کی گرفت میں پھر پھرا رہے تھے اتنے میں اُنکا ایک اور ساتھی پسٹل نکال کر کبیر پر فائر کرنے ہی لگا تھا پیچھے سے کوئی سیدھا اُسکے سر پر گولی مار چُکا تھا، ایمل چیختی کانوں پر ہاتھ رکھ گئی تھی اُسے فکر تھی تو اپنے کبیر کی تھی جو اُٹھا بھی تو کیسے حالات میں جب تین گھٹیا مرد اُسکی عزت کو تار تار کرنے چلے تھے -- کبیر اپنی گرفت میں لیے یاسر اور سمندر کی گردنیں دباتا سامنے دیکھ گیا تھا پانی نکلتا گال کو بھگو

گیا تھا سامنے ہی اُسکا بھائی ابراہیم دورانی اپنے

درجنوں گارڈز کے ساتھ کھڑا تھا۔ وُہ پل میں ابراہیمکو

دیکھتا اُنکی گردنیں مروڑ گیا تھا اور گندگی کے ڈھیر کی

طرح اُنہیں زمین پر پھینک گیا تھا۔ ایمل جو سختے

کے عالم میں تھی۔ ابراہیم کے ہاتھ سے پسٹل گری

تھی پورا ویلا اُسکے آدمیوں کے کنٹرول میں آ چکا تھا

جیتنا سٹاف تھا سارا نیند کی گولیوں کے زیرِ اثر سو رہا

تھا وہ اپنے بھائی کو دیکھتاچھوٹے چھوٹے قدم بڑھا

نے لگا تھا وہ کبیر دورانی جو دورانی خاندان کی ایک

مضبوط دیوار تھا اُسکے بغیر دورانی خاندان پُورا کا پورا

ادھورا تھا۔ وُہ بڑھتا ہی کبیر ہاتھ کے اشارے سے

اُسے روک گیا تھا ۔ ۔وُہ اس قدر اندر سے جذبات کی

اونچائی پر پہنچا ہوا تھا کبیر دورانی کے لیے بولنا بھی

مُشکِل ہو رہا تھا ۔ابراہیم وہیں رک گیا تھا وُہ ایمل کو

دیکھ گیا تھا ایک دفعہ نظر ڈال کر دوسری دفعہ نہیں

دیکھا تھا بے شک وُہ بہن تھی لیکن وُہ اُسکے بھائی کی

بیوی ِا ور عزت پہلے تھی وُہ بنا دوپٹہ کے اوپر کھڑی

رو رہی تھی ایمل کی آنکھیں ابھی تک بے یقینی تھیں

وہ آہستہ آہستہ جیسے صدمے میں جا رہی تھی وُہ مرد

جسے دو سال اپنے قریب رکھا تھا دن رات بیٹھی اُسے

دیکھتی رہتی تھی دعائیں کرتی تھی ایک دفعہ یہ مرد اٹھ

جائے وُہ اپنا سب کچھ اِس پر وار ڈالے صرف ایک

اسی مرد کے لیے ایمل خان بدل چُکی تھی وُہ پوری وُہ

بیوی بن چُکی تھی جسے اپنے محرم کے آگے کچھ نہیں

دکھتا تھا کبیر لمبی سانس کھینچتا نیچے زمین پر پڑا دوپٹہ

اُٹھاتا اُسکی طرف بڑھتا ہی ایمل کے بے جان جیسے

وجود میں ہلچل ہوئی تھی وُہ غور سے کبیر کو دیکھتی

چلاتی ہوئی نیچے اُتری تھی -- کبیر!! وُہ پاس پہنچتی

بڑھتی ہی کبیر اُسے آنکھوں کے اشارے سے ہی روک

گیا تھا کنجی آنکھیں اپنی جانِ کبیر کے چہرے پر جمی

تھیں وُہ جیسے دو سال کی پیاس کو سیراب کر رہا ہو

وُہ پاس ہوا تھا ایسے ایمل اسکے چوڑے وجود میں چھپ

گئی تھی وُہ اُسکا بیلو دوپٹہ پھیلا کر اُسکے بدن پر ایسے

اوڑھا گیا تھا اُسکا بھڑکتا جوبن چھپا تھا ۔وُہ سسکتی زار

و قطار رو دی تھی کبیر اُسے کھینچتا خود کی باہوں میں

بھر گیا تھا ابراہیم بھی آنکھیں مسلتا رخ موڑ کر کھڑا

ہو گیا تھا بلآخر دو محبوب اتنے عرصے بعد ملے تھے ۔

کبیر آپ نہیں جانتے آپ کے بغیر آپکی ایمل نے کیا

کیا دیکھا ہے آپ کیوں گہری نیند میں چلے گئے تھے

کیوں مجھے اتنی بڑی سزا دے دی اگر آپ نہیں اٹھتے

تو آج آپکی ایمل کی عزت۔۔, وُہ بولتی ہی کبیر اُسے

پیچھے کرتا اُسکے لبوں پر ہاتھ رکھ گیا تھا مزید کچھ نہیں

بولنا, میں اگرسو بھی گیا تھا لیکن پھر بھی میری گہری

نیند میں صرف تم ہی تم تھی ایمل کبیر دورانی میں

لمحے بھر کو بھی تم سے غافل نہیں رہا تھا ۔ جب

جب تم گھنٹوں بیٹھ کر ڈھیر باتیں شکوے کرتی تھی

تمھارا کبیر سب سُنتا تھا بس جسم سے زیادہ دماغ

اجازت نہیں دیتا تھا اٹھ کر تمھیں بتاؤں تمھاری سو

دھتکار بے اعتنائی کے باوجود بھی یہ کبیر دورانی

بس تمھارا ہے اور تمھارا ہی رہے گا مجھے تم ہر حال

میں قبول ہو جان کبیر نفرت کرو محبت کرو شکوہ کرو

یا ہجر دو میں صرف تمھارا ہوں صرف تمھارا! کبیر

دورانی لفظوں سے ہی اِس عورت کو پھر سے اُسی

اونچائی پر پہنچاتا معتبر کر گیا تھا کبیر دورانی وُہ مرد

تھا جو اپنی محبوبہ کے عشق میں خاموشی سے ہر ستم

ہجر کاٹ سکتا تھا بس اس عورت پر مرتے دم کیا

مرنے کے بعد بھی دستبرداری نہیں دے سکتا تھا

۔ایمل اُسکے ہاتھ دونوں تھا متی اپنی آنکھوں پر لگا تی

چومتی چلی گئی تھی آپکی ایمل بھی بس آپکی ہے !

کچھ ہی لفظوں میں جیسے وُہ اپنے گہرے عشق کا

اظہار کر گئی تھی کبیر پھر سے اُسے اپنی باہوں کے

احصار میں بھر گیا تھا اُسکا مضبوط مرادنہ ہاتھ پورے

استحقاق سے اُسکی پُشت پر لہرا رہا تھا ۔۔۔وہ کچھ

سیکنڈز کے لیے آنکھیں موند سی گئی تھی جو سکون

محرم کی قربت میں تھا شاید ہی وُہ ایمل کے لیے

کہیں بھی دنیا میں موجود تھا --- جاؤ بچوں کے پاس

میں ذرا کچھ پل اپنے پھر جاگتے ہوئے دماغ کو اور

اُجاگر کر لوں۔ --- ایمل آگے سے کچھ نہیں بولی تھی

وُہ ہاں میں سر ہلا تی اوپر کی طرف بڑھ گئی تھی ۔

-- ابراہیم کبیر کی طرف بڑھتا اُسے زور سے گلے لگا

گیا تھا ، کبیر میری جان!!! کچھ پل دونوں بھائی ایسے

ہی ایک دوسرے کی آغوش میں کھڑے رہے تھے ۔

بس ٹھیک ہوں ابھی اُٹھا ہوں پہلے جیسا ہونے میں

وقت تو لگے گا ابراہیم شکریہ میری فیملی کا اتنی دیر

محسن بننے کے لیے !! وُہ پیچھے ہوتا آہستگی سے اپنے

بھائی کا شکریہ ادا کر گیا تھا ۔ چُپ کر کبیر دورانی وُہ

کیا صرف تیری فیملی ہے اگر میری آشنا اور بچے اس

جگہ ہوتے تُو بھی کبھی اُنہیں اکیلا نہیں چھوڑتا اتنا

یقین ہے مجھے اپنے سارے بھائیوں پر ، وُہ اُسکے

سینے پر ہلکا سا مکا مارتا زور سے پھر گلے لگا گیا تھا ۔

کبیر نم سا مسکرا گیا تھا جان ہے کبیر تو ہماری تو سو

گیا تھا لیکن ہم سب کو ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی
نے ہمارے بدن کا کوئی حصہ کاٹ کر پھینک دیا
ہو وہ اُسکی کمر رب کرتا اپنے دل کا حال بیان کر رہا
تھا جانتا ہوں! وُہ آہستگی سے ابراہیم کو پیچھے کرتا اُن
کمظر فوں کو دیکھ گیا تھا جو زمین پر مرے پڑے
تھے ۔ ۔۔کبیر اُن کو پھر ٹانگ مارنے کو بڑھا تھا ۔
بس کبیر خود کو دیکھ پہلے میں دیکھتا ہوں ان سب
کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا تو جا ایمل بچوں کے پاس
ڈاکٹر کو بھی بھیجتا ہوں کمرے میں ۔۔ ابراہیم کہتا

کبیر کا کندھا تھپتا پولیس کمشنر کو کال ملاتا باہر لان

کی طرف بڑھ گیا تھا پیچھے اُسکے گارڈز اُن تینوں کو

اٹھاتے باہر بڑھ گئے تھے کبیر سر اٹھا کر اوپر کی

جانب دیکھ گیا تھا جہاں اُسکی دنیا آباد تھی وُہ سر جھکا

کر کچھ لمحے زمین کو گھورتا چلا گیا تھا ایمل کے وُہ

الفاظ یاد آئے تھے جو وُہ اکثر کئی کئی گھنٹے اُسکے پاس

بیٹھی بولتی جا تی تھی وُہ کئی نہ کئی سمجھتی تھی کبیر

دورانی سو رہا ہے لیکن وُہ جانتی ہی نہیں تھی جہاں

ایمل خان وہاں کبیر دورانی اپنے پورے ہوش کہاں

گنوا سکتا تھا " اٹھ جائیں کبیر ورنہ آپ جانتے ہیں نہ

میں کتنی ظالم خودغرض اپنی کرنے والی عورت ہوں

اگر میں روٹھ گئی نہ پھر جو آپ سے روز بیٹھ کر اپنے

عشق کا اظہار کرتی ہُوں نہ پھر روزنفرت کا بھی زور و

شور سے اظہار کرونگی پھر اپنی کتاب کا اختتام اگلے

سیزن میں اس طرح لکھے گا ، میں بیچارہ عاشق

اورمجنوں جو اپنی بیوی کو عشقِ کروانے کے ساتھ

نفرت کروانے پر بھی مجبور کر گیا تھا کِیُونکہ میں لمبی

تان کر گہری نیند سو گیا تھا """" کبیر دورانی زیر لب

ہنسا تھا وہ نہیں جانتا تھا اُسکی ایمل کی اتنی پیاری

سائڈ بھی تھی جب جب وہ ایسی باتیں کرتی تھی

اُسکی حس سنتی تھی اور وُہ اندر ہی اندر اپنی محبوبہ کے

کتنی بار صدقے اُتار دیا کرتا تھا ۔ ۔وُہ خود کو آئینے میں

دیکھتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر گیا تھا ۔ خود کو اپنا

آپ کمزور لگا تھا لیکن آج بھی ویسا ہی لمبا چوڑا پر

کشش مرد تھا اِتنا خیال رکھا میرا ایمل تم نے میری

شخصیت کو بھی ماند نہیں پڑنے دیا آج بھی کبیر

دورانی کو ویسا ہی رکھا ہے تم نے آرہا ہوں تمھارے اور

بچوں کے پاس کبھی دور نہ جانے کے لیے،،،وُہ اوپر

بڑھ گیا تھا

پانچ دن گزر چکے تھے جانِ کبیر ویلا پھر اپنی رنگنیان

آن بان اور روشنیاں لیے خانسپور کے بلند و بالا پہاڑ

کے درمیان کھڑا تھا پورا ویلا ابراہیم کے گارڈز کے

کنٹرول میں تھا -- باہر پولیس کی گاڑیاں بھی کھڑی

تھیں پورا دورانی خاندان ویلا پہنچ چکا تھاکبیر کو اس دن

کے بعد ڈاکٹرز نے پراپر آرام کرنے کو بولا تھا ایمل

اور کبیر کی اُس دن کے بعد سے زیادہ گہری باتیں نہیں ہوئی تھیں ۔ایمل خود دور دور رہ رہی تھی ویسے وُہ پُورا کبیر کا خیال رکھ رہی تھی اُسکا کھانا پینا کپڑے چینج کروانا سب کچھ لیکن اُس دن کے بعد سے وہ اپنے کبیر سے نظریں نہیں ملا سکی تھی ۔ اور یہ چیز کبیر نوٹ کر چُکا تھا لیکن آج بھی اُس نے ایمل کو کسی چیز کو لے کر فورس نہیں کیا تھا ۔۔ وُہ ابھی بھی خاموش ہوا اُسے دھیان سے ابسرو کر رہا تھا ڈاکٹر نے بول دیا تھا کبیر اب بلکل ٹھیک تھا بس خوراک

اور اپنوں کے ساتھ کی ضرورتِ تھی --- صبح کے نو
کا وقت تھا پُورا ویلا شور و گل سے چہک رہا تھا ہال
میں سب بڑے موجود تھے ناشتہ ہو چکا تھا چائے اور
کافی چل رہی تھی ویلا کا کچن آشنا سمبھال چکی تھی
بچوں کی آوازیں گونج رہی تھیں بٹر نے تُو اودھم ڈال
رکھا تھا وُہ چھوٹا سا ڈھول لیے پھر رہا تھا اور خوشی سے
کچھ دیر بعد ناچنا شروع ہو جاتا تھا اور عابیر کے پیچھے
پیچھے تو لٹو ہوا پھر رہا تھا وہ بٹر جو عہد کر چکا تھا وہ
کبھی خاندان کی لڑکی کو پسند نہیں کرے گا آج وہ

ہی عابیر کے پیچھے ٹلی اور سستا عاشق بنا پھر رہا تھا
اور پوری فیملی اُسکی پسندیدگی جان چکی تھی پر عابیر
ذرا بھی نظر کرم کرنے کو تیار نہیں تھی ۔ زر خان
اور ڈورا بھی کل پاکستان پہنچ رہے تھے وہیں داہر
خان بھی کل صبح سفید حویلی پہنچنے والا تھا سب کے
فون آچکے تھے پورے خاندان میں خوشی کا سماں تھا
تبانہ بیگم کی تو بار بار آنکھیں بھیگی جا رہی تھیں اللہ
نے اِتنا بڑا کن فیکون کا نظارہ دکھا دیا تھا کبیر کومے
سے باہر آگیا تھا وُہ کتنی ہی منتیں چڑھا چکی تھیں۔۔

دادا دادی جان رخسانہ بیگم دائود دورانی سب خوش

تھے صغیر دورانی تو زندگی میں پہلی بار اپنے بیٹے کبیر

کو گلے لگا کر رو پڑے تھے کبیر اپنے کمرے میں تھا

وُہ نیچے نہیں گیا تھا ایمل اٹھنے ہی نہیں دے رہی

تھی ابھی بھی وُہ الماری میں سے اُسکے کپڑے نکال

رہی تھی اور کبیر دورانی بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا

کر بیٹھا ہوا تھا وُہ وائٹ ٹی شرٹ اور ٹروزار میں ملبوس

تھا ان پانچ دنوں میں ایمل نے خود اپنے ہاتھ سے

بنائے ہوئے دیسی گھی کے پراٹھے کھلائے تھے اور

کبیر کی صحت پہلے جیسی ہوتی جا رہی تھی ۔ سفید
رنگ کنجی آنکھیں لائٹ گولڈن براؤن بال اور گھنی
براؤن بیئرڈ میں وہ بیٹھا پُورا کا پورا ماڈل لگ رہا تھا
خاندان کے مردوں کا سارا حسن کبیر دورانی پر ختم
ہوتا تھا وُہ مرادنہ وجاہت کا واقعی الگ شاہکار تھا
۔چھوٹی سی عابیر اپنے بابا کی گود میں چڑھی بیٹھی
تھی اور وقفے وقفے سے کمرے میں بٹر اور عمل ابرا
ش کی آمد و رفت لگی ہوئی تھی ۔ کبیر دورانی بظاھر عا
بیر کو لیے ہوئے بیٹھا تھا لیکن اُسکی گہری نظریں

ایمل پر لگی ہوئی تھیں جو نارمل سیمپل سی پر پل

رنگ کی فروک پہنے کھڑی کبیر کے کپڑے اور چیزیں

نکالنے میں مصروف تھی ڈارک گولڈن براؤن بال پونی

ٹیل میں تھے وُہ بال جنہیں وہ کبھی باندھتی نہیں

تھی ایمل کو خود پر کھلے بال پسند تھے کبیر کی نگاہیں

بالوں سے اُسکے بدن پر رقص کر رہی تھیں بے شک

وہ پہلے سے بلکل سادہ ہو چکی تھی لیکن بڑھتی جوانی

کے ساتھ اُسکا بدن اور زیادہ بل کھاتا پرفیکٹ کروز

میں ڈھل چکا تھا۔اُسکی بلی آنکھیں نیچے سے اوپر سفر

کرتی اُسکے لبوں پر جا جمی تھیں وُہ ہونٹ جو پہلے ہر
وقت لال محرون لپسٹک سے سجے رہتے تھے لیکن وُہ
اب ہر لپسٹک سے پاک تھے --- یقدم عا بیر اپنے
بابا کا سینہ تھپتھپا گئی تھی ۔بابا یہ دیکھیں میری گڑیا
بلکل میری جیسی ہے نہ میں اور میری گڑیا آپکو بہت
یاد کرتے تھے بابا آپ اتنی دیر کیوں سو گئے تھے پتہ
ہے عا بیر بھائی اور ماما آپکو ہر پل دیکھتے رہتے تھے اور
ماما تو راتوں کو بہت روتی تھیں کتنی دیر اللہ پاک
سے باتیں کرتی تھیں! وُہ معصومیت میں اپنے بابا کو

سب بول گئی تھی یہ سنتے کبیر اُسکا ماتھا چومتا ایمل کو دیکھنے لگا تھا جسکی بھیگی آنکھیں کبیر دورانی کی آنکھوں سے جا ملی تھیں بابا ماما آپکو اور عمل کو کبھی چھوڑ کر گہری نیند نہیں سوئیں گے بس بابا تب تھک گئے تھے اگر سوتے نہیں تُو آپ سب کے پاس واپس نہیں لوٹتے ، وُہ جیسے دل میں دبی بات کر گیا تھا ۔ ایمل کے گال بھیگنے لگے تھے وُہ جانتی تھی اُسکا کبیر کیوں تھک گیا تھا احساس ندامت اور بڑھی تھی ۔ وہ آنسو پیتی رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی

گال تپش سے اور زیادہ لال ہوئے تھے عابیر کیا آپ

بابا ماما کو تھورا وقت دے سکتی ہیں جانتی ہیں نہ

آپکے بابا ماما کو کِتنا پیار کرتے ہیں ، وُہ پیار سے اپنی

بیٹی سے اجازت مانگ گیا تھا ۔ جی بابا آپ ماما سے

پیار کرتے ہیں تب ہی میں اور بھائی آپ دونوں کے

پاس آئے، وہ کیوٹ سا جواب دے گئی تھی آپکو یہ

سب باتیں کس نے سیکھا ئی عابیر ؟؟؟ وہ حیرانگی

سے ایک نظر ایمل کی پُشت پر ڈالتا پوچھ گیا تھا بٹر

نے وُہ کہتا ہے میں اپنے ماما بابا کے پیار سے آیا ہوں

تب ہی میں نمبر و ن ٹھرکی مرد ہوں بابا بٹر بہت گندا
بچہ ہے وُہ ایسی باتیں کرتا ہے ، عا بیر سارا الزام بٹر
پر لگا گئی تھی بٹر جو ڈھول لیے اندر ہی آرہا تھا وہ
سنتا سختے میں گیا تھا اُسکی ہیروئن تو بہت چالاک
تھی ۔ جھوٹ پاپا عا بیر جھوٹ بولی ، بٹر آگے بڑھتا اپنی
بات رکھ گیا تھا وُہ تو سچا عاشق بن بیٹھا تھا پاپا کی بیٹی
کا اور وُہ ہی اُسکے کردار کی دھجیاں اوڑھا تی اُسے
ٹھرکی ثابت کرنے میں لگی ہوئی تھی عا بیر ایسے
نہیں بولتے لڑائی بند کرو میرے بیٹے بٹر سے، آپ اگر

میری شہزادی ہو تُو بٹر میرا شہزادہ بیٹا ہے آئی سمجھ

اتنے میں عمل نے بھی انٹری ماری تھی ۔ جی بابا بٹر

تو میری جان ہے عمل بٹر کو ساٸڈ ہگ کر گیا تھا اور

عابیر وہیں منہ بنا گئی تھی اُسے بٹر ایک آنکھ نہیں

اچھا لگتا تھا اور وہ اتنا ہی اُسے آجکل چپکتا پھرتا

تھا۔کچھ دیر تینوں کبیر سے باتیں کرتے کمرے سے

نِکل گئے تھے ۔۔۔ کبیر اُٹھتا ایمل کی طرف بڑھا تھا

جو کسی غیر مرئی نقطہ کو گھورتی جا رہی تھی اُسکی

پُشت کبیر کی طرف تھی وُہ آہستگی سے اپنے دونوں

ہاتھ اُسکے پیٹ پر باندھتا اپنی طرف کھینچتا اپنے چوڑے

سینے سے لگا گیا تھا کبیر کا ہاتھ ہلکا ہلکا پیٹ پر سر

سہلانے لگا تھا ایمل سکون کی سانس بھرتی اور زیادہ

اپنا سر اُسکے سینے پر رکھتی آنکھیں بند کر گئی تھی

کبیر کے لبوں نے مسکان کو چھوا تھا وُہ اُسکے بالوں

کو اپنے خدرے لبوں سے مہکانے لگا تھا۔ کیوں

باندھ لیے انہیں جان کبیر یہ بال کھلے ہی اچھے لگتے

ہیں ! وُہ بال کھولتا چلا گیا تھا ایمل تھوڑا آگے ہوتی

کھڑی ہوئی تھی آنسو گرتے اُسکی گردن کو بھگونے

لگے تھے ۔آپ نہیں تھے کبیر تو کس کے لیے

کھولتی انجان تُو نہیں رہے آپ میرے دل سے !! وُہ

مختصر سی بات کرتی خاموش ہوئی تھی۔ وُہ پھر سے

اُسے کھینچتا اُسکا رخ اپنی طرف کر گیا تھا آوارہ لٹیں

بکھری ہوئی تھیں وُہ پہلے والی ایمل لگی تھی چاہے وہ

روز اُس سے خفا ناراض رہتی تھی لیکن اُسکے لیے سجتی

ضرور تھی ۔۔ اب لگی ہو نہ ایمل خان وہی مغرور

شہزادی جس تک کبیر دورانی کی رسائی نا ممکن تھی

۔۔ وُہ آج بھی اُسکا غلام ہی تھا اور ہمیشہ رہنے والا

تھا آپکی رسائی کبھی مجھ تک نا ممکن نہیں تھی اگر نا

ممکن ہوتی تو عمل عابیر اِس دنیا میں نہیں آتے میرا

سب کچھ آپکا رہا ہے کبیر اور یہ دل بھی آپکا ہو چکا

ہے اب تو کسی شراکت کی کوئی گنجایش نہیں

بہت آزمائش ہمارا یہ ان کہا رشتہِ اُٹھا چکا ہے، وُہ

اُسکے سینے پر لب رکھتی چپھی تھی کبیر مسکرا گیا تھا

اُسکی ایمل ایسے ہی اظہار کر سکتی تھی دونوں ہی ایک

جیسے تھے ایک مغرور تھی تو دوسرا انتہا کا سنجیدہ مزاج

تھا دور کیوں ہو مجھ سے پاس کیوں نہیں آرہی ؟؟؟

وُہ پھر سے ایک اور سوال کر گیا تھا وجہ جانتا تھا

لیکن اپنی ایمل سے پوچھنا چاہتا تھا ۔ جانتے تُو ہیں

آپکی ایمل اپنا غرور طنطنہ چھوڑ چکی ہے جو آپکے ساتھ

کر چکی ہو ں دو سال پہلے، وُہ آج بھی مجھے آپ سے

نظریں ملانے نہیں دے رہا ہے ، وُہ جواب رکھتی رخ

پلٹنے لگی تھی خبردار جو تم پلٹی مُجھ سے برا کوئی نہیں

ہو گا ! وُہ اپنے انداز میں پیار سے دھمکی لگا گیا تھا

ایمل کی آنکھیں اور زیادہ بھیگی تھیں وُہ روٹھ گئی تھی

سارے نکھر ے اسی مرد پر آکر ہی رکتے تھے ۔ جانتا

ہوں ناراض ہو گئی ہو اور یہ بھی جانتا ہوں اب

تمھاری ناراضگی اس گڑیا کی طرح ہے جو جلدی مان

جانتی ہے ، وُہ سن رہی تھی اور وہ سنا رہا تھا واللہ اتنے

سالوں میں آج یہ حسین کپل ایک دوسرے کی سن

بھی رہا تھا اور سمجھ بھی رہا تھا کہانی ان سنی نہیں

رہنے والی تھی کہانی کو اُسکا مقام مل چُکا تھا ۔ کبیر

!! شش مت بولو جان چکا ہوں میری ایمل تو کب

سے میری محبت میں گرفتار ہو چکی تھی بس مجھے کہنا

نہیں آتا تھا اور تمہیں خود کو سمجھنا نہیں آتا تھا لیکن

آج تم مجھے اور میرے ان کہے الفاظوں کو سمجھنے لگی ہو اور میں تمہاری اِس انا کے پیچھے چھپی اُس عورت کو سمجھنے لگا ہوں جو واقعی اپنے شوہر کے لفظوں کی محتاج ہوتی ہے آج سے تمھارا کبیر تم سے وعدہ کرتا ہے میں اپنے ہر جذبات کو لفظوں میں پیروتا زبان پر لا کر رکھ دونگا ، وُہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بول گیا تھا اور اُسے قریب کرتا دوپٹہ الگ کرتا گردن پر لب جما گیا تھا گردن داغ دار ہوئی تھی ۔ایسے اچھی لگتی ہو میری قربت میں مہکتی میری خوشبو میں

اُلجھی ہوئی عورت !!!! کبیر !!! وُہ اوپر ہوتی اُسکی

بیئر ڈ پر لب رکھ گئی تھی وہ سکون لے گیا تھا یہی تو

چاہیے تھا اپنی محبوبہ سے جو ملا بھی کافی جدو جہد کے

بعد میں بھی آج سے آپکے ہر ان کہے لفظوں کو خود

میں سمانے کی بھرپور کوشش کرونگی کبیر آپکی ایمل

پہلے والی ایمل نہیں رہی میں بس ایمل کبیر دورانی

بن کر رہ گئی ہوں اور میں فخر کرتی ہوں آپ میرے

شوہر ہیں !! وُہ آج اپنے کبیر کو سر خرو کر دینا

چاہتی تھی جانتا ہوں ، وُہ اپنے ہاتھوں کو سر--- کا

تا اوپر لے آیا تھا اور قمیص نیچ --- کرتا بلیک سٹر

-- میں اُنگلی اُلجھا گیا تھا کیا چاہتے ہیں ، وُہ جانتی

تھی وہ کیا چاہتا تھا وُہ بھی تو یہی چاہتی تھی۔ جانتی تُو

ہو پھر پوچھنا کیسا ، وُہ بولتا جھکتا جام۔نی نشانات دیتا

داغ دار کرنے لگا تھا -- آپ بھی جانتے ہیں آپکی

ایمل فقط اس معاملے میں بہت بیشرم ہے مجھ سے

زیادہ آپکی قربت کا دیوانہ کوئی نہیں ہو گا تو میرے

پاس بھی فقط تم ہی ہو اور اپنی شدتیں تمھارے اندر

انڈیلنا مجھے اچّھا لگتا آیا ہے جانِ کبیر ! وُہ بھی معنی

خیز بات کر گیا تھا۔ کب سجو گی پھر سے میرے

لیے اس دفعہ جو تم سے رشتۂ استوار کرنا چاہتا ہوں

وُہ الگ ہی ہو گا کیونکہ اس میں تم میرے ساتھ

پورے دل سے شامل ہو گی , ایمل کی پلکیں جھکی

تھیں ۔ پتہ ہے کبیر لوگ کہتے ہیں عورت کی ہر چیز

تب سنورنے لگتی ہے جب انہیں سر ہانے والا

آجاتا ہے میں تو سنوری ہوئی ہی تھی لیکن آپکے دیے

ہوئے اس دو سال کے ہجر نے آپکی ایمل کو ایمل

نہیں رہنے دیا ، وُہ کہتی ایسے لگی تھی کبیر کو اپنے

جذبات کی آگ سے روشناس کروا گئی تھی دونوں

جانب آگ برابر کی لگی ہوئی تھی دونوں ایک دوسرے

کو پورا کرنا چاہتے تھے جیتنے سالوں کی دوریاں تھیں وہ

کم کرنا چاہتے تھے۔ اپنی فیملی کیساتھ ہنسی خوشی جینا

چاہتے تھے ۔ پھر کیا ارداہ ہے تمھارا جانِ کبیر ؟؟

فیصلے تُو اسی عورت کے تھے وُہ توتا حیات اسی

عورت کا اسیر رہنے والا تھا ۔ وُہ اُسکی شرٹ مٹھیوں

میں جکڑتی خود پر جھکا گئی تھی مُجھ سے شکوہ کریں

ناراض ہوں میں یہ سب ڈیسرو کرتی ہوں کبیر جیتنا

میں نے آپکو تڑپایا ہے آپکو بھی مجھے تڑپانا چاہیے --

پھر سے آنسو جھلمل ہوتے آنکھ کو دھندلا کر گئے تھے

وُہ اُسکا چہرہ پکڑتا اُسکی آنکھیں چومنے لگا تھا اور آنسو پیتا

چلا گیا تھا کوئی شکوہ نہیں تم سے مسز کبیر تم مجھے

کھائی میں بھی کودنے کا بول دیتی تُو ہنسی خوشی کود

جاتا بس دل تب تب ٹوٹا جب جب تم نے خود کو

مجھ سے دور کرنے کا فیصلہ کیا !! ایمل سیسکی بھر

کر رہ گئی تھی -- وُہ سمجھ چکی تھی وہ اپنے کبیر کو

ہر پیار ہر سکون دے دینا چاہتی تھی --بتاؤ خود سے

دُور کرو گی !!! کبھی بھی نہیں وُہ سر نفی میں ہلا تی
تھوڑا پیچھے ہوتی کبیر کا چہرہ خود کی نازکی پر رکھ گئی تھی
--وہ وہاں ناک رگڑتا چومنے لگا تھا -- کبھی آپکو خود
سے دُور نہیں کرونگی آنے والے سالوں میں آپکی
ایمل آپکو اتنا پیار دے گی کبیر پچھلا ہر وقت آپکے
دماغ کے پردوں سے اوجھل ہوتا جائے گا ---وُہ
کبیر کے بالوں پر لب رکھتی چلی گئی تھی لیکن کچھ
وقت میں کبھی اپنے دماغ سے نکالنا نہیں چاہوں گا
جب تم میرے نکاح میں آئی جب میں نے تمہیں

پہلی بار دیکھا جب میرے نام کے ساتھ مام نے تمہارا
نام جوڑ دیا تھا جب مجھے احساس ہوا تھا تم بس کبیر
کی ہو جب میں پہلی دفعہ تمھارے قریب آیا تھا جب
تم نے مجھے اولاد کی خوشی دی تھی --- یہ بولتے
بولتے رکا تھا آنسو نکلتے زمین کا حصہ بنے تھے ایمل
پل میں سمجھ گئی تھی وُہ کیوں غمگین ہوا تھا ---
کبیر آپ وُہ مرد ہیں جس نے اپنے خون کو بھی اپنے
عشق سے نیچے رکھا اگر آپکی جگہ کوئی اور مرد ہوتا نہ اور
فیصلہ بیوی اور بچے میں سے کسی ایک کو بچانے کا

ہوتا تو وہ اپنے بچے اپنی نسل کو بچاتا اور بولتا بیویاں

بہت لیکن آپ وُہ ہیں جس نے مجھے یہاں پہنچا دیا ،

وُہ ہاتھ بہت اوپر کرتی اِس مرد کی نگاہوں میں موجود

اپنا مقام بتا گئی تھی ۔ وُہ اُسے پکڑتا اپنے سینے سے

لگا گیا تھا ۔۔ بہت محبت کرتا ہوں تم سے ایمل

بہت محبت میری محبت کا کوئی اختتام نہیں ہے ،

وُہ جیسے خود کے دل کو نکال کر رکھ رہا تھا آپکی ایمل

بھی تو کب کی اِس محبت کے رنگ میں رنگی جا چکی

ہے بس آگے تو آپ کا ساتھ اور سفر ہے !! وُہ

خوبصورتی سے بولتی اُسکے لفظوں پر مہر سی لگا گئی تھی

پھر کیا چاہتی ہو کب چاہتی ہو وہ بے قرار ہوا تھا ،

جب آپ اور میں ہوں بس !! وُہ شرما گئی تھی۔۔

ایمل!! ہمم بولیں کبیر ۔۔ وُہ فٹ سے بولی تھی ۔

میں ایک اور بچہ تمھارے ساتھ چاہتا ہوں میں اُن

لمھوں کو جینا چاہتا ہوں جو میں عمل اور عا بیر کی

دفعہ نہیں جی سکا۔ وُہ بے قرار ہوتا اُسکے چہرے کو

اپنے لبوں سے سلگا گیا تھا میں بھی یہی چاہتی ہوں

کبیر لیکن اپنی ایمل کا وُہ احتساب معاف کر دے گا

جو میں کر چکی ہوں !! وُہ معافی چاہتی تھی معافی

ہمارے رشتے میں ہے ہی نہیں ہمارے رشتے میں

بس پیار اور ان کہی باتیں تھیں جنکو آج معنے مل گیا

ہے !! وہ اُسکا گال لال کرتا چلا گیا تھا ایمل کچھ

نہیں بولی تھی وُہ تو اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی

جس نے اُسکی جھولی میں اتنا پیارا مرد ڈال دیا تھا جو

پاگل تھا اُسکے پیچھے اُسکی کوئی غلطی نہیں مانتا تھا بلکہ

پیار دیتا چلا جاتا تھا -- پھر کب کریں کیونکہ اُس

سب کے لیے میری بیوی کا پہلی طرح کا لگنا بہت

ضروری ہے !! وُہ اپنی ایمل کو پہلے جیسا کرنا چاہتا تھا

جیسے وُہ خود پر دھیان دیا کرتی تھی آپ جب چاہیں ،

ویسے بھی آپکی ایمل بدل چُکی ہے اُسکا سارا دھیان خود

سے ہٹ کر آپ پر جا چکا ہے لیکن آپکے لیے میں

پہلی والی بھی بن جاؤنگی ، ایمل کے گال ٹماٹر بنتے جا

رہے تھے کبیر کے ہاتھوں کی بے باکی اُسے شرم

خفت میں ڈال رہی تھی ٹھیک ہے پھر میں بھی

اپنی بیوی کے جلوے صحیح طرح دیکھنے کو تیار ہوں وہ

قریب ہوتا بے باک گہری شرارت کرتا ہی اُنکے

کمرے کا دروازہ بجا تھا -- وُہ جھٹ سے کبیر سے دور

ہوئی تھی کبیر بالوں میں ہاتھ پھیرتا رہ گیا تھا کبیر

ابھی نہیں جب کریں گے، جب آپ اور میں ہونگے

ابھی آپکا اپنی فیملی کو وقت دینا زیادہ اہم ہے ہمم!!

وہ رضامندی دے گیا تھا جو اُسکی جاناں نے بول دیا

وہ لکیر بن جاتا تھا کپڑے دو مجھے اور تم بھی ریڈی ہو

ہم آج ہی سب کے ساتھ واپس سفید حویلی جا رہے

ہیں میری مام مزید مجھ سے دور نہیں رہ سکتی ہیں

ایمل!! وُہ اُسے بتا گیا تھا وُہ اب اپنی فیملی سے ذرا

بھی دور نہیں رہ سکتا تھا سوری کبیر میں بس آپکے
ساتھ رہنا چاہتی تھی ، وُہ اور بولتی کبیر اُنگلی اُسکے
ہونٹوں پر رکھ گیا تھا جانتا ہوں بس ایمل میرے سے
جڑا ہر رشتہِ تمھارا ہے ، اور میں آپکے ہر رشتہِ کو نبھا
نے کی پوری کوشش کرونگی وہ خود ہی کبیر کی بات
کو مکمل کر گئی تھی وُہ اُسے خود سے لگا گیا تھا چلیں
اپنا نیا آشیانہ بنا نے ، جی میں تیار ہوں آپکے رنگ
میں رنگنے کے لیے کبیر دورانی !! وُہ نگاہیں اُسکی

آنکھوں میں ڈالتی جھکا گئی تھی کبیر کی مسکراہٹ

لبوں پر بکھری تھی ۔

آج سفید حویلی میں کبیر کے ٹھیک ہونے پر بہت بڑا

فنکشن رکھا گیا تھا جس میں پُورا خاندان دوست احباب

بلائے گئے تھے پوری سفید حویلی کو لائیٹس اور

پھولوں سے مزین کیا گیا تھا ۔۔۔ فنکشن ختم ہو چکا

تھا سب مرد مردان میں بیٹھے تھے داہر خان نے

لاکھوں روپے کا صد قّہ اپنے جگری یار پر سے وار دیا

تھا زر خان بھی دو سال بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے
پاکستان آچکا تھا جب وہ آیا تھا تو کتنی دیر کبیر سے
لپٹا رہا تھا اور ابراہیم تو اپنے بھائیوں کو خوش دیکھتا
بہت خوش تھا دیکھ ابراہیم میر ا دوست اور د شمن اٹھ
چکا ہے تو پلین بنا کسی اچھے سے فیملی ٹرپ کا !
داہر خان اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتا بولا تھا کبیر بیٹھا
سب کی باتیں سُنتا زیر لب مسکرا رہا تھا ۔ ویسے اچھا
آئیڈیا دیا ہے تم نے داہر خان ، ابراہیم بھی ایسا ہی
کچھ سوچ رہا تھا۔۔ ویسے داہر لالہ آپ تو ڈائریکٹ تین

تین بیٹوں کے باپ بنے ہیں کیا ہیٹرک ماری

ہے آپ نے جب بھی داہر خان سے زر خان کی

ملاقات ہوتی تھی وہ یہ سوال ضرور پوچھتا تھا ۔ چھوٹے

دورانی باز آجاؤ بہت پیارے لگتے ہیں نہ میرے بیٹے

تم رکھ لو اِس طرح میری بیچاری بیوی کی تُو جان بچے

گی !! وہ سلگ رہا تھا کیونکہ اُسکے بیٹے اُسکی خانی کی

آجکل جان نہیں چھوڑتے تھے جس سے وُہ طوفان توڑ

رومانس نہیں کر پا رہا تھا اور ڈر بھی تھا داہر خان کو

کئی اگلي دفعہ کسی غلطی کی وجہ سے چار چار ہی نہ

آجائیں داہر خان کی حالت سمجھتے سب کا ایک ساتھ

قہقہ گونجا تھا جس پر داہر خان بڑا بوڑھا بنتا سب کو

ڈانٹ لگا گیا تھا لیکن اگلے ہی سیکنڈ ہینڈسم خان بنا

تھا کبیر ایکسکیو ز کرتا وہاں سے نِکل آیا تھا ایمل اُسکے

دماغ دل ہر جگہ سوار تھی وُہ فون اُٹھاتا کال ملا گیا

تھا --- سب تیاری ہو گئی ہے ٹھیک ہے !!!! وُہ

رکھتا اپنی جانا ں کی طرف بڑھ رہا تھا کبیر آف وائٹ

بوسکی سوٹ پر بلیک شال ڈالے بلا کا ہینڈسم لگ رہا

تھا

ایمل کبیر رومانٹک اسپیشل قسط

کبیر کی بلیک فورچیونر گاڑی فارم ہاؤس پر رکی تھی وُہ اپنی بلیک شال جھٹکتا بلی آنکھیں پہلو میں بیٹھی ایمل پر گاڑھ گیا تھا وُہ ریڈ لائٹ کامدار میکسی میں ملبوسِ تھی جسکے دامن اور سلیوز پر کام ہوا تھا ڈارک گولڈن براؤن شائنی بال کھلے پُشت پر پڑے تھے ایمل کے بال کمر سے بھی نیچے آنے لگے تھے ہاتھوں اور

گلے میں لائٹ جیو لر ی پہن رکھی تھی لائٹ میک
اپ تھا لیکن کبیر کی پسند کی ریڈ لپسٹک لگا رکھی تھی
ایمل خان کی آج ساری تیاریاں بس کبیر دورانی کے
لیے تھی دونوں بچوں کو تبا نہ بیگم کے پاس چھوڑ کر
یہاں نِکل آئے تھے ۔ کبیر یہاں فارم ہاؤس پر !!
وُہ فارم ہاؤس دیکھتی کبیر کی طرف دیکھنے لگی تھی سبز
آنکھوں کا کنجی سے ملاپ ہوا تھا اور وُہ پل میں نظریں
چر ا گئی تھی کیونکہ کبیر دورانی کی شخصیت آج
اُسکی سانسیں ضبط کر رہی تھیں۔۔ اُسے کبیر بہت

ہی خوبرو ہینڈسم لگ رہا تھا ایمل ہی جانتی تھی اُسکے

گرم جذبات عروج پر تھے ویسے بھی وُہ ان لمحات میں

کبیر سے زیادہ بیشرم رہتی تھی وُہ خود اُسکے ہاتھ اپنے

بدن پر جگہ جگہ رکھتی اُسے بتاتی رہتی تھی وُہ کس

کس حصے پر اُسکے توجہ دے اور کبیر دورانی کرتا چلا

جاتا تھا لیکن آج وہ چاہتی تھی جو کرے وُہ کبیر

کرے تھوڑی بیشرمیاں وُہ بھی دکھانا چاہتی تھی لیکن

شروعات کبیر دورانی کی جانب سے چاھتی تھی ایمل

پھر تیار ہو میرے ساتھ اُن پلوں کو جینے کے لیے

جنکا خواب میں نے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے تمھارے

لیے اور تمھارے ساتھ دیکھے تھے ! وُہ اظہار کر رہا تھا

وُہ کم گو مرد اپنی ایمل کے لیے بولنے لگا تھا وہ اس

عورت کو آج رات بتا دینا چاھتا تھا وُہ کتنا اُسکا عاشق

تھا اور اُسکے وُجود کا پیاسا تھا ۔ جی کبیر ، وُہ جُھکتی

اُسکے مردانہ دودھیا ہاتھ پر لب رکھ گئی تھی اور نشیلی

بہکی آنکھوں سے کبیر کو دیکھنے لگی تھی وُہ جان چکا

تھا اُسکی بیوی گرمی کی انتہا پر تھی اور یہ بھی جانتا تھا

ان لمحات میں ایمل پوری سیڈکٹر عورت کی طرح بن

جاتی تھی جس طرح وُہ پاگل جنونی ہوتی تھی کبیر کے

مزید اُسکے اندر نچلے حصے میں گھلنے کے لئے۔۔۔

آپ جانتے تو ہیں مجھے آپکے لب آپکی بائٹس آپکا لمس

کہاں کہاں پسند ہے میں آنے والی ہر رات آپکی

باہوں میں ایسے گذارنا چاہتی ہوں جنکی فنٹا سی ہر

وقت میرے ذہن میں سوار رہتی تھیں آپ جانتے

ہیں نہ کبیر ناول پڑھنے والی لڑکیاں ناول لکھنے والوں

سے زیادہ رومانٹک ہوتی ہیں ہم تو وہ لڑکیاں ہوتی ہیں

جو ان فنٹا سی کو لمحہ بالمحہ اپنی سوچوں میں جیتی

اُنہیں امیجن کرتی ہیں ویسی ہی ہوں میں کبیر ' وُہ
ایسے پاس ہوئی تھی دونوں کے ہونٹ ٹکرا رہے تھے
کبیر کے لبوں پر مسکان بکھری ہوئی تھی بے با کی
میں وہ کبھی ایمل خان کو مات نہیں دے سکتا تھا
اُسکے نصیب میں ایسی عورت آئی تھی جو ان لمحات
کی دیوانی تھی سخت ناراضگی غصے ہجر میں بھی اُسے
یہی سب چاہیئے ہوتا تھا لیکن آج تو آگ ہی الگ لگی
ہوئی تھی ۔ لگتا ہے تم مجھ سے آج ساری حدیں پار
کروانے والی ہو ایمل خان ، وُہ کہتا اُسکے چہرے پر

جھولتی لٹوں کو باری باری کانوں کے پیچھے ارس گیا

تھا ۔ جانتے تُو ہیں اپنی بیوی ایمل کبیر دورانی کو ، وُہ

اپنا ہونٹ اُسکے ہونٹ پر رگڑتی ہوئی اُسکا ہاتھ پکڑتی

اپنے سینے پر رکھتی ایک کر کے ایک دودھیا ابھار کو

کبیر کو محسوس کروا تی ہلکا سا پیچھے ہوتی اُسکا ہاتھ اپنی

میکسی ہلکی سی اُٹھا تی نیچے لے گئی تھی کبیر کی

کنجی آنکھیں لال ہوتی خمار آلود ہونے لگی تھیں ایمل

کو اُسے ٹرن آن کرنا آتا تھا اور وہ ہو چکا تھا، وُہ جیسے

اُسکا ہاتھ اُس گہرائی پر لگا رہی تھی جہاں دو بدن ملتے

ایک نئی جان بنا تے تھے کبیر پاس ہوتا بے حد پاس

ہوتا اپنی ناک بے دردِ ی سے اُسکے گال پر رگڑتا اپنی

گھنی ہیئر ڈ بھی رگڑ گیا تھا -- بہت بیشرم ہو تم ایمل

کبیر اِتنی نم گھلی دہکتی ہوئی ہو لگتا ہے آج مجھے جنونی

کر کے ہی دم لو گی --- ہاں لونگی یہ سب نمی گرمی

آپکے لیے ہی ہے کبیر سمیٹ لیں کبیر مجھے اور

ایک ننھا تحفہ میری کوکھ میں ڈال دیں میں آپکو اِس

بار ہر وُہ حق دینا چاھتی ہوں جن سے آپ محروم رہے

ہیں وہ اُسکا ہاتھ اور زیادہ اندر کر گئی تھی کبیر اور

زیادہ اُسکے گالوں کو چومتا اپنی اُنگلیاں اندر کر گیا تھا ۔

اہ کبیر اہ !! ایمل کی سسکیاں نکلنے لگی تھیں وُہ

بہک رہا تھا وُہ بہکا رہی تھی وُہ ایک ہاتھ اُسکی کمر پر

لے جاتا بالوں کے نیچے کرتا زپ کھول چکا تھا ایمل

جو مدہوش ہوتی اُسکی اُنگلیاں اپنی گرمی میں محسوس

کرتی اہوں سسکیاں بھر رہی تھی ۔۔ کبیر اف کبیر

!! وُہ اور زیادہ ایسے پاس ہوا تھا ایمل کی بھاری

دودھیا ابھار کو اپنے چوڑے سینے سے مس کر گیا تھا

ایمل نے اُسکی بلیک شال مٹھیوں میں بھری ہوئی

تھی -- وُہ اپنا سر ہلکا سا گرا کر اور زیادہ اپنی بھاری پرفیکٹ ابھاروں کو کبیر سے لگانے لگی تھی جو بلی انکھوں سے اُسکے تھرکتے بھڑکتے جوبن کو دیکھتا میکسی کندھوں سے نیچے کرتا اُسکی بیوٹی بون پر جھک گیا تھا وہاں کبھی دانت گاڑھ دیتا تُو کبھی زبان لگا کر اُسکی گردن کو پینے لگتا تُو کبھی ہونٹوں سے ہی ایسے چوسنے لگتا جیسے ایمل خان کی گردن کوئی میٹھا جام ہو ، وُہ آنکھیں بند کیے محسوس کر رہی تھی کبیر کا ایک ہاتھ نیچے والی گہرائی کو اچھی طرح ٹٹولتا اوپر آیا تھا اور ایک

دودھیا حصے کو ہاتھ میں پکڑتا میکسی کے اوپر سے ہی
چھوٹے سے ایریکٹ ہوتے بٹن کو منہ میں بھرتا
چوسنے لگا تھا وہ کرتا جا رہا تھا ایمل جنونی ہوتی اور زیادہ
اپنی اُنگلیاں کبیر دورانی کے بالوں میں دیتی اُسکے
بالوں کو سڈکٹر بنتی کھینچنے لگی تھی ۔ وُہ ہوش کھو
تی ہی اُس سے پہلے اٹکتی دھڑکنوں اور آواز کے ساتھ
بولتی مزید کبیر کو گاڑی میں اینٹیمیٹ ہونے سے
روک گئی تھی ۔۔۔کبیر رکیں ہم دونوں بھول ہی گئے
ہم گاڑی میں ہیں کوئی دیکھ ہی نہ لے , ایمل کو

احساس ہوا تھا وُہ کبیر کو گاڑی میں ہی پوری طرح بہکا چکی تھی ، وُہ اُسکی میکسی کندھوں پر اوپر کرتا زپ بند کرتا پیچھے ہوا تھا ۔ اور اُسکا چہرہ ہاتھ کے پیالے میں بھر گیا تھا ۔ ٹینشن مت لو فارم ہاؤس میں کوئی بھی نہیں ہے جو گارڈز ہیں وہ گیٹ کے باہر کھڑے ہیں یہاں بس میں اور تم ہیں ، روکا کیوں ویسے یہاں حق لے لیتا زیادہ بہتر تھا کیوں مسز کبیر وُہ آنکھ مار گیا تھا ایمل کے گال دہکے تھے وُہ خفت میں مبتلا ہوتی صحیح طرح اٹھ کر بیٹھی تھی ۔

اچّھا آپ مجھے ان لمحات میں پیچھے چھوڑ دینا چاہتے ہیں

لیکن آپکو بتا دوں آپکے لیے میرے پاس بہترین سر

پرائز ہے آپ اپنی بے باک بیشرم ایمل خان کو کبھی

پیچھے نہیں چھوڑ سکتے ہیں اُو دلبر ا کے لکھاری کبیر

دورانی !! وُہ کبیر کو ٹیز کر گئی تھی اور اپنا نرم ملائم

ہاتھ وہاں رکھ گئی تھی کبیر ایک منٹ میں اُسے پکڑتا

خود کے اوپر بٹھانے ہی لگا تھا وہ گاڑی کا دروازہ

thats wrongکھولتی باہر نِکل گئی تھی۔

aimal khan !!

رکو زرا ابھی میں تمہیں بتاتا ہوں وُہ گاڑی میں ہی

اپنی شال پھینکتا نیچے اُترتا پیچھے بھاگا تھا ایمل اندر

فارم ہاؤس کے بڑے شاندار ہال میں داخل ہوئی تھی

-- کبیر بھی بھاگتا پیچھے آیا تھا ۔ رکو ایمل ، ایمل رکتی

ایک ادا سے پیچھے مڑ ی تھی ۔ پکڑ کر دکھائیں پھر

مانوں گی لیکن میرے بھاگنے میں بھی ایک الگ ہی

انداز ہو گا وہ اپنا نچلا لب کاٹتی ایسے اشارہ کر گئی

تھی کبیر سب سمجھا تھا اُسکی عورت آج ساری حدوں

سے گزر کر اُسے پاگل کر دینے والی تھی -- وُہ راہ

داریوں کی طرف بھاگی تھی اور کبیر پیچھے پیچھے تھا وُہ
بلند آواز میں بولتا جا رہا تھا ۔ ترس نہیں آتا نہ تمہیں
اپنے شوہر پر ایمل کتنا بھگا رہی ہو مجھے ۔۔ بھاگیں
میرے پیچھے اور ثبوت دیں اپنے عشق کا میں تو آپکو
بستر پر دے ہی دونگی وُہ کہتی اور بھاگی تھی۔کبیر پیچھے
پیچھے ہی تھا ایسا لگ رہا تھا ایک ڈزنی ورلڈ کا شہزادہ
اپنی بگڑی ہوئی شہزادی کے پیچھے بھاگ رہا ہو ۔ وُہ
سیڑھیوں کی طرف بڑھتی رکی تھی اور کبیر کی طرف رخ
پلٹ کر بولی تھی ۔ رک جائیں وہیں کبیر آگے مت

بڑھے گا وہ روک گئی تھی اور عشقِ میں ڈوبا عاشق

رکا تھا غلام کی طرح --- وُہ کھڑی اپنا ہاتھ اپنی

دھڑکن پر مسلتی خماری سے کبیر کی آنکھوں میں

گہرائی سے دیکھتی اپنا ہاتھ نیچے لے گئی تھی اور وہ

کرنے لگی تھی جو کبیر کا حق تھا وُہ لمبی لمبی سانسیں

لیتی کبیر دورانی کے بدن کو ہیٹنگ پر لے جا رہی

تھی ۔ دونوں کی بے ترتیب سانسیں ہال میں گونجتی

اُنہیں کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں -- غلط کر رہی

ہو جان کبیر پاس آنے دو ایسے ٹوٹ کر تمھارے روم

روم میں اتروں گا تم خود کہو گی کبیر بس کر دیں !!!

وُہ اپنا انگوٹھا اپنے ہونٹ پر مسلتا بولا تھا ۔تو برس جائیں کس نے روکا ہے لیکن جو میں کرنے والی ہوں وُہ آپکو یہاں کھڑے بھی رہنے نہیں دے گا -- وہ کہتی کہتی اپنی میکسی کی زپ کھولتی کبیر کو دیکھتی اُسے کندھوں سے ڈھلکا کر نیچے گرا گئی تھی ایمل نے جعلی دار ریڈ انر پہن رکھی تھی جس میں اُسکی دودھیا گہرائیاں اُبھری ہوئی تھیں کبیر تھوک نگلتا بے چینی سے جذبات کی اونچائی پر اپنی بیئر ڈ

سہلانے لگا تھا۔اُسکی ایمل اُسکا بہت امتحان لیتی

تھی آسانی سے پاس آج بھی آنے نہیں دے رہی

تھی اُس نے سوچا تھا وُہ اُسے گود میں اُٹھا کر

کمرے میں لے جائے گا لیکن اُسکی عورت ہر بار کی

طرح خود ہی پہل کرتی اُسکے دماغ کے چکھے چرا چکی

تھی ۔۔۔ ایمل !! وُہ تیز سانسیں لیتا اِتنا ہی بولا تھا۔

قدم مت بڑھائے گا ابھی اور بھی ہے وُہ نیچے کا

بھی نکال گئی تھی ایمل پوری کی پوری ریڈ منی انر

میں کھڑی کبیر کی آنکھوں سے لے کر اُسکا پورا بدن

کوئلے کی طرح دہکا گئی تھی وُہ پوری اندر سے تیار تھی

کبیر کی آنکھیں گہری ہوئی تھیں وُہ نیچے سے اوپر تک

اُسکا معائنہ کرتا جا رہا تھا ۔ ایمل پاس آنے دو ! وُہ

التجا کر گیا تھا ۔اگر آپ نے پکڑ لیا پھر سمجھیں میں

آپکی باندی اور آپ میرے مالک ، کہتی وُہ سیڑھیاں

چڑھنے لگی تھی کبیر پیچھے بھاگا تھا لیکن اُسکی نِگاہیں

اُسکے ہلتے دودھیا بدن پر جمی ہوئی تھی وُہ کئی

سیڑھیاں تیزی سے چڑھتا بلآخر ایمل کو اپنے قابو میں

کرتا اپنی گود میں اُٹھا گیا تھا ، دیکھو پکڑ لیا میں نے

اب تمھاری خیر نہیں ، وُہ کھلکھلا کر اپنے بازو اُسکی گردن پر باندھ گئی تھی کوئی شرم حیا نہیں تھی وُہ واقعی ایک بے باک لڑکی تھی ۔ اچّھا ویسے میرا سر پرائز کیسا لگا وُہ اُسکے کان کے پاس ہوتی ہلکا سا بولی تھی ۔ مجھے بھی آپکو ویسا ہی دیکھنا ہے جیسے ابھی میں ہوں ۔۔۔ اچّھا روزِ تُو دیکھتی تھی جب میرے کپڑے چینج کرواتی تھی ۔۔۔ کبیر بھی آگے سے معنی خیز بات کر گیا تھا ۔۔ لیکن آج کی رات ویسے دیکھنے کا زیادہ مزا ہے کبیر دورانی ۔۔۔اچھا تو چلو پھر تم ہی

مجھے ویسی حالت میں لے کر آؤگی ، وُہ اُسکے چہرے کو چومتا اوپر بڑھ گیا تھا ۔۔۔دونوں کمرے میں تھے پُورا کمرہ کبیر دورانی نے گلاب کے پھولوں سے سجوایا تھا ۔ ایسا لگ رہا تھا دونوں کی سُہاگ رات ہو کبیر اُسکی کمر پر ہاتھ ڈالے اُسے خود کے احصار میں لیے کھڑا تھا ۔۔ ایمل اپنی اُنگلیاں سیڈکٹو لی اُسکے سینے پر چلا رہی تھی وُہ کمرہ میں آتے ہی کبیر کی آف وائٹ قمیض اُتار کر پھینک گئی تھی اب اُسکا نرم ملائم ہاتھ اُسکے نیچے شلوار پر جا کر جما تھا ۔ بتائیں آپکی ایمل

کیا ہے کبیر ؟؟ وُہ شلوار بھی زمین بوس کر گئی تھی

جہاں ایمل ریڈ انرز میں تھی وہیں کبیر بلیک باکسر

میں ملبوس تھا -- بیشرم بے باک ہے میری ایمل

لیکن بس میرے لیے میری قربت کے لیے ----وُہ

کہتا ایک ہاتھ سے اُسکے با ل پکڑ گیا تھا اور دوسرے

سے ریڈ انر کے ہک کھولتا ہاتھ میں لیتا اُسے چوم گیا

تھا ایمل نے نگاہیں نہیں جھکائی تھیں وہ اپنی اداؤں

بے شرمی سے ہی کبیر دورانی کو دیوانہ کر رہی تھی

کر لیں اِس لیے تُو پہنی تھی میں خود چاہتی ہوں آپ

میرے بدن کا کوئی حصہ بھی مت چھوڑے ہر جگہ
آپکے لبوں کی گستاخیاں چاہیئے مجھے ، وُہ کہتی بیڈ پر جا
گری تھی گرتے ہی ایمل کی دھڑکنیں بھی بری طرح
باؤنس ہوتی موو کرتی کبیر کو خود کی طرف بڑھنے پر
مجبور کر گئی تھیں وہ بڑھتا ایمل کی دودھیا ٹانگ کو
پکڑتا لبوں سے جھلسا نے لگا تھا وہ اوپر آیا تھا ایمل
مچلتی ہوئی کبیر کے بالوں میں ہاتھ ڈال گئی تھی وُہ
اُسے دیکھتا ٹانگوں کو اپنے لبوں سے رنگتا پیٹ پر
موجود بیلی بٹن کو دانتوں سے کھینچنے لگا تھا یہ عمل

کرتا وُہ آہستہ آہستہ دھڑکنوں پر آیا تھا -- بہت ہلا لیا

تم نے انہیں ایمل اب یہ میرا سکون بنتی تمھیں اور

مجھے لذت دیں گیں -- وُہ کہتا اُسکی ایک دھڑکن کو

منہ میں لیتا دبانے لگا تھا کبھی وہاں زبان پھیرتا تو

کبھی دانت سے کاٹ دیتا تُو کبھی اُس بٹن کو کھینچنے

لگتا تھا۔وُہ ایک کو چھوڑتا دوسرے پر آیا تھا اور اُسکا

بھی وہی حال کرنے لگا تھا وہ اُن ابھاروں کی نمی

اندر پیتا ایمل کو دیکھتا جا رہا تھا جو اُسے دیکھتی

سسکیاں بھر تی اپنی اُنگلیاں منہ میں لیتی اور کبیر

کو جنونی کرتی جا رہی تھی وُہ اُسکا چہرہ خود کی دوسری
دھڑکن پر لگا گئی تھی ۔ کبیر پلز زور سے نرمی سے
سب کریں !! وُہ اپنے ہاتھ اُسکی چوڑی پشت پر
باندھ گئی تھی ۔۔ وُہ اپنی بیوی کو مزید لذت دینے
کے لیے پھر سے دھڑکنوں کا حال برا کر گیا تھا جو
جامنی پڑتی کبیر کی شدت پیار کا رنگ بتا رہی تھیں وُہ
اوپر ہوتا ایک ہاتھ سے نیچے اُسکی ٹانگیں کھولتا وہاں
ہاتھ رکھتا اُسکی سسکیوں کو دبانے کے لیے اپنے
ہونٹ اُسکے ہونٹوں پر رکھ گیا تھا وُہ ایمل کی سانسیں

گھونٹتا چلا گیا تھا۔وُہ اپنی زبا ن اندر ڈالتا ایمل کی زبان

کے ساتھ رول کرتا نمی خود بھی پینے لگا تھا اور اُسے

بھی د ینے لگا تھا وہ ڈیپ کس کر رہا تھا ایمل مچل

رہی تھی وُہ اپنی دونوں ٹانگیں کبیر کے لوئر پر باندھ

گئی تھی بس دونوں کے وجودوں پر ایک ایک باریک

پردہ ہی لپٹا ہوا تھا وُہ اُسکے لبوں کو چھوڑتا پیچھے ہوا تھا

ابھی بھی وہ ایمل کے اوپر ہی تھا ۔تو بتاؤ شروع

کروں ایک اور بچہ ڈالنے کا پروسیس ۔۔۔ وُہ اُسکا گال

اُنگلی سے سہلاتا پوچھ گیا تھا ۔۔ ہمم کریں پلز ، وُہ

پوری کی پوری ان لمحوں کو آج ایمل کبیر دورانی بن
کر جی رہی تھی دونوں کے بیچ بس پیار تھا بس پیار
---کر لیں میں نے کب روکا ہے آپ جانتے ہیں
میں آپکی قربت کی کتنی دیوانی ہوں اب اتریں بھی
میرے اندر کبیر کیوں اتنی دیر کر رہے ہیں ، ایمل
بے صبری ہوئی تھی ۔یہ تو نکال دوں وہ تھوڑا اُٹھتا
ایمل کا ریڈ نچلا نکال گیا تھا اور ایمل کو اپنی طرف
اشارہ کر گیا تھا ۔ ایمل نچلا لب دانتوں کے بیچ دیتی
ہلکی سی کمر اوپر کرتی اُسکا بھی باکسر نکال کر پھینک

گئی تھی کبیر اُسکی پنڈلی کو چومتا ٹانگیں واڈ کر گیا تھا

اور خود کو بیچ میں ایڈجسٹ کرتا جگہ بنا گیا تھا ۔ تیار ہو

ایمل بیوٹیفل رائڈ کے لیے ۔۔۔ ہمم ، وُہ کہتی اور جگہ

دے گئی تھی کبیر آہستہ آہستہ اپنا نچلا حصہ ایمل

کے اندر اتارتا جا رہا تھا ایمل بیڈ شیٹ مٹھیوں میں بھر

گئی تھی اور ساتھ ساتھ آنکھیں بند کرے اپنے لبوں

کو دانتوں کے بیچ دیتی سسکیاں روک گئی تھی ۔۔ وُہ

اُس پر گرتا موو کرتا ایمل کے لبوں کو قید میں کر گیا

تھا ٹائم بڑھتا جا رہا تھا اور کبیر کی شدتیں طوفانی ہوتی

جا رہی تھیں ۔۔وُہ اور زیادہ اپنا نچلا حصہ اندر دیتا جا رہا تھا ایمل کی سسکیاں نکلتی چیخوں میں بدل رہی تھیں دو سال کے عرصے بعد دونوں ایک دوسرے میں محو تھے یہ جنون تشنگی تو ایسے ہی مٹنا تھا وُہ اور زیادہ اندر ہوا تھا ایمل اُسکا کندھا پکڑ گئی تھی کبیر دورانی ساتھ ساتھ اُسکی دھڑکنوں کو منہ میں لیے ہوئے تھا ۔۔۔ کافی دیر اسی پوزیشن میں رہنے کے بعد وُہ جھٹکے سے کر و ٹ بدلتا ایمل کو خود کے اوپر بیٹھا گیا تھا ۔

ride on me !!!

وہ کہتا ایمل کو سگنل دے گیا تھا ایمل مسکراتی ہوئی
موو کرنے لگی تھی اور کبیر اُسکی دھڑکنوں کو ہاتھوں
میں بھر گیا تھا وُہ اُنہیں مسلتا جارہاتھا اور ایمل کی
راءڈ تیز ہوتی جا رہی تھی کتنی پوزیشن کبیر بدل چکا تھا
پانچ بجنے والے تھے لیکن دونوں ایک پل کو نہیں
رکے تھے۔کبیر آخری دفعہ ایسے اُس میں شامل ہوا
تھا وہ اُسے کا وچ کے بازو پر بیٹھا ے ہوئے تھا اور
برہنہ ٹانگیں خود کی لوئر پر لپیٹے ہوئے تھا وُہ ایمل
کے بالوں کو پکڑتا لبوں کو قید کرتا پھر اپنا حصہ اندر

داخل کر گیا تھا ایمل کی چیخ نکلی تھی پر وہ لبوں

میں ہی دبا گیا تھا اس پوزیشن سے ایمل کی جان جاتی

تھی لیکن کبیر لذت کی چوٹی پر ہوتا تھا کافی دیر

ایسے ہی عمل چلتا رہا وُہ ایمل کو گود میں لیتا کا وچ

پر بیٹھا گیا تھا دونوں پسینے میں بھیگے تھے گزری رات

دونوں کے دلوں کا افسانہ بتا رہی تھی ۔وُہ کبیر کے

سینے پر سر رکھ گئی تھی اور چومتی بولی تھی ۔۔

i love you kabeer!!!

بس مُجھ سے ایسے ہی پیار کرتے رہے گا آپکی ایمل

بس آپکی ہے ۔۔۔ آنسو نکلتا کبیر کے سینے کو گھلا کر

گیا تھا

i love you so much Jane

kabeer !

وُہ کہتا اُسے خود میں بھینچ گیا تھا کبیر اور ایمل کی

زندگئ بھی باقیوں کی طرح نئے سفر پر نِکل پڑی تھی

جہاں خوشیاں ہی خوشیاں تھیں

سفید حویلی آشنا ابراہیم کے کمرے میں جہاں سکون کا ماحول تھا کیونکہ تینوں بچے سو چکے تھے ابراش اور بٹر اپنے کمرے میں تھے وہیں آسی بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی لیکن اُس ننھی سی آسی کو کیا معلوم تھا اُسکے بابا سردار اور ماما کا پاس ہی بیڈ پر گہرا رومانس چل رہا تھا ۔۔ آشنا کا چہرہ باہر تھا وُہ منہ میں ہاتھ رکھے خود کی سسکیاں کنٹرول کرنے کی کوشش میں لگی تھی وہیں اُسکا سردار کمبل کے اندر اُسکی ٹانگیں کھولتا اندر گھسا ہوا تھا وہ وہاں لب رکھتا اُسے بتا

رہا تھا وہ تین تین بچوں کا باپ بننے کے بعد بھی بوڑھا نہیں ہوا تھا کیونکہ آشنا نے غلطی سے آج چرا تے ہوئے ابراہیم کو بول دیا تھا وُہ اِس لیے کم رومانس کر رہا ہے کیونکہ وہ پہلے جیسا جوان نہیں رہا جس پر بچوں کے سوتے ہی ڈیسنٹ معصوم سردار نے اپنی سردارنی کو خود کی قربت میں قید کر لیا تھا اور وُہ اندر لپٹا لب رکھتا اُسے بتا رہا تھا ابھی بھی اُس میں کتنا جوش تھا۔۔ آشنا پنک انر پہنے اپنے سردار کے نیچے تھی اور آسی کی وجہ سے خود کو زیادہ ہلا بھی نہیں

رہی تھی ۔۔ بس کریں سردار صاحب آپکی بیٹی سو رہی

ہے اٹھ گئی نہ میری ناک میں دم کر دے گی وُہ

اوپر ہوتا اُسکی انر نیچے کرتا ابھار کو منہ میں بھر گیا تھا

اور وہاں اپنی شدت لٹاتا بولا تھا ۔۔ بتاؤ کِتنا بوڑھا ہوا

میں سردارنی !!! وُہ اپنا نچلا حصہ اوپر اوپر سے ہی

اُسکی ٹانگوں کے بیچ رب کرتا پوچھ گیا تھا ۔ نہیں

ہوئے آپ میں تو ایسے ہی بول گئی تھی سردار

صاحب !! آشنا تھکی تھی ۔ اچّھا چلو ایک رائڈ واشروم

میں ہو جائے ۔۔۔ سنیں آسی !!! نہیں اٹھتی ویسے

بھی دوڑ کھول کر کریں گے وُہ کہتا آشنا کو اٹھاتا
واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا کُچھ ہی منٹوں میں آشنا
ابراہیم کی قربت میں مہکنے لگی تھی

لاسٹ قسط(پارٹ 2)

سفید حویلی سے لے کر نور جہاں حویلی تک صرف
خوشیاں ہی خوشیاں تھیں سب اپنی اپنی لائف میں

سیٹ ہو چکے تھے سب کی زندگیاں کسی فیری ٹیل
کہانی کی طرح گزر رہی تھیں لیکن بچوں کے آ جانے
کے بعد سب کی زندگیاں ایک ٹریک پر جا لگی تھیں
۔ مہینے گزر رہے تھے اور سب کی لائف ہر گزرتے
وقت کے ساتھ اور زیادہ مصروف ہوتی جا رہی تھی ۔زر
خان ابھی ابھی لاہور سے مارگلہ پہنچا تھا اُسکی اہم
میٹنگ تھی ابراہیم کسی وجہ سے ساتھ نہیں جا سکا
تھا صوابی میں کسی لڑکی کی پسند کی شادی کے
فیصلے کا کیس آیا ہوا تھاوہ وہاں پھنسا ہوا تھا اِس

لیے وہ زر خان کے ساتھ نہیں جا سکا تھا۔وُہ

سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے چھوٹے سے آشیا نے

میں داخل ہوا تھا۔وُہ جیسے ہی کمرے کا دروازہ کھولتا

اندر آیا تھا اور اندر کا منظر دیکھتے ہی وہ حیران ہوا تھا

سامنے ہی اُسکی ڈورا اُسکی جنا ن سنو وائٹ کا ڈریس

پہنے بیڈ پر لیٹی تھی اور پاس ہی زمل ایلسا بیٹھی زوئی

کے گالوں پر کس کر رہی تھی زوئی نقلی گہری نیند

میں گئی ہوئی تھی اُسے معلوم تھا زر خان رات کو

گیارہ بجے حویلی پہنچے گا تو وہ سنو وائٹ کا ڈریس پہنتی

پوری پرنسز بن کر اپنے پرنس کا انتظار کر رہی تھی اور چھوٹی گیارہ ماہ کی زمل بھی اپنی ماما کا بھرپور ایکٹنگ میں ساتھ دے رہی تھی اُسکی ننھی نظروں میں اُسکی ماما سو رہی تھیں اور وہ زوئی کے گول ٹماٹر گالوں کو چومتی کس کرنے میں لگی ہوئی تھی ۔ زر خان دیکھتا ہی رہ گیا تھا زمل کی شہد رنگ کی آنکھیں دروازے کی جانب اُٹھی تھیں اس سے پہلے وُہ با۔۔ با کہتی شور مچاتی ذر خان اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتا زمل کو چپ کروا گیا تھا زمل اپنے بابا کی چھوٹی سی معصوم

بیٹی تھی وُہ معصومیت میں ڈورا سے بھی دو قدم
آگے تھی ۔وُہ ہنستا اپنی پیاری سی ایلسا جیسی زمل کو
فلائنگ کس دے گیا تھا وُہ بھی ننھا سا گول مٹول
ہاتھ اٹھا کر وُہ کس پکڑ گئی تھی ۔۔ زر خان آہستگی
سے قدم بڑھاتا ہوا اندر آیا تھا اور نرمی سے اپنا گرے
کوٹ صوفے پر رکھتا اپنی ڈورا کے حسین گول گول
چہرے پر نظر جماتا پاس بڑھنے لگا تھا زمل اپنی انگلی
منہ میں لیے اپنے بابا کو دیکھتی جا رہی تھی وُہ پیار سا
مسکرا رہی تھی ۔ زر خان کی شہد رنگ آنکھیں اپنی

کوئین اور پرنسز کے آنکھوں سے ہی صدقے اُتار رہی

تھیں وُہ بڑھتا اپنی معصوم نا ٹنکی ڈورا کے پاس کھڑا

ہوا تھا جو پوری ایکٹنگ میں گھسی ہوئی تھی وہ واقعی

پوری کی پوری سنو وائٹ لگ رہی تھی -- واہ میری

جنا ن تُو ہر ہیروئن کو ایکٹنگ میں پیچھے چھوڑ گئی ہے

وُہ مُسکراتا ہوا اپنی زمل کو دیکھتا اُسکی ننھی آنکھوں پر

ہاتھ رکھتا ڈورا پر جھکا تھا اور اُسکے رسیلے پنک لپسٹک

سے سجے ہونٹوں پر اپنے لب رکھتا شدت سے چومنے لگا

تھا ڈورا ہر بڑا کر رہ گئی تھی وُہ جھٹ سے آنکھیں

کھولتی زر خان کی آنکھوں میں دیکھ گئی تھی جو اُس پر

جھکا اُسکے ہونٹوں سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا ایک ہاتھ

زر خان کا زمل کی آنکھوں پر تھا اور دوسرا ڈورا کے

نرم گالوں پر--- ڈورا سیسکی بھر تی ہوئی اُسکا کندھا

پکڑ گئی تھی --- مم زر -- وُہ اتنا ہی بولی تھی زر خان

اُسکا نچلا لب کا--ٹ گیا تھا با --- ی-ٹ دی ہی

اتنی زور کی تھی ڈورا کی چیخ نکلی تھی وُہ پیچھے ہوتا اپنے

بالوں کو ہاتھ سے اوپر سنوار گیا تھا -- زوئی کا

کیوٹ سا چہرہ بنا تھا ۔ کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو

میری سنو وائٹ ،دیکھو تمھارے پرنس نے تمہیں

گہری نیند سے جگا دیا ہے تو ساری رات جگنے کو تیار

ہو جاؤ مسز زر خان دورانی ! وُہ بے باکی سے کہتا اپنی

زمل کو اپنی گود میں بیٹھا گیا تھا جو اپنے بابا کے سینے

سے لپٹتی ٹکر ٹکر اپنی ناٹنکی معصوم ماما کو دیکھنے لگی

تھی جو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی شرما

رہی تھیں -- ڈورا کبھی اپنے سنکی سے رات کو زیادہ

پنگا نہیں لیتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اُسکے بعد جو

رات کو وہ سزا دیتا تھا اُسے برداشت کرتے کرتے

ڈورا کی جان ہلکان ہو جاتی تھی ۔ صحیح طرح بیٹھ جاؤ

ڈورا میری جان ورنہ جانتی ہو اِس ناٹک کے کرنے پر

کیا کیا سزا تمھارے حصے میں آ سکتی ہے ویسے آج

بھی کچھ سزا تمھاری بنتی ہے میری جنا ن کیوں ایلسا

!! وُہ اپنی بیٹی کی چھوٹی کیوٹ سی ناک پر لب رکھتا

پوچھ گیا تھا جو تالیاں بجا کر ہنسنے لگی تھی ۔ زوئی اپنی

آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے کرتی چوری چوری زر خان

کو دیکھتی بولی تھی ۔ ۔۔ میں تو سنو وائٹ بنی تھی آپ

غُصہ کیوں کر رہے ہیں زر خان ؟؟وُہ بظاھر ایسے

ظاہر کر گئی تھی جیسے ان سب میں اُسکی معصوم
سوچ کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اچھا اٹھو زرا ، تمھیں
میں بتاتا ہوں سنو وائٹ ویسے میری چھوٹی سی ایلسا
کو بھی اپنے ساتھ ایکٹنگ میں شامل کر لیا تھا ؟ وُہ
آئی برو اچکا کر پوچھ گیا تھا ۔۔ وُہ تو میں اور آپکی بیٹی
سنو وائٹ کارٹون دیکھ رہے تھے بیٹھے بیٹھے آئیڈیا آگیا
کیوں نہ میں اپنے سنکی پرنس کی پرنسز بن جاؤں ! وہ
صاف گوئی سے بتا گئی تھی ۔۔ اچّھا جی ٹھیک ہے ،
وُہ ایلسا کا چہرہ اپنے سینے میں چھپاتا ڈورا کے گال پر

لب رکھ گیا تھا ۔ ڈورا کی پلکیں جھکی تھیں ، جاؤ

جکوزی میں نیم گرم پانی آن کرو میرا اور اپنا باتھ

گاؤن نکال کر رکھو میں آتا ہوں واشروم میں، وُہ آنکھ

مار گیا تھا ۔۔ آپ ساتھ کیوں نہیں چل رہے وُہ بنا

سوچے سمجھے سوال پھینک گئی تھی ۔۔ وُہ اُسکی

گردن پر لب رکھتا بولا تھا ، ایلسا کو سلا دوں میں نہیں

چاہتا میری پرنسز تمھاری سسکیاں اور میری بھاری

آوازیں سنے بہت معصوم ہے میری بیٹی ، وُہ ایلسا

کے گال چومتا چلا گیا تھا جو کھلکھلا کر ہنستی جا رہی

تھی۔کیا مطلب میں معصوم نہیں ، ڈورا آفینڈ ہوئی

تھی وُہ اور زیادہ اپنا گول سرخ سیب کی طرح کا چہر

ہ پھولا گئی تھی ۔ ایلسا ٹکر ٹکر اپنی ماما کو دیکھنے میں

مصروف تھی جو پتہ نہیں کسی بات پر اُسکے بابا سے

روٹھی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں وُہ پل میں اپنے بابا

کو پکارتی ماما کی سائڈ لینے لگی تھی معصوم سی ایلسا کو

اپنی روٹھی ہوئی ماما۔ بلکل پسند نہیں تھیں -- با---

با---- ما ما ! وہ مُشکِل سے بولتی موٹے موٹے آنسو

لیے اپنے بابا کو اپنی ماما پر رحم کھانے کا بول گئی

تھی ۔۔ وُہ مسکراتا ہوا اپنی ایلسا کو اپنے سینے سے لگا گیا تھا ۔۔ڈورا کی بھی آنکھیں بھیگی تھیں اپنی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں ہوتے تھے ۔ وُہ ایلسا کو چپ کرواتا پہلو میں بیٹھی ڈورا پر نگاہ ڈال گیا تھا ، اٹھ جائیں مسز زر خان جا کر تیاری کریں میں آتا ہوں ۔ وُہ گہری نگاہ ڈالتا اپنے مطلب کی بات کر گیا تھا ۔ پر زر خان ! وُہ نچلا لب کاٹ گئی تھی ۔ جاؤ زو حال مجھے تمھاری آنکھوں میں آنسو تب پسند ہیں جب تم میرے نیچے ہو اور میں تمہاری جان ایک کرتا اپنی

شدتیں ڈھا رہا ہوں ، وُہ زو معنی بات کرتا ڈورا کو بازو سے پکڑتا کھڑا کر گیا تھا اور خود ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اُسے اپنی ایلسا کو سلا نا تھا ۔۔ ڈورا اُنگلیاں چٹختی ہوئی ابھی بھی کھڑی زر خان کو ہی دیکھ رہی تھی جو اپنی بیٹی میں مصروف ہو چکا تھا ۔۔ وُہ سنیں زر خان کیا آپ ایک اور بچہ نہیں چاہتے ہیں، وُہ دراصل ایک اور بچہ کرنا چاھتی تھی لیکن زر خان دورانی ابھی نہیں چاہتا تھا۔ کہا ہے نہ زو حال ابھی نہیں چھ سال بعد پلین کریں گے۔ وُہ کہتا نیند میں ڈوبی ایلسا

کو پیار سے اپنے پاس لیٹا کر خود بھی ایک ہاتھ سر
کے نیچے رکھتا ایسے لیٹا تھا اُسکی آدھی بوٹ پہنی ٹانگیں
بیڈ سے نیچے لٹک رہی تھیں -- زر خان اتنے سالوں
بعد ! ڈورا کا منہ کھلا تھا ۔بس مجھے ابھی تمھاری ہیلتھ
کو لے کر کوئی رسک نہیں لینا ہے اگر میری ایک
بیٹی بھی رہی میں کبھی تم سے نہیں بولوں گا زو
حال مجھے اور بچے چاہیے میں وہ مرد ہوں جو ایک اولاد
پر بھی اکتفا کرنے والوں میں سے ہوں بیٹی چاہیے
تھی تمھاری جیسی اللہ نے دے دی!!! وُہ دل ہی دل

میں اللہ کا شکر ادا کر گیا تھا اور اپنا ہاتھ نرمی سے

ایلسا کے گال پر سہلا گیا تھا جو سوتی پوری کی پوری

ڈورا کی کاپی لگ رہی تھی ۔لیکن زر خان سب کے

اتنے بچے ہو چکے ہیں اور آپ ایک ہی پر رکیں گے

کیا ، وُہ اپنے بالوں میں اُنگلیاں چلا تی پوچھ گئی

تھی۔ ہاں شاید مجھے تم زیادہ عزیز ہو میں ابھی تک وہ

رات نہیں بھول سکتا جب تم ساری رات لیبر

پین میں تڑپتی رہی تھی اُسی ٹائم فیصلہ کر لیا تھا چھ

سات سال سے پہلے اور بچوں کا نہیں سوچوں گا

،،وہ اپنی باتوں سے ہی اپنی تربیت رکھ گیا تھا ڈورا
کے لبوں کو مسکان چھو گئی تھی وُہ سر خرو ہوئی تھی
۔ جاؤ زو حال میں آرہا ہوں بہت تھکا ہوں جانتی ہو نہ
میں اپنی تھکاوٹ کیسے اتارتا ہوں ۔۔ وُہ اشارے سے
ہی زوٹی کو اپنی تھکان بتا گیا تھا زوئی کا تو شرم سے
ہی برا حال ہوا تھا ۔۔ وُہ واشروم کی طرف بڑھتی زر
خان کی ڈیمانڈ پر رکتی اُسے دیکھ گئی تھی ۔ بلیک
پہن لینا اور میرا بھی بلیک ہی نکال دینا ، وُہ کہتا
ایلسا کے گال پر لب رکھتا چلا گیا تھا زوئی سمجھ گئی

تھی وہ کیا پہننے کو بول رہا تھا ، زوئی گلابی چہرہ لیے
اندر بڑھ گئی تھی ۔

اُف زر خان پلز نہیں اور نہیں وُہ پانی میں ہاتھ مارتی
زر خان کو خود سے پیچھے کرنے میں لگی ہوئی تھی دو
گھنٹے ہونے کو آئے تھے لیکن زر خان کی تھکن
اُترنے کا نام نہیں لے رہی تھی شدتوں سے جکوزی
کا پانی باہر نِکل رہا تھا زوئی کا حال بے حال تھا وُہ
کبھی کچھ کرتا تُو کبھی کچھ کرتا جکوزی کا گرم پانی اور

دو جسموں کی آگ نے پانی کو اور تپتّا ہوا کر دیا تھا

ڈورا کا بدن جل رہا تھا کچھ زر خان کی شدتیں ایسی

تھیں وُہ اُسے چھوڑنے کو راضی ہی نہیں تھا ، زر

خان ابھی بھی اُس پر حاوی تھا وُہ اوپر ہوتا ڈورا کی

کمر میں ہاتھ ڈالتا اُسے جکوزی کے ایج پر بیٹھا گیا تھا

اور اپنا سر اُسکے مخملی نشیب و فراز پر رکھ گیا تھا --

زوئی اُسکے نم بالوں میں اُنگلیاں چلانے لگی تھی ---

بس کریں زر خان تھک جایئں گے -- ان لمحات میں

اُسکا سنکی پوری کی پوری ایلسا کی جگہ لے لیتا تھا اور

بچہ بن جاتا تھا -- وُہ سسکتی اُسکا چہرہ پیچھے کر گئی

تھی ، تھک جائیں گے --- نہیں تھکتا تم کیا جانو

میرا سارا سکون تمھاری قربت میں ہے مسز زو حال

دورانی جیتنا تم میں گھلتا ہوں اتنا ہی میں ہر فکر

سے آزاد ہو جاتا ہوں وُہ اُسکی نرم ملائم پنکھڑی کو قید

کر گیا تھا زوئی کا آنسو نکلتا زر خان کے حلق کا

حصہ بنا تھا وقت بڑھتا جا رہا تھا اور واشروم کی دیواریں

دونوں کی آوازوں سے بھرتی جا رہی تھیں وُہ رک ہی

نہیں رہا تھا

زو حال اور زر خان ایلسا کو لے کر پاس کے پلے لینڈ جا رہے تھے ذر خان ڈرائیو کر رہا تھا وُہ بلیک پینٹ پر سیمپل وائٹ شرٹ پہنے تھا جو کہنی تک فولڈ ہوئی تھی آنکھوں پر بلیک گلاسز لگائے ہوئے تھے ساتھ ہی پسنجر سیٹ پر ڈورا زمل کو لیے بیٹھی تھی دونوں ماما بیٹی نے میچنگ کی ہوئی تھی ڈورا نے پر پل پنک مکس اسٹائلش فروک پہن رکھی تھی بال کھلے پُشت پر بکھرے تھے دوپٹہ سینے پر ایسے ڈال رکھا تھا

تاکہ اپنی گردن کے جامنی نشانات کو چھپا سکے پُورا
بدن زر خان کی دی ہوئی سو غاتوں سے بھرا ہوا تھا
گود میں بیٹھی زمل کب سے خان خان کی رٹ لگائے
ہوئے تھی -- دیکھیں نہ زر خان دامل کو یاد کر رہی
ہے آپکی ایلسا کیا کروں -- فون ملاتا ہوں اپنی بیٹی
کے سسر کو ویسے واحد داہر لالہ ہیں جو آہستہ آہستہ
اپنے تمام بچوں کے رشتے کرنے میں لگے ہوئے ہیں
-- وُہ ہنستا داہر خان کو کال ملا گیا تھا تاکہ اپنی
ایلسا کو اُسکا خان فون پر دکھا سکے وُہ ایسے ہی کرتی

تھی روز ضد باندھتی تھی اپنے خان کو دیکھنے کی --
ابھی بھی معصوم زمل ضد لگا کر بیٹھی تھی اپنی ماما کی
گود میں ---- ویٹ ایلسا بابا کال ملا رہے ہیں ، وُہ
اپنی بیٹی کو پچکار گیا تھا وُہ خاموش ہوتی اپنے بابا کو
نہیں بلکہ فون کو دیکھتی جا رہی تھی کب اُسکی بات
اُسکے خان سے ہو گی اور وُہ کب اپنے خان کا دیدار
کرے گی -- فون اُٹھا لیا گیا تھا ۔ کیسے ہیں لالہ
کب آرہے ہیں سفید حویلی ، اچّھا اچھا ویسے آپکے پیچھے
اتنا شور کیوں آرہا ہے ، زر خان اپنا قہقہ دبا کر پوچھ رہا

تھا وُہ جان چکا تھا آجکل اُسکے مغرور داہر لالہ کی

زندگئ اُنکے تین بیٹوں نے وبال جان بنائی ہوئی تھی وُہ

آجکل پورے کے پورے ترسے ہوئے خان بن کر

گھوم رہے تھے ۔۔ آگے سے داہر خان جوبو بولا تھا زر

خان کا قہقہ بے ساختہ ہوا تھا ۔لالہ میں آپکو تو کبھی

اِس لائن میں پیچھے نہیں چھوڑ سکتا ہوں ہیٹرک ماری

ہے آپ نے ہیٹرک، بتایاہے آپ نے سب کو آپ

سچ میں خان ہیں ، وہ داہر خان کا مزہ لے رہا تھا پر

آگے سے ڈانٹ لگنے پر زر خان اپنا لب کاٹ کر رہ

گیا تھا -- وُہ لالہ آپ دادا جان کی طرح ڈانٹ تو نہیں

لگائیں نہ وُہ دراصل میری بیٹی کو اپنے خان کو دیکھنا

تھا -- ہاں ہاں آپ سسر ہیں جانتا ہوں ترقی آپ

نے تو کی ہے بچے پیدا کرتے ہی رشتے بھی کر

ڈالے ہیں اُنکے ، وُہ اپنے لالہ کی ٹانگ کھینچ رہا تھا پر

داہر خان نے جو بولا تھا اُس پر زر خان گاڑی چلاتا

ہنستا چلا گیا تھا ---- اچّھا اچھا غُصہ نہ ہوں میرے

داماد کا چہرہ آگے کریں کیمرا میں ویڈیو کال کرتا ہوں

، وہ فون رکھتا ویڈیو کال ملا گیا تھا سامنے ہی ڈیڑھ

سال کا دامیل بیٹھا ہوا تھا بلیک ٹراوزر اور مکی ما و
س شرٹ میں زمل اُسے دیکھتی پیار سے اُنگلی منہ
میں دیتی بولی تھی -- خان-- ایک خان لفظ وہ
بلکل صاف بولتی تھی ۔آگے سے دامل لڑکوں والا
اٹیٹیو ڈ دکھا گیا تھا زمل واری نیاری گئی تھی زر خان
اور ڈورا یہ منظر دیکھتے خوش ہو رہے تھے اُن کو کیا
چاہیے تھا آگے چل کر اُنکی بیٹی مضبوط ہاتھوں میں
جانے والی تھی

ایمل کبیر ہاتھ میں ہاتھ ڈالے لیڈی گائینی ڈاکٹر کے کلینک سے نکل رہے تھے ایمل اور کبیر نے بلیک بلیک کی میچنگ کر رکھی تھی جہاں کبیر بلیک پینٹ شرٹ اور بلیزر میں ملبوسِ تھا وہیں ایمل خان نے بلیک گھیرے دار اسٹائلش فروک پہن رکھی تھی گلے میں باریک سا دوپٹہ ڈال رکھا تھا کنجی آنکھیں سبز میں لگی ہوئی تھیں دونوں کے چہرے چودویں کے چاند کی طرح کھلے ہوے تھے دونوں کی آنکھوں میں ہلکی ہلکی نمی تھی خوشی کی خبر آج ملی تھی دونوں کی آنکھیں

باربار بھیگ رہی تھیں کبیر دورانی ان لمحات کو ایمل کے ساتھ صحیح طرح جینا چاہتا تھا۔ بچے وہ حویلی تبا نہ بیگم کے پاس چھوڑ کر آئے تھے کبیر رکتا اپنی باہیں پھیلا گیا تھا ایمل آنسو لیے کبیر کے سینے کا حصہ بنی تھی مبارک ہو کبیر آپ پھر سے پاپا بننے والے ہیں !! ۔وُہ آج وہ ایمل بن کر اپنے کبیر کو مبارکباد دے رہی تھی جو اُسکا سب بن چکا تھا۔ وُہ اُسکے بالوں کو چومتا نم زدہ مرادنہ آواز میں بولا تھا تھینک یو جانِ کبیر مجھے تیسری دفعہ یہ خوشی دینے

کے لیے باپ بنانے کے لیے !! وُہ ایمل کو پیچھے

کرتا اُسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر گیا تھا -- خوش ہیں نہ

آپ کبیر ! وُہ بیوی کی طرح پوچھ گئی تھی -- بہت

زیادہ جانا ں وُہ اُسکے ماتھے پر لب رکھتا ایک ہاتھ اُسکے

پیٹ پر رکھ گیا تھا ایمل دو ماہ کی پریگنینٹ تھی ۔

چلیں تمھیں اور بچوں کو شاپنگ پر بھی لے کر جانا

ہے -- وُہ اُسے باہوں میں پھر سے بھر گیا تھا

۔ہمم چلیں !! دونوں ہپی جوڑ ی کی طرح گاڑی کی

طرف بڑھ گئے تھے ۔

کبیر آپ الیکشن میں دوبارہ کھڑے ہو رہے ہیں یہ میرا آرڈر ہے مجھے آپکو پولیٹکس میں اور زیادہ بڑے مقام پر دیکھنا ہے ! ایمل کبیر کے پاس کافی کا کپ پکڑے آتی کھڑی ہوئی تھی وُہ اِس وقت اپنی اسٹڈی میں تھا ابھی کچھ دیر پہلے وُہ سب کو کھلے الفاظوں میں بول چکا تھا وہ مزید پولیٹکس ہینڈل نہیں کر سکتا تھا۔ کبیر دورانی وائٹ ٹراوزر اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھا ایمل نے بہت ہی فٹنگ والی

ڈارک بلیو رنگ کی لونگ شرٹ اور کیپری ٹراوزر پہن

رکھا تھا جب جب کبیر پاس ہوتا تھا ایمل خود کو اور

زیادہ سنوار کر رکھتی تھی وُہ زیادہ گہرے گلے اور فٹنگ

والے کپڑے پہنتی تھی تاکہ ہمیشہ کبیر دورانی کو خود

کے پیچھے پاگل کر کے رکھے لیکن وُہ کیا جانتی نہیں

تھی کبیر دورانی تو اُسکا غلام تھا۔کبیر ونڈو کے پاس

کھڑا سگرٹ کے گہرے کش لے رہا تھا وہ ایمل کی

آواز سنتا جھٹ سے سگرٹ زمین کی نظر کرتا رخ پلٹ

گیا تھا وُہ آنے والے وقت کا ایک ایک لمحہ اِس

عورت کے پہلو میں گزارنا چاہتا تھا جہاں ایمل ہوتی

تھی وہاں کبیر دورانی نہیں ہوتا تھا وُہ بس ایمل کا

شوہر ہوتا تھا اور ایک عاشق ہوتا تھا۔۔ وُہ گہری نگاہ

ایمل کے بھڑکتے وجود پر لگا گیا تھا وُہ پل میں کبیر کو

خود کی طرف مائل کر چکی تھی ۔ ایمل مسکرائی تھی وُہ

اپنے شوہر کی بے باک نگاہیں خود کے وجود پر باریکی

سے سفر کرتی ہوئی دیکھ چکی تھی ۔وہ بھی ایمل خان

تھی کبیر دورانی کے ہوش اوڑھا نا جانتی تھی اپنے

پیچھے لگا نا جانتی تھی ۔وُہ ادا سے چلتی پاس آن کھڑی

ہوئی تھی ۔ کیا ہوا کبیر کیا دیکھ رہے ہیں ، وُہ کافی
کا کپ آگے بڑھا تی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہی
پوچھ گئی تھی ۔ وُہ کپ پکڑتا پاس ہوا تھا ۔ کچھ
نہیں کیا، میں کیا اپنی بیوی کو دیکھ بھی نہیں سکتا
، ویسے کیا بول رہی تھی ! نگاہیں ایمل کے چہرے
سے ہوتی نیچے جا جمی تھیں ایمل پریگننسی میں اورزیادہ
حسین ہو جاتی تھی اُسکا بدن بھرا بھرا تراشا ہوا لگنے
لگتا تھا ابھی بھی اُسکی دھڑکنیں باہر نکلنے کو بے
تاب تھیں روز وُہ ان سے لپٹتا تھا لیکن روز ہی ایسا

لگتا تھا جیسے کبیر دورانی نے ایمل کو چھو ہا ہی نہیں

ہو وہ اتنی الگ اور پہلے سے زیادہ خوبصورت لگنے لگتی

تھی اور وُہ جان بوجھ کر ایسا دوپٹہ لے کر آئی تھی جو

ٹکنے کا نام نہیں لے رہا تھا -- وُہ سمجھ گئی تھی اُسکا

شوہر کیا چاہتا تھا اُسے کافی سے زیادہ کس چیز کی

طلب ہو رہی تھی -- میں یہی بول رہی تھی کبیر

آپ پولیٹکس میں رہیں گے مجھے آپکو ایک وقت میں

پاکستان کا پرائم منسٹر بھی دیکھنا ہے جیسے آپ نے

پنجاب کو سنبھالا ہے اپنی وزارت میں وہ قابل تعریف

تھا ، پاس ہوتی کبیر کا خوبرو مرادنہ وجیہہ چہرہ نرم

ہاتھوں میں بھر گئی تھی اور ایک ہاتھ سے دوپٹہ

زمین بوس کر گئی تھی تاکہ جو اُسکا شوہر دیکھنا چاھتا

تھا اچھی طرح دیکھتا ۔۔ کبیر ملائم نشیب و فراز کو

سر ہاتا ہوا ایمل کی سبز آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا اور

اپنا ہاتھ اُسکی کمر پر جما گیا تھا۔ کیا چاہتی ہو جان

کبیر سارا سارا دن کیا پُورا پُورا ہفتہ بھی تم سے اور

بچوں سے دور رہوں جانتی ہو نہ پولیٹکس ٹائم مانگتی

ہے پہلے ہی دنیا کا کامیاب ترین بزنس مین بن چکا

ہوں پنجاب کی عوام ہی نہیں ہر صوبے کی عوام
چاہتی ہے آپکا کبیر الیکشن میں کھڑا ہو لیکن میں
نہیں چاہتا میں جانتا ہوں پولیٹکس میں مجھے کوئی
پچھاڑ نہیں سکتا لیکن میں تمھارے ساتھ اور اپنے
بچوں کے ساتھ ایک سادہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں اتنا
کما چکا ہوں میری آنے والی سات نسلیں آرام سے کھا
سکتی ہیں ، وُہ ایمل کو ایسے کھینچ گیا تھا وُہ اُسکے
چوڑے سینے میں آن سمائی تھی ۔ ایمل ہر بڑا کر رہ
گئی تھی کبیر کے سر اٹھاتے جوان جذبات عروج پر

تھے ۔ کبیر !! وُہ نمی نگل کر رہ گئی تھی ۔ دیکھ رہی
ہو نہ تمہارے پاس آتے ہی تمھارے کبیر کا کیا حال
ہوتا ہے کتنے سال ان جذبات کو قابو میں رکھا ہے
لیکن جب تم پاس ہو تو کیوں انہیں روکنے کی
حماقت کروں بتاؤ زرا مجھے ؟؟ سوال بھی پوچھ رہا تھا
جواب بھی دے رہا تھا کبیر دورانی کا عشق مخمل
کے کپڑے کی طرح نرم ملائم تھا جو پھسلتا نرمی سے
تھا لیکن چھاپ گہری چھوڑتا تھا ۔ اچھا جی تو لکھاری
صاحب پورے ٹائم کے مجنوں بن گئے ہیں! وُہ اُسکی

گردن کے گرد بازو حمائل کرتی دلکشی سے مُسکرا کر

بولی تھی ۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے آپ سارا

سارا دن میرے پلو سے بندھ کر بیٹھے رہے کبیر لیکن

میں چاہتی ہوں عمل عابیر اور اِس نیو آنے والے

بے بی کے بابا کامیاب بزنس مین کے ساتھ پورے

ملک کے بھی کامیاب پولیٹیشن بن جائیں میں آپکو

بلندیوں پر پہنچتا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں کبیر دورانی اور

آپ کل لاہور جا رہے ہیں ! وُہ حکم دے گئی تھی

اور کبیر دورانی اپنی ملکہ حسن کا حکم مانتا سر جھکا

گیا تھا --- وُہ کھلکھلا کر دلفریبی سے ہنسی تھی ، کبیر
اُسے ہنستا دیکھ اور زیادہ قریب کر گیا تھا اُسکے ہاتھ
پورے حق سے ایمل کے وجود پر رینگنے لگے تھے ایمل
کا چہرہ سُرخ لال ہوا تھا ۔ کبیر وُہ عمل کو ہوم ورک
بھی کروانا ہے -- ہمم کروا لینا مجھے تو اچھی طرح تھوڑا
تم پر ہوم ورک کرنے دو جانا ں خود بہکا تی ہو اور
پھر خود ہی بھاگنے لگ جاتی ہو ان لمحات میں حیا
شرم تو کبھی تمھارا مسکن نہیں رہی ہے ایمل خان،
زیادہ ہی آپ نہیں بول رہے ہیں کبیر !! ایمل نقلی

سا روٹھی تھی، زیادہ بول سکتا ہوں کیا اپنی بیگم کے آگے بس تھوڑا سا یہاں سکون دے جاؤ اتنی سی تُو ایک شریف شوہر کی التجا ہے !! وہ ایمل خان کو چھیڑ گیا تھا ۔۔ آئے آپ بڑے شریف کبیر ہونہہ !!! وُہ اُسے دھکا دیتی اور پیچھے ہٹتی ہی کبیر ایمل کو گود میں اٹھاتا کرسی کی طرف بڑھ گیا تھا ۔ کبیر آپ نے کافی پینی تھی !! وُہ روکنے لگی تھی ابھی اُسے یہ سب نہیں کرنا تھا بچے جاگ رہے تھے پر بضد شکر تھا وُہ اس ٹائم آشنا کے کمرے میں تھے ۔مجھے تو

ابھی اپنی بیوی کے حسن کا جام پینا ہے ! وُہ کہتا

کرسی پر بیٹھا تھا اور ایمل کو اپنی گود میں بیٹھا گیا تھا

ایمل اپنا لب کاٹنے لگی تھی وُہ جانتی تھی اُسکا سنجیدہ

دورانی کیا چاہتا تھا -- کر رہی ہو میری جا نا ں یا پھر

میں کروں ، وہ ہاتھ پیچھے لے جا کر قمیض کی

ز---پ میں اُلجھا گیا تھا کبیر بچہ ، ایمل نے اُسے

بچے کے بارے میں آگاہ کرنا چاہا تھا وُہ اُسکی گردن پر

جھکتا داغ دار کرتا بولا تھا -- عمل عا بیر دونوں کے

وقت اس سے بھی زیادہ کریٹیکل حالات میں تم مجھ

سے اپنا حق لے چکی ہو ویسے بھی جانِ کبیر میں

نرمی سے ہی لونگا آخر میرا بچہ تمھارے پیٹ میں ہے

ٹائم ضائع کر رہی ہو تم !! وُہ اُسکی شہ رگ کو لبوں

سے سلگا نے لگا تھا۔ کبیر لائیٹ تُو آف کر دیں وُہ

کبیر کی شرٹ میں اپنے ہاتھ اُلجھا سی گئی تھی وُہ

کرنے لگی تھی جو اُسکا شوہر چاہتا تھا ۔۔۔وہ ہاتھ بڑھا

کر بٹن آف کر گیا تھا ڈم ایل ای ڈی لائیٹ آن

تھی ۔۔وُہ سیکنڈز میں ایمل کے ریڈ لپسٹک سے سجے

چیری لیپس کو قید میں کرتا بے قابو ہونے لگا تھا

اُسکے دونو ں ہاتھ ایمل کی ویسٹ پر تھے اور ایمل
ایک ہاتھ اُسکی بیئر ڈ اور دوسرا ہاتھ اُسکے کندھے پر
رکھتی وُہ کر رہی تھی جو کبیر دورانی چاہتا تھا وُہ اُسکی
سسکیوں کو روکنے کے لیے نیچے بڑھا تھا ایمل کی
سانسیں تیز ہوئی تھیں وُہ سیسکی بھرتے پاس آتش
دان کی طرف دیکھ گئی تھی جہاں چھوٹے سے
چھوٹے پردہ پڑا تھا وہ شرماتی اپنے جذبات کی اونچائی
پر پہنچتی خود سے کبیر کا چہرہ پکڑ تی اُسکے خد رے
لبوں کو لمحہ با لمحہ خود میں اُلجھا گئی تھی پورا اسٹڈی

روم دونوں کی بھاری سانسوں کی نظر ہوا تھا ایمل خان رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور نہ ہی کبیر روکنا چاہتا تھا۔

بابا وُہ چاہیے عمل کبیر کی گود میں بیٹھا تھا کبیر دورانی کی بلیک مرسیڈیز تیزی سے موٹروے پر گارڈز پولیس کی گاڑیوں کے احصار میں رواں دواں تھی کبیر اپنی گاڑی خود ڈرائیو کر رہا تھا کیونکہ ساتھ ایمل اور بچے تھے دونوں نے ایک ہفتہ لاہور میں ایمل ویلا

پر رکنا تھا کیونکہ لاہور میں کبیر کے دو سے تین
اجلاس اور پولیٹیکل میٹنگز تھیں۔ عا بیر پیچھے سیٹ
پر اپنی ڈول لے کر بیٹھی ہوئی تھی ساتھ ہی ایمل
پنک بہت ہی پیارے ڈریس میں ملبوس تھی لیکن
سر پر اچھے سے دوپٹہ لے رکھا تھا اُسکا پیٹ باہر نکلنے
لگا تھا گال گول گول ٹماٹر بنتے جا رہے تھے کبیر
نے ایمل کو اپنے ہاتھ کا چھا لہ بنا کر رکھا ہوا تھا
واقعی جب من پسند چاہنے والے مرد کی قربت عورت
کو ملتی ہے تو وہ قوس قزح کی طرح رنگوں میں رنگنے

لگتی ہے ایسا ہی حال ایمل خان کا تھا -- دونو ں
اپنے بچوں کے ساتھ خوشی خوشی پہلی دفعہ لاہور جا
رہے تھے پہلے جب بھی جاتے تھے دونوں میں
اختلافات اور رنجشیں ہی ہوتی تھیں --کبیر وائٹ
شلوار قمیض پر بلیک ویس کوٹ پہنے ہوئے تھا اُسے
ایمل بچوں کو لاہور ویلا چھوڑ کر پنجاب اسمبلی کے
لیے نکلنا تھا کیا چاہیے میرے بیٹے کو ! وُہ کلر کہار
پہنچ چکے تھے کچھ دیر ہوٹل رکنا تھا -- بابا برگر کھانا
ہے ! وُہ اپنے بابا کو بتا گیا تھا ایمل بچوں کو کم ہی

جنک فوڈ کھانے دیتی تھی وُہ سڑکٹ ماما تھی لیکن

جب سے کبیر ساتھ ہوا تھا اُسکے بچے بلکل ہاتھ سے

نکلنے لگے تھے جو وُہ زبان سے نکالتے تھے کبیر لمحوں

میں اُنکی فرمائش پوری کر دیا کرتا تھا پیچھے سے عا بیر

کی بھی فرمائش آئی تھی -- بابا مجھے چپس کھانی ہے ۔

ٹھیک ہے میری جان، وُہ بیک ویو مر مر سے اپنی

بیٹی کو دیکھتا مسکرا کر بولا تھا --- کبیر رہنے دیں

بچوں کو اتنا جنک نہیں کھیلا تے ! ایمل بیچ میں بولی

تھی وُہ بچوں کے کھانے پینے کی چیزیں حویلی سے

رکھ کر لائی تھی پیچھے گاڑی میں بچوں کی نینی بھی
تھی ۔۔ ایمل جب میں ساتھ ہوں تو مجھے روکا مت
کیا کرو میں چاہتا ہوں میرے بچے جو چیز منہ سے
نکالیں میں اُن کو پورا کروں کبیر دورانی کے بچے
ہیں فرمائش کرنا انکا حق ہے ، وُہ ایمل کو کہتا عمل
کا گال چومتا گاڑی روک گیا تھا ایمل بھی مسکراتی
سر نفی میں ہلا کر رہ گئی تھی ، وُہ اپنے مرد کو کسی
بھی چیز کو لے کر نہیں روک سکتی تھی کبیر دورانی
اپنے بچوں کے ساتھ اُن لمحات کو جی رہا تھا جو وُہ

عمل کی پیدائش سے لے کر عابیر تک جی نہیں سکا تھا۔

ہفتوں پر ہفتے گزرتے جا رہے تھے --- داہر خان کی بلیک چمچا تی ہوئی گاڑی گلگت کے اونچے نیچے روڈز پر فل سپیڈ میں رواں دواں تھی وُہ اپنی سیاہ چمکتی ہوئی سنجیدہ مغرور آنکھیں ساتھ بیٹھی اپنی خانی پر لگا گیا تھا جو آنسو بہا رہی تھی وُہ اسلاآباد سے لے کر یہاں تک کا راستہ روتی ہوئی آئی تھی زو فاش بے

آواز آنسو گرا رہی تھی لیکن داہر خان مرنے والا ہو رہا

تھا کہاں وُہ اپنی زو فاش کی آنکھوں میں آنسو دیکھ

سکتا تھا ۔۔ پیچھے گارڈز کے ڈالے بھی تھے !! کیا ہوا

ہے خانی وہ تین چھوٹے مرد ہیں اکیلے رہیں گے پانچ

گھنٹے تُو جلدی بڑے ہونگے اور خاص کر میری بیوی

کی جان چھوڑیں گے ! داہر خان کو بلکل بھی پسند

نہیں تھا تین چھوٹے ڈیڑھ سال سے اوپر کے مرد

اُسکی خانی کو چپکے رہتے تھے اِس لیے وہ انہیں

اسلاماباد کے بے بی ڈے کیئر سینٹر میں ڈال آیا

تھا تاکہ صبح دس بجے سے شام کے پانچ بجے تک اُسکی
خانی اُن تین گلیو گم چھوٹے مردوں سے دور رہے
اور زو فاش بس اُسکے پاس رہے جب سے وہ تین
ٹڈے بلا وجہ کے پیدا ہوئے تھے داہر خان کے حلق
کی نہیں بلکہ رومانس کی ہڈی بن کر رہ گئے تھے
اُسے بس اپنی جہان پیاری تھی وُہ دعا مانگ رہا تھا
جلدی تین ٹڈے خان بڑے ہوں اور اُنکی شادیاں کر
کے اپنے اپنے گھروں میں چلتا کرے جہاں وُہ جہان
کو اپنی نگرانی میں رکھتا تھا وہیں تین خانوں کو ڈے

کیئر چھوڑ آیا تھا ۔ وہیں زو فاش خان جو اپنے خان
کے آگے آواز تک نہیں اٹھا تی تھی آج اُسکی ممتا
نے اُسے مجبور کر دیا تھا وُہ سسکتی شکوہ کن بولی
تھی۔ خان آپ نے بہت غلط کِیا میرے بیٹے اتنے
چھوٹے ہیں اور آپ ان تینوں کو ابھی سے داخلہ
سکول میں کروا آئے جب اُنکی ماں زندہ بیٹھی ہے
تو آپکو اُنہیں بے بی کیئر میں ڈالنے کی کیا ضرورت
تھی !!وُہ پھر سے اپنی بلیک چادر سے ناک رگڑ گئی
تھی لہجہ ابھی بھی شیریں جیسا تھا وہ کبھی اپنے خان

کے آگے اونچی آواز میں بات نہیں کر سکتی تھی ۔

داہر خان کی گاڑی نور جہاں حویلی رکی تھی وُہ زو فاش

کی طرف رخ کرتا اُسے سمجھاتا ہی وُہ دروازہ کھولتی اندر

بڑھ گئی تھی وُہ زور سے اسٹرنگ پر ہاتھ مار گیا تھا ۔

یا اللہ کیوں مجھے ساتھ ساتھ تین دے دیے میں نے

تو بیٹیاں مانگی تھیں اُن شیطانوں کے پیچھے میری

چھوٹی سی جان ناراض ہو گئی ہے ۔۔وُہ فون اُٹھاتا

کال ملا گیا تھا ۔ ہاں رہبر گلگت میں ہی ڈے کیئر

کھلوا و مجھے یہ سینٹر ایک ہفتے کے اندر اندر نور جہاں

حویلی کے پاس ہی تیار چاہیئے ، وُہ فون رکھتا اپنی شاندار پرسنلٹی کے ساتھ اندر بڑھ گیا تھا ۔ اِتنا تو اپنے تین چھوٹے خانوں پر رحم آگیا تھا اُنکا چھوٹا سکول وُہ پاس ہی کھولنے لگا تھا لیکن وُہ ابھی بھی سارا دن اُنہیں حویلی میں رکھنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا اتنی مُشکِل سے وہ انہیں چھوڑ کر آیا تھا لیکن اُسکے کمینے بیٹے ٹیچر کے ساتھ خوش ہو رہے تھے ماڈرن ٹیچر کے آگے اپنی چھوٹی سی مام تک کو بھول گئے تھے اور

یہاں اُسکی خانی دریا بہا رہی تھی اُن تینوں کے لیے

--

وُہ کمرے میں داخل ہوا تھا زو فاش ڈارک گرین

کڑاہی والی قمیض ٹراوزر پہنے دوپٹہ سے نداد وجود لیے

صوفے پر بیٹھی اپنا سر ہاتھوں پر گرا کر آنسو بہا رہی

تھی ہاتھ میں دامل دیان اور دیر کا پسندیدہ کھلونا تھا

چھوٹی سی میٹل کی سپورٹ کار تھی داہر خان بیچ

دروازے پر آن رکا تھا وُہ بلیک پینٹ شرٹ پر براؤن

لیدر کی جیکٹ پہنے ہوئے تھا بال نفاست سے سٹائل

میں سیٹ تھے داہر خان بڑھتی عمر کے ساتھ اور

زیادہ ہینڈسم ہو گیا تھا ۔۔ زو فاش داہر خان کی جوڑ

ی وقت کے ساتھ بہترین سے بھی بہترین لگنے لگی

تھی جہاں وہ سر پھرا پاگل مغرور خود پرست خان تھا

وہیں وُہ خاموش نرم تربیت کی مالک تھی وہ اپنے

خان کو ہر حال میں خود میں سمیٹنا جانتی تھی لیکن

آج بات اُسکے بیٹوں کی تھی جو اپنی ماما کے بغیر ایک

لمحے کو بھی نہیں رہتے تھے ۔ وُہ اپنی آئی برو مسلتا زو

فاش کی طرف بڑھا تھا کہاں داہر خان نے واپسی پر
طوفان توڑ رومانس کا سوچ رکھا تھا لیکن یہاں بھی اُسکے
بیٹوں نے پانی پھیر دیا تھا۔ وُہ پاس بیٹھتا اپنی خانی
کو پاس کرنے لگا تھا لیکن آج وہ پہلی بار کھسکتی
فاصلہ بنا گئی تھی وُہ تھورا ناراض تھی اُسکے تین
شہزادے جو سارا سارا دن اس سے چپکے رہتے تھے وُہ
کیسے وہاں رہ رہے ہونگے ! آنسو ٹپ ٹپ گر رہے
تھے۔ خانی کیا ہوا وہ تو وہاں مست بیٹھے کھیل رہے
ہونگے دیکھا نہیں تم نے جیسے میں نے اُنکی ٹیچر کو

پکڑایا پورے دل پھینک مردوں کی طرح وُہ اُس بیچار
ی کو چیک گئے تھے ، وُہ اپنی زو فاش کو بہلا رہا تھا
لیکن خود کو ہی برا بھلا بول رہا تھا کیسے وُہ قربت
میں اپنی خانی کے اندر ایسے سما گیا تھا ڈائریکٹ تین
تین ہی ڈال دیے -- آپ نے اچھا نہیں کیا خان
میرے معصوم سے بیٹے کیسے رہ رہے ہونگے اپنی ماما
کے بغیر ! وُہ ابھی بھی اپنے بیٹوں کی یاد میں اُلجھی
ہوئی تھی ۔ معصوم اور وہ رہنے دو خانی ڈیڑھ سال
کے ہیں لیکن اپنے اکلوتے باپ کو تنگ کیے رکھتے

ہیں اور ساتھ ایک نے تو ابھی سے ہی زر خان کی
بیٹی سیٹ کر کے رکھی ہوئی ہے آئے بڑے شریف
ایک تمھارا خان ہی معصوم ہے جو اُن شیطانوں کو
ڈیڑھ سال سے مارجن دے رہا ہے ! وُہ دانت پیستا رہ
گیا تھا -- خان بیٹے ہیں آپ کے آپ نے آگے ہی
اُنکا میرا فیڈ چر وا دیا اور پھر ابھی سے ہی انہیں
سکول بیگ دے کر اسلاآباد چھوڑ آئے سارا دن
میرے بیٹوں کا پڑھنے کھیلنے اور آنے جانے میں ہی
گزر جائے گا -- اچّھا ہے نہ خانی آکر فوراً تمھیں مجھے

تنگ کیے بنا ہی سو جایا کریں گے اور ابھی سے ہی

قابل مرد بن جائیں گے ! داہر خان بھی داہر خان

ہی تھا ۔ زو فاش دیکھتی سر نفی میں ہلا کر رہ گئی تھی

کہاں پہلے اُسکی زندگی میں کوئی مرد نہیں تھا اب چار

چار تھے اور چاروں کے چاروں اُسکے پیچھے پاگل جنونی

پوسیسیو ہوے پھرتے تھے لیکن اُسکا شوہر تو الگ

لیول کا پاگل پنہ دکھاتا تھا جیسے وُہ اپنے ہی بیٹوں کو

اسکی قربت کے لیے اسلامآباد پانچ گھنٹوں کے لیے

چھوڑ آیا تھا اور اپنا خاص بندہ اور ایک نینی، اُن کو

آنے لے جانے کے لیے مختص کر دی تھی اور داہر
خان کا پاگل پن یہیں تک نہیں رکا تھا بلکہ اُس
نے تو اپنے باقی دو بیٹوں کے لیے بھی خاندان میں
ہی شادی کرنے کا سوچ لیا تھا تاکہ وہ تینوں اپنی اپنی
والیوں میں لگ جائیں اور اُسکی والی کا پیچھا چھوڑ
دیں -- اچھا نہ ناراض مت ہو خانی اُنہیں چھوڑو اور
مُجھ پر فوکس کرو! وہ اپنی براؤن لیدر کی جیکٹ نکال
گیا تھا اور ایک ہاتھ سے زو فاش کی بڑی سی بلیک
چادر نکال کر ایک طرف رکھی تھی ۔جہاں زو فاش

شرمائی تھی وہیں وُہ آج اپنے تین بیٹوں کے حق میں

آواز اٹھا نا نہیں بھولی تھی ۔ کیسے بھول جاؤں وُہ

بیٹے ہیں ہمارے خان جیسے جہان ہے ویسے وُہ

تینوں عزیز ہیں! وُہ داہر خان کو باآور کروا رہی تھی

وُہ ایک نہیں بلکہ چار چار بچوں کا باپ تھا مزید وُہ پیدا

کرنے پر روک لگا گیا تھا آگے ہی وُہ تین نہیں

سمبھل رہے تھے مزید اپنی خانی سے اور بچے پیدا کروا

کر وُہ اپنے سارے راستے بند نہیں کرنا چاہتا تھا اتنے

کافی تھے بلکہ اُسکے نزدیک یہ بھی زیادہ ہی ہو گئے

تھے پتہ نہیں کس کی دعا لگ گئی تھی ، وُہ دماغ
میں سوچتا اُس انسان کو القابات دینے لگا تھا جسکی
دعا سے تین تین آگئے تھے اور اُسکی زندگی رومانٹک
لائف سے بچے پالنے والی لائف بن کر رہ گئی تھی
--- کیا سوچ رہے ہیں خان ! زو فاش داہر خان
کے دودھیا ہاتھ پر ہاتھ رکھتی پوچھ گئی تھی -- کچھ
نہیں کسی کو دماغ میں ہی باتیں سنا رہا تھا وُہ دانت
چبھاتا بولا تھا ۔ کس کو خان ! خانی پل میں سب
بھولی تھی لیکن اپنے شہزادوں کی یاد ابھی بھی ستا

رہی تھی ۔ چھوڑو یہ سب میرے پاس آؤ میری چھوٹی

سی جان ! وُہ کہتا زو فاش کے آگے لگے چھوٹے

چھوٹے لوپ واہ کر گیا تھا ۔خان ! زو فاش کی شہد

آنکھیں پھیلی تھیں ۔ تمھارے لخت جگر بے شک

ابھی یہاں نہیں ہیں جلدی آجائیں گے حویلی اور فکر

نہیں کرو اتنا بھی سنگدل باپ نہیں ہوں اُنکے لیے

اسپیشل یہیں حویلی کے ساتھ ہی بے بی ڈے کیئر

کھلوا رہا ہوں وُہ پاس ہی رہیں گے تمھارے لیکن میں

اُن سے بھی زیادہ پاس تمھاری قربت کے لیے

تمھارے خان نے اپنا سارا بزنس رات کو کر دیا ہے

تاکہ دن بھر میں تمھارے ساتھ کمرے میں بند رہ

سکوں ، وُہ آنکھ مارتا بتاتا زو فاش کی گہرا--یوں پر

جھک گیا تھا خان !!! ہاں خان کی چھوٹی سی جان

میں ہوں نہ بچوں کی طرح یہاں لپٹنے کے لیے پھر

اُنکا فیڈ کرنا کیوں مس کر رہی ہو جب تمھارا خان ہی

بند کمرے کے اندر بچہ بن جاتا ہے ! وُہ اُنگلیاں لگاتا

بولا تھا -- زو فاش کے گال دہکتے جا رہے تھے ۔

بہت گرم ہو رہی ہو ! وُہ زو معنی بات کرتا شدت سے

لپٹا تھا -- میرا سکون طلب یہ بھی ہے اور یہ بھی

ہاتھ سر کتے وہاں اٹکے تھے جہاں زو فاش کی جان

جانے لگتی تھی وُہ سر پیچھے گرا گئی تھی اور داہر خان

اُس سے لپٹتا جا رہا تھا دن گزرتا جا رہا تھا داہر خان

کی شدتیں دیواروں سے ٹکراتی ہوئی دونوں کے کانوں

میں واپس لوٹتی عجب سا سما ں باندھ رہی تھیں وُہ پر

سکون ہوتا جا رہا تھا اور زو فاش کا حسین سراپا داغ

دار ہوتا جا رہا تھا داہر خان کو جھیلنا آسان نہیں تھا

لیکن زو فاش خاموشی سے اپنے خان کو اپنے اندر

جھیلتی جاتی تھی وُہ رکتا نہیں تھا اور نہ ہی وہ روکتی تھی ۔

چھوٹی سی جہان چھوٹا سا لہنگا پہنے دو دو کیوٹ سی پونی باندھے اپنی ماما زو فاش کا فون اُٹھا تی پہلا نمبر ڈائل کر گئی تھی جانتی تھی ابھی اُسکی ماما نے آشنا چاچی سے باتیں کی تھیں چہرے پر حیا کی لالی تھی لیکن اپنے سردار سے آج کچھ بات تو کرنی ہی تھی کافی دن ہو گئے تھے ابراش سردار کو دیکھے سنے

ہوئے، وُہ پانچ سال کی ہو چکی تھی جتنی بڑھ رہی
تھی اتنا ہی جہان داہر کا حسن دیکھنے والا ہوتا جا رہا تھا
وُہ پوری داہر خان کی چھو ی تھی اور عادتیں زو فاش
کی تھیں ۔ وہیں تین شیطان اپنے پر دادا جہانگیر خان
کی کاپی تھے اور بی جان کے لاڈلے تھے ۔۔بیل جا
رہی تھی فون اُٹھا لیا گیا تھا لیکن جس نے اٹھایا تھا
جہان آگے سے بولی نہیں تھی ۔۔ دوسری طرف بٹر
تھا جو ابھی ابھی عا بیر کو کافی چاکلیٹ اپنی ماما کی ہی
چوری کر کے دے کر آیا تھا لیکن عا بیر نے منہ پر

دے ماری تھیں وُہ بلی انکھوں والے بٹر کا نام سستا

ٹھرکی چور پلس توتلا عاشق نام رکھ چکی تھی ابھی بھی

بٹر کی زبان اتنی صاف نہیں تھی ۔ آسی زمین پر

بیٹھی ڈھیروں سافٹ کھلونوں سے کھیل رہی تھی بٹر

نے ہی سب نکال کر دیے تھے اُسکی ماما ابھی ڈورا

ماما سے کچھ گپ شپ کرنے نکلی تھیں پیچھے وُہ

آسی کو بگاڑتا ہوا اپنی ماما کا فون بھی اٹھا گیا تھا ۔۔

ہیلو تون بول رہا ہے ، وُہ چھوٹا سا بیڈ بوائے لگ رہا

تھا بٹر اپنے بالوں کو چھوٹے ہاتھ سے اوپر کر گیا

تھا ۔ جہان کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا بولے ، وُہ

ابراچ سردار !! اوہ اچّھا تابی بول رہی ہیں ویٹ تابی (

بھابھی) وُہ فون رکھتا آسی کے آگے ایک کینڈی رکھتا

کمرے میں داخل ہوتے ابرا ش کو بولا تھا جو اپنے پر

دادا جان کے پاس سے آرہا تھا اور اُسکی ماما نے بھی

بھیجا تھا کمرے میں جا کر دیکھے اُسکے دو شیطان بہن

بھائی کیا کر رہے ہیں ۔ بھائی تابِی تا فون !! وُہ چھوٹی

سی آنکھ مارتا فون اِبراش کو پکڑا گیا تھا ۔ ابرا ش بٹر

کو آنکھیں دکھاتا فون پکڑ گیا تھا وہ خاندان کا سب

سے ڈیسنٹ بچہ تھا اور دوسرے نمبر پر عمل آتا تھا جو
اپنی چھوٹی سی آسی کا چھپا ہوا خیر خواہ تھا جو چھپ
کر اُسے دیکھتا تھا ۔۔ ہیلو کیسی ہو سردارنی !! جہانِ
خاموش ہوئی تھی شرم حیا کا پیکر بنی تھی ۔ بولو
سردارنی !! وُہ بولے جا رہا تھا لیکن اُسکی سردارنی کی
آواز نہیں آرہی تھی ۔ ابراچ سردار آپ تیسے ہیں !
چاشنی آواز سُنتے ہی ابراش مسکرایا تھا میں ٹھیک
ہوں سردارنی میں جلدی ماما بابا کے ساتھ نور جہاں
حویلی آؤنگا ، وُہ بتا گیا تھا ۔۔ میں آپ تے لیے

چاکلیٹ پیسٹری بابا سے منگوا کر رکھوں گی -- وُہ بچوں
والے انداز میں بتا گئی تھی ۔ لیکن سردارنی مجھے کھیر
گاجر کا حلوہ زیادہ پسند ہے ! وُہ اپنی پسند بتا گیا تھا
-- ہمم ٹھیک ہے جیسا آپ بولیں ! اتنے میں زو
فاش کی آواز آئی تھی جہان خدا حافظ کرتی فون رکھ
گئی تھی جہاں ان دونوں کی لو سٹوری پروان چڑھ رہی
تھی وہیں بٹر کی سٹوری کا کوئی پرسان حال نہیں تھا
لگایا بھی دل ایمل کی بیٹی سے تھا تو ٹف ٹائم بٹر اشیر
کو ملنا ہی تھا وُہ بعض دفعہ سوچتا تھا کوئی باہر کی بچی

کو ہی ایک آئس کریم دے کر پھنسا لے عزت تو

دے گی لیکن دل ہی عابیر پر آگیا تھا کیا کرتا بٹر

اشیر ابراہیم ----!!!

لاسٹ قسط(پارٹ ۳)

(Final)

آشنا بچّوں کے کمرے میں انکی الماری ٹھیک کر رہی

تھی اُسکے دو چھوٹے شیطان ہر وقت ناک میں دم

کیے رکھتے تھے آسی پوری کی پوری بٹر کی سوبت میں
رہتی بگڑتی جا رہی تھی بس اپنے بابا کو لاڈ کرتی تھی
اور اپنی ماما کی ناک میں دم کیے رکھتی تھی ۔ وُہ
چھوٹی سی اپنے بابا ابراہیم کی دیوانی تھی اور اپنی ماما
کو اپنے بابا کے پاس کم از کم اپنے جاگتے ہوئے
آنے نہیں دیتی تھی وُہ چھوٹی سی پوری کی پوری
گول مٹول کیوٹ ترین بچی تھی ۔ابراہیم آدھے گھنٹے
پہلے ہی صوابی کے لیے نکلا تھا آشنا نے لونگ
ڈارک گرین سمپل فروک پہن رکھی تھی دوپٹہ بچوں

کے بیڈ پر پڑا تھا وُہ اپنے دھیان میں لگی ہوئی تھی ۔
اتنے میں کمرے کا دروازہ کھلا تھا آسی گھٹنوں کے
بل رینگتی ہوئی اندر آئی تھی اُس نے پنک بار بی
فروک پہن رکھا تھا چھوٹی چھوٹی دو پونیاں بنی ہوئی
تھیں آگے ہلکے ہلکے بے بی کٹ بال پڑے ہوئے
تھے وہ آہستگی سے رینگتی آشنا کے قدموں کے پاس
آئی تھی اور ہلکا سا چہرہ دروازے کی طرف کرتی
مسکرائی تھی۔ اُسکے ہاتھ میں اپنی دودھ کی بوتل بھی
تھی وُہ زیادہ تر آشنا کا ہی فیڈ کرتی تھی لیکن کبھی

ضد باندھ لیتی تھی ۔۔ اُسے دودھ کی بوتل ہاتھ میں
دے دی جائے ابھی بھی وُہ بوتل لیے گھوم رہی تھی
آشنا آسی کو ڈورا کے پاس چھوڑ کر آئی تھی لیکن
اُسے کیا معلوم تھا آسی اپنے شیطان بٹر بھائی کے
ساتھ یہاں آجائے گی اپنی پیاری ماما کو تنگ کرنے
بابا حویلی نہیں تھے فائدہ تو اٹھانا ہی تھا۔ ۔بٹر دبے،
پاؤں داخل ہوا تھا اور آتے ہی پانی اپنی ماما پر ڈالتا
موقع سے فرار ہوا تھا آشنا چیختی دروازے کی جانب
دیکھ گئی تھی اُس سے پہلے ہی ننھی آسی اپنا فیڈر

معصومانہ انداز میں اپنے بقول اپنی ماما پر پھینک گئی تھی اور مٹکو کی طرح بیٹھتی قہقہ لگا گئی تھی۔۔۔ اور تالیاں بجانے لگی تھی آشنا نے آج ہی اُسے بڑی پیاری پلاسٹک کی چوڑیاں پہنائی تھیں۔۔۔ آشنا اپنی بھیگی فروک دیکھتی اپنی آسی کو دیکھ گئی تھی جو اپنی ماما کو تنگ کرنے کے بعد بے حد خوش تھی وُہ چیخ مارتی بچوں والا ٹھسّہ مار گئی تھی آشنا آنکھیں چندھیا کر اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھتی تھوڑا جھکتی آسی کو نرم غصے سے دیکھنے لگی تھی جو کچھ سیکنڈز

پہلے کھلکھلا رہی تھی۔ لیکن اپنی ماما کو غصے میں آتا
دیکھ اپنے گول ہاتھوں کی مٹھیاں اپنی آنکھوں میں
ملنے لگی تھی وُہ رونے والی ہوئی تھی بابا تھے نہیں
بڑ بھائی بھی دھوکہ دے کر بھاگ نکلے تھے تو آسی
کو اپنا تحفظ خود ہی کرنا تھا ویسے بھی اپنی ماما کے
دودھ کی وُہ دیوانی تھی ۔۔ اگر وُہ زیادہ اپنی ماما سے
پنگا لیتی تو اُسکا ہکا پانی بند ہو جانا تھا ۔۔وُہ اپنی
آنکھیں ملتی جا رہی تھی شاید ہی اُسکی ماما کو اُس پر
تھوڑا رحم ہی آجائے ۔۔ آسی!! کیا کیا آپ نے بابا

آتے ہیں اُن کو آپکی شکایت لگاتی ہوں، وُہ اُسے
گود میں لیتی دپٹنے لگی تھی لیکن آسی اصل مجرم کا
نام توڑ موڑ کر اپنی بے بی زبان میں لے گئی تھی ۔
تھکن (مکھن) ما---- ما!!! کیا مکھن آسی --- وُہ
اُنگلی اُٹھا کر دروازے کی طرف اشارہ کر گئی تھی
-- آشنا اُسے لیے باہر بڑھی تھی جیسے ہی دروازہ کھولا
کان لگاتا ہوا بٹر اشیر ابراہیم نیچے گرا تھا اسکے ہاتھ
میں پانی بھرا غبارہ بھی تھا --- بٹر تم!! آشنا کا پارہ
چار سو بیس والٹ پر جا پہنچا تھا -- ماما وُہ تو میں بس

کھیل رہا تھا وُہ آسی کو آپ ڈانٹ نہ لگانا ، بٹر اتنا
کہتا دم دبا کر بھاگ نکلا تھا آسی اپنے مکھن بھائی کی
سپیڈ پر معصوم چہرہ بنا کر اپنی ماما کو ٹکر ٹکر دیکھنے
لگی تھی سارا کانڈ مکھن بھائی کا تھا اور اُسکی ماما اُس
سے ناراض ہونے والی تھیں۔۔ ما۔۔!!! اِتنا ہی ننھی
آسی بول سکی تھی آشنا اُسے گھوری ڈال گئی تھی
وُہ آشنا کے سینے میں اپنا ننھا چہرہ دے گئی تھی ۔
بہت شیطان ہو گئے ہو تم دونوں بہن بھائی بابا

آجائیں اُن کو کمپلین کرتی ہُوں وُہ اُسکا گول مٹول

گال چومتی اندر کمرے میں چلی گئی تھی --

آسی فیڈ کر لو نہ پلز کیوں ماما کو تنگ کرتی ہو کیا

دشمنی ہے آپکی اپنی اِتنی پیاری ماما سے ! آشنا آسی کو

ڈپٹ رہی تھی جو اُسکے اندر گھسی ہوئی فیڈ کرتے

ہوئے بار بار پیچھے ہوتی اور اپنے ننھے منے ہاتھ اُسکی

دھڑکنوں پر مارتی بلیک سٹر ---- کھینچنے لگتی وہ

کافی دیر سے ایسے ہی کر رہی تھی اپنی ماما کو تنگ
کر کے رکھا ہوا تھا ۔ آشنا نے بلیک باریک ڈریس پہن
رکھا تھا جس میں اُسکی د۔۔ھڑک۔۔۔نیں عیاں
تھیں بلکہ باقی سراپا بھی اپنی جھلکیاں بکھیر رہا تھا وُہ
ایسا ہی کرتی تھی ابراہیم کے آنے کے وقت ایسے
ہی کرتی تھی وہ اپنے سردار کو ہمیشہ اپنے پیچھے پاگل
بنائے رکھنا چاہتی تھی ۔ ایک دم آسی زور سے کھینچ
!! گئی تھی آشنا کی سیسکی برآمد ہوئی تھی آہ آسی
وہیں آسی مسکرا تی ہوئی تالیاں بجا نے لگی تھی اور

اپنی ماما کو خوب تنگ کرنے کے بعد اُسکی سینے میں
سر دیتی فیڈ کرنے لگی تھی آشنا اُسے غصے سے گود
میں بیٹھا گئی تھی -- آسی ٹکر ٹکر دیکھنے لگی تھی اور
پیارا سا اپنی ہی زبان میں بولی تھی --ما -- ما!! بس
چپ ایک دم چُپ گندی بچی بہت تنگ کرتی ہو تم
مجھے تم تو اپنے بھائی بڑ سے بھی ایک قدم آگے ہو
وُہ اُسے ڈپٹ رہی تھی آسی کی نگاہیں اپنی ماما کے
پیارے سے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ تمھیں تو میں
پیدا بھی نہیں کرنا چاہتی تھی آسی جانتی تھی جب

تم آگئی نہ پھر مجھ سے ہی مقابلہ کرتی پھرو گی لیکن

میری بات سن لو تمھارے بابا کی اکلوتی گڑیا میں ہی

رہوں گی تم اپنی ماما کی جگہ کبھی بھی نہیں لے

سکتی ہو اور آج سے نہیں ابھی سے تمھارا فیڈ بند --

آسی کے موٹے موٹے آنسو گول مٹول گالوں کا

حصہ بنتے جا رہے تھے --- وُہ اپنا سر اور چہرہ آشنا

کے سینے پر رگڑنے لگی تھی، اب دیکھو کیسے تم

معصوم بن گئی ہو آسی ابھی ماما کو پریشان کر کے رکھا

ہوا تھا آنے دو تمھارے بابا سردار کو تمھاری اور بڑ کی

شکایت لگاتی ہوں بس میرا بیٹا ابراش ہی سمجھدار ہے

۔۔آشنا بولنے میں لگی ہوئی تھی اُسے نظر ہی نہیں

آیا تھا اُسکا سردار کب سے دروازے پر کھڑا اپنی گڑیا

کی بیوقوفانہ باتیں سن رہا تھا جب سے آسی ہوئی تھی

دونوں ماں بیٹی کا ابراہیم کو لے کر الگ ہی

کمپیٹیشن چلتا رہتا تھا ۔۔آشنا اپنی آسی کو آج سزا

دینا چاھتی تھی ۔۔ چلو شاباش آسی بیڈ پر لیٹو تمھیں

فیڈر دیتی ہوں۔۔آشنا ناراض ہو چکی تھی اور آسی کو

اپنی ماما کو ذرا بھی منانا نہیں تھا۔ ہاں اُسے موٹے

موٹے آنسو بہا کر اپنی ماما کو ایمو شنل بلیک میل کرنا

تھا تاکہ وہ اُسے خود کا فیڈ کروا دیں -- کیا ہو رہا ہے

یہاں !! ابراہیم کی آواز گونجی تھی آسی جھٹ سے

اپنی ماما کو ہاتھ پاؤں مارتی آشنا کی گود سے بیڈ پر

اترنے لگی تھی -- وہ پل میں معصوم بنی تھی اُسکے

بابا سردار آگئے تھے اُنکے اگے آسی کو کچھ بھی

نہیں دکھتا تھا آشنا اپنی بیٹی کی ان حرکات پر ہمیشہ

کی طرح حیران ہوئی تھی لیکن اسے بھی آج کسی

قیمت پر اپنی بیٹی کو اپنے سردار کے پاس جانے

نہیں دینا تھا -- وہ اُسے پکڑتی اپنی گود میں بیٹھا گئی

تھی آسی کی باریک چیخیں نکلی تھیں وُہ مچلتی ہوئی

اپنے بابا کی طرف ہاتھ اُٹھا کر اپنی ننھی باہیں پھیلا کر

رونا ڈال گئی تھی جانتی تھی اُسکے بابا کتنے رحمدل

انسان تھے --- تم یہیں بیٹھو گی آج ! وُہ سختی کر

گئی تھی اور شکوہ کن آنکھیں اپنے سردار پر گاڑھ

گئی تھی جو آف وائٹ شلوار قمیص پر بلیک شال

مفلر کی طرح ڈالے ہوئے دونوں کی طرف بڑھ رہا تھا

-- کیا ہوا ہے میری دونوں گڑیوں کو !! ابراہیم اپنی

پیشانی ملتا نرمی سے پوچھ گیا تھا یہ کہنے کی ہی دیر
تھی آشنا رونا ڈال گئی تھی اور ساتھ آسی بھی رونے
لگی تھی -- دیکھا نہ میں نے آپ سے کہا تھا مجھے
بیٹی نہیں چاہیئے اور دیکھے آج آپ نے میری جگہ
بھی اِس کو دے دی !! دونوں ماں بیٹیاں ایک ہی
مرد کے لیے روپیٹ رہی تھیں -- اُف آشنا آپ تو
چُپ رہیں کیا ہو گیا ہے بیٹی ہے آپکی ! ابراہیم اُسے
سمجھاتا سامنے بیٹھا تھا اور آسی کو اُسکی گود سے لے
گیا تھا وُہ پل میں چُپ ہوتی اپنے بابا کے سینے کو

لگی تھی اور کیوٹ سا چہرہ بنا کر اپنے بابا سردار کو
دیکھنے میں مصروف ہوئی تھی -- دیکھا نہ آپ بدل
گئے ہیں سردار صاحبِ آپ کو اپنی بیٹی عزیز ہے
پیاری سی بیوی نہیں جو اسی کو سارا دن سنبھالتی
پھرتی ہے نہیں نہیں آپکا دیا ہو ا ایک اور شیطان
تحفہ بٹر اشیر صاحب بھی تو ہیں جو سارا دن مجھے ذلیل
کرواتا پھرتا ہے ! آشنا کو خود کا ہوش ہی نہیں تھا
وُہ دو بچوں کی شیطانوں کی ستائی ہو ئی کچھ بھی
بولے جا رہی تھی ابراہیم اُسے دیکھنے میں مصروف

تھا اُسکی گہری بے باک آنکھیں اُسکی گہ۔رای۔۔وں

پر جا کر لگی تھیں لگتا تھا آسی کے تھوڑے بہت فیڈ

کرنے کے بعد اُسکی سردارنی اُنہیں ڈھکنا ہی بھول

گئی تھی وُہ پوری بکھری ہوئی بیٹھی ہوئی تھی ۔۔ کیا

چاہتی ہو آسی کے سامنے ہی وہی کروں جو آسی

یہاں لپٹ کر کرتی ہے سردارنی ، وُہ معنی خیز بات

کر گیا تھا ۔۔ کیا کرتی ہے ، آشنا نا سمجھی لیے پوچھ

گئی تھی ۔رکیں بتاتا ہوں کیا کرتی ہے پہلے اپنی بیٹی

کو سمجھا دوں !! وُہ اشارہ کر گیا تھا آشنا اُسکے

اشارے کے تعاقب میں خود کو دیکھتی لال گلاب
ہوئی تھی اُسکے بھرے بھرے کندن جیسے نشیب و
فراز ابراہیم کی آنکھوں کے لیے دعوت عام بنے
ہوئے تھے -- وُہ جلدی سے خود کو ٹھیک کرنے لگی
تھی ابراہیم آسی کے گال چومتا بولا تھا --ویسے
ضرورت تو نہیں ہے کیونکہ ان کو کچھ منٹس بعد
پھر سے ایسے ہی حال میں واپس آنا ہے ، ابراہیم
دورانی کی آنکھیں بتا رہی تھیں وُہ آج کی رات جم کر
اپنی بیگم اپنی سردارنی اپنی گڑیا سے حق لینے والا تھا

وُہ اُسکے جذبات جگا چکی تھی تو وہ بھی رکنے نہیں والا
تھا ۔ ۔آپ مجھے کم دیکھیں اِس کو ڈانٹ لگائیں
جانتے ہیں یہ میرے ساتھ کیا کر رہی تھی کتنی
تکلیف دے رہی تھی ۔۔۔۔ آشنا آسی کی شکایت
لگاتی اپنا شولڈر دکھا گئی تھی جو اس۔ٹرپ۔س کی وجہ
سے لال ہوا تھا ۔۔اوہ اچّھا تو میری پرنسز میری بچی یہ
کر رہی تھی میرے سے تو کم ہی کیا ہے سردارنی
آپ جانتی ہیں نہ میں کیا کیا کرتا ہوں آپکے اس
حسین جزو کے ساتھ ویسے جامنی رنگ کم دکھ رہا ہے

چلیں تیار ہو جائیں مجھے جھیلنے کے لیے -- وُہ کہتا

اپنی ساری توجہ آسی پر مرکوز کر گیا تھا جو اپنے ماما بابا

کی باتوں کو منہ میں اُنگلی دیے سمجھنے کی کوشش

میں لگی ہوئی تھی لیکن سمجھ کچھ بھی نہیں آرہا تھا

-- آشنا کی پلکیں جھک گئ تھیں وُہ آہستگی سے

اٹھتی ڈریسنگ روم کی طرف بڑھنے لگی تھی ابراہیم

تھوڑا آگے ہوتا اُسکا ہاتھ پکڑ گیا تھا وُہ ہلکا سا چہرہ پیچھے

کرتی دیکھنے لگی تھی -- کہاں جا رہی ہو !! آپکے لیے

تیاری کرنے مجھے بھی میرا حق چاہیے اور میں آپکو ان

لمحات میں جنونی کر دینا چاہتی ہوں۔۔ تاکہ آپ جیسے چاہیں اپنا حق لیں گرا کر بیٹھا کر لیٹا کر دیوار پر پٹخ کر ٹیبل کو توڑ کر صوفے پر پھینک کر ، وُہ لفظوں ہی لفظوں میں ابراہیم کی خاص پسندیدہ جگہیں بتا گئی تھی اتنے بچوں کے ہونے کے بعد وُہ اپنے شوہر کی پسندیدگی جاننے لگی تھی اور اُسے بھی کوئی اعتراض یا شرم محسوس نہیں ہوتی تھی جب دونوں ایک دوسرے کا لباس تھے تُو تسکین دینی بنتی تھی ۔۔۔۔ ابراہیم مسکرایا تھا اُسکا دلکش ڈمپل بھی عیاں

ہوا تھا -- آپ مجھے مت چھوڑے گا سردار صاحبِ

، اور میں آپکے ڈمپل کو قطعاً نہیں چھوڑوں گی

جلدی اپنی لاڈلی کو سمجھائیں اور میرے پاس آئیں

آپکا فیورٹ ریڈ پہنے لگی ہوں ! وُہ ہنستی آنکھ مارتی اندر

بڑھ گئی تھی ابراہیم گہری آنکھوں سے اُسے پیچھے سے

دیکھتا رہ گیا تھا--

ابراہیم آسی کو سلاتا ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا تھا

جہاں اُسکی گڑیا گئی تھی جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا

اُسکی آنکھیں دنگ رہ گئی تھیں ہوش اوڑھ گئے تھے

اُسکا منہ کھلا تھا جوان بہکتے سر اٹھاتے جذبات پہاڑ

کی چوٹی پر پہنچے تھے وُہ تھوک نگلتا ہوا اپنے بالوں میں

ہاتھ پھیرتا نیچے پاؤں کو دیکھتا گہرا مسکرا گیا تھا اُسکی

گرڑیا اُسے خود کے پیچھے لگانے کا ایک بھی موقع ہاتھ

سے جانے نہیں دیتی تھی۔ آشنا بڑے سے خوبصورت

آئینے کے سامنے اوپر سے نیچے تک ریڈ پہنے کھڑی تھی

بال کھلے تھے جس سے کچھ کچھ پیچھے کا چھپ رہا تھا

ورنہ تو سب ہی عی۔۔اں ہوتا ابراہیم کو ڈنر کرنے

کی دعوت دے رہا تھا۔کیا چاہتی ہو ایک اور بچہ ڈال

دوں تمھارے پیٹ میں گڑیا ہر احتیاط چھوڑتا تم میں

سما جاؤں تمھارا مجھے برداشت کرنا مُشکِل ہو جائے

گا وہ پیچھے سے گہری نگاہ سے اُسکے ابھرتے سراپے

کا معائنہ کرتا اُسکی طرف ہلکے ہلکے قدم بڑھا رہا تھا وہیں

آشنا کے گال دہکتے انار بنے تھے وُہ اپنے سردار کی

بات کا مطلب سمجھ گئی تھی وُہ کیسے اپنا حق لینے کا

بول رہا تھا وُہ آئینے سے ہی ابراہیم کو دیکھتی شرما تی

ہوئی بولی تھی۔۔۔ مجھے کوئی اور بچہ نہیں چاہیئے سنا

آپ نے سردار صاحبِ ایک میرے ابرا ش کو چھوڑ
کر وُہ دو افلاطون ہی کافی ہیں۔۔ وُہ رخ موڑ تی اپنے
حلیے سے بے خبر ہوتی ابراہیم کے سامنے جا کھڑی
ہوئی تھی۔وُہ اُسے محظوظ ہوتی خمار آلود آنکھوں سے
دیکھتا جا رہا تھا۔۔ نظریں اپنی سردارنی سے ہٹنے کا نام
نہیں لے رہی تھیں۔۔۔وُہ اُسکی کمر پر ہاتھ ڈالتا خود
کی طرف کھینچ گیا تھا۔آشنا اُسکے چوڑے سینے سے
ٹکرائی تھی وہ ابراہیم کی قمیض اپنی نرم مٹھیوں میں
جکڑ کر رہ گئی تھی۔ افلاطون تو مت بولو گڑیا وہ دونوں

بھی ہمارے پیار کی خوبصورت نشانی ہیں وہ اپنے
انگوٹھے کا لمس اُسکے گال پر دیتا چلا گیا تھا ۔ وُہ
افلاطون ہی ہیں آپکے آگے شریف بنے گھومتے ہیں
مجھ سے پوچھے آپکے پیچھے میرا کِتنا دماغ خراب کرتے
تنگ کیے رکھتے ہیں، آشنا اپنے سردار کے سینے پر سر
رکھتی اپنے دو چھوٹوں کی شکایت لگا گئی تھی ۔ ابراہیم
ہنستا ہوا اُسے شدّت سے خود کے ساتھ اِس طرح لپٹا
گیا تھا تاکہ وہ اپنی سردارنی کو خود کے طغیانی مچاتے
جذبات سے آگاہ کر سکتا ۔۔ آشنا پل میں پیچھے ہوتی

اپنی امبر آنکھیں اُسکی شہد رنگ آنکھوں میں لگا گئی

تھی ، کیا ہوا سردارنی !! وُہ اُسکے چہرے پر لہراتی ہوئی

لٹوں کو کان کے پیچھے ارس گیا تھا۔ آپ تو سردار

صاحب! وُہ بولتی رکی تھی خفت شرم سے لال ہوئی

تھی ابراہیم اپنا مرادنہ ہاتھ اُسکی کمر پر سر سراتا ہوا

آگے لایا تھا اور پیٹ کو چھو گیا تھا ، آشنا کی پلکیں

بھیگی تھیں وُہ جانتی تھی وُہ کیا کہنے جا رہا تھا

۔تھینک یو گڑیا مجھے اپنے بطن سے اتنی خوبصورت اولاد

دینے کے لیے بے شک دو چھوٹے نا سمجھ اور

تھوڑے شیطان ہیں لیکن ہیں ہمارے ہم دونوں کا

حصہ ہیں وہ اپنی معصوم آشنا کو گود میں اُٹھا گیا

تھا وُہ اُسکی چوڑی گردن کے گرد بازو حمائل کر

گئی تھی وُہ چلتا جا رہا تھا اور آشنا کی حسین آنکھو ں

میں دیکھتا جا رہا تھا جو ابراہیم کی ہمیشہ سے کمزوری

رہی تھیں۔۔ سنیں !! شش مت بولو کچھ بھی بہت

سے اقرا ر کرنے ہیں میری دلبر ا روز کی طرح تمھیں

بستر پر مان دینا ہے لیکن آسی سو رہی ہے وُہ بیڈ

کے بائیں جانب تکیوں کے بیچ سوتی آسی کو دیکھتی

ابراہیم کو جیسے آگاہ کر گئی تھی۔ میری بیٹی ہے

بڑے پیار سے سلایا ہے اور کہا ہے صبح تک نہیں

اٹھنا کیونکہ آپکے بابا کو آپکی لاڈلی ماما کو ڈھیر سارا پیار

بھی تو کرنا ہے ! وُہ آشنا کو بیڈ پر لیٹاتا اُس پر حاوی

ہوا تھا اور کمبل کھینچ کر دونوں پر ڈال گیا تھا۔اِتنی

پیاری کیوں ہو میری گڑیا میری دلبر ا، وُہ پوچھتا اُسکی

ناک کو چوم گیا تھا ۔ اِتنی بھی پیاری نہیں ہوں وہ تو

بس آپکو ہی لگتی ہوں ، آشنا اپنا نچلا لب کاٹتی حیا

سے بولی تھی۔ مُجھ سے پوچھو میری آنکھوں سے

پوچھوں میرے لیے تم سے زیادہ کوئی حسین نہیں

ہے اور جب سے تم ملی ہو دلبر ا کسی چیز کی

خواہش باقی نہیں رہی اس لیے مجھے تمھیں پیار کرنے

دو وعدہ کرتا ہوں ایک اور تمھارے وُجود میں نہیں

ڈالوں گا جیتنے مانگے تھے اس زات نے اُس سے

بھی زیادہ دے دیے ہیں --بس اور نہیں میں مزید

تم سے دور نہیں رہ سکتا اجازت دو خود کو پیار کرنے

کی !! وہ آنکھوں سے پوچھتا ہاتھ اوپر سے کرتا وہاں

لے گیا تھا جہاں آشنا کی کمزوری تھی اسکی سانسیں

پل میں دہکی تھیں وُہ اوپر نیچے ہوتی سانسوں سے
اٹکتی ہوئی با مشکل ہی کچھ ہی لفظ ادا کر سکی تھی
بس سردار صاحبِ اور مت تڑپا یں جو کرنا چاہتے ہیں
کریں نہ وُہ !! آشنا اور زیادہ ابراہیم کو خود کے اوپر
کھینچتی چلی گئی تھی پاس ہی آسی بے خبر سو رہی
تھی یہ جانے بنا اُسکے بابا سردار اور نٹکھٹ ماما کیا کیا
کر رہے تھے -- ابراہیم کمبل میں گھم ہوتا اُسکے پیٹ
پر لب رکھتا جا رہا تھا آشنا اُسکے بالوں کو کھینچتی جا رہی
تھی لب جگہ جگہ سرک رہے تھے آشنا آنکھیں

موندے ہی گہرے سانس لیتی جا رہی تھی یقدم جب
اُسکی بے باک گستاخیاں برداشت سے باہر ہوئی تو وہ
رخ پلٹ گئی تھی ابراہیم اُسکے پاؤں کے تلوے سے
ہوتا اوپر آیا تھا اور اُسکی تنگ ریڈ -- کو کر گیا تھا آشنا
کی سسکیاں اور گہری سانسیں گونج رہی تھیں ابراہیم
دانتوں سے ہی وُہ ہی کرنے لگا تھا وُہ وہاں بے حد
نرمی سے چومتا اس پر جھکتا چلا گیا تھا وُہ اور زیادہ
کمبل دونوں پر کر گیا تھا آشنا کی بھاری سانسیں اور
زیادہ ابراہیم کو جنونی کرتی جا رہی تھیں اُسکے لبوں کی

تجاویز بڑھتی جا رہی تھی وُہ اُسکی گہر۔۔۔ای۔وں کو

داغ دار کرتا آشنا کی سسکیاریوں میں اضافہ کرنے کا

باعث بن رہا تھا وہ اپنی گرڑیا کو خود میں بھینچے اپنی

تشنگی اپنی تھکاوٹ اپنا پیار اپنا عشق اپنا جنون اُس

میں منتقل کرتے شدتوں کو بڑھا گیا تھا کافی دیر بعد

وُہ پر سکون ہوتا اُس پر گرتا گہرے سانس لیتا آشنا

کے لبوں پر لب رکھے اُسے خود کے ساتھ شدت سے

لپٹا گیا تھا۔ آشنا اُسکے سینے سے لپٹی ہوئی آنکھیں

موندے ہی اُسکی گردن کو چومتی جا رہی تھی ۔۔

تم میرا سب ہو میری گڑیا تمھارا ابراہیم تمھارے بغیر

ادھورا ہے تم خدا کا دیا ہوا میرے صبر کا انعام ہو تم

میری آشنا میری دلبر ا ہو ، وہ اُسکی ہتھیلیاں چوم رہا

تھا آشنا مسکرا کر اور زیادہ ابراہیم کو لپٹتی جا رہی

تھی۔۔ وُہ اُسکے نرم ملائم براؤن بال پکڑتا اُسکا چہرہ اوپر

، کر گیا تھا ۔۔ کیا چاہتی ہو آشنا ، وُہ سوال کر گیا تھا

!! کُچھ نہیں بس آپ میرے پاس ہی رہیں اور وُہ

وُہ کہتی کہتی رکی تھی۔۔ کیا اور چاہتی ہو ؟؟ وُہ

سوالیہ گہری نگاہیں آشنا پر ہی گاڑھے ہوئے

تھا۔ابھی تو اپنی بیٹی کی فکر لگی ہوئی تھی اور ابھی

اُسکی کوئی پرواہ نہیں ، پاس لیٹی آسی نیند میں محو

تھی ۔۔وُہ اُسکے سینے پر لب رکھتی آنکھیں بند کرتی ہی

اپنا جواب دے گئی تھی ، بیٹی میری بھی ہے وُہ

ابھی نہیں اٹھنے والی ہے تو تب تک اور کام

مصروفیت کا کر لیتے ہیں، وُہ معنی خیز بات کر گئی

تھی ابراہیم نے پل نہیں لگایا تھا گرمی بڑھتی جا رہی

تھی شدتیں عروج پر پہنچتی جا رہی تھیں ٹائم بڑھ رہا

تھا پر ابراہیم رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا ۔۔۔ آشنا

ابراہیم کے سینے سے لپٹی کب کی سو چکی تھی اور ابراہیم اُسکے بالوں کو چومتا نرمی سے آشنا کو ساٸڈ کرتا اُس پر پورا کمبل دیتا اُٹھتا شاور لینے چلا گیا تھا اُسے فجر کی نماز پڑھ کر صوابی کے لیے نکلنا تھا۔۔۔

ایمل کا آخری مہینہ چل رہا تھا پورے دورانی خاندان میں جیسے خوشیوں کا سماں تھا جشن ہی جشن تھا ایمل کی گود بھرائی بھی بہت دھوم دھام سے کی گئی تھی... ایمل کبیر کے ساتھ چیک اپ پر نکلی

تھی کیونکہ اسے ہلکی ہلکی پین سٹارٹ ہو گئی تھی

بچے حویلی میں آشنا کے پاس تھے زوئی اور زر خان

کراچی گئے ہوئے تھے ذر خان کو وہاں کوئی اہم کام

تھا۔۔

آشنا کے کمرے میں سب بچے بیٹھے ہوئے تھے زوئی

زمل کو بھی آشنا کے پاس ہی چھوڑ گئی تھی کیونکہ زر

خان کو اُسکے ساتھ کچھ کوالٹی ٹائم سپنڈ کرنا تھا یا یہ

بولا جائے وُہ کام کے ساتھ ساتھ کراچی میں ہنی

م۔ون بھی منا نا چاہتا تھا وُہ اپنی زمل کے بغیر جانا تُو

نہیں چاہتا تھا لیکن زوئی نے ہی کہا اگر زمل جائے
گی وہ پھر پُورا وقت اپنے سنکی کو نہیں دے پائے گی
اِس وقت سارے بچے ابراہیم کے کمرے میں بیٹھے ،
ہوئے تھے اور آشنا نے بھی اُنہیں اپنی نگرانی میں رکھا
ہوا تھا وُہ ابھی ابھی اٹھ کر سب چھوٹے موٹے بچوں
کی ذمے داری ابرا ش کو دیتی سب کے لیے کلثوم
کے ساتھ مزے مزے کے اسنیکس بنا نے نکلی
تھی کیونکہ اُسکی لاڈلی نے چپس کھانے کی فرمائش
کر دی تھی ۔ سب نے خاموشی سے کھیلنا ہے کوئی

شیطانی نہیں کرے گا، ابراش حکم دے رہا تھا

سب ٹڈے مڈے بچے بیٹھے سن رہے تھے کوئی بال

سے کھیل رہا تھا کوئی سوفٹ ٹوائے سے تو کوئی خود

سے ہی کھیلنے میں لگا تھا پُوری حویلی میں سب بچوں

کا پسندیدہ کمرہ ابراہیم کا تھا --- وہ یہاں کافی کافی

گھنٹے بیٹھے کھیلتے رہتے تھے نہ آشنا کُچھ کہتی تھی نہ

ہی ابراہیم -- سب نے ہاں میں سر ہلایا تھا کیونکہ

چھوٹا سردار بول رہا تھا حکم ماننا ضروری ہو گیا تھا --

جہاں عابیر مٹکو آسی اور زمل کے پاس بیٹھی ڈول

ہاؤس سے کھیل رہی تھی وہیں بٹر اشیر ابراہیم تکیوں کی سلائڈ بنا کر اُس پر کود رہا تھا اور عمل ڈیسنٹ انداز میں اپنی پزل گیم کھیل رہا تھا سب بچوں کو اِس وقت داہر تایا جان کے بچوں کی یاد آرہی تھی ۔۔ ابرا ش بیٹھا اپنا ہوم ورک کر رہا تھا بٹر نے بیڈ سے چھلانگ ماری تھی وُہ سیدھا ابرا ش پر جا گرا تھا بٹر نے بہت ہی کیوٹ کارٹونز والی شرٹ ٹراؤزر پہن رکھا تھا ۔ ابرا ش اپنا غُصہ پیتا تحمل سے اُسے نیچے کھڑا کرتا بولا تھا ۔ کیا مسئلہ ہے بٹر کیوں تنگ کرتے ہو

!خود تم پڑھتے نہیں مجھے بھی پڑھنے نہیں دیتے ہو

سوری بھائی وُہ میں سٹنٹ (اسٹنٹ) کر رہا تھا، وُہ

صاف گوئی سے جواب دے گیا تھا اور تھوڑی سی

نگاہ اپنی اارروگنٹ مغرور شہزادی پر ڈال گیا تھا جو

اُسے دیکھتی منہ پھیر گئی تھی ،اُسکی بلی آنکھیں افسردہ

ہوئی تھیں جس لڑکی کے پیچھے کتوں کی طرح ٹھرکی

پاگل بنا گھومتا تھا وہی زرا بھاؤ نہیں دیتی تھی -- وُہ

دل پر ہاتھ رکھ گیا تھا " تو ئی نہیں حتینا تمھیں اپنا

بھا لونگا"""" (کوئی نہیں حسینہ تمھیں اپنا بنا لونگا

---وُہ کہتا ابرا ش کو سوری بولتا گرلز لٹل گینگ (

کے پاس پلتھا مار کر بیٹھ گیا تھا۔ آسی اور زمل اپنے

گنڈے تھکن (مکھن) بھائی کو پاس بیٹھا دیکھتی

تالیاں بجا گئی تھیں اُن دونوں کے نزدیک اُنکا بٹر

بھائی شہزادہ تھا -- تم اِدھر کیوں بیٹھے ہو پٹر! عا بیر

اپنی ڈول کو اُسکی چیئر پر بیٹھا تی بولی تھی-- میری

تود میں بیٹھا دو تعبیر (میری گود میں بیٹھا دو عا بیر

وُہ پاس ہوا تھا عا بیر کے اور ساتھ لگا تھا ۔ پیچھے ہٹو (

پٹر! وُہ اُسے دھکا دے گئی تھی ۔ بٹر ہوں میں پٹر

نہیں! وُہ اپنے گول گال پھولا گیا تھا بٹر ابرا ش اور
عمل سے زیادہ صحت مند بچہ تھا سارا دن وُہ جنک فوڈ
کھاتا پھرتا تھا ابھی بھی اپنی معصوم ماما آشنا کو بولا تھا
اُسکے لیے پیری پیری برگر بنا کر لائیں -- شٹ اپ
دور جاؤ مجھ سے مجھے تم سے پیار نہیں کرنا ! عا بیر
غُصہ ہو کر چلا گئی تھی زمل اور آسی دونوں اپنی
پیاری پیاری شہد رنگ کی آنکھیں مٹکا کر اپنے بھائی
بھابھی کی لو سٹوری دیکھ رہی تھیں جو نا کام ہوتی
!نظر آرہی تھی -- تو نہیں کرو گی پار اِتنا ہینڈسم میں

وُہ اپنی شرٹ کو اور ہاتھ سے تاؤ دیتا بولا تھا ، بدے آئے پار کرنے والے جاؤ یہاں سے !! وُہ اٹھتی اپنا چھوٹا سا میک آپ بیگ اُٹھا کر کمرے سے نِکل گئی تھی بٹر کا دل ٹوٹا تھا لیکن اپنا ٹشن بھی اپنی دو چھوٹی بہنوں کے آگے برقرار رکھنا تھا جو اپنے بھائی کو ٹکر ٹکر مایوسی سے دیکھ رہی تھیں آسی اور زمل چیزیں پکڑ کر تھوڑا بہت چلنے لگی تھیں۔ میں ہیرو ہوں آتی ور تمل تمھارا بٹر بھائی اور لڑکیاں پھنسا لے گا لیکن کا کرو دل اِس مغرور ڈول پر آگیا ہے !!! وُہ کیوٹ سا

منہ بناتا بیٹھا تھا آسی اور زمل بڑھتی اُسکے ایک ایک گال پر کس کر گئی تھیں تھکن """" بٹر ہوں میں آتی تیمل "" وُہ اٹھتا ایک ہاتھ اپنی پاکٹ میں ڈالتا باہر جانے لگا تھا -- کہاں جا رہے ہو بٹر عمل آسی کو پیار سے دیکھتا بٹر سے پوچھ گیا تھا ۔ تیری بہن کو پٹانے " اِتنا کہتا وہ اپنا چھوٹا وُجود لیے نکل گیا تھا -- آسی جو بیٹھی ڈول کو ہاتھ میں لیتی اُسے دیکھتی ہنس رہی تھی ماما بابا کے علاوہ آسی کو تھکن بھائی اور ایک عمل کا نام توڑ موڑ کر بولنا آتا تھا -- عمل اُٹھتا ننھی

آسی کے پاس آ بیٹھا تھا جو گھنیری کیوٹ پلکیں اُٹھا
تی اور پھر جھکا لیتی اُسے پورے خاندان کے لڑکوں
میں سب سے زیادہ شرم عمل کبیر دورانی کے آگے
آتی تھی ، اُسکی کیوٹ کیوٹ دو پونیاں بنی ہوئی تھیں
وُہ فیری جیسی ڈریس میں ملبوس تھی ۔ وُہ اپنے
بالوں میں ہاتھ پھیرتا بولا تھا ، آسی کچھ چاہیے اور ویسے
تم بہت پیاری لگ رہی ہو بلکل چھوٹی سی بٹر فلائے
کی طرح ، وُہ تعریف کرتا غور سے آسی کو دیکھنے میں
مصروف تھا زمل بڑھتی اپنے ننھے ہاتھ عمل کو مار گئی

تھی۔ ۔ بھا ۔۔۔۔ ئی !! اُسے بھی وہ چیز کھانے کو چاہیے تھی آسی اور زمل دونوں چٹو ری بچیاں تھیں اور اس سے زیادہ بیسٹ فرینڈز تھیں کیونکہ دونوں میں ایک دو ماہ کا ہی فرق تھا دونوں ہی آشنا اور زوئی جیسی لگتی تھیں۔۔ وُہ ہنستا زمل کے سر پر ہاتھ رکھ گیا تھا آسی دیکھتی اپنے گول مٹول ہاتھ گھماتی ہوئی اپنا سر آگے کر گئی تھی ۔ تمھیں تو میں ویسے بوسہ دونگا آسی! وُہ کہتے اُسکی پیشانی پر لب رکھ گیا تھا

---اور اپنی آسی کے لیے اسکے کھانے والی چیزیں

لینے نیچے چلا گیا تھا۔

بٹر سیدھا عابیر کے پیچھے پیچھے سستا عاشق بنا اُسکے با

ربی روم میں داخل ہوا تھا ایمل نے اپنے بچوں کو

سٹارٹ سے ہی الگ روم میں سونے کی عادت ڈال

دی تھی کیونکہ وہ کبیر کے بغیر آج بھی ایک رات

نہیں رہتی تھی عابیر بیڈ پر لیٹی اپنا فیڈر پی رہی تھی

ساتھ اُسکی باہوں میں اُسکا ٹیڈی تھا۔بٹر دیکھتا

خوش ہوتا آنکھوں میں ٹھرکی پن لیے بڑھتا اوپر پاس
چڑھ کر بیٹھا تھا ۔ اور نہ ا دھر دیکھا نہ اُدھر دیکھا وہ عا
بیر پر حملہ کر چکا تھا عا بیر چیخیں مار رہی تھی پر بٹر
اندھا بہرہ بنا عا بیر کے گالوں کو چومتا جا رہا تھا وُہ
اُسکے نیچے گلابی گال لیے اپنے چھوٹے ہاتھوں سے
بٹر اشیر کو دھکے مار رہی تھی پر ابراہیم کا لاڈلا صاحب
زادہ کبیر کی بیٹی کے گال کو چومتا ناک کو چومتا جا
رہا تھا وُہ عا بیر کو چھوڑنے کو بلکل تیار نہیں تھا وہ
اُسے اپنا طوفان مارتا ٹھرکی عشق دکھانا چاہتا تھا۔ عا بیر

مچلتی اپنے دانتوں سے بٹر کے گول گالوں کو کاٹ
گئی تھی اُسکے کمرے میں دو ٹڈو میں جنگ چھڑ گئی
تھی ایک عشق کا بھوکا تھا تو دوسری اُسکے عشق کو
کوئی اہمیت نہیں دے رہی تھی عابیر کی چیخ و پکار
سنتے آشنا جو ٹرے میں بچوں کے لیے اسنیکس سجا کر
اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی اُسکے بڑھتے قدم
رکے تھے وُہ ٹرے پاس ٹیبل پر رکھتی عابیر کے
کمرے کی طرف بھاگی تھی اور منظر دیکھتے وُہ حیران تو
ہوئی تھی ساتھ وُہ اپنی جوتی بھی اُتار گئی تھی آج تو

اُسے کسی کی دھلائی کرنی ہی تھی --- بٹر!!! وہ

چیخی تھی ہاتھ میں اپنی چپل پکڑے --بٹر جو عابیر کا

چہرہ پکڑتا اُسکی ناک پر کسز کر رہا تھا وُہ آشنا کو دیکھتا

اُٹھتا ساءڈ جا بیٹھا تھا اور لمھوں میں شریف بابو بچہ بنا

تھا۔عابیر اٹھتی نیچے اُترتی ہوئی اپنی آشنا تائی کے

پاس بھاگی تھی اُسے اپنی تائی بہت پسند تھیں

لیکن اُنکا بیٹا بٹر اتنا ہی نا پسند تھا۔آشنا عابیر کو گود

میں لیتی چپ کروانے لگی تھی وُہ آشنا کے کندھے

پر سر رکھتی بٹر کو مسکرا کر دیکھتی چلی گئی تھی بٹر

سمجھ گیا تھا آج چاروں طرف سے وہ ہی کپڑوں کی

طرح دھلنے والا تھا آج سے وُہ سوچ چکا تھا وُہ ٹوپی

پہن کر تسبیح لیے پھرے گا وہ آج سے ٹھرکی پن پر

فاتحہ پڑھ گیا تھا لیکن وُہ نہیں جانتا تھا جو عادت لگ

جائے وُہ چھوٹتی نہیں تھی اِتنی آسانی سے۔۔ وہ ڈرتا

، بولا تھا ۔۔ ماما وُہ میں!! ابھی تمھیں بتاتی ہوں میں

آشنا چپل لیے اُسکی طرف بڑھی تھی پر بڑ جلدی

سے اُترتا کمرہ سے ہی بھاگ نکلا تھا اور آشنا آوازیں

لگاتی رہ گئی تھی آنے دو تمھارے بابا کو اُنہیں بتا تی

ہوں میں ---بٹر !!!!!

!!دروازہ کھولو خانی کیا ہوا ہے میری چھوٹی سی جان

داہر خان پچھلے آدھے گھنٹے سے مسلسل دروازہ بجا رہا

تھا پر اُسکی خانی کھولنے کا نام نہیں لے رہی تھی وُہ

ڈریسنگ روم میں بند تھی اُسکی سسکیاں داہر خان

باہر کھڑے بھی سن سکتا تھا۔ خان مجھے نہیں پتہ

آپ مجھے میرے تین شہزادوں کو لا کر دیں میں اُنکے

بغیر نہیں رہ سکتی ہوں وہ اندر سے ابھی بھی آہستگی سے بولی تھی اُسکی آواز میں سے کبھی چاشنی ختم نہیں ہو سکتی تھی۔

اچھا اچھا دروازہ تو کھولو میری جان ! داہر خان شر ٹلس صِرف ٹراوزر میں کھڑا تھا پہلے ہی اس نے کل کی ساری رات زو فاش کو سونے نہیں دیا تھا وُہ اُٹھا تو اپنی خانی کا رونا سُنتا بد مزاح ہوا تھا پتہ نہیں کیوں یہ عورت روتی ہوئی اب زرا اچھی نہیں لگتی تھی دل کٹنے لگتا تھا۔ لیکن زو فاش بھی کیا

کرتی ماں تھی اپنے بچوں سے زیادہ دور نہیں رہ سکتی تھی دیان دامل دیر صبح کے گئے رات کو نور جہاں حویلی پہنچتے تھے۔اور جب آتے تھے تُو تھوڑا وقت اپنی پیاری ماما کے ساتھ گزار کر اپنی سڑی ہوئی نینی کے ساتھ باقی رات رہتے تھے جو اُنکے شریف باپ نے اُنکی دیکھ بھال کے لیے رکھی تھی۔

زو فاش دروازہ کھولو ! داہر خان سختی کر گیا تھا جانتا تھا اُسکی خانی اپنے بیٹوں کے پیار میں آج دروازہ نہیں کھولنے والی تھی , وُہ زیر لب بڑ بڑا کر رہ گیا

تھا کمینے بیٹے میرے نہ مجھے سکون لینے دیتے ہیں نہ
میری بیچاری بیوی کو۔۔۔۔وُہ دانت پیس کر رہ گیا تھا
۔ دروازہ کھل چکا تھا سامنے ہی زو فاش پنک با
ڈ۔۔۔ی سوٹ پہنے کھڑی تھی اُس نے آدھے گھنٹے
پہلے ہی شاور لیا تھا اور اٹھتے ساتھ ہی اُسے اپنے
معصوم بیٹوں کی یاد ستانے لگی تھی۔ وُہ بھیگی
آنکھیں لیتی داہر خان کو شکوہ کن نگاہوں سے دیکھتی
جا رہی تھی اور داہر خان کی آنکھیں اُسکے حسین
سراپے کا معائنہ کرنے لگی تھیں پل میں اُسکی

سیاہ مقناطیسی آنکھیں لال ہوتی خمار کی سرخی چلکھا

نے لگی تھیں -- کیوں روتی ہو ! وہ پاس ہوتا اُسکی

بل کھا تی کمر پر ہاتھ ڈالتا خود کی جانب کھینچ گیا تھا

خان ! زو فاش اُسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اُسکے !!

مضبوط احصار سے نکلنے کی تگ و دو میں لگی ہوئی

تھی ۔لیکن داہر خان اُسے چھوڑ ہی نہیں رہا

تھا۔خان ابھی تو آپ نے چھوڑا تھا پھر !! وہ پل میں

سب بھولتی اپنے خان کی قربت محسوس کرتی حیا میں

آن گھر ی تھی ۔ بہت سوجھ گئی ہو دل کر رہا ہے

تھوڑا اور سوجھا دوں خانی ویسے ٹھنڈ بھی کافی پر رہی

ہے تو چلیں پھر !! وُہ اُسے اُٹھاتا کندھے پر ڈال

گیا تھا ۔ خان آپ نے اُن تینوں کو لینے جانا تھا ، وُہ

اُسے یاد دِلا رہی تھی وُہ وعدہ کر چکا تھا ۔ہاں وعدہ

کیا ہے اور وہ میری طرح مضبوط ہیں اور کافی دل

! پھینک بھی وہاں بھی سیٹنگ کر کے بیٹھے ہونگے

وُہ آنکھ مارتا اپنی خانی کے لبوں کو قید کرتا بستر کی

طرف بڑھ گیا تھا کمرہ لرزنے لگا تھا داہر خان کی

شدتیں پھر زو فاش سہتی ہلکان ہو رہی تھی

داہر خان کی گاڑی گارڈز کی گاڑیوں کے احصار میں اسلاآباد کے ڈے کیئر سینٹر داخل ہوئی تھی وُہ عجلت میں نیچے اترتا اپنی جیکٹ ٹھیک کرتا تیزی سے سامنے کھڑی ٹیچر کی طرف بڑھا تھا اُسے راستہ میں ہی پرنسپل کا فون پہنچا تھا اُسکے تین بیٹے کلاس سے غائب تھے تب سے داہر خان کا دل باپ کی طرح ٹرپ اُٹھا تھا وُہ داہر خان جو اپنے بیٹوں کو رومانس کا دشمن ہی سمجھتا آیا تھا وُہ اپنے بیٹوں کے گم

ہونے کی خبر سُنتا اِتنا تو سمجھ گیا تھا وہ واقعی کب

کا چار چار بچوں کا باپ بن چکا تھا ۔کیا ہوا مس

میرے بیٹے کہاں ہیں ! وُہ چیختا پوچھ گیا تھا اُسکے

دماغ میں گھنٹیاں بج رہی تھیں وہ ہی جانتا تھا اِس

!! وقت اُس پر کیا گزر رہی تھی ۔وُہ سردار صاحب

ابھی ٹیچر بول ہی رہی تھی سٹاف کی لڑکی بھاگتی ہوئی

آئی تھی سر آپکے تینوں بیٹے پیچھے والے لان میں

ہیں اُسکے کہنے کی دیر تھی وُہ بھاگتا پیچھے گیا تھا اور

سامنے نظر پڑتے ہی اُسکے ہولتے ہوئے دل پر جیسے

ٹھنڈک پڑی تھی اُسکے تین شیطان اپنی ماما کے
دیوانے شہزادے ایک چھوٹی سی کم از کم چار سال کی
بچی کے ساتھ گارڈن میں بیٹھے ہوئے تھے ۔وہ بچی
اُنکے ساتھ کھیل رہی تھی وُہ تینوں وہاں چلتے باغ
میں لگے گلاب کے پھولوں کو توڑتے تالیاں بجا رہے
تھے ۔۔ کمینے!!! وُہ کہتا بڑھتا تینوں کو ایک ساتھ
اپنی گود میں اُٹھا گیا تھا وُہ تینوں اپنے بابا کی گود
میں بند داہر خان کو گھورنے میں لگے ہوئے تھے
جسکی آنکھیں پانی زدہ تھیں وہ حیران تھے کب

اُنکے باپ کو اُن سے اتنی محبت ہو گئی تھی وُہ تو

بس اپنی معصوم ماما کے شہزادے تھے !!!تمھارا ہی

باپ ہوں اور بہت محبت کرتا ہوں اور اِس سے

زیادہ میں اظہار نہیں کر سکتا ہوں سنا تم نے !! وُہ

پھر سے اپنی اصل مغرور شخیت میں آیا تھا وُہ ہنستے

بابا بابا کہتے داہر خان کے بیئر ڈ والے گالوں کو

چومتے چلے گئے تھے وُہ بھی آج بھرپور باپ ہونے کا

حق ادا کر رہا تھا ---

آج وہ دن آ چکا تھا جسکا پورے دورانی خاندان کیا داہر خان کو بھی انتظار تھا آج کبیر کو بیسٹ رائٹر آف دا ایئر کا ایوارڈ ملنے جا رہا تھا لیکن آج کی خوشی مزید دوبالا ہو گئی تھی کیونکہ کبیر ایمل کی زندگی میں اُنکا ایک اور بیٹا آ چکا تھا جسکا نام سب نے مل کر کا شان رکھا تھا اُسکی آنکھیں کبیر پر ہی گئی تھیں وُہ خاندان کا دوسرا چھوٹا بچہ تھا جو خاندانی آنکھیں لے کر پیدا ہوا تھا جب کا شان آیا تھا تو کبیر نے اُس کے آنے کے ہر

چھوٹے سے چھوٹے لمحے کو دل و جان سے محسوس

کرتے جیا تھا۔

داہر خان بھی اپنی فیملی کے ساتھ سفید حویلی صبح کا

پہنچ چُکا تھا پُوری حویلی میں خوشیاں ہی خوشیاں

تھیں کبیر الیکشن بھی جیت چکا تھا وُہ پھر سے

پنجاب کا سی ایم منتخب ہو چکا تھا اُسکا دوسرا ٹینیو ر

تھا اور پنجاب کی پوری عوام بہت خوش تھی ۔

سب کی گاڑیاں اسلامآباد کے سب سے بڑے ہوٹل
کے باہر کھڑی تھیں اندر ایوارڈ فنکشن کی تقریب چل
رہی تھی سب بھائی اور بھابھیاں وی آئی پی سیٹس
پر بیٹھے ہوئے تھے جہاں ابراہیم بلیک شلوار قمیض پر
بلیک شال اوڑھے بیٹھا تھا داہر خان نے بلیک سوٹ
پہن رکھا تھا زر خان نے ڈارک گرین رنگ کا سوٹ
پہن رکھا تھا وہیں کبیر دورانی بلیک ٹکسیڈو پہن کر آیا
تھا لڑکیاں بھی تیار ہو کر جلوے بکھیر رہی تھیں
لیکن دوپٹہ سب کے سر پر موجود تھا دورانی فیملی ہو یا

خان فیملی سب عورتوں کے پردے کو لے کر سخت

تھے --- کبیر کو ایوارڈ دیا جا رہا تھا اور ایمل تالیاں بجا

تی ہوئی نم آنکھیں لیے گھیرے دار بلیک فروک پہنے

بیٹھی ہوئی تھی وُہ آج اتنا فخر محسوس کر رہی تھی کہ

اُسکا شوہر کبیر دورانی تھا ---

وہیں کبیر اسٹیج پر کھڑا اپنی ایمل کو دیکھتا ایوارڈ دکھا کر

بولا تھا ---" بیشک اِس کہانی اُو دلبر ا کا لکھاری

میں ہوں لیکن اِس کہانی کو بنا نے والے کردار

سب سامنے بیٹھے ہیں اور سب سے مین کرداراور

میری زندگئ کا حصہ میری ایمل کبیر دورانی ہے "" یہ

بولا تھا اور سب نے زور و شور سے تالیاں بجائی تھیں

-- ابراھیم داہر زر خان سب بہت خوش تھے ---

پورے میڈیا میں یہ نیوز پھیل چکی تھی پورے خاندان

کی تعریفیں کی جا رہی تھیں ---

شام کے سائے ڈھل رہے تھے لیکن مالم جبہ پر

روشینوں اور سیاحوں کا رش ہی رش تھا بڑے سے

شاندار دورانی فارم ہاؤس کے آگے گاڑیاں ہی گاڑیاں

رکی تھیں آگے پیچھے بلیک چمچماتی ہوئی گاڑیوں کی
ریل پیل تھی، سب سے آگے ابراہیم دورانی کی
گاڑی تھی پیچھے داہر خان کی اُس سے پیچھے کبیر کی
اور سب سے اینڈ پر زر خان کی گاڑی تھی ۔۔۔سب
یہاں کُچھ دن اپنی اپنی فیملی کے ساتھ رکنے آئے
تھے پُورا خاندان ساتھ تھا بڑے بوڑھے سب آئے تھے
۔۔۔ابراہیم اُترنے سے پہلے گہری نگاہ آشنا پر ڈال گیا
تھا جو آسی کو لیے بیٹھی تھی ، تیار ہو دلبر ا میرے
عشق کی پھوار سہنے کو سمجھو ہمارے وُہ لمحات شروع

ہونے والے ہیں جو اِس مالم جبہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے قید ہونے والے ہیں وہ تھوڑا اُسکی طرف جھکتا اپنی بیٹی کے گال کو چوم گیا تھا۔ آشنا کا چہرہ گلابی ہوا تھا، جی میں تیار ہوں سردار صاحبِ !!! وُہ ہنستے دونوں گاڑی سے باہر آگئے تھے۔۔

خانی انہیں اُترتے سب سے پہلے جا کر بی جان کی گود میں ڈالو !! وہ اسٹرنگ پر اپنی گرفت مضبوط کرتا دبے لہجے میں حکم دے گیا تھا۔ پر خان !! کوئی سوال نہیں خانی مجھے یہاں ان کی مداخلت نہیں

چاہیئے وُہ تین شیطانوں کو گھور گیا تھا جو اُسکی

گاڑی کی چیزیں نیچے پھینکنے میں لگے ہوئے تھے ۔۔

لیکن خان !! زو فاش پھر سے اپنے بیٹوں پر ترس کھا

گئی تھی۔مجھے میری جہان منظور ہے پر رومانٹک لمحات

میں ان کی ڈسٹر بنس قبول نہیں ایک کام کرنا ان

کو بٹر کے حوالے کر دینا میرا شہزادہ ان تینوں کو طرح

طرح کی شیطانیو ں میں اُلجھا کر رکھے گا پھر تم اور

میں اور ہمارا ٹوٹا ہوا بستر ! وُہ بے باکی سے آنکھ مارتا

بہت کُچھ واضح کر گیا تھا۔

کبیر میں اُتر کر ان تینوں کو انکے روم میں سلا دونگی

پھر آپ مجھے ایک لمحے کو بھی خود سے دور نہیں

چاہیئے ! وُہ کا شان کا گال چومتی بے شرمی سے

کبیر کو بتا گئی تھی جو مسکراتا ہوا گاڑی سے نیچے اترتا

ایمل کی طرف کا دروازہ کھول گیا تھا ----

زر خان سنیں میں بوڑھی ہو جاؤنگی کیا تب آپ مجھ

میں ایک اور بے بی ڈالیں گے ، وہ زمل کو لیے

بیٹھی ہوئی تھی ۔ جنا ن شرم کرو بیٹی گود میں ہے

اور تمھاری ایسی باتیں چل رہی ہیں !! وُہ چابی گھماتا

ہوا نکالتا اپنا ماتھا ہلکا سا پیٹ گیا تھا اُسکی ڈورا کبھی نہیں بڑی ہونے والی تھی -- اندر ڈنر کر کے زمل کو سلاو تمھارا دماغ میں صحیح کرتا ہوں وُہ دانت پیس کر رہ گیا تھا زوئی اپنی انگلی منہ میں دیتی اپنی بیٹی کو معصومیت سے دیکھنے لگی تھی ۔

یخ ٹھنڈی شام کے سائے مالم جبہ کے مقام پر گہرے ہو چکے تھے لیکن پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں کے درمیان واقعہ مالم جبہ آج بھی اپنی پر اسرایت لیے

جگمگا رہا تھا اُسی مالم جبہ کی سب سے اونچی چوٹی پر موجود عالیشان فارم ہاؤس میں کئی چاہنے والے لان کے بیچ میں فائر وڈ لگا کر بیٹھے ہوئے تھے سب کے چہرے کھلکھلا رہے تھے کیونکہ سب کی کہانیوں کا اختتام اِتنا حسین جو ہونے جا رہا تھا، سب خوش تھے سب کی کہانیاں مکمل ہو چکی تھیں بس آخری دفعہ اپنے چاہنے والوں کو الوداع کہہ دینا چاہتے تھے لیکن انداز مختلف تھا۔ابراہیم آشنا کو خود کی طرف کھینچتا

آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہی آخری دفعہ اپنے دل کی

، بات گنگنا گیا تھا

یہ جو میرا عشق ہے تم سے اُو دلبرا ، تُجھے سوچنا میرا

کام ہے تو ہی سحر تو ہی شام ہے !! وُہ اُسکی پیشانی

کو عقیدت سے چوم گیا تھا آشنا نم سے مُسکرا گئی تھی

اُسکا سردار بس مان دیتا چلا جاتا تھا وُہ معتبر ہوتی چلی

جاتی تھی۔داہر خان مسکراتا ہوا اپنی خانی کو اپنے

مضبوط سینے میں بھرتا اُسکے بالوں کو چومتا چلا گیا تھا

کوئی شرم باقی نہیں رکھی تھی وُہ اُسکے کان پر جھکتا

گنگنا گیا تھا! " ایک تیری طلب مجھے ایسی لگی میرے

ہوش بھی اوڑھنے لگے """زو فاش سنتی اور زیادہ اُس

میں چھپ گئی تھی اُسکا بیشرم خان کبھی بھی

نہیں بدلنے والا تھا۔کبیر ایمل کو کھینچتا پلر سے لگا گیا

تھا وُہ اُسکی سانسوں سے بھی زیادہ قریب تھا ایمل اُسکا

چہرہ بھرتی اِس حسین شام میں اپنا خوبصورت اقرار

کر گئی تھی !باتیں جو دل میں تھیں کر دی بیان

دیکھا تُجھے جب پہلی دفعہ تب ہی پیار ہوا تھا مجھے پیار

ہوا تھا، آنسو جھلکا تھا کبیر اُسے لبوں میں بھر گیا

تھا۔۔ڈورا پیار سے اپنے سنکی کو دیکھنے لگی تھی وُہ

کیا اقرار کرے گا !وُہ اِدھر اُدھر اپنے بھائیوں کو

مصروف دیکھتا جھٹ سے ڈورا کے لبوں کو چھوتا بولا

تھا ! " خواب ہے تو نیند ہوں میں دونوں ملے رات

بنے رات بنے " ڈورا اُسکی ڈیمانڈ سمجھتی خفت زدہ

ہوئی تھی اور زر خان کا قہقہ گونجا تھا ۔۔۔

چاروں جوڑ یا ں ساتھ کھڑی تھیں سب کی با ہوں

میں اُنکی بیویاں تھیں وُہ چاروں آسمان سے گرتی برف

کو خود پر پڑتے محسوس کرتے اپنی اپنی بیویوں کو خود

میں لیے آنکھیں بند کرے کھڑے تھے ----رات
کی تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی اور اُو دلبر ا کی کہانی
ختم ہونے کو تھی-- آشنا اپنے سردار کے احصار سے
نکلتی اپنی سیاہ چادر کو اچھی طرح سر پر کرتی بیچ میں
کھڑی ہوئی تھی !! سب اُسے دیکھنے لگے تھے، پتہ
ہے سردار صاحبِ یہ کہانی تب حسین ہوئی جب آپ
نے مجھ جیسی یتیم مسکین لڑکی کو اپنی پناہوں میں
لے کر میرا ہر غم اپنا بنا کر مجھے سر اٹھانے کے
قابل بنا دیا شاید ہی آپ سے بہتر مرد میری زندگئ میں

آ سکتا تھا آپ صرف صوابی کے رحمدل سردار نہیں

ہیں بلکہ آپ اُو دلبر ا کہانی کو پڑھنے والی ہر ناول

زادی کے دل کی دھڑکن بن چکے ہیں اور یہاں بھی

آپکی آشنا اُن سے حسد رقابت کا شکار ہے !! وہ بولتی

جا رہی تھی ابراہیم بڑھتا اُسے اپنے سینے سے لگا گیا

تھا -- میری کہانی کی شروعات بھی تم اور اختتام

بھی تم !!! وہ اُسکے بالوں کو چومتا اپنے بھائیوں کو

بھی پاس بلا گیا تھا سب ساتھ کھڑے ہوئے تھے

برف باری رک چکی تھی شاید قدرت بھی اُو دلبر ا

لکھنے والے کا اور پڑھنے والوں کا دل کھول کا شکریہ

ادا کرنا چاہتی تھی ۔۔۔۔۔اِتنے میں مالم جبہ کا آسمان

فائر ورکس سے روشن ہوتا سنہری حروف سے سجتا گیا

تھا یہ منظر اِتنا حسین تھا دلبر ا پڑھنے والوں کی

آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں بڑے بڑے

لفظوں میں ابراہیم آشنا ، داہر زو فاش ، ایمل کبیر

اور زر خان زو حال کی طرف سے لکھا گیا تھا ۔۔۔

شکریہ آپ سب کا جنہوں نے ہمارے کرداروں کو "

پسند کیا جب ہم ہنسے تو آپ بھی ہنسے جب ہم روئے

تو آپ بھی روئے جب جب ہم آزمائش سے گزرے

"""آپ چٹان کی طرح ہمارے ساتھ کھڑے رہے

لفظ رکے تھے ایک اور فائر ور ک ہوا تھا اور آسمان

پھر رنگوں میں بدل گیا تھا ----" ہماری کہانیاں

ختم ہوئی جاتی ہیں لیکن ہم سب ہمیشہ آپ کے

دلوں پر راج کرتے رہیں گے """" وہ سب مرد اپنی

اپنی بیویوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اندر بڑھ گئے

تھے یہ کہانی تو ختم ہو گئی تھی لیکن اُنھوں نے تُو

اپنی کہانیاں اور لکھنی تھیں-----

The End